اورنگ زیب

رشید اختر ندوی

کتاب تہذیب و تمدن اسلامی 448
کتاب عمل صالح تبصرہ آخری زندگی شاہجہان 33
134
نسخ
58901

ضابطہ

۱۹۸۵ء

تعداد ــــــ ایک ہزار

پبلشر ــــــ نیاز احمد
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

پرنٹر ــــــ منظور پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت ــــــ ۱۲۰/۰۰ روپے

Marfat.com

فہرست

بچپن	۱۹	گلکنڈا	۱۴۲
تعلیم	۲۳	بیجاپور	۱۵۲
عملی تربیت	۳۵	دارا کی شرارت	۱۶۳
پہلا منصب سپہ سالار اعلیٰ	۳۶	شاہجہاں کی بیماری	۱۶۹
دوسرا منصب نائب السلطنت	۴۴	اورنگ زیب کی دانائی	۱۷۴
معزولی	۵۸	تخت نشینی کے لیے جدوجہد	۱۸۶
تیسرا منصب نیابت گجرات	۶۶	چاروں بھائی	۱۸۹
چوتھا منصب بلخ پر چڑھائی	۷۰	دارا	۱۹۲
قندھار کا محاصرہ	۸۵	مراد اور شجاع	۲۰۴
قندھار پر دوسرا حملہ	۹۰	باہمی اتحاد	۲۱۰
نیابتِ دکن کا دور	۱۰۱	معاہدہ	۲۱۹
اصلاحات	۱۱۱	منزل مقصود و احیائے اسلام	۲۲۸
نظم و نسق	۱۱۸	سوئے منزل روانگی	۲۴۲
باپ سے الجھاؤ	۱۲۲	سموگڑھ کی لڑائی	۲۵۱
فتوحات	۱۲۹	فتح کے بعد	۲۶۲
دیوگڑھ	۱۳۱	قصہ مراد	۲۹۲
جوار	۱۳۶	تاج پوشی	۳۰۲
کرناٹک	۱۳۸	دارا اور شجاع کا انجام	۳۲۶

Marfat.com

راؤ کا انجام	۳۲۶
شاہجہان کی موت	۳۳۱
نیابتِ الٰہی	۳۳۵
بر مسند	۳۳۷
اکبر حقدار نہ تھا	۳۴۱
میزانِ عمل	۳۵۴
جشنِ تاج پوشی	۳۶۷
نظم و نسق	۳۷۷
بنیادی تبدیلی	۳۷۹
وزرار کا عمل دخل	۳۸۴
روح بدلی	۳۹۱
عدل و انصاف	۳۹۳
دیوان	۴۰۵
میر بخشی	۴۰۸
صدر الصدور	۴۱۲
احتساب	۴۱۶
بریڈ یا ڈاک	۴۲۱
فوج	۴۲۵
تنخواہ	۴۲۹
توپ خانہ	۴۳۱
بحری بیڑہ	۴۳۳
صوبے	۴۳۶
فوجدار	۴۴۱
اورنگ زیب اور ہندو	۴۴۵
جزیہ اور خراج	۴۴۷
محصول	۴۸۰
ہندو ملازمین	۴۹۳
ست نامی	۵۰۶
سکھ	۵۱۱
مرہٹے	۵۲۱
مرہٹے	۵۲۲
سیواجی	۵۲۹
سیواجی اور مغل	۵۳۵
سرکوبی	۵۴۲
شکست	۵۴۹
فرار	۵۶۸
نئی سازش	۵۷۰
سنبھا	۵۸۴
سخت اقدام	۶۰۲
اختتام	۶۲۳
راجپوت	۶۳۱
اورنگ زیب کی خواہش	۶۳۵

Marfat.com

دکنی ریاستیں	۶۶۹	عوام	۷۲۸
بیجاپور	۶۹۷	تعلیمی جدوجہد	۷۳۴
انجام بہ خیر	۷۰۷	اخلاق عامہ	۷۳۵
انجام بخیر	۷۰۹	اقتصادی معیشت	۷۳۹
آخر	۷۲۱	صنعتی پیداوار	۷۴۱

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ اوّل

میں نے کئی سال کی محنت سے اورنگ زیب پر جو کتاب لکھی ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ جن لوگوں نے میری کتاب "مسلمان اندلس میں" پڑھی ہے ان کا خیال ہے کہ میں متعصب لکھنے والا ہوں

یہ کتاب پڑھنے کے بعد بھی غالباً وہی رائے ظاہر کریں گے۔ لیکن میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ کتاب کسی تعصب کی بنا پر تحریر نہیں کی۔ میں نے اس میں اپنی طرف سے انتہائی دیانت برتی ہے۔ اورنگ زیب سے نہ میرا خونی رشتہ ہے اور نہ اورنگ زیب سے پہلے اور بعد کے مغل حکمرانوں نے میرے خاندان کے کسی فرد پر کبھی کوئی زیادتی کی

اورنگ زیب سے مجھے محض اس لئے عقیدت ہے کہ وہ اس مسلمان قوم کا سب سے بڑا محسن تھا جو پہلے پوری کی پوری ہندوستان میں آباد تھی اور اب ہندوستان و پاکستان

Marfat.com

میں بٹ گئی ہے۔ آدھی وہاں رہ گئی ہے اور آدھی یہاں آگئی ہے۔

اگر قوموں کے محسنوں سے محبت وعقیدت کوئی برا فعل ہے تو یقیناً میں مجرم ہوں لیکن اگر قومی محسن محبت وعقیدت کے قابل ہیں تو اورنگ زیب سے میری محبت قابل ستائش ہے۔

اورنگ زیب سے میری یہی محبت اس کتاب کی اوّل اور آخری محرک ہے۔

میں نے یہ کتاب کسی ذاتی فائدے کے لئے نہیں لکھی، ذاتی فائدے کے لئے اس سے زیادہ بکنے والے موضوعوں پر لکھا جاسکتا تھا۔

میں نے اورنگ زیب پر محض اس لئے قلم اٹھایا کہ ہندوستان و پاکستان اور بیرونی دنیا کے لوگوں نے مسلمان قوم کے اس انتہائی مخلص، فرد کے ساتھ ہمیشہ زیادتی کی اور بہت کم لوگوں نے اسے پورے طور پر سمجھا۔ حتّٰی کہ اپنوں نے بھی اس کے چہرے کے صحیح خدوخال کا جائزہ لینا ضروری نہ جانا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور انگریز مورخین نے جو مسلمان قوم کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں اکبر کو اونچا ظاہر کرنے اور اس کے مقابلہ میں اورنگ زیب کو رسوا کرنے میں ہمیشہ دلچسپی لی، آج سے چند سال پہلے ہماری علمی اور سیاسی دنیا پر یہ دونوں بری طرح چھائے تھے۔ اور زیادہ تر وہی کتابیں ہر مکتب میں رائج تھیں جو ہندوؤں اور انگریزوں نے اپنے مخصوص مفاد کے پیش نظر تحریر کی تھیں اور یہ کتابیں جن لوگوں نے پڑھیں، انہیں یقیناً یہی بات معلوم ہوئی کہ اورنگ زیب متعصب، ظالم، بیوقوف اور نا فرض شناس تھا اور اکبر مغل اعظم اور دیوتاؤں کا دیوتا تھا۔ حالانکہ اکبر اور اورنگ زیب میں قطعاً کوئی مقابلہ نہ تھا۔ دونوں دو مختلف "مدرسوں" سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک اس جماعت کا فرد تھا جو اسلام کو وجہ نجات سمجھتی ہے اور دوسرا

Marfat.com

اس گروہ کا علمبردار تھا جس کے پیش نظر اسلام کی تباہی اور اس کی ذلت و رسوائی تھی۔

اسلام کی ذلت و رسوائی کے محرک مغل کو تو ہمارے دشمن مؤرخین نے اوپر اٹھایا اور اسے جس نے ملت کی صحیح خدمت کی، نیچے گرا دیا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اکبر کو "خوش قسمتی" سے بہت اچھا دور نصیب ہوا اور اس کی جہالت سے سیاسی فائدہ اٹھانے والے چند بہت ذہین اور طباع علماً و حکماً، اس کے دربار میں آن جمع ہوئے تھے مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ ان علما میں شیخ مبارک شیخ ابوالفضل اور شیخ فیضی یگانۂ روزگار افراد تھے۔ یقیناً یہ تینوں اور باقی "اکبری رتن" آفتاب و ماہتاب تھے۔ میں ان کے چہروں پر گستاخی کی لکیریں ڈالنے کو علم اور فن کی توہین سمجھتا ہوں۔ لیکن میرے نزدیک اُن سب کی حیثیت محض گاندھی جی، مسٹر چرچل، لینن، اسٹالین، ٹرومین، ہٹلر، نپولین، یا زیادہ نرم لفظوں میں لارڈ بائرن، شیکسپیئر، امراؤالقیس، ٹالسٹائی، گورکی اور دوسرے عظیم فن کاروں کی ہے۔

ان میں شیخ مبارک، ابوالفضل، فیضی اور کئی دوسرے لوگ یقیناً مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا ہوئے مگر ان کی ہر علمی صلاحیت اور فنی قابلیت کے باوجود مسلمان قوم ملی نقطۂ نگاہ سے ان کے وجود پر کبھی قیامت تک فخر نہیں کرے گی۔ وہ داتا گنج بخش، حضرت نظام الدین اور بابا فرید گنج کا نام تو یقیناً بڑی عقیدت سے لے گی۔ یقیناً ہر فرض شناس اور ملت کے مفاد سے آگاہ مسلمان ماں اپنے بچے کو نظام الدین، فرید گنج اور داتا گنج بخش کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرے گی مگر کوئی یہ نہ چاہے گی۔ اس کا بیٹا بڑا ہو کر شیخ مبارک، ابوالفضل اور فیضی بنے۔

یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے کہ یہ تینوں بزرگ کیسے تھے۔ آیا مسلمان تھے یا اسلام سے خارج تھے۔ یہ بحث علما کی ہے اور یہ ان ہی کو زیب دیتا ہے۔ ہمارے کہنے کا مقصد صرف یہ تھا

Marfat.com

کہ اکبر نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر اپنی جہالت کم علمی اور بدمذاقی کے سبب جو راہ وضع کی۔ اس نے مسلمان قوم کو بے حد نقصان پہنچایا۔ اس نے مسلمان عوام کے ذہن اور عام مذہبی رجحان پر بہت برا اثر پڑا۔

مذہبی رواداری، انصاف، ہر ایک کے ساتھ شریفانہ سلوک بہت اونچا مسلک ہے۔ ان صفاتِ حسنہ میں رسول اللہؐ، ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ اور علیؓ کا مقابلہ، دنیا کا کوئی اکبر اور جہانگیر نہیں کر سکتا۔ مگر ان میں سے کسی نے وہ حرکتیں نہیں کیں جو اکبر نے کیں۔

اکبر کی حرکتیں، مذہبی رواداری اور ہر ایک کے ساتھ انصاف پر مبنی نہ تھیں۔ اس کی حرکات کے تحت الشعور میں محض ایک ذہنی پستی کار فرما تھی۔ اسے اپنی جہالت کے سبب اسلام سے آگاہی نہ تھی۔ وہ جانتا نہ تھا کہ مسلمان رہ کر بھی ایک بادشاہ رعایا کے ساتھ انصاف اور شریفانہ سلوک کر سکتا ہے۔ اسے علم نہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے مسلمان بادشاہ ہوتے ہوئے اور عمر فاروقؓ نے امیرالمومنین ہوتے ہوئے انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ اکبر محض ایک جابر و قاہر بادشاہ تھا۔ اس کے سوا وہ کچھ بھی نہ تھا۔ حالات نے اسے ہمایوں کی مسند عطا کی۔ خان بابا نے اپنی شرافت اور روایتی وفاداری کی بنا پر اسے اس مسند پر بیٹھنے کے گر بتائے اور پھر اس کی جابرانہ اور قاہرانہ ذہنیت نے اسے نئے نئے حیلے بہانے سکھا دیئے۔ اس نے ہندوؤں کے دل موہنے کے لئے کرشن کا روپ دھارن کیا۔ خود کو اوتار سمجھا۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کے لئے خود کو خدا کے صفات سے متصف کیا۔

ایک مسلمان کے نقطۂ نگاہ سے اس کی کوئی حرکت بھی قابلِ تعریف نہ تھی۔ ہندوؤں نے اُسے یقیناً پسند کیا۔ راجہ ٹوڈر مل، بیربل اور مان سنگھ جیسے لوگوں نے اسے ہندو قوم کا بہت بڑا محسن قرار دیا۔ اس لئے کہ وہ اپنا نہ تھا۔ اس نے اپنے مذہب سے اور اپنی ملت سے

Marfat.com

غداری کی تھی۔ ہندو قوم اور انگریز کا یہ خاصہ ہے کہ یہ دونوں قومیں ہر اس مسلمان کو بڑا سمجھتی ہیں جو اسلام اور قوم کے ساتھ غداری کرے۔ اکبر کو کچھ اپنے زمانہ میں ایسے لوگ مل گئے جنہوں نے اسے اُوپر اچھالا۔ جو کسر باقی رہ گئی تھی۔ وہ انگریز مورخین اور ہندوؤں نے پوری کر دی اور اکبر کو محض اس لئے سب سے زیادہ بڑائی عطا کی کہ اس نے ملت کی جڑھوں پر کلہاڑا چلایا تھا۔ ایک ایسی تخریب کی بنا رکھی تھی، جس نے اسلامی عمارت کی جڑوں میں ڈائنا میٹ رکھ دیا۔

میں ذاتی طور پر بہت کمزور عقیدے اور کمزور عمل کا انسان ہوں میں اس اونچے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔ جو اسلام نے قائم کیا ہے۔ لیکن میں کسی ایسی تخریب کو عام کرنے کو پسند نہیں کرتا جو اسلام کی تحریف کا سبب بنے اور جو ملت کے ساتھ غداری کے مترادف ہو۔

اکبر اگر اسلام سے انکار کر کے ہندو ہو جاتا اور خلوص نیت کے ساتھ ہندو مذہب کی پیروی کرتا تو میرے نزدیک وہ اتنا بڑا مجرم نہ تھا۔ جتنا کہ اب ہے۔ وہ خود کو مسلمان بھی کہتا رہا اور ہندوؤں کو فریب دینے کی کوشش بھی کی۔ اس نے ہر دلعزیزی کی دولت سے جھولی بھرنے کی خاطر مسلمانوں کو بھی دھوکے میں رکھا اور ہندوؤں کو بھی اور اسلام میں ایک ایسی تحریف کی۔ ایک ایسے ناکارہ، فضول اور لغو مذہب کی بنا رکھی جسے انسانی ذہن انتہائی گری ہوئی حالت میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔

اس نے عوام کو دھوکا دیا اور ہر دلعزیزی کی دولت پالی۔ اس نے اپنی حکمت عملی کے سبب اس ہندو ملک میں بڑی عظمت پائی ہے۔ اسے لوگوں نے سجدے کئے۔ اس کے تخت کے سامنے بڑے اُونچے لوگوں کے سر جھکے۔ اس نے جابر مرہٹوں کی پیشانیوں پر اپنے پاؤں کی دھول ملی۔ ہمت کے پکے راجپوت راجاؤں کی بیٹیاں اپنے حرم میں داخل

Marfat.com

کیں۔ یہ یقیناً بڑی دنیاوی بڑائی تھی، مگر اس بڑائی کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ناقابل معافی جرم کیئے۔ اس نے مذہب سے غداری کی۔ اس نے اسلام کے بنیادی احکام کی خلاف ورزی کی۔ اسلام کی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا اور سب سے بڑھ کر مسلمان عوام کو دھوکا دیا۔ اس نے اسلام اور ملت سے دھوکا کر کے یقیناً اپنی سلطنت کو وسعت بخشی۔ اپنی شخصی اور خاندانی سربلندی کا ایک بہت اونچا معیار قائم کیا، لیکن قومی نقطہ نگاہ سے یہ کوئی کار آمد سودا نہ تھا۔ یہ سراسر گھاٹے اور نقصان کی روش تھی اور ہندوستان میں مسلمان حکومت کے زوال کا اصل سبب یہی روش تھی متعصب انگریزوں اور ہندوؤں نے مغل حکومت کی تباہی کا باعث اورنگ زیب کو گردانا ہے حالانکہ اصل مجرم اکبر تھا۔ اگر اکبر حد سے تجاوز نہ کرجاتا۔ بابر کی طرح ایک شریف مغل بننے کی کوشش کرتا۔ اگر بابر کی حکمت عملی اسے پسند نہ تھی تو شیر شاہ ہی کو سامنے رکھتا۔ اس شیر شاہ کی اس نے بہت سی باتیں اپنائی تھیں، مالگزاری کے پورے نظام کو اس سے مستعار لیا تھا۔ اس کی کتنی اور اصلاحوں کو قبول کیا تھا تو اس کی سیاسی روش کو بھی اختیار کر سکتا تھا اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اکبر نے جن باتوں کی بنا پر تاریخ میں شہرت پائی ہے وہ وہی باتیں ہیں جو اس نے شیر شاہ سوری سے سیکھیں۔ اس کی بڑائی اور شہرت کی تہ میں شیر شاہ کی اصلاحات ہیں۔ یہ شیر شاہ کی بدنصیبی تھی کہ اس کا دورِ حکومت بہت مختصر ہوا اور اس کے وارث اس کی بنائی ہوئی سلطنت کی حفاظت نہ کر سکے۔ اگر شیر شاہ کے وارث اونچے لوگ ہوتے تو اس کی عظمت اور بڑائی اکبر کے نامۂ اعمال میں نہ لکھی جاتی۔

اکبر کو جن لوگوں نے مغل اعظم بنایا ہے۔ اکبر کو جن لوگوں نے انصاف کا دیوتا اور رواداری کا امام سمجھا ہے وہ انگریز عہد کی پیداوار ہیں۔ خود اکبر کے زمانے میں بڑے علماء اور نیکوکار اور مخلص مسلمانوں کو اس شخص کی حکمت عملی سے انتہائی نفرت تھی۔ کتنے مسلمان

Marfat.com

علمائے اس کے خلاف بغاوت کی۔ کتنوں نے اس کی حرکتوں کو اسلام کی تعلیمات کے خلاف قرار دیا۔ ان میں سے کئی کو اکبر نے سزائیں دیں، کئی کو قتل کرایا۔

ہر جابر بادشاہ کے دور میں مخلص اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔ اکبر بھی ایک جابر بادشاہ تھا۔ خود کو خدائی صفات سے متصف کرنے والا اپنے سامنے انسانی سروں کو جھکانے اور کروڑوں انسانوں کو فریب دینے والا شخص جابر بادشاہ تو ہوسکتا ہے۔ مگر اسے منصف، عادل اور مسلمان بادشاہ نہیں کہا جاسکتا۔ اس کا نام یقیناً جلال الدین تھا۔ مگر اس نے نہ دین کو جمال عطا کیا اور نہ جلال بخشا۔

ملت کو دھوکا دے کر خود کو یا اپنے خاندان کو عمرِ نوح دینا اگر بڑائی ہے تو یہ بڑائی حیدر آباد دکن کے نظام خاندان کے حصّہ میں بھی آئی تھی۔ مگر مخلصین نے اس بڑائی کی ہمیشہ مذمت کی۔ اور اس کی غدّاری کی روئداد کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس کے برعکس ٹیپو سلطان نے کتنی کم عمر پائی ہے۔ اس نے اپنے باپ کی ہزاروں محنتوں سے بنائی ہوئی حکومت کتنی جلدی کھودی، مگر اس تھوڑی دیر حکومت کرنے والے تاجدار پر لاکھوں اکبر، قربان کیے جاسکتے ہیں اور نظام دکن قسم کے خاندان تو اس قابل بھی نہیں کہ ان سائیسوں کے پاؤں میں بھی جگہ پا سکیں۔ جنہوں نے ٹیپو سلطان کے گھوڑوں پر زین کسے۔ ٹیپو سلطان کی یاد اب تک مسلمان قوم کے ایک ایک فرد کو خون کے آنسو رلاتی ہے۔ ہر مسلمان ماں اپنے بچّے سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اس بہادر اور فرض شناس مسلمان کا اتباع کرے اور ہم نے آج تک کسی ایسی مسلمان ماں کا نام نہیں سنا جس نے اپنے بچّے سے نظام دکن کی پیروی کی خواہش کی۔

اگر اسلام کسی ضابطے کا نام ہے۔ اگر مسلمان ہونا کوئی فخر کی چیز ہے۔ اگر امام حسینؑ

Marfat.com

اور ان کے مسلک پر چلنے والے لوگ واجب اتباع ہیں۔ اگر ان لوگوں کا مسلک پسندیدہ ہے تو اکبر یقیناً گمراہ اور ظالم تھا۔ اگر ملت سے بے وفائی ناقابلِ معافی جرم ہے تو اکبر کا جرم بھی ناقابلِ معافی تھا۔ اور کوئی مسلمان مورخ اکبر کے ان جرائم کو نظرانداز نہیں کر سکتا جو اس نے اپنی زندگی میں کئے۔

مجھے افسوس ہے کہ پاکستان بننے کے بعد میں غالباً پہلا مصنف ہوں جس نے اکبر کے متعلق اس قسم کی رائے ظاہر کی ہے اور اس مغلِ اعظم کے چہرے پر اپنے قلم کی سیاہی ملی ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے جن مصنفین نے مغلوں کے متعلق لکھا۔ ان میں سے کسی نے یہ جرأت نہیں کی۔ ہندو اور انگریز مصنفین نے جان بوجھ کر اکبر کو بہت اونچا اٹھایا تاکہ اورنگ زیب کو نیچے گرانے میں لوگ انہیں نامنصف نہ سمجھ سکیں۔ جن مسلمان مورخین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ وہ بھی عام روش کی مخالفت نہ کر سکے۔ سوائے مولینا شبلی کے جنہوں نے ایک مختصر سا رسالہ اس موضوع پر لکھا۔ مجھے مولنا شبلی مرحوم سے بھی شکوہ ہے کہ انہوں نے وسائل کی کثرت کے باوجود اس اہم موضوع پر تفصیلی بحث نہ کی اور اب تک مسلمان عوام یہی سمجھتے رہے کہ اورنگ زیب ہی وہ بدنصیب بادشاہ ہے جس نے ہندوستان سے مسلمانوں کی حکومت ختم کی۔ ان لوگوں کی نگاہ میں اورنگ زیب کا دامن جہاں اس بدنصیبی سے بھرا ہے۔ وہاں وہ بھائیوں کے قتل، بھتیجوں کے ساتھ بے انصافی اور باپ کے ساتھ گستاخی کرنے کا بھی مجرم ہے۔ چند خواص کو چھوڑ کر اب تک بہت سے نوجوانوں کو یقین ہے کہ اورنگ زیب نہ صرف مذکورہ جرائم کا مرتکب ہوا۔ اس نے ہندوستان میں ایک ایسے نظامِ حکومت کی بنا رکھی جو سراسر تعصب اور مذہبی

Marfat.com

تنگ نظری پر مبنی تھا۔

میں اپنی اس کتاب میں، مناسب مقامات پر، ایک ایک الزام کی تردید کروں گا اور واقعات کی روشنی میں ثابت کروں گا کہ اورنگ زیب میں ایسا کوئی بھی عیب نہ تھا۔ وہ انسانی کردار کے اعتبار سے بہت اونچا، بہت پاکیزہ اور بہت بڑا آدمی تھا۔

یہاں صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ اورنگ زیب ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے اپنی روزی آپ کمائی جس نے ٹوپیاں بنائیں، قرآن اور دوسری مذہبی کتابوں کی کتابت کی اور اس طرح اپنے اخراجات کے لئے مزدوری کی۔

اپنی روٹی آپ کمانے اور اپنے لئے لباس مہیا کرنے کے لئے ٹوپیاں بننے کی داستان، وضعی داستان نہیں ہے۔ ہر انگریز اور ہندو مورخ نے اسے اورنگ زیب کی کہانی کہتے وقت دہرایا ہے۔ جادو ناتھ سرکار نے تو اس روایت کو کافی اہمیت دی ہے۔

اتنی بڑی سلطنت کا مالک اور اتنی بڑی قلمرو کا تاجدار ہوتے ہوئے اگر ایک شخص ٹوپیاں بنتا ہے۔ کتابیں کتابت کرتا ہے۔ تاکہ اپنی روٹی آپ کمائے تاکہ اپنے جسم کے لئے آپ لباس خریدے۔ ایسے شخص سے یہ توقع قطعاً نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی شخص کے ساتھ بھی زیادتی یا ظلم کرے گا۔ ظلم کی توقع اکبر سے کی جاسکتی تھی جس نے اپنی ہر دلعزیزی کی خاطر بڑے بڑے ڈھونگ کئے جس نے اپنے تعیش اور آرام کی خاطر کبھی کرشن کا روپ دھارن کیا اور کبھی خدا کا لباس پہنا۔ مگر اس اورنگ زیب سے یہ توقع کیسے ہوسکتی ہے جس نے اپنے آپ کو کبھی عزیز نہ جانا۔ جس نے ننگے فرش پر بچھونے کئے جو چٹائیوں پر سویا۔ جو پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتا جو کی روٹی کھاتا اور رات رات بھر مصلّے کی پشت پر لدا رہتا۔ جس کے محل میں کوئی عیاشی

Marfat.com

کی چیز نہ تھی۔ جو گانا تک نہ سنتا، شراب نہ پیتا اور کوئی ایسی حرکت نہ کرتا جس سے اس کے نفس کو راحت پہنچے۔

اس نے یقیناً بوڑھے اور بیکار باپ سے تاج چھینا اس نے یقیناً باپ کو نظربند کیا۔ لیکن کب، صرف اس وقت جب باپ نے اس کے نیک ارادوں کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کی۔ اورنگ زیب، اوّل و آخر مسلمان تھا اور اُسے وہ حدیث یاد تھی جسے مستند مورخین نے روایت کیا ہے یہ حدیث حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمن کے متعلق ہے حضرت ابوبکرؓ شروع دور میں جب مدینہ تشریف لائے تو عبدالرحمن مکہ ہی میں رہ گئے تھے اور کفار کے لشکر کے ساتھ۔ باپ اور باپ کے پیرو مرشد رسول اللہؐ پر چڑھائی میں شریک ہوئے۔ لڑائی کے خاتمہ کے بعد عبدالرحمن نے بڑے فخر کے ساتھ باپ سے کہا۔ باپ واللہ عین لڑائی میں آپ دو بار میرے تیر کی زد پر آئے۔ میں چاہتا تو میرا تیر آپ کی شاہ رگ چاٹ جاتا مگر آپ میرے باپ تھے اور میرا دل آپ پر تیر نہ چلا سکا۔ باپ نے یہ بات سنی اور بیٹے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ خدا جانتا ہے۔ میرے بیٹے اگر لڑائی میں تم میرے تیر کی زد پر آئے ہوتے تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا۔ میرے ہاتھ تم پر یقیناً تیر چلاتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ بات محض اس لئے کہی تھی کہ وہ سچے تھے۔ اگر عبدالرحمن ان کے تیر کی زد پر یا ان کی تلوار کے سامنے آئے ہوتے تو وہ انہیں کبھی معاف نہ کرتے۔ وہ اس وقت یہ قطعاً فراموش کر دیتے کہ عبدالرحمن ان کے بیٹے تھے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک صرف مشن سب کچھ تھا۔ مشن کی ناکامی کو وہ کسی صورت میں برداشت نہ کر سکتے تھے۔

اورنگ زیب کے سامنے یہی بڑا مشن تھا۔ اورنگ زیب نے آٹھ سال کی عمر سے لے کر بادشاہت پانے کی عمر تک جو تعلیم پائی تھی۔ اس سے اس نے یہی سیکھا تھا کہ اسلام کی محبت

Marfat.com

اوّل ہے ملّت کے مفاد کا تحفظ ہر چیز پر مقدم ہے۔ اس نے اپنے باپ کو نظر بند کیا۔ بھائیوں سے لڑا، ان کے گلے کاٹے محض اس لئے کہ وہ ملت کو تباہ کر رہے تھے۔ اکبر سے لے کر شاہ جہاں تک جو حکومت ہو رہی تھی۔ وہ ملت کے مفاد کے لئے انتہائی مضر تھی۔ داراشکوہ اور شجاع یقیناً اس سے بڑے تھے اور بادشاہوں کے دستور کے مطابق حکومت پانے کے پہلے حق دار وہ دونوں تھے۔ وہ دونوں سے چھوٹا تھا، مگر اسلام میں بادشاہت وراثت میں بٹی ہے اور نہ اورنگ زیب کے نزدیک یہ جائز دستور تھا شاہجہاں نے ایک ناجائز بات کی حمائت کی۔ اورنگ زیب نے آخر وقت تک باپ کا احترام کیا، لیکن جب باپ نے جہاں آرا بیگم کی مدد سے اسے چھپ چھپ کر شکست دینی چاہی۔ تو اورنگ زیب کو باپ کی نظر بندی پر مجبور ہونا پڑا۔ باپ یقیناً قابلِ احترام ہے۔ باپ کے سامنے بیٹے کی آنکھیں اٹھنی نہیں چاہئیں، مگر ہم نے اوپر جو روائت بیان کی اس کے پیش نظر اورنگ زیب کا فعل جائز ہی نہیں ضروری تھا۔

شاہجہاں، داراشکوہ کو اپنی جگہ دینا چاہتا تھا۔ داراشکوہ یقیناً سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ ولی عہد تھا، مگر اس کے عقائد اورنگ زیب کے نزدیک ملت کے مفاد کے انتہائی خلاف تھے۔ داراشکوہ اگر شاہ جہاں کی جگہ پاتا تو ہندوستان سے مسلمان قطعاً ختم ہو جاتے اور نہ جانے اس قوم کا حشر کیا ہوتا جو یہاں حکومت کرنے آئی تھی۔ اس قوم کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اورنگ زیب کا یقیناً وہی فرض تھا جو اس نے انجام دیا۔ وہ بادشاہوں کے وارث کی حیثیت سے سامنے نہیں آیا۔ اس نے شاہجہاں کے بیٹے اور وارث کی حیثیت سے باپ کے تاج و تخت پر قبضہ نہیں کیا۔ اس نے ایک مجاہد اور فرض شناس مسلمان کی حیثیت سے ملّت کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی جد و جہد کی۔

Marfat.com

باپ اس جدوجہد میں رکاوٹ بنا تو اس نے باپ کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُسے راہ سے دُور ہٹا دیا۔ بھائی آڑے آئے تو اس نے بھائیوں کی پروا نہیں کی۔ اورنگ زیب کے دامن سے جتنی ناانصافیاں وابستہ کی گئی ہیں، وہ حقیقت میں ناانصافیاں نہیں ہیں۔ وہ اس کے جائز اور ضروری فعل تھے۔ ایک فرض شناس مسلمان کی حیثیت سے اس کا کام وہی تھا جو اس نے کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ملت سے غداری ہوتی، اور اورنگ زیب کو ملت کی نگاہ میں وہ جگہ نہ ملتی جو اسے اب حاصل ہے۔

رشید اختر ندوی

۵، جی ۶-۴

اسلام آباد

Marfat.com

بچپن

تعلیم

جوانی

Marfat.com

Marfat.com

بچپن

ذی قعدہ دس سو ستائیس ہجری کی پندرھویں رات تھی جب جہانگیر بادشاہ کا شاہانہ کاروان بڑی آن بان کے ساتھ گجرات کے ایک مقام دوحد پر رُکا پڑا تھا[1]۔ کہ شاہجہاں کی چہیتی اور لاڈلی بیگم ممتاز محل کے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہوا۔ شاہجہان اس وقت شہزادہ تھا اور عالی مقام جہانگیر کے ہم رکاب یہاں تک پہنچا تھا۔

کچھ عجب بات تھی کہ اجین سے چند دن کے فاصلے پر واقع مالوہ اور احمد آباد کو دو صوبوں میں بانٹنے والی اس سرحد نے شاہجہاں کے ایک ایسے بچے کی پہلی آواز سُنی، جو آگے چل کر مغل حکومت کی ساری روایات اور ماضی و مستقبل میں ایک ناقابلِ عبور خط کھینچنے والا تھا اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ شاہجہان کے اس بیٹے کے دامن کو کیسی کیسی عظمتیں اور سربلندیاں ملنے والی ہیں، کوئی یہ پیش گوئی نہ کر سکتا تھا کہ خود سر اور ایک طرح سے ضدی شہزادہ کہ اس بیٹے کے سبب ہندوستان کی اسلامی تاریخ ایک نیا رخ اختیار کرے گی۔

لیکن اسے اتفاق کہئے یا کسی الہامی اشارے سے تعبیر کیجئے کہ محمد صالح

---

[1] کنبو عملِ صالح جلد اوّل ص ۱۲۴

کے بیان کے مطابق شہزادہ خرم نے ہزار ہزار مسرتوں کو اپنے چہرہ پر پھیلائے اور ایک ہزار اشرفی اپنی جھولی میں بھر کر جب جہانگیر بادشاہ کو یہ مسرت بھری خبر دی اور التجا کی کہ اعلیٰ حضرت اس بچّہ کا نام تجویز فرمائیں تو جہانگیر نے اس کا نام اورنگ زیب رکھا۔

محمد صالح کنبوہ کے الفاظ ہیں :

شاہِ بلند اقبال بنا بر رسمِ معہود و آئینِ مقرر ہزار اشرفی بصیغۂ نذر از نظر اشرف گذرانیدہ التماس نام ان شہزادہ والا گوہر نامور نمودند آنحضرت خلافت مرتبت ان غرّہ جبیں روئے زمین را کہ زینتِ افسرِ خلافت و زیب اورنگِ سلطنت است بسلطان اورنگ زیب موسوم ساختند[1]۔

اور پھر، اسے بھی ایک حُسنِ اتفاق ہی کا نام ملے گا کہ اس ولادت کی خوشی میں جب ایک شاعر طالب علی کلیم نے تاریخِ ولادت رقم کی۔ تو وہ یہ تھی۔

آفتاب عالم تاب[2]

عملِ صالح کے بیان کی رُو سے، ایک اور تاریخ بھی کہی گئی۔ یہ بھی بڑی معنوی حیثیت کی حامل تھی۔

گوہر تاج ملوک اورنگ زیب[3]

دوحد اس وقت غالباً، ایک غیر آباد سا مقام تھا۔ شاہی کارواں، شہزادہ کی ولادت کے باوجود کچھ زیادہ دیر یہاں نہیں رُکا، نام رکھنے کی رسم ادا کرتے ہی وہاں

---

[1] عملِ صالح جزاوّل صہ ۱۲۵ (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی)

[2] منتخب اللباب خافی خاں جزدوم صہ۳ (" " ")

[3] عملِ صالح جزاوّل صہ ۱۲۵

Marfat.com

سے چلا)، اور مالوہ کے صدر مقام اجین پہنچ کر ٹھیرا، وہیں جشنِ ولادت منایا گیا۔ وہیں جہانگیر بادشاہ نے اپنے اس بلند اقبال نومولود پوتے کی ولادت کی خوشی میں، اپنی فوج کے بڑے لوگوں اور خدامِ خاص کو ان کے شایانِ شان انعامات عطا کیے۔ غریبوں کو کھانے کھلائے گئے اور لباس تقسیم ہوئے[1]

تزک میں، ان انعامات کی ایک مختصر سی تفصیل بھی دی گئی ہے جو جہانگیر نے اپنے ہاتھ سے اپنے امراء کو دیے[2]

نہیں کہا جا سکتا، کہ اس وقت کے معاصر خافی خان مصنف منتخب اللباب نے، جو اپنے بیان کے مطابق مراد بخش کے ایک نمک خوار حلقہ بگوش میر کا بیٹا تھا اورنگ زیب کی ولادت کی تاریخ غلط کیوں لکھی ہے۔ خافی خان کے بیان کی رُو سے، اورنگ زیب ۱۰۲۸ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا[3]

یعنی ایک سال بعد، خافی خان کے الفاظ ہیں:

ولادتِ باسعادت او در سنہ ہزار و بیست و ہشت در مقام دوحار کہ سرحد صوبہ احمد آباد مالوا ست واقع شدہ تاریخ و لاتش آفتاب عالمتاب یافتہ اند۔

ظفر نامہ کے مصنف نے بھی، غالباً خافی خان جیسی ہی معلومات پر بھروسہ کیا ہے۔ تعجب ہوتا ہے جبکہ محمد صالح کنبو نے، ولادت کی گھڑی اور پل تک، یاد رکھا۔ خافی خان دن اور تاریخ کو کیسے بھول گئے۔

محمد صالح کنبو، سے زیادہ اس باب میں کوئی دوسرا سند نہیں ہے۔ کیونکہ

---

[1] منتخب اللباب جزدوم ص ۳۔ [2] تزکِ جہانگیری۔ مطبوعہ نول کشور ص ۲۵۲
[3] منتخب اللباب جزاول ص ۳

Marfat.com

محمد صالح کنبوہ شاہجہان کے دامن سے وابستہ تھا، اور یہ مسلّم ہے کہ محمد صالح کنبو نے کم از کم ۱۰۷۵ھ تک زندگی پائی تھی۔[1]

تزکِ جہانگیری سے بھی، اِس تاریخ کی تائید ہوتی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جہانگیر بادشاہ نے اپنی اس خود نوشت سوانح حیات میں، پیدائش کی غلط تاریخ لکھ دی ہو۔

اورنگ زیب جب پیدا ہوا تو باپ بیٹے میں مکمل اتحاد تھا۔ وہ اختلاف پیدا نہ ہوا تھا جس نے چند سال بعد باپ بیٹے کی زندگی دوبھر کر دی تھی۔

یہ اختلاف تزکِ جہانگیری کے مندرجات کے مطابق اس وقت پیدا ہوا جب اورنگ زیب نے چوتھے سال میں قدم رکھا۔ اور شاہجہان کو باپ کے خلاف سرکشی کرنے کی وجہ سے کبھی تلنگانہ، اڑیسہ، بنگال، جون پور اور دکن کے جنگلوں اور بیابانوں کی خاک چھاننی پڑی۔

جادو ناتھ سرکار نے، ملکہ نورجہاں پر طعن کیا ہے کہ شاہزادہ خرّم کے اس فرار کا سبب ملکہ کی خود غرضی اور ظالمانہ گرفت تھی۔ محمد صالح کنبوہ نے گو ملکہ پر ایسا طعن نہیں کیا، لیکن اس کے بیان سے بھی قریب قریب یہی ترشح ہوتا ہے کہ ملکہ نورجہاں باپ بیٹے میں اختلاف کا پہلا سبب تھیں۔ وہ چاہتی تھیں اپنے داماد شہریار کو ولیعہد نامزد کرائیں۔ یہ خواہش محمد صالح کنبوہ کے خیال میں منشائے ربانی کے خلاف تھی۔[2]

---

[1] مقدمہ عملِ صالح جزو اوّل

[2] محمد صالح کنبوہ جزو اوّل ص ۱۶۹ ر ۱۷۰

58901

Marfat.com

تعلیم

جب تک شاہجہان آوارہ خرامی اور پریشاں حالی میں مبتلا رہا۔ اورنگ زیب کی تعلیم و تربیت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا تھا۔ جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا۔ آٹھ سال کی عمر تک اورنگ زیب باپ کے ساتھ ساتھ، کبھی یہاں اور کبھی وہاں پھرتا رہا۔ اس کے بچپن کو کسی قدر سکون اس وقت نصیب ہوا جب جہانگیر نے اسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس لاہور بلوا لیا۔

ہمیں اپنی کمی معلومات کا اعتراف ہے۔ ممکن ہے کسی روزنامچہ نویس نے ان دو سالوں کی روئداد بھی مرتب کی ہو، جب اورنگ زیب نورجہاں کے پاس تھا۔ یہ امکان قوی ہے کہ ان دو سالوں میں نورجہاں نے اس ہونہار بچے کی تعلیم پر پوری توجہ کی ہو۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا مبالغہ نہیں کہ آٹھ سال کی عمر تک شاہجہان نے اپنی آوارہ خرامی کے باوجود اس بچہ کو کسی مشفق اور فاضل استاد کی شاگردی میں دیا تھا۔ جبکہ اس کے حاشیہ نشینوں میں علما اور شعرا کی کمی نہ تھی۔

ان امکانات کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اورنگ زیب کی تعلیم پوری باقاعدگی کے ساتھ اس وقت شروع ہوئی جب شاہجہان تخت نشین ہوا اور اسے دوسرے بھائیوں کے ساتھ اپنے حضور بلوا لیا۔

Marfat.com

اورنگ زیب کو پڑھانے والے بزرگ علماء میں، سعداللہ خاں، ملا صالح محمد ہاشم گیلانی، مولوی عبداللطیف سلطان پوری، ملا محی الدین، سید محمد قنوجی اور ملا جیون زیادہ ممتاز تھے[1] شیخ عبدالقوی کو بھی اورنگ زیب کے پڑھانے کا فخر حاصل ہوا۔[2]

ہم، اس سلسلہ میں کوئی تفصیل پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ پادشاہ نامہ کے جزدوم میں عبدالحمید لاہوری نے، میر محمد ہاشم کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں اورنگ زیب کا استاذ مانا ہے۔

عبدالحمید کہتے ہیں:

بامر خاقانی شرف تعلیم اختر برج سعادت پادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر دریافت[3]

میر صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ حرمین شریفین میں بارہ سال قیام کر کے وہاں کے بڑے اساتذہ حدیث وتفسیر سے علم حاصل کیا تھا۔ طب میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ جب ہندوستان تشریف لائے اور شاہجہان کی خدمت میں حاضری دی، تو بادشاہ ان سے مل کر بہت خوش ہوا، اور صدارت وطبابت کے عہدہ جلیلہ پہ فائز کیا۔ پھر اورنگ زیب کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ان کے کندھوں پہ ڈالی۔[4]

اورنگ زیب کی زندگی پر، سب سے زیادہ اثر جس گراں قدر استاذ نے ڈالا۔ وہ یہی میر محمد ہاشم تھے۔ اورنگ زیب میں جتنی مذہبیت، اور جس درجہ نیکی کی طرف رغبت تھی۔ اس کا سرچشمہ ان ہی کی ذات والا صفات تھی۔

---

[1] سفرنامہ برنیر ص ۱۵۴ ماثر الکرام ص ۲۴ تذکرہ علمائے ہند ص ۸۲ [2] ماثر الامرا جز اول ص ۲۲۵

[3] پادشاہ نامہ جز اول حصہ ثانی ص ۳۴۵

[4] پادشاہ نامہ جز اول حصہ ثانی ص ۳۴۵

Marfat.com

حدیث وتفسیر وفقہِ اسلامی سے اورنگ زیب کو جو شغف پیدا ہوا، اس کا منبع بھی یہی میر ہاشم تھے۔ تفسیر میں ان کی حیثیت بہت بلند تھی۔ تفسیر بیضاوی پر انہوں نے ایک بہت عمدہ حاشیہ لکھا تھا۔ مدت العمر اورنگ زیب کی ملازمت میں رہے۔ غالباً یہی ایک ایسے استاد تھے جو اورنگ زیب کے ساتھ کافی دنوں تک وابستہ رہے۔

مآثرِ عالمگیری کا مصنف محمد ساقی مستعد خاں اورنگ زیب کے اوصافِ حمیدہ گنواتے ہوئے کہتا ہے:

وازکمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخش حالات وہمہ گشتہ تتبع علومِ دینیہ از تفسیر وحدیث وفقہ است وتصانیف محبۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ وانتخاب مکتوبات شیخ شرف یحیٰی منیری وشیخ زین الدین قدس سرہما وقطب محی شیرازی رحمۃ اللہ وازیں قبیل کتب دیگر ہموارہ بقدسی مطالعہ درآمد[2]

اس کے علاوہ، مآثرِ عالمگیری ہی کی روایت کے مطابق۔ اورنگ زیب کو تخت نشینی سے پہلے، قرآن کا ایک حصہ حفظ تھا۔ پورا قرآن اورنگ زیب نے بعد میں بادشاہ ہونے کے بعد حفظ کیا۔

خطِ نسخ میں بھی اورنگ زیب کو درجہ کمال حاصل تھا۔ خطاطی کا یہ فن اورنگ زیب نے بچپن ہی میں سیکھا، ایک قرآن بہت خوبصورتی سے لکھ کر اورنگ زیب نے سات ہزار روپے کے خرچ سے مزین کرنے کے بعد مدینہ منورہ بھیجا تھا[3]۔ یہ کارنامہ، تخت نشینی کے بعد کا ہے۔ بہرحال یہ امر ثابت ہے کہ

---

[1] بادشاہ نامہ جزاول حصہ ثانی صد ۴۴۶ [2] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲ [3] مآثر عالمگیری ص ۵۳۰

Marfat.com

اورنگ زیب کے خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق و شکستہ میں غایت درجہ کی پختگی اور حسن تھا[1]۔ اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن پاک، پاکستان کی ایک لائبریری میں محفوظ ہیں، ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب عظیم النظیر خطاط تھا۔ گو یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اورنگ زیب نے یہ پختگی کب حاصل کی تھی۔ آیا بچپن ہی میں اس کا خط پختگی پا چکا تھا یا بڑھاپے میں اس نے یہ کمال حاصل کیا۔

اسے نظم و نثر پر بھی کافی قدرت حاصل تھی۔ اس کی نثر کے عمدہ نمونے اس کے وہ خطوط ہیں جو اس نے اپنے زمانہ کے بڑے لوگوں اور شہزادوں کو لکھے۔ ان کی عبارت شگفتہ اور مضمون بہت سلجھا ہوا ہے۔ گو یہ خطوط جوانی اور تخت نشینی کے بعد کے ہیں، لیکن ان سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اورنگ زیب کی تعلیم میں کوئی ایسی بڑی بات تھی جس کے سبب، اس میں اس قسم کے خطوط لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوئی[2]۔

اورنگ زیب دوسرے شہزادوں کی طرح، فنونِ سپہ گری میں بھی تاک تھا۔ اسے بچپن ہی میں ان تمام فنون کی خوب مشق کرائی گئی تھی۔ وہ جب ابھی چودہ سال کا ہوا تھا تو اس کی اس مہارت کا ایک نرالا امتحان بھی ہوا۔

---

[1] ماثر عالمگیری ص ۵۳۲

[2] جناب سید نجیب اشرف ندوی کی محنت سے اورنگ زیب کے خطوط، رقعاتِ عالمگیری کے نام سے دار المصنفین نے چھاپے ہیں۔

Marfat.com

اِس کے باپ کے فیل خانہ خاص کے دو مستانہ ہاتھی، دوشنبہ کے دن، کہ روزِ جلوسِ مقدس تھا۔ شاہجہان کے جھروکے کے سامنے جمنا کے کنارے، ایک دوسرے سے مستانہ وار لڑ رہے تھے۔ پادشاہ نامہ میں، ان فیلانِ مست کی کیفیت بیان کرتے ہوئے عبدالمجید کہتے ہیں:

یکی دنداں دار سدھکر، نام دیگرے بے دنداں بصورت سندر از فیلان نامی سرکار خاصہ شریفہ بامر بادشاہی درپائے جھروکہ درشن منازل ایام پادشاہر بجنگ انداختند۔

عبدالحمید نے ان دونوں مست ہاتھیوں کی لڑائی کی پوری کیفیت بیان کرتے وقت لکھا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ، تینوں شہزادے، دارا، شجاع اور اورنگ زیب بھی، ان کی دلچسپ لڑائی کا تماشہ کرنے یہاں تشریف لائے تھے۔

تینوں شہزادے گھوڑوں پر سوار تھے۔ دارا شکوہ سدھکر کے دائیں بازو پر تھا اور شجاع بائیں طرف، اورنگ زیب بھی اس سے قریب ہی کھڑا تھا۔ دونوں کتنی دیر تک دو آتشیں پہاڑوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراتے اور برق و رعد کے تماشے دکھاتے رہے۔[1]

خافی خاں کا بیان بہت مختصر مگر جامع ہے۔
وہ کہتا ہے:

---

[1] بادشاہ نامہ جزو اول ص ۴۹۰ - احکامِ عالمگیری ص ا

Marfat.com

دریں سال بدستور ہر سال جنگِ فیلان کوہ تمثال زیرِ جھروکہ حکم فرمودند و بخاطرِ عالی چناں گذشت کہ ہمہ پادشاہ زادہائے گرامی قدر سوار اسپ شدہ سیر جنگ فیلاں نمائید و بادشاہ زادہ فیل افگن و شیر شکار محمد اورنگ زیب اسپِ خود را نزدیک تر بہ فیلاں آوردہ از مستی بادہ جوانی و شجاعت از ہر دو فیل مست کہ باہم آمیختہ بودند اصلا توہم و اندیشہ بخاطر راہ نہ دادہ ہر ساعت اسپ را بیشتر می برد تا آنکہ یکی از آں ہر دو فیل کوہ ربا بر بادشاہزادہ حملہ آور گردید چوں نزدیک رسید آں کوہ وقار با حوصلہ از جائے خود نجنبید و بہ مقابل آں بلائے سیاہ استادہ[1]

ہمیں اس واقعہ یا حادثہ کی تفصیل مقصود نہیں ہے۔ کہنا صرف یہ ہے، کہ خافی خاں کے قول کے مطابق شاہزادہ کی عمر ابھی تھوڑی تھی وہ سنِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا، مگر اس کی ہمت و حوصلہ حیرت انگیز تھا، جس کسی نے اس نو عمر لڑکے کو کوہ پیکر فیلِ مست کے سامنے پوری جرأت و دلیری سے مدمقابل پایا، اس نے انگلی دانتوں میں داب لی۔ اورنگ زیب ایک لحظہ کے لئے ہاتھی کے سامنے سے نہیں ہٹا۔ اس نے پوری دلجمعی کے ساتھ اس فیل کوہ پیکر پر پہلے نیزہ[2] سے اور خافی خاں کے قول کے مطابق برچھی سے حملہ کیا اور ہاتھی کی پیشانی مجروح کردی۔ خافی خاں کے الفاظ ہیں:

بضرب برچھی فیل شکار بہ پیکار آں کوہ تمثال پرداختہ پیشانی آں دیو نژاد فلک ہیکل را مجروح ساخت[3]

---

[1] خافی خاں جزاول ص ۴۳، ۴۴-۴۴، ۴۴۔ [2] عبدالحمید پادشاہنامہ جزاول ص ۴۹۱ [3] خافی خاں جزاول ص ۴۴

خافی خاں اس حیرت انگیز جرأت و بہادری پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ایک شعر لکھتا ہے۔

دریں سن اگر بودی افراسیاب ۔۔۔ ہمی گشتی از دیدن فیل آب

ہاتھی کی پیشانی مجروح تو ہوگئی، مگر بہرحال وہ ہاتھی تھا اور اس قسم کے زخم سے اس کو کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچ سکتی تھی۔ البتہ اس حملہ سے اس کی آتشِ انتقام خوب بھڑکی۔ اور وہ بڑے غصہ کے ساتھ اورنگ زیب پر لپکا، ابھی وہ اورنگ زیب تک پہنچ نہ پایا تھا کہ اورنگ زیب بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سے زمین پر کودا، اور تلوار بے نیام کرکے، ہاتھی پر پے درپے کئی وار کئے۔ عین اس لمحہ، شہزادہ شاہ شجاع، گھوڑے کو تیز تیز دوڑاتا، ہجوم کو چیرتا، موقعہ پر آن پہنچا اور ہاتھی پر حملے شروع کردیے۔ ہاتھی کی توجہ دوسری طرف پھیرنے کے لئے شاہی ملازمین آتش بازی چھوڑ رہے تھے۔ آتش بازی کے سبب گھوڑا چراغ پا ہوا، اور شاہ شجاع زمین پر آرہا۔ اُسی وقت راجہ جے سنگھ نے ہاتھی تک رسائی پائی، اور ہاتھی پر پے درپے تلوار کے کئی وار کئے۔ شاہی گرز بردار بھی بادشاہ کے حکم سے موقعہ پر آگئے اور ہاتھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کچھ لوگ اس کے حریف صورت سندر کو بھی گھیر لائے۔ صورت سندر نے اس مجروح اور حواس باختہ سدھکر کو اپنے آگے لگا لیا اور اس پر ایسے تیز تیز حملے کئے کہ بے چارا بھاگ نکلا۔[۱]

خافی خاں یہ واقعہ لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ شاہ جہان نے بچوں کے یوں موت کے پنجہ سے نکل آنے پر خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا اور دونوں کو سینہ سے لپٹا لیا۔

---

[۱] خافی خاں جز اول ص ۴۷۵

Marfat.com

بادشاہ نامہ کے مصنّف نے، اس بیان سے کسی قدر اختلاف کیا ہے۔ اورنگ زیب کے متعلق وہ کہتا ہے۔

خدیو خدا آگاہ نخست نونہال حدیقۂ سلطنت پادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب را در آغوش شفقت کشیدہ، بہ تقبیل عاطفت پیرایہ سعادت بخشیدند، ودیگوناگوں عنایت وخطاب بہادری نوازش فرمودند۔

پس ازاں قرۃ العین دولت محمد شاہ شجاع بہادر را مہربانی نمود۔ زبان گوہر باز بتحسین وآفرین برکشودند۔

پہلا بیان بھی کچھ غلط معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں شہزادے، بادشاہ کے پیارے بیٹے تھے۔ اور دونوں کو سینے سے لپٹا لینا ایک قدرتی امر تھا۔ مگر زیادہ قدرتی بات وہی ہے جو عبد الحمید لاہوری نے کہی ہے۔ جیسے ہی اورنگ زیب نشۂ کامیابی میں جھومتے ہوئے بادشاہ کے حضور آیا، اس نے اسے سینہ سے لپٹا لیا کہ اس وقت کا ہیرو وہی تھا خافی خاں کو بھی اعتراف ہے کہ بادشاہ نے اس موقعہ پر بڑی خوشی منائی اور شاہزادہ اورنگ زیب کو اشرفیوں میں تول کر یہ اشرفیاں درویشوں اور غریبوں میں بانٹیں[1]۔

بادشاہ نامہ کے مصنّف نے، بادشاہ کی خوشی ومسرت کی جو کیفیت پیش کی ہے۔ وہ اس سے کہیں زیادہ تھی، یہ واقعہ دوشنبہ کو ہوا تھا، دوشنبہ سے لے کر جمعہ تک شاہی محل میں جس قسم کی خوشیاں منائی گئیں۔ اس کا کوئی چشم دید بیان ہماری نظر سے نہیں گزرا، یہ قدرتی بات تھی کہ بادشاہ باپ تھا اور باپ سے کہیں زیادہ ماں کو اورنگ زیب کے یوں بچ جانے پر خوشی حاصل ہوئی تھی اور جیسے ہی وہ محل میں آیا ہو گا

[1] خافی خاں جزء اول ص ۵، ۴

ممتاز محل دیوانہ وار اس پر لپکی ہو گی۔ اور اس کی ہزار ہزار بلائیں لی ہوں گی، اس پر اشرفیاں نچھاور کی ہوں گی، قرآن ختم کئے ہوں گے، خیراتیں بانٹیں ہوں گی، اور لونڈیوں اور شاہزادیوں نے خوشی کے گیت گائے ہوں گے۔ بادشاہ نامہ میں عبدالحمید نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے اس خوشی میں، جمعہ کے دن ایک بڑا بھاری جشن منعقد کیا۔ (دو ذالحجہ ۱۰۴۲ھ) جس میں خواص و عوام سب ہی مدعو تھے۔ ان سب کے سامنے، اورنگ زیب اشرفیوں میں تولا گیا جن کی تعداد پانچ ہزار تھی، یہ اشرفیاں شہزادے کو دے دی گئیں کہ اپنے اوپر سے نچھاور کر کے مستحقین میں تقسیم کر دے۔

شاہزادہ کو، بادشاہ نے ایک خلعتِ فاخرہ پہنائی، گراں بہا لعل و زمرد کے ٹکڑوں سے مزین تسبیح مروارید عطا کی۔ نیز ایک کرہ مرصع، ایک بازو بند مرصع با الماس لعل و یاقوت و الماس و مروارید نگینوں والی انگوٹھیاں، خنجر مرصع با پھول کٹارہ، شمشیر مرصع و سپر با براق مرصع و برچھی مرصع، بہ طور تحفہ عطا کئے۔ اس کے علاوہ دو اسپ قبچاق بھی عنایت فرمائے جن میں سے ایک کی زین طلائی تھی۔ نیز وہ ہاتھی سدھکر نامی بھی بخش دیا، جس پر اورنگ زیب نے حملہ کیا تھا۔[1]

اس جشن میں، درباری شعراء نے، قصیدے بھی پڑھے، جن میں شہزادے کی بہادری اور جرأت پر تحسین کی تھی۔ سعیدائی گیلانی مخاطب بہ بیدل خاں کا قصیدہ سب سے عمدہ تھا۔ بادشاہ نے اسے بہت پسند کیا اور پانچ ہزار روپے انعام دیئے۔

یہ واقعہ گو اس وقت ہوا جب بادشاہ نامہ کی روایت کے مطابق اورنگ زیب کی عمر پندرہ سال سے تین دن کم تھی۔ تین دن بعد، وہ پندرہ سال کا ہو گیا تھا۔

---

[1] بادشاہ نامہ جزء اول ص ۴۹۱

Marfat.com

گویہ عمر، خافی خاں کے بیان کی رو سے، ابھی کچی عمر تھی، اورنگ زیب ابھی قانون و شریعت کی نگاہ میں[1] بالغ نہ ہوا تھا۔ تاہم اس حادثہ نے اسے وقت سے پہلے جوانی عطا کر دی، اس کے اقبال کو پر لگ گئے، باپ نے اسے اپنی نوازشوں عنایتوں کا مرکز بنا لیا، اور زیادہ تر اسے اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ وہ جب اس سال کشمیر روانہ ہوا تو اسے بھی اپنے ساتھ لیتا گیا، گو دُوسری بیگمات اور شہزادیاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ لیکن اورنگ زیب پر، اس سفر کے دوران میں شاہجہان نے بڑی توجہ فرمائی۔ اچھابل کے قریب، ایک بہت مشہور بستی لاکھ بھون اسے جاگیر کے طور پر عطا کی۔

عبدالحمید کے الفاظ ہیں:

اعلیٰ حضرت لاکھ بھون را بہادر شاہزادہ سعادت نصیب محمد اورنگ زیب بہادر عنایت کردہ فرمودند کہ دریں سرزمین عمارتی بسازند[2]

پادشاہ نامہ کے بیان کی رو سے، ۱۰۴۴ھ ہزار و چہل و چار کے مہینے رجب کی تین تاریخ تھی۔ جب شاہجہان نے، اورنگ زیب کے بلوغ کا ایک رسمی اعلان کیا اسے وہ ہزاری منصب کے ساتھ ساتھ چار ہزار سوار اپنی رکاب میں رکھنے کی اجازت عطا فرمائی، ساتھ ہی، علم و نقارہ عطا فرمایا، اور اجازت دی کہ شاہزادے کے لئے دوسرے بڑے شہزادوں کی طرح، سرخ خیمہ نصب کیا جایا کرے۔

عبدالحمید کے الفاظ ہیں:

سوم رجب پادشاہزادہ عالی قدر محمد اورنگ زیب بہادر را کہ پانصدی روزیانہ داشتند بمنصب دہ ہزاری ذات و چہار ہزار سوار و علم و نقارہ

---

[1] خافی خاں جزاول ص ۴۸، ۴۹ [2] پادشاہ نامہ جزاول حصہ دوم ص ۵۲

Marfat.com

رتومان طوغ بلند پائیگی بخشید، فرمان دادند کہ بعد ازیں خیمہ سرخ برائے
ان گوہر اکلیل سلطنت برپا میکردہ باشند[1]

اس وقت کے نجی حالات کا ہمیں کوئی علم نہیں، یقیناً اورنگ زیب علم ونقارہ اورخیمہ سرخ اور دس ہزاری منصب پانے کے بعد، خود کو بہت اونچا آدمی سمجھنے لگا ہوگا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسے جب یہ اعزاز عطا ہوا، اس کے احساسات کیا تھے اور نہ یہ بتانا آسان ہے کہ اورنگ زیب گھر میں کس قسم کی زندگی گذارتا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت تک اس کی عملی زندگی شروع نہ ہوئی تھی اور مؤرخ کی نگاہ کسی بڑی شخصیت پر اُس وقت اٹھتی ہے۔ جب وہ عملی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ گو اورنگ زیب کی عملی زندگی کا ابھی آغاز نہ ہوا تھا۔ لیکن اہلِ نظر اسی دن پہچان گئے تھے کہ شاہجہان کی نگاہ میں اورنگ زیب اب بھاری سے بھاری ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہوگیا ہے اور وہ وقت آن پہنچا ہے جب یہ شہزادہ عملی دنیا میں داخل ہوگا۔

★

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۶۵

Marfat.com

Marfat.com

عملی تربیت

Marfat.com

پہلا منصب

سپہ سالارِ اعلیٰ

اورنگ زیب کی عملی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا، جبکہ بنڈیل کھنڈ کے ایک راجہ جھجھار سنگھ نے بغاوت کی، اور اس کی بغاوت ناقابلِ برداشت صورت اختیار کر گئی۔

خافی خاں کی رو سے، بادشاہ شاہجہان نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جو فوج آگے بڑھائی اس میں گو کئی بڑے بڑے امراء شامل تھے، اور یہ سارے کے سارے ہم پلّہ و ہم منصب تھے۔

مگر اس بات کا امکان تھا کہ فوج کشی کے وقت، ان میں کوئی ایسا اختلاف پیدا ہو جائے، جس سے انجام کار فوج کشی کے مقصد کو نقصان پہنچے۔ اس امکان کو پیش نظر رکھ کر بادشاہ نے اورنگ زیب کا انتخاب کیا۔ اور اسے اس بڑی فوج کا سالارِ اعظم بنا کر حکم دیا بنڈیل کھنڈ کا رُخ کرے۔

Marfat.com

خافی خاں کہتے ہیں اس حکم سے پہلے، اورنگ زیب کو دکن کی صوبیداری عطا کی گئی تھی، یہ صوبیداری اب بھی بحال رہی، یہ نیا منصب اس کے سوا[1] تھا خافی خاں نے بھی اورنگ زیب کے سپہ سالار اعلیٰ بنائے جانے کی وجہ قریب قریب یہی بتائی ہے۔ کہتے ہیں:

> پادشاہ از راہ مزید احتیاط، باوجود تعیین امرائے نامدار صاحب فوج بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب را، کہ برائے دکن مستعد ساختہ بودند بسرداری تمام فوج بہ مہم آں کافر فاجر مقرر فرمودہ۔

ہمارے خیال میں یقیناً شاہ جہاں نے اورنگ زیب کا تقرر مزید احتیاط کے لئے کیا تھا۔ یقیناً یہ بات بھی مطلوب تھی کہ شاہزادہ کی موجودگی میں امرائے لشکر میں اختلافات نہ رونما ہوسکیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس دوربین بادشاہ کا مقصود یہ بھی تھا کہ اورنگ زیب اس خطرناک مہم کی قیادت کے ذریعہ لڑائی کی عملی تربیت حاصل کرے۔ بادشاہ کو بندیل کھنڈ کی اس ریاست کے گھنے جنگلوں اور دشوار گزار راہوں کے متعلق پوری آگاہی تھی اور وہ چاہتا تھا۔ دکن کی صوبیداری کا بوجھ اٹھانے سے پہلے، اورنگ زیب ایک سپہ سالار بھی بن جائے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے، اس مہم میں بڑے تجربے حاصل کئے فوج کو لڑانا سیکھا اور دشوار گزار راہوں اور جنگلوں میں متواتر دو سال رہ کر ایک ایسی زندگی کا مشاہدہ کیا۔ جو اس کے لئے قطعاً نئی تھی۔ اس مہم میں اورنگ زیب

---

[1] خافی خاں جزو اول ص ۵۰۸

کو جو دشواریاں پیش آئیں ان کا اندازہ خافی خاں کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے۔

چندین ہزار بیلدار و تبردار برائے بریدن اشجار و ہموار نمودن راہ ہائے دشوار گذار مقرر نمود۔ ہر روز نیم کردہ راہ مسافت طے مینمودند۔ وجھجار نا ہنجار با پنج ہزار سوار و برقندار بے شمار در قلعہ اوندچھ نشستہ سوار و پیادہ بسیار اطراف تعین نمودہ بود کہ از یمین و یسار برائے سدِ راہ مبارزان نامدار در پناہ اشجار و گوشہ ہائے غار نشستہ باندا ختن تیر و تفنگ سپاہ اسلام را کشتہ و زخمی می ساختند[1]

مختصر یوں سمجھئے کہ اورنگ زیب کو جھجار کے پایہ تخت تک پہنچنے کے لئے بڑے ہی جتن کرنے پڑے۔ اس نے یقیناً اس سے پہلے، ہاتھی سے جنگ کی تھی۔ اس کے دامن سے ایسے کارنامے اور بھی کئی وابستہ تھے۔ مگر یہ پہلا اتفاق تھا کہ اسے ایسے خوفناک جنگلوں میں سے اپنی اور اپنی فوج کے لئے راہ پیدا کرنی پڑی، اسے ایسے خوفناک جنگلوں میں راتیں بسر کرنا پڑیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ جھجار کے مسکن تک پہنچنے میں اورنگ زیب کو کتنے دن کا سفر کرنا پڑا۔ البتہ خافی خاں کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر میں کچھ زیادہ مدت نہیں لگی اور نہ راجہ جھجار نے اپنے مسکن کی مدافعت ہی کچھ زیادہ دن کی۔ پہلے ہی حملہ میں جب اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے تو وہ ہمت ہار بیٹھا، اپنے بیٹے اور اہل و عیال و خزانہ کے ساتھ فرار اختیار کیا۔ دہامونی آیا اور اس کی اونچی اونچی دیواروں کے اندر پناہ لی۔ وہ کچھ سپاہ پیچھے چھوڑ گیا

---

[1] خافی خاں منتخب اللباب جزو اوّل ص ۵۰۹

Marfat.com

تھا۔اس نے رسمی طور پر، لڑائی جاری رکھی۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ بھی ہمت ہار گئی، اور قلعہ فتح ہو گیا[1]

قلعہ دینی سنگھ کو سپرد کرنے کے بعد، اورنگ زیب کی فوجیں، دہامونی کی طرف بڑھیں، رستہ بہت ہی دشوار گزار تھا۔ مگر بہادران کوہ کن نے کچھ اس طرح کمر ہمت باندھی کہ نہ صرف دہامونی جا پہنچے۔ مغرور جھجھار پر زندگی کا دامن تنگ کر دیا۔ گو جھجھار نے بڑی مدافعت کی، شاہی فوج پر خوب خشت باری کی۔ لیکن اورنگ زیب اور اس کے ساتھیوں کی حوصلہ مندیوں کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ وہ ایک بار اور صلح کے لئے آمادہ ہوا، صلح کی گفتگو ابھی شروع نہ ہو پائی تھی یا خافی خاں کے الفاظ میں بگوش سرداراں رسیدہ بود[2]۔ کہ بہادرانِ رہیلہ نے انتہائی بہادری سے کام لے کر، قلعہ کی جنوبی سمت سے کمند کے ذریعہ قلعہ پر چڑھائی کی، اور قلعہ کے دروازہ میں آگ لگا دی۔ جھجھار کچھ ایسا سراسیمہ ہوا کہ ایک لمحہ قلعہ میں نہ ٹھیر سکا۔ اور رات کی تاریکی کی پناہ لیتا جنگل میں جا چھپا۔ بادشاہی فوج رات ہی رات میں قلعہ پر قابض ہو گئی۔ شروع میں خوب لوٹ مار مچی، مگر جیسے ہی خانِ دوراں کو خبر ہوئی، وہ ایک جمعیت کے ساتھ قلعہ میں آیا اور لوٹ مار کی قطعی ممانعت کر دی[3]

صبح ہوئی تو خان دوراں نے خزانوں کی تلاش کی۔ کچھ تلاش کے بعد خبر ملی

---

[1] ۔ خافی خاں جزو اوّل ص ۵۱۰ [2] خافی خاں منتخب اللباب ص ۵۱۰

[3] ۔ پادشاہ نامہ جزو اوّل حصہ دوم ص ۱۱۰

Marfat.com

کہ قلعہ سے کچھ دور جنگل میں ایک کنواں، روپے اور چاندی کے برتنوں سے بھرا ہوا پایا گیا ہے۔ خانِ دوراں موقعہ پر پہنچا، اور کنویں سے، ڈھائی لاکھ روپے نقد اور بیس من چاندی کے برتن برآمد کئے۔

خافی خاں نے، اس قلعہ کی فتح کے وقت خانِ دوراں کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ اس کی نگرانی میں فتح ہوا تھا اور شاہزادہ اورنگ زیب یہاں سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ بہ ہر حال تھوڑی دیر بعد جب شہزادہ کی خدمت میں روپیہ اور چاندی پہنچائی گئی۔ تو اس نے حکم دیا سید خاں جہاں یہیں رک جائیں۔ مفتوحہ علاقہ اور مدفون دولت کی تلاش کریں اور خانِ دوراں اور عبداللہ خاں دوسرے بڑے امرا اور فوج کے ساتھ ججھار کا تعاقب کریں۔

ججھار کے متعلق خبر ملی تھی کہ وہ شاہ پور جا پہنچا ہے۔ دونوں سردار اس طرف چلے۔ پادشاہی فوج کے قریب آنے کی خبر ججھار کو ہوئی تو اس نے شاہ پور کے قلعے کی توپیں توڑ ڈالیں، عمارات بارود سے اڑا دیں، اور تمام قیمتی مال و اسباب اور اپنے اہل و عیال کو ہاتھیوں پر سوار کر کے، رات ہی رات میں دیوگڑھ کی طرف بھاگا، اس کے ساتھ اس وقت دو ہزار جانثار سپاہی تھے[1]

خانِ دوراں اور عبداللہ خاں نے ججھار کا بہت سخت تعاقب کیا۔ وہ اس کا کھوج دباتے روزانہ بیس بیس کوس چلتے، چاندہ آن پہنچے۔ یہاں

---

[1] خافی خاں جزو اول ص ۵۱۲

ایک بار پھر شاہی فوج اور جھجار کا مقابلہ ہوا۔ وہ گو بہت بے دلی سے لڑا۔ لیکن ہارا۔ اور ایک بار پھر راہ فرار اختیار کی۔ اس نے تعاقب سے تنگ آن کر مال و متاع سے لدے ہوئے ہاتھیوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ تاکہ شاہی فوج دھوکہ کھا جائے۔ مگر خان دوراں نے ہاتھیوں اور مال و متاع کی پروا نہ کی۔ اور اس کے تعاقب میں کچھ اس طرح مستعدی دکھائی کہ ابھی وہ کہیں تھوڑی دیر کے لئے رکا ہی تھا کہ خان دوراں اس کے پیچھے جا پہنچے۔ جھجار نے گونڈہ کے سارے جنگل طے کر لئے۔ مگر کہیں بھی اسے چھپنے کی مہلت نہ ملی۔ آخر میں اس نے اپنے بچوں اور رانیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اور اکیلے چند جانباز ساتھیوں اور اپنے بڑے بیٹے بکرماجیت کے ساتھ بھاگا[۲]

عبدالحمید نے، رانیوں اور خورد سال بچوں کی گرفتاری کی تفصیل لکھتے ہوئے رانی پاربتی اور دوسری رانیوں کی لڑائی کا بھی قصہ لکھا ہے۔ ان رانیوں نے گرفتاری سے پہلے، خان دوراں کے آدمیوں سے لڑائی کی تھی، لیکن آخر میں

---

[۱] پادشاہ نامہ میں جھجار کے ساتھیوں کی تعداد چھ ہزار بتائی گئی ہے۔ جن میں دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ تھے۔ نیز ساٹھ ہاتھی بھی تھے۔

عبدالحمید کے الفاظ ہیں کہ جھجار مقہور قریب دو ہزار سوار و چار ہزار پیادہ و شصت فیل بست نرجہن مادہ کہ بر بعض زر نقد، مطلا آلات و نقرہ آلات و بر چندے عیال خود را بر رشتہ است ہمراہ دارد پادشاہ نامہ جزو اول حصہ دوم ص ۴

[۲] خافی خاں جزو اول ص ۱۴۵

جب زیادہ جمعیت موقعہ پر پہنچ گئی تو ہتھیار رکھ دیئے گئے۔ رانیاں اور لڑکے زادے جب گرفتار ہوئے تو ان کے ساتھ بہت سا روپیہ بھی ہاتھ لگا۔[1]

عبدالحمید کے بیان کی رو سے اس کامیابی پر شاہی فوج نے بڑی خوشیاں منائیں۔

دریں ہنگام کہ بمددگاری و کارگزاری تائیداتِ ربانی طنطنۂ کوس فیروزی بلندی گرامی بود، بشارت کشتہ شدن جھجھار و بکرماجیت کہ از دست برد دلیران خونخوار خائف گشتہ دریکی از جنگل ہائے آں نواحی پنہاں شدہ بودند و طائفہ گونڈ کہ دراں سرزمین آباد اند بعقوبت تمام آں دو نمک حرام حق نشناس را بقتل آوردند۔

بادشاہ نامہ کے بیان کے مطابق جیسے ہی یہ خبر خان دوراں کو پہنچی خان دوراں موقعہ کی طرف لپکے اور مقتول جھجھار اور اس کے بیٹے بکرماجیت کی نعشوں کا معائنہ کیا۔ دونوں کے سر کٹوائے اور بادشاہ کے حضور بھیج دیے۔ بادشاہ اس وقت اکبرآباد میں نہ تھے۔ وہ دکن جانے کے لئے اکبرآباد سے روانہ ہوکر سہیوآں پہنچے تھے۔ یہیں ان بدنصیبوں کے کٹے ہوئے سر بادشاہ کے حضور پیش ہوئے۔

گو اس مہم کی کامیابی کا سہرا، خان دوراں، عبداللہ خاں، سید خاں جہاں، کے سر ہے۔ لیکن شائستہ خاں، اخلاص خاں اور اورنگ زیب کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے۔ اس مہم میں، ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے نقد، مختلف جگہوں سے دبے ہوئے برآمد ہوئے۔ بادشاہ نامہ میں صرف ایک کروڑ روپے کے ملنے کا ذکر ہے۔[2]

---

[1] خافی خاں جزاول ۵۱۶۔ [2] بادشاہ نامہ جز اول حصہ دوم ص ۱۱۸

Marfat.com

بادشاہ کے آنے کی خبر جب اورنگ زیب کو ہوئی تو اس نے اپنے باپ کو اوندچھ آنے کی دعوت دی، اوندچھ کے روح افزا مناظر، سیرگاہوں اور فراوانی انہار کی خوب تعریف کی۔

پادشاہ نامہ کے بیان کے مطابق۔ بادشاہ اس وقت موضع باری میں قیام فرما تھے۔ وہاں سے وہ پندرہ جمادی الاولیٰ کو اوندچھ کی طرف روانہ ہوئے[1] اور پچیس تاریخ کو، اوندچھ کے نواح میں پہنچے۔ اور وہاں کے قلعہ اور دوسری عمارتوں کو دیکھا۔

پادشاہ نامہ کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جب بادشاہ وہاں پہنچے تو اورنگ زیب وہاں نہ تھا۔ عبدالحمید، ۳ رجب کو بادشاہ کے حضور میں اورنگ زیب کی حاضری کی کیفیت لکھتا ہے۔ کہتا ہے۔

سوم رجب نور حدیقہ سلطنت و کامگاری پادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر حسب الحکم از ناحیہ دہاموتی مراجعت نمودہ شرف ملازمت دریافتند و ہزار اشرفی نذر گزرانیدند۔

دہاموتی میں اورنگ زیب کا موجود ہونا اس بات کی خبر دیتا ہے، کہ جب شاہی فوج ججھار کا تعاقب کر رہی تھی۔ اورنگ زیب دہاموتی میں قیام فرما تھا۔ اور اوندچھ کی فتح کے بعد اس نے دہاموتی کی تسخیر میں بھی حصہ لیا تھا۔

★

---

[1] پادشاہ نامہ جز اوّل حصہ دوم ص ۱۱۸

Marfat.com

دوسرا منصب

نائب السلطنت

مصنف بادشاہ نامہ کے بیان کی رُو سے ایک ہزار پنتالیس ہجری کے مہینہ صفر کی بیس تاریخ تھی۔ جب شاہ جہان بادشاہ نے رسمی طور پر شاہزادہ اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری سونپی۔ اس دن بادشاہ نے شاہزادہ کو خلعتِ فاخرہ بھی پہنائی۔ خنجر مرصع با پھول کٹارہ اور شمشیر مرصع بھی شہزادہ کے سپرد کی۔ سو عمدہ عراقی اور سو ترکی گھوڑے ایک مہا سندر نامی فیل خاصہ با مادہ فیل بھی بخشا اور دو لاکھ روپے نقد دیئے۔[1]

یہ رسم ادا کرنے کے بعد شاہزادہ بلند اقبال کو دولت آباد بھیجا گیا جو دکن کا پایہ تخت تھا۔ یہ پہلا اور نچا منصب تھا جو شہزادہ کو بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔

---

[1] بادشاہ نامہ جز اوّل حصہ دوم ص ۲۰۵ خافی خان جز اوّل ص ۵۳۸

Marfat.com

اس سے پہلے دوسرے شہزادے اور خود شاہ جہاں بھی شہزادگی کے زمانہ میں اس بڑے صوبہ کے نائب السلطنت بنائے گئے تھے ۔ مگر تاریخ کہتی ہے کہ اورنگ زیب سے پہلے کوئی مغل شاہزادہ اتنی مدّت تک اس ملک کا صوبیدار نہیں رہا جتنی مدت اورنگ زیب کے حصّہ میں آئی۔

اورنگ زیب کی عمر اس وقت کوئی ۱۸ سال کی تھی گویا اس کا عنفوان شباب تھا۔ اور یہ ملک جس کی حکومت اسے سونپی گئی تھی۔ مغل سلطنت کا سب سے بڑا حصّہ تو نہیں سب سے اہم اور خطرناک حصّہ ضرور تھا۔

پادشاہ نامہ کے بیان کے مطابق اس وقت اس ملک میں ۶۴ بڑے قلعے اور چار بڑے صوبے تھے۔ ۶۴ قلعوں میں سے ۵۳ قلعے پہاڑوں پر بنے ہوئے تھے اور گیارہ برروئے زمین۔

۱۔ دولت آباد پہلا بڑا صوبہ تھا جس کے ساتھ احمد نگر کی نظام شاہی ریاست بھی ملحق کر دی گئی تھی دولت آباد اس کا بڑا شہر تھا۔ یہیں اورنگ زیب نے قیام کیا۔

دوم، تلنگانہ۔ یعنی بالاگھاٹ، تلنگانہ اس کا صدر مقام تھا۔

سوم۔ خاندیش۔ باسیر اور برہانپور اس کے دو مشہور مقامات تھے، باسیر ایک قلعہ تھا جو اپنی مضبوطی کے لحاظ سے شہرہ آفاق تھا۔ برہانپور اس صوبہ کا بڑا شہر تھا۔

چہارم، برار، یہ خاندیش کے جنوب مشرق میں آباد تھا، ایلچپور اس کا صدر مقام اور گاویل اس کا قلعہ تھا۔ باسیر کی طرح گاویل کی مضبوطی کی بھی بڑی شہرت تھی۔

Marfat.com

جب اورنگ زیب کو اس بڑے حصۂ ملک کی حکومت سونپی گئی۔ تو مغل سلطنت کے چار بڑے فوجی سپہ سالار اس ملک میں موجود تھے۔ دو سپہ سالار خان زماں اور خان دوراں، شاہی فوجوں کے ساتھ نظام الملکی حدود میں گھسے تھے اور دو خان جہاں اور شائستہ خان اورنگ زیب کے ساتھ ٹھیرائے گئے تھے۔ خان جہاں کا تقرر عارضی تھا۔ خافی خان کے بیان کی رو سے بادشاہ جب دکن سے آگرہ کی طرف روانہ ہونے لگے، تو خان جہاں کو دولت آباد میں چھوڑا اور حکم دیا کہ اس وقت تک یہیں ٹھیریں جب تک خان زماں جونیر کی فتح سے فارغ نہ ہو جائیں۔ شائستہ خان کی حیثیت، ایک طرح سے اورنگ زیب کے مشیر یا اتالیق کی تھی۔ یہ حیثیت شائستہ خاں کو اورنگ زیب کے پورے دورِ نیابتِ دکن میں حاصل رہی۔ وہ اس دوران میں کوئی چار بار آگرہ گیا۔ چاروں بار شائستہ خاں نے اس کی نیابت کی۔ یہ دونوں بزرگ خاں جہاں اور شائستہ خاں اورنگ زیب کے سامنے جواب دہ تھے۔ دوسرے دو، خان زماں، اور خان دوراں چونکہ بادشاہ کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اور بادشاہ نے انہیں نظام الملک کے غیر مفتوحہ علاقہ کو فتح کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی اس لئے وہ براہِ راست بادشاہ کے ماتحت تھے۔ وہ شاہ سے براہ راست تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ کے نام ان کے مراسلے براہِ راست جاتے اور وہیں سے انہیں احکام ملتے۔

مثلاً خافی خاں شاہ جہاں کی دولت آباد سے روانگی کے فوراً بعد کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے:

Marfat.com

بعرض رسید کہ قلعہ اودگیر و اوسہ کہ فتح نہ شدہ بود بہ سعی و تردد
خان دوراں بعد محاصرہ سہ چہار ماہ، کہ سیدی مفتاح قلعہ دار
اودگیر د بہوج راج حارس اوسہ اماں خواستہ و امیدوار عنایات
بادشاہی گشتہ کلید ہائے قلعہ را فرستادہ مفتوح گردید و بموجب
تجویز خان دوراں سیدی مفتاح بہ منصب سہ ہزاری و پانصد
سوار و بہوراج ہزاری د پان صد سوار سرفرازی یافتند خان دوراں
مع ہمراہاں مورد عنایات خاص گردید۔

اگر خان دوراں یا خان زماں اورنگ زیب کے تابع ہوتے تو یہ اطلاع اورنگ زیب
کی وساطت سے شاہ جہان کے حضور پیش ہوتی اور جو مناصب خان دوراں
نے تجویز کئے تھے اورنگ زیب ان کی سفارش کرتا۔

البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان دونوں کو بادشاہ کی طرف سے تاکید
کی گئی تھی کہ شاہزادہ کی خوشنودی اور اطاعت اپنے اوپر ضروری جانیں۔
محمد صالح کنبو کا بیان ہے۔

چوں خان زماں بہادر را کہ در خدمت شاہزادہ عالمیان باز داشتہ
مقرر فرمودہ بودید کہ با سائر کوئیلیاں ایں صوبہ در خدمت شاہزادہ بودہ
اصلاً تجاوز از اوامر و نواہی آں والا گوہر تجویز نماید و تحصیل رضامندی
آں بلند اختر را خوشنودی آنحضرت داند۔[۲]

---

[۱] خافی خاں ص ۵۳۹ [۲] محمد صالح کنبو عمل صالح جلد دوم ص ۱۹۸۔ ۱۹۹

Marfat.com

بہ ہر حال ان دو بڑے سپہ سالاروں نے جو فتوحات حاصل کیں، اور جو نئے علاقے مغل سلطنت میں شامل کئے، ان کے نظم و نسق کی ذمہ داری اورنگ زیب کے فرائض میں شامل تھی۔

جو نئے مقامات فتح ہوئے، ان میں اودگیر، اوسہ اور جونیر زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ پہلے دو مقام خان دوراں نے فتح کئے اور تیسرا مقام خاں زماں نے۔ خان زماں نے ایک اور بڑا کارنامہ بھی انجام دیا تھا، انہوں نے شاہ جی بھونسلہ جیسے مغرور مرہٹے کا سر کچلا تھا۔ جس نے ایک کٹ پتلی نظام الملک کی آڑ لے کر احمد نگر کے کئی اہم مقامات اپنے قبضہ میں کر رکھے تھے، جو عادل شاہ کی شہ پا کر کئی بار مغل سرحد پر حملہ آور ہوا تھا اور گو وہ اب نئے معاہدہ کی رو سے عادل شاہ کی پناہ سے محروم ہو گیا تھا۔ مگر سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ خانِ زماں نے شاہ جی بھونسلہ کو ہموار کرنے کے لئے جونیر سے پونہ کی راہ لی تھی، شاہ جی بھونسلہ نہ مردِ میدان تھا اور نہ غیرت مند ہی تھا۔ وہ گیدڑ کی طرح خان زمان کے آگے آگے بھاگا۔ اس نے جنگلوں میں پناہ لی۔ اس نے غاروں میں سر چھپایا۔ لیکن خان زماں کے تعاقب نے اسے کہیں پناہ نہ لینے دی اور بالآخر اسے، خان زماں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اس نے تمام نظام الملکی قلعے جو اب تک اس کے اور اس کے آدمیوں کے قبضہ میں تھے خان زماں کے سپرد کر دیئے اور جان بخشوائی۔

شاہ جی بھونسلہ کی قوت ٹوٹ جانے سے احمد نگر کی تمام ریاست بجزان مقامات

Marfat.com

کے جو معاہدہ کی رو سے عادل شاہ کو دیے گئے تھے، دکن میں شامل ہو گئی اور اس طرح اورنگ زیب کے زیرِ قیادت دکن کی حدود پہلے سے کہیں زیادہ پھیل گئیں دو سال بعد ان میں اور وسعت پیدا ہوئی اورنگ زیب نے بگلانہ کو فتح کر کے اس کے حدود گجرات سے ملا دیے۔

پادشاہ نامہ کے بیان کے مطابق یہ ریاست بادشاہی ملک کے عین وسط میں واقع تھی۔ اس کی ایک طرف خاندیش تھا اور دوسری طرف سورت و گجرات، یہ ریاست اپنی معتدل آب و ہوا اور خوش منظری کے لحاظ سے اپنا جواب آپ تھی۔[1] خافی خاں نے منتخب اللباب میں اس ریاست کے پھلوں کی بہت تعریف کی ہے۔ خصوصاً وہاں کے انگور، سنگترہ اور آم کو بے مثال قرار دیا ہے۔ اس کی نہروں اس کے درختوں اور سبزے کے قصیدے کہے ہیں۔[2]

یہ ریاست ۳۴ پرگنوں اور نو قلعوں پر مشتمل تھی جن میں سے دو قلعے سالیر و ملہیر بہت ہی مضبوط تھے۔ چودہ سو سال سے، متواتر یہ ریاست بہرجی اس وقت کے فرمانروائے ریاست کے آباؤ اجداد کی ملکیت میں تھی[3] ہندوستان کی تاریخ کے کسی انقلاب کا اس پر اثر نہیں پڑا تھا۔

راجہ کی بدنصیبی کے سوا اسے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ مغل حکومت کے دوبارہ

---

[1] پادشاہ نامہ جزو اوّل حصہ دوم ص ۲۰۷

[2] خافی خاں منتخب اللباب جز اول ص ۵۶۱ - ۵۶۲

[3] خافی خاں ص ۵۶۱

Marfat.com

صوبوں خاندیس اور گجرات کو جو راہ ایک دوسرے سے ملاتی۔ وہ اس ریاست میں سے ہو کر جاتی۔ اور کوئی دانا اور بینا فرمانروا یہ گوارہ نہ کر سکتا تھا کہ اس رستہ پر کوئی غیر قابض رہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ریاست کیوں شاہجہان کے عہد تک سلامت رہی بہر حال کچھ بھی ہو۔ اورنگ زیب نے یہ خطرناک صورتِ حال قطعاً برداشت نہ کی وہ جب اپنی شادی کے لئے آگرہ پہنچا تو باپ سے اس ریاست کی صورتِ حال پر گفتگو کی اور اس کی فتح کی اجازت لے کر واپس آیا۔

مست ہاتھیوں سے لڑنے والے اس اورنگ زیب نے دولت آباد پہنچتے ہی اس ریاست کو فتح کرنے کے لئے اپنے سرداروں میں سے دو آدمیوں کا انتخاب کیا ایک محمد طاہر صوبیدار برہان پور کا اور دوسرے مالوجی کا۔

خافی خاں اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

حاصلِ کلام پادشاہ زادہ بعد رسیدن دکن پنج ہزار سوار و پیادہ بے شمار مع مصالح قلعہ گیری بسرداری محمد طاہر کہ بخطاب وزیر خاں و صوبہ داری برہانپور سرافرازی یافت و مالوجی تعین نمودلے

ان کے علاوہ خافی خاں نے اس دور کے ایک خاندیسی سید عبدالوہاب کا نام بھی لیا ہے۔ یہ رستم دوراں بادشاہ کی طرف سے طاہر خاں کی بجائے میرِ مہم مقرر ہوا تھا۔ جو فوج دولت آباد سے چل کر بگلانہ میں داخل ہوئی اس نے سب سے پہلے

لے خافی خاں جزو اول ص ۵۹۲

Marfat.com

قلعہ ملہیر کا رخ کیا کہ یہی اس ریاست کا سب سے بڑا اور ناقابلِ فتح قلعہ سمجھا جاتا تھا شہزادے کی فوج، تین مہینے تک اس قلعہ کا محاصرہ کیے رہی۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

خافی خاں کہتے ہیں کہ اس ناکامی سے شرمندہ ہو کر ایک رات سید عبدالوہاب نے کچھ جانباز ساتھ لیئے، ایک نشان بردار، اور ایک نفیری نواز بھی چنا اور فوج اور سردارانِ فوج کو اطلاع دیے بغیر کیمپ سے غائب ہو گئے۔ متواتر تین راتیں اور دن غاروں میں سے ہوتے اور بڑی دشواری اور مصیبت جھیلتے چوتھے دن اچانک پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھے اور جھنڈا گاڑ دیا اور ڈھول اور نفیری بجا کر کچھ ایسا شور مچایا کہ محصورین کے دل دہل گئے۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں۔

ازصدائے نفیر[۱] غلغلہ وحشت افزا و زلزلہ ہوش ربا درگوش و دل محصوراں انداخت۔

سید عبدالوہاب کی اس بہادری اور جرأت کا اثر جہاں محصورین پر پڑا وہاں فوج کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور بہت سے جوانمرد پہاڑ پر چڑھ کر قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ راجہ دل چھوڑ بیٹھا اور ڈر کر خفیہ رستے سے دوسرے قلعہ میں جا چھپا، شاہی فوج وہاں بھی جا پہنچی راجہ نے اپنی ماں کے ذریعے رحم کی درخواست کی۔ اس نے اپنے سارے قلعوں کی کنجیاں اورنگ زیب کو بھجوا دیں اور اس

---

[۱] خافی خاں ج۲ ص۵۶۳۔ پادشاہ نامہ جلد دوم ص ۱۰۲ - ۱۰۹ تک

کے بدلہ میں شاہی دربار میں نوکری کی درخواست کی۔ خافی خاں کے بیان کے مطابق اس نے اپنی ریاست کے بدلہ میں پرگنہ سلطان پور بھی طلب کیا۔ اورنگ زیب نے دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔ تین ہزاری منصب بھی عطا کیا اور سلطان پور بھی دے دیا۔[1]

مخالفین کہتے ہیں اورنگ زیب طبعاً ہندو دشمنی کا خوگر تھا۔ اگر اورنگ زیب ہندو دشمن ہوتا۔ تو راجہ کی کسی درخواست کو قبول نہ کرتا۔ اس لئے کہ اس کے آدمیوں نے ملہیر فتح کر لیا تھا اور باقی قلعوں کو فتح کرنے کی قوت بھی رکھتے تھے۔

خافی خاں کے بیان کی رُو سے، اس راجہ سے اس کی زندگی بھر کسی نے کبھی کوئی بدسلوکی نہیں کی۔ پرگنہ سلطان پور زندگی بھر اس کی ملکیت میں رہا اور اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے کو مل گیا۔

اورنگ زیب نے محض اس پر مہربانی نہیں کی، اس کے داماد سوم دیو، پر بھی عنایات کیں اور اس کی ریاست اس کی تحویل میں رہنے دی۔

ہندو مورخین خواہ اورنگ زیب کو جو چاہیں کہیں لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے، اس راجہ کے معاملہ میں قطعاً کوئی زیادتی نہیں کی۔ اگر سیاسی ضرورت مقتضی نہ ہوتی تو اورنگ زیب اس راجہ کو کبھی نہ چھیڑتا۔

اورنگ زیب نے اپنے اس زمانہ نیابت دکن میں، ہندوؤں کے ساتھ جس قسم کا حسن سلوک کیا اس کی ایک مثال اس وقت سامنے آئی، جب اورنگ زیب نے گوندوانہ کے ایک زمیندار کو اس کے مطالبہ پر اس کی باپ کی جاگیر عطا کر دی۔[2]

---

[1] خافی خاں ص ۵۶۴ [2] بادشاہ نامہ جز دوم ص ۱۹۷

Marfat.com

ہمارا دعویٰ ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے آٹھ سالہ دَورِ نیابت میں کبھی کسی ہندو پر ظلم یا زیادتی نہیں کی۔ اور نہ کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچائی۔ البتہ یہ یقیناً صحیح ہے کہ اس دَور میں۔ اس کے ہاتھ کھلوجی کی گردن تک ضرور دراز ہوئے۔

یہ کھلوجی شاہ جی بھوسلہ کے قریبی عزیزوں میں تھا۔ اور اپنے دوسرے عزیزوں کی طرح عادل شاہ کی ملازمت میں تھا۔ جن دنوں عادل شاہ نے شاہجہاں سے معاہدہ کیا، اسے عادل شاہ نے نوکری سے الگ کر دیا۔ نوکری سے علیحدہ ہونے کے بعد کھلوجی دولت آباد کے قریب آن بسا اور لوٹ مار شروع کر دی[1]

ایسے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے لئے کسی قانون میں بھی پناہ نہیں ہے اورنگ زیب اگر اسے پناہ دیتا تو خود مجرم ہوتا، اس نے اسے پناہ نہیں دی اس کی گوشمالی کی، سپاہ اس کے تعاقب میں بھیجی، اور اسے مروا ڈالا؛

گو ہمیں اورنگ زیب کے نظم و نسق اور اس دور کے اصلاحات کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات میسر نہیں آئیں۔ صرف ایک واقعہ سے ہم نے رائے قائم کی ہے کہ اورنگ زیب نے اس پورے دَور میں بے آئینی اور فساد کو برداشت نہیں کیا۔ اور نہ خود کسی پر زیادتی کی۔ اگر اس دَور میں اس نے کوئی مندر گرایا ہوتا۔ کسی ہندو پنڈت یا کسی دوسرے شخص کو سزا دی ہوتی۔ لازمی طور پر یہ شکایت تاریخ کے صفحات پر درج ہوتی۔ کم سے کم ہندو مؤرخ اس کا ذکر ضرور کرتے سر کار جیسے سخت گیر ہندو مؤرخ نے بھی اورنگ زیب کے اس دورِ نیابت میں کوئی ایسی

---

[1] بادشاہ نامہ جزو دوم ص ۱۶۰

مثال پیش نہیں کی۔ اس لئے اگر ہم یہ کہیں کہ اورنگ زیب کا یہ آٹھ سالہ دورِ نیابت دکن اور اس کے عوام کے لئے آیۂ رحمت تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اورنگ زیب کے نیابتِ دکن ہی کے دور میں اس کی پہلی شادی کی رسم ادا ہوئی۔ یہ شادی خافی خاں اور بادشاہ نامہ کے مصنف کے بیانات کی رُو سے، ذی الحجہ سنہ ۱۰۴۶ ہجری میں مرزا شاہ نواز خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اورنگ زیب بادشاہ کے حکم سے وسط ذی الحجہ میں دکن سے آگرہ پہنچا۔ بادشاہ نے شادی کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ دارا شکوہ محمد شجاع اور جہاں آرا شادی کے منتظم بنائے گئے تھے۔

شاہزادے کو اس کے ذاتی خرچ کے لئے اس موقعہ پر بادشاہ نے دس لاکھ روپے عنایت فرمائے کہ ان سے جواہرات اور دوسری ضروریات کی چیزیں خرید سکے اور جشن شادی کے دوسرے اخراجات پورے کرے۔ غالباً یہ روپے بیگم صاحب جہاں آرا کی تحویل میں دے دیئے گئے تھے۔ کیونکہ وہی اس شادی کی سب سے بڑی منتظم تھیں۔

۲۲ ذی الحجہ کو رسم حنابندی ادا ہوئی۔ شاہ نواز خاں کے ہاں سے جو حنا بھیجی گئی تھی اس سے شہزادے کے ہاتھ پاؤں رنگے گئے۔ اس موقعہ پر خوب آتش بازی چھٹی، رقص ہوئے۔ خوش گل گانے والیوں نے خوشی و مسرت کے گیت گائے۔

خافی خاں نے دو اشعار میں اس کیفیت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

برقصِ شاہداں لالہ رخسار | نم از بہرا صول آمد بگلزار
نفیر و کرنا گشتہ دمسار | سرود زیر و بم شد ہر طرف ساز

یہ بڑا بھاری جشن تھا جس میں تمام بڑے امرائے سلطنت نے شرکت کی تھی۔ آصف خاں بھی اس میں موجود تھے[1]۔ ان کی موجودگی میں شاہزادہ کو پری چہرہ بیگمات و شہزادیوں نے پسِ پردہ بیٹھ کر مہندی لگائی۔ حاضرینِ مجلس کو فواکہات و عطریات اور پانوں سے نوازا گیا۔

عبدالحمید کے الفاظ ہیں کہ

از نغمۂ ساز مطربان سحر پرواز عیش و طرب را روز بازاری و سرود و انبساط را سرد کاری دیگر شد۔ بگوش آسمانیاں جز صدائے کامرانی نمی رسید و سامعہ زمینیاں جز آوازے شادمانی نمی شنید[2]۔

دوسری صبح ۲۳ ذی الحجہ کو شاہزادہ اورنگ زیب یمین الدولہ آصف خاں اور شہزادہ مراد کی معیت میں جلوس کی شکل میں بادشاہ کے حضور حاضر ہوا اور کورنش بجالایا۔ بادشاہ نے اورنگ زیب کے سر پر آپ اپنے ہاتھ سے مروارید کا سہرا باندھا[3]۔ خلعتِ خاصہ عنایت فرمائی۔ موتیوں کی ایک مالا بخشی۔ جمدھر مرصع باپھول کٹارہ شمشیر مرصع اور اپنی سواری کے دو عربی عراقی گھوڑے اور ایک جوڑا ہاتھی و ہتھنی کا عطا فرمایا۔ گھوڑوں پر سونے چاندی سے مزین

---

[1] خافی خاں ص ۵۴۱، ۵۴۲
[2] بادشاہ نامہ جز اول حصہ دوم ص ۲۶۷، ۲۶۸
[3] بادشاہ نامہ ص ۲۶۸
[4] خافی خاں ۵۴۳

کاٹھیاں سجی تھیں اور ہاتھیوں پر مرصع ہودج لگے تھے۔

پھر برات چلی۔ شہزادہ مراد بخش اور یمین الدولہ اس برات کے راہ نما تھے۔ مراد بخش غالباً شہ بالا بنا تھا۔

۔ آگے آگے آتش بازی چھٹتی جاتی اور نفیریاں بجتی جاتیں۔ یہ برات پوری شاہانہ شان کے ساتھ دلہن کے باپ شاہ نواز خاں کے مکان پہ پہنچ کر رکی۔

رات کے آخری حصہ میں شاہ جہاں خود بھی شاہ نواز کے مکان پر آیا بادشاہ کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا۔ چار لاکھ روپے مہر بندھا تھا جو غالباً اسی وقت ادا کر دیا گیا تھا۔ (بادشاہ نامہ اور خافی خاں نے یہ بات بیان نہیں کی)

نکاح کے بعد بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ باجے بجے، ڈھول پٹے اور گیت گائے گئے۔ اس موقعہ پہ طالب کلیم ایک مشہور درباری شاعر نے سہرا پڑھا۔

اس مبارک موقعہ پر، شاہ جہاں اور دلھن کے باپ کی طرف سے تمام امرائے دربار کو خلعت ہائے فاخرہ عطا ہوئیں۔ ہندوستان کی رسم کے مطابق۔ نکاح کی رات شاہ نواز خاں اس محفل میں موجود نہ تھے وہ دوسرے دن بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نذر پیش کی۔

دوسرے دن ولیمہ کی دعوت اورنگ زیب کی قیام گاہ پہ ہوئی۔ بادشاہ اس میں شریک ہوئے۔ شاہزادے نے بہت سے قیمتی جواہرات بادشاہ کے حضور

ل خافی خاں ص ۵۴۴۔ بادشاہ نامہ جزو اول حصہ دوم ص ۲۶۹

Marfat.com

نذر کیے۔ بادشاہ اور شہزادے کی طرف سے امرائے دربار کو خلعتیں عطا ہوئیں اور تحفے بھی دیے گئے۔

شادی کے بعد اورنگ زیب دکن لوٹا اور متواتر چھ سال تک دکن کا نائب السلطنت رہا۔

وہ ۱۰۴۵ھ ہجری میں اس منصب پر فائز ہوا تھا، ۱۰۵۳ھ ہجری تک اسے یہ منصب نصیب رہا۔

★

Marfat.com

معزولی

خافی خاں کے بیان کے مطابق بادشاہ کی سترھویں سالگرہ کے جشن پر رات کے وقت جہاں آرا بیگم نہ جانے کیا کر رہی تھی کہ اس کے لباس کا دامن جلتی شمع کی لو سے چھو گیا۔ سارا لباس خوشبوؤں سے معطر تھا۔ شمع سے چھوتے ہی شعلے کی طرح بھڑک اٹھا جس سے دونوں ہاتھ پیٹ اور سینہ جھلس گیا۔ شہزادی کو آگ کی لپٹوں سے بچانے کے لئے چار باندیاں شعلوں سے کھیل گئیں۔ بے چاری سخت زخمی ہوئیں۔ جن میں سے دو تو اس قدر زخمی ہوئیں کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر چل بسیں۔ شہزادی بچالی گئی۔ پھر بھی کوئی چھ مہینے صاحب فراش رہی۔

جہاں آرا باپ کی بھی لاڈلی تھی۔ اور بھائیوں کی بھی۔ اس کے جلنے کی خبر سن کر سارے بھائی آگرہ کو بھاگے۔ اورنگ زیب بھی آیا۔ ان دنوں بادشاہ کا مزاج سخت گرم تھا۔ ایک معمولی سی بات پر اورنگ زیب سے بگڑ گیا۔ اسے نہ صرف معزول کر دیا، بلکہ

Marfat.com

ہر طرح کا تعلق توڑ لیا۔

مؤرخین اس باب میں مختلف ہیں کہ اس ناراضگی کا اصل سبب کیا تھا۔
خافی خاں کہتے ہیں :-

چوں از بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب براہنمائی بد راہاں از عقل معذور بعض اداہائے خلاف مرضی سرزدہ بود آثارِ قہر و کم توجہی و غضب ولی النعمت راکہ بنزلہ غضب الٰہی ہیچ بآں نمیرسد درحق خود مشاہدہ و ملاحظہ نمودہ[1]

یہ بدعقل اور بدراہ کون لوگ تھے، جن کی راہ نمائی کے سبب شہزادے سے کچھ نازیبا حرکات سرزد ہوئیں۔ خافی خاں نے ان کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی۔ البتہ محمد صالح کنبو، ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ خافی خان نے جن لوگوں کو بدعقل اور بدراہ قرار دیا تھا انہیں محمد صالح کنبو انفاس متبرکہ ٹھہراتے ہیں کہتے ہیں:

چوں از دریافت فیض صحبتِ درویشاں و برکت انفاس، متبرکہ، ایشاں بادشاہزادہ عالمیاں اورنگ زیب بہادر برآں آمدند کہ از دولت فانی خود را برکنار کشیدہ، بدولت عزلت و گوشہ نشینی درسازند چوں ایں معنی از غایت ابواب عطوفت باطنی مرضی طبیعت قدسی طویت نہ بود چندی آں شہسوار مضمار توفیق و سالک مسالک عرفاں و تحقیق را از کسوت منصب معزا داشتہ صوبہ دکن را از تغیرآں والاجاہ بہ خان دوراں بہادر مرحمت فرمودند[2]

محمد صالح کے نزدیک اس معزولی کا سبب شہزادہ کی اس دنیا سے عزلت اور درویشوں اور انفاس متبرکہ کی صحبت تھی۔ لیکن ہمارے خیال میں اس تنفر کا سبب

---

[1] خافی خاں جزء اول ص ۶۰۰ ، ۶۰۱

[2] محمد صالح کنبو عمل صالح جزء دوم ص ۴۰۶ ، ۴۰۷

Marfat.com

صحبتِ درویشاں نہ تھی۔ جیسے کہ اس نے خود جہاں آرا بیگم کو ایک خط کے ذریعہ بتایا تھا۔ داراشکوہ کی بدسلوکی تھی اور کوئی وجہ نہیں کہ حمیدالدین بہادر کے اس بیان کو صحیح نہ سمجھا جائے جو انہوں نے اس سلسلہ میں احکام عالمگیری میں دیا ہے۔

(حمیدالدین بہادر اورنگ زیب کے زمانہ کے ایک ممتاز فرد تھے، اور انہوں نے اپنی یہ کتاب اورنگ زیب کی وفات کے بعد مرتب کی تھی)

برائے داراشکوہ - در اکبرآباد خانۂ نو تیار شدہ - اعلیٰ حضرت را باہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد، ازیں راہ کہ ایام گرما بودہ تہ خانہ متصل دریا نصب کردہ بودند۔ اعلیٰ حضرت را برائے دیدن کیفیت آنجا با برادران برد۔ محمد اورنگ زیب متصل دروازہ کہ راہ آمد و شد مردم بود نشستند۔ داراشکوہ کہ ایں معنی را دید بطرف اعلیٰ حضرت اشارہ بچشم کرد کہ نشستن ایشاں را باید دید، بادشاہ فرمودند کہ بابا ہر چند شما را عالم و درویش صفت میدانیم لیکن حفظ مراتب ہم ضرور است۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

چہ لازم کہ در راہ رو مردم نشستہ و بائیں دست برادر خورد باشند ایشاں عرض کردند کہ وجہ ایں نشستن عرض خواہم کرد۔ بعد از لحظہ بتقریب نماز ظہر بہ جماعت برخواستند و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند۔ بعد از آنکہ بعرض رسید حکم شد کہ بدربار نہ یایند۔ چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود۔ بعد ہفت ماہ بیگم صاحب۔ را فرمودند کہ شما بہ خانہ اش رفتہ وجہ بے حکم آمدن از روز پائیں درست نشستن معلوم بکنید۔ بعد رفتن بیگم صاحب و پرسیدن در جواب

Marfat.com

گفتند کہ افروزکہ داراشکوہ ضیافت کردہ بودند، اگر این معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود کہ پدر را باسہ برادر در تہخانہ یک دروازہ نشانیدہ مکرر برائے ضروریات ضیافت آمد وشد داشتند۔ پس اگر دروازہ را بند میکردند کار تمام بود واگر سہواً بود، در خاطر من مکرر رسیدہ بود کہ در وقتی کہ ایشان اندرون باشند این خدمت را من بجا آرم لیکن حرمت اعلیٰ حضرت مانع این حرکت شد۔ استغفار کردہ بیرون آمدم[1]

اس بیان کو پیش نظر رکھ کر ہر کوئی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اورنگ زیب اور اس کے باپ میں جو تکدر پیدا ہوا اس کا سبب یہی واقعہ تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اورنگ زیب نے باپ اور بھائیوں کو اس تہ خانہ میں تنہا پاکر اپنے دل میں داراشکوہ کے متعلق کن اسباب کی بنا پر اتنے سخت شبہات پیدا کیے۔

ہوسکتا ہے کہ اس کے آدمیوں نے اسے داراشکوہ کی بدنیتی کے متعلق کوئی اطلاع دی ہو۔ یہ امر بحث طلب ہے کہ داراشکوہ جو باپ کا بیحد محبوب اور (؟) شدہ ولی عہد تھا۔ اپنے باپ کو کیوں مارنا چاہتا تھا؟ بہرحال اورنگ زیب کو شبہ پیدا ہوا۔ اور صورتِ حال کچھ ایسی ہی تھی۔ تہ خانہ کا دروازہ ایک تھا۔ یہ دروازہ اگر سچ مچ بند ہوجاتا سہواً یا عمداً تو نہ بادشاہ باہر نکل سکتا اور نہ بھائی! اورنگ زیب کے دل میں اس شبہ کی ایک وجہ اور بھی تھی جیسے کہ اس نے خود بعد میں جہاں آرا سے بیان کی، کہ دارا باپ اور بھائیوں کو اندر بٹھا کر دو دفعہ تہ خانہ سے باہر نکلا،....

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اورنگ زیب کے شبہات قوی بنیادوں پر قائم

[1] احکام عالمگیر حمید الدین ص ۲۔۳۔۴

تھے تو اس نے باپ سے کیوں صاف صاف نہیں کہہ دیا اور کیوں سات مہینے تک اخفا سے کام لیا۔ ہمارا خیال ہے کہ اورنگ زیب کے یہ شبہات قوی بنیادوں پر قائم تھے اس کے پاس کچھ ایسے دلائل تھے ۔ جو موجود تو تھے، مگر جنہیں وہ ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ بات کسی ایسے شخص نے کہی ہو جسے وہ ظاہر نہ کرسکتا ہو یا جس نے اس سے اخفا کا عہد لے رکھا ہو۔ اگر اورنگ زیب کی یہ بات محض غلط فہمی پر مبنی ہوتی۔ تو جہاں آرا جو بہت ذہین، بہت سمجھ دار اور قانونی تھی۔ اس پر گرفت کرتی۔ اور کبھی باپ سے اس کی سفارش نہ کرتی۔ اگر جہاں آرا نے اورنگ زیب کی اس بات کو صحیح سمجھ لیا تھا۔ اور باپ نے بھی اس کی صحت کی تائید کردی تھی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ حمید الدین کے اس بیان کو جھٹلایا جائے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ دارا اور اورنگ زیب دو مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اورنگ زیب دارا کا مخالف تھا اور دارا اورنگ زیب کا۔

خود جہاں آرا اور بادشاہ بھی اس حقیقت سے باخبر تھے اور ایک یہ وجہ بھی تھی۔ کہ جہاں آرا اور بادشاہ نے۔ اورنگ زیب کے بیان کو صحیح مان لیا تھا۔ اور اس پر کوئی زیادہ جرح نہ کی تھی۔

ہم خافی خاں عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبو میں سے کسی کو الزام نہیں دیتے ممکن ہے ان میں سے کسی کو حمید الدین کے سوا اصل قصہ کی خبر نہ ہوئی ہو۔ اورنگ زیب جہاں آرا اور شاہ جہاں نے اس خبر کا اعلان مناسب نہ سمجھا ہو۔ حمید الدین اورنگ زیب کا معتمد ساتھی تھا۔ اس لئے اس نے یہ بات اس سے کہہ دی ہو۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اورنگ زیب نے جب دس سال بعد، اپنی بڑی بہن

Marfat.com

جہاں آرا کو خط لکھا تو اس میں اس قصّہ کا حوالہ دیا تھا اور صاف صاف کہا تھا کہ میری جان لینے کی کوشش ایک بار پہلے بھی کی گئی تھی[1]

جہاں دو افراد میں اس قسم کی مخالفت ہوتی ہے۔ وہاں شبہات یقیناً وہی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو یہاں اختیار کی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب شکی مزاج تھا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اورنگ زیب کی زندگی دارا کو عزیز نہ تھی۔ اگر اس کی زندگی تھوڑی بہت بھی دارا کو عزیز ہوتی تو اس وقت جب اس پہ ہاتھی نے حملہ کیا تھا اور شجاع، راجہ جسونت سنگھ اور کئی دوسرے اس کی مدد کو آن پہنچے تھے وہ بھی سامنے آتا۔ اس وقت اورنگ زیب نے دارا کے اس طریقِ کار پر کھلم کھلا اعتراض کیا تھا[2]۔ اور طنز بھی کی تھی۔

سر جادو ناتھ سرکار کا خیال ہے کہ بعض انگریز مؤرخین کو فارسی کے ایک جملہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ اورنگ زیب اپنے مذہبی رجحانات کے سبب درویش بن گیا تھا۔ اور زندگی کی لذات سے منہ موڑ لیا تھا۔ سرکار کہتے ہیں کہ اورنگ زیب کی اس عزلت پسندی کے اسباب قطعاً مذہبی نہ تھے سیاسی تھے۔

سر جادو ناتھ سرکار ہم سے بہت دور ہیں ورنہ ہم بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں محمد صالح کنبو کے عمل صالح کی جز ثانی پیش کرتے اور اس میں سے وہ بیان پڑھاتے، جسے ہم نے پیچھے درج کیا ہے۔ بعض انگریز مؤرخین نے یقیناً بہت غلط بیانیاں کی ہیں لیکن یہ خیال انگریز مؤرخین کا نہیں۔ یہ محمد صالح کنبو کا ہے۔ محمد صالح کنبو کو بھی چونکہ اورنگ زیب کی عزلت کے اسباب معلوم نہیں تھے اس

---

[1] رقعاتِ عالمگیری اورنگ زیب بہ نام جہاں آرا [2] حمید الدین احکام عالمگیری

Marfat.com

لئے اس نے بھی رائے عامہ یا عام روایات کی بنا پر اورنگ زیب کی اس عزلت گزینی کو مذہبی رجحانات اور نفوسِ قدسیہ کی صحبت کا فیض بتایا[1]

سرجادوناتھ سرکار کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ اورنگ زیب کی اس عزلت گزینی کے اسباب سیاسی تھے۔ یہ سیاسی اسباب نہ تھے۔ یہ محض ذاتی رنجش تھی جس نے اتنی خطرناک صورت اختیار کرلی تھی۔ یہ محض دو بھائیوں کی باہمی دشمنی تھی اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

شاہجہان بادشاہ اگر چاہتے تو وہ وقت ایسا تھا کہ دونوں بھائیوں میں صفائی ہو سکتی تھی۔ مگر بادشاہ پر دارا چونکہ بے حد غالب تھا' اس لئے انہوں نے اس دشمنی کو مٹانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اور محض اس بات پر اکتفا کیا کہ دونوں الگ الگ رہیں۔

فارسی کا یہ جملہ جس کی طرف سرجادوناتھ سرکار نے اشارہ کیا ہے غالباً خافی خاں کا وہ جملہ ہے جو منتخب اللباب جزء اوّل میں موجود ہے۔

خافی خاں کہتے ہیں :-

ازراہِ غیرت وپیش بینی قبل از آنکہ از طرف پدر اثر کم لطفی بعرضہ خود ارادہ انزوا نمودہ شمشیر از کمر وا کرد، چندروز منزوی گردید[2]

خافی خاں کے اس بیان کے مطابق بھی اورنگ زیب نے اپنی کمر سے تلوار کھول دینے کی حرکت ازراہِ غیرت وپیش بینی کی تھی۔ اس کے اسباب سیاسی نہ تھے۔

ہمارے خیال میں غیرت وپیش بینی کے ساتھ ساتھ، اورنگ زیب کے اس فعل میں

[1] محمد صالح کنبو عمل صالح جزء دوم ص ۴۰۰ - ۴۰۰ [2] خافی خاں جزء اوّل ص ۶

Marfat.com

بددلی بھی شامل تھی۔ بددلی کی وجہ ظاہر تھی کیونکہ اورنگ زیب نے بادشاہ سے عرض کیا تھا۔ میں بعد میں دروازہ میں بیٹھنے کی وجہ عرض کروں گا۔ لیکن بادشاہ نے اس وجہ کو سننے کی ضرورت ہی نہ سمجھی، اور اس کا دربار میں آنا بند کر دیا وہ باپ سے لڑ نہیں سکتا تھا، صرف یہی کر سکتا تھا جو اس نے کیا۔ اس نے باپ کی دی ہوئی تلوار اپنی کمر سے کھول دی گویا اعلان کر دیا کہ ہم آج سے مغل منصب دار نہیں ہیں۔ وہ چونکہ بڑا عابد، بڑا زاہد اور بہت ہی نیکوکار شخص تھا، یقیناً اس واقعہ کے بعد، اس نے اپنا سارا وقت عبادت و زہد کی نذر کر دیا۔ اس سلئے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کی یہ عزلت گزینی، اس کی درویشی اور ترکِ لذات کی مہم کے سلسلہ میں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پوری مدت میں، اورنگ زیب سے کسی صاحبِ اثر و رسوخ بزرگ نے اس سلسلہ میں کوئی بات چیت نہیں کی۔ جہاں آرا جب کوئی سات مہینے بعد صحت یاب ہوئیں۔ اور غسلِ صحت فرمایا۔ تو اورنگ زیب کے ہاں تشریف لے گئیں[1] تو اس نے ان سے اپنے دل کا حال کہا۔ انہوں نے بادشاہ سے صورتِ حال عرض کی اور بادشاہ نے اس پر توجہ فرمائی۔

بعد از نواب قدسیہ، تقصیر بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر بانواع لطف و مبدل گردید۔ و منصب پانزدہ ہزاری دہ ہزار بدستور سابق جاگیر بحال فرمودہ بدیگر عنایات معزز ساختند[1]

---

[1] عملِ صالح جزء ۲ ص ۱۶-۴۱۷

محمد صالح کنبونے عملِ صالح کے جزدوم میں ان دیگر عنایات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس قصّہ کو بھی دہرایا ہے:

کہتے ہیں :

بعد از التماس، ان ملکہ زماں کمال لطف و مہربانی و غایت عنایت از رُوئے قدر دانی در حق بادشاہزادہ عالم عالمیاں محمد اورنگ زیب بہادر کہ بسبب گرانی خاطر اشرف چندے عزلت گزینی بودند جانبرداشتہ خلعت خاصہ بانادریں طلادوزی و یک لعل و دو مروارید بیش بہا کہ بر سرمی بندند و منصب پانزدہ، ہزاری دہ ہزار سوار از ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بدستور سابق مرحمت فرمودند[1]

اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے بادشاہ کی ناراضگی کے سبب عزلت گزینی اختیار کر لی تھی۔ وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں آرا کی سفارش سے باپ بیٹے میں پہلے جیسے تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔ اور شاہ جہاں نے اس پر ویسی ہی عنایات کی تھیں جیسی پہلے کیا کرتے تھے۔

بہرحال یہ بھی ایک بڑا امتحان تھا۔ جس میں سے اورنگ زیب عالمگیر کو گزرنا پڑا۔ یہ بھی ایک بھٹی تھی جس میں اس سونے کو پگھلنے کے لئے ڈالا گیا۔

یہ ایک تمہید تھی اس آنے والے انقلاب کی، جسے شاہجہان، دارا اور جہاں آرا نے کئی سال بعد دیکھا۔

---

[1] عملِ صالح جزدوم ص ۱۷۴

Marfat.com

تیسرا منصب

نیابتِ گجرات

دکن کے بارے میں اورنگ زیب کی حکمت عملی یا طریق کار کچھ ایسا واضح نہ تھا غالباً یہی سبب تھا کہ مؤرخین نے اورنگ زیب کی نیابت دکن کی تفصیلات پیش نہیں کیں۔ یہ قدرتی بات تھی، ایک تو اورنگ زیب بالکل نوعمر تھا۔ دوسرے، خان زماں اور شائستہ خاں جیسے، اونچے مدبر اس کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اورنگ زیب کی نگرانی میں کام کا وہی انداز اختیار کیا جس کی ہدایات مرکز نے دی تھیں شاہزادہ اگر پختہ عمر کا ہوتا اس کی اپنی رائے تجربہ کے تول میں پوری اترتی۔ تو وہ شاید بعض ایسے اقدامات بھی کرتا جن کے سبب مؤرخین کی نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں۔ ایسے اقدامات اس نے گجرات میں کئے۔

Robbery was the hereditary and time-honoured occupation of several tribes.

The roads were unsafe to traders and travellers alike. the prevailing lawlessness, added to the misery of the peasants and the poverty of the land by discouraging industry and accumulation of wealth.

صلہ جادوناتھ سرکار

Marfat.com

یہ تھا وہ گجرات جس کی صوبیداری اورنگ زیب کو سونپی گئی۔ اورنگ زیب ۱۰۵۴ہجری میں اس صوبہ کا صوبیدار بنایا گیا چونکہ بادشاہ نے جہاں آرا بیگم کی سفارش سے اسے اپنی خوشنودی کا پروانہ عطا کیا تھا۔ اس لئے اسے گجرات کی بے آئینی اور وہاں کے ڈاکوؤں، چوروں اور فسادیوں کی سرکوبی اور مزاج پرسی کے پورے اختیارات دیئے گئے۔ خود اس نے بھی ایک بڑے اضطراب سے جان بچائی تھی اس لئے جب وہ گجرات آیا تو بڑی دانائی ہوشمندی اور تدبر سے کام لیا۔ اس نے ایک ایک باغی اور فسادی جماعت سے آتے ہی پوری واقفیت حاصل کی۔ اور پھر اُن کی خوب گوشمالی کی، اس نے ایک عمدہ اور موزوں فوج بھرتی کی۔ اور اپنی اس فوج کے ذریعہ فسادیوں کا سر کچل ڈالا سڑکیں محفوظ ہوگئیں۔ لوگوں کی جانوں سے خطرات ٹل گئے اور رعایا اورنگ زیب کو اپنا نگران اور محافظ پاکر بے فکر ہوگئی۔

اورنگ زیب کچھ تو فطرتاً عام شہزادوں کی طرح نہ تھا۔ وہ طبیعت اور رجحانات کے اعتبار سے اپنے تمام بھائیوں سے الگ تھا۔ پھر سات مہینے کے اس ابتلا نے اسے خوب سمجھا دیا تھا کہ اس دنیا میں اسے اپنے لئے آپ جگہ بنانی ہوگی۔

سچ تو یہ ہے کہ گجرات پہلا صوبہ تھا جہاں اس نے اپنے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کے مظاہرے کئے۔ جہاں اس نے اپنی پسند کے سپاہی آپ چنے آپ انہیں کسی دوسرے کی مدد کے بغیر تربیت دی اپنے ارادوں سے آگاہ کیا اور پھر آپ انہیں مختلف اطراف میں بھیجا۔

دو سال کی مدت گو بہت تھوڑی مدت ہوتی ہے، لیکن اس مختصر

Marfat.com

مدت میں اُس نے گجرات کی کایا پلٹ دی، اس کے نظم ونسق کی ہر خرابی دور کر دی اور فسادیوں کو شرافت سے رہنا سکھا دیا۔

بادشاہ کے پرچہ نویس جا بجا موجود تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو جب اورنگزیب کی ان سرگرمیوں سے آگاہ کیا، تو وہ بے حد خوش ہوا، اس کی تنخواہ بڑھا دی۔ اور اپنی خوشنودی سے اطلاع دی۔

بادشاہ نامہ میں اورنگ زیب کی کارگزاری بڑے اچھے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

مگر ابھی پورے دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ اورنگ زیب کے نام بادشاہ کا ایک فرمان آیا شائستہ خاں حاکم مالوہ کو اپنی جگہ گجرات کا صوبیدار نا کر لاہور پہنچو۔ اس طلبی کا سبب یہ تھا کہ مراد بخش جسے بادشاہ نے پنجاہ ہزار فوج، اور بہت سے نامور سرداروں اور بے اندازہ روپے کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی فتح پر مامور کیا تھا۔ عین بلخ پہنچ کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا تھا، اور اس کی جگہ کسی ایسے شہزادے کی ضرورت تھی جو جیتی ہوئی بازی کو ہار نہ جائے۔

★

Marfat.com

چوتھا منصب

بلخ پر چڑھائی

خافی خاں کے بیان کے مطابق بیک وقت بادشاہ کا ایک فرمان احمد آباد پہنچا اور دوسرا شاہ شجاع کے نام بنگالہ[1] دونوں کو ایک ہی بات لکھی گئی تھی۔ اڑتے ہوئے آئیں۔

گو اس واقعہ کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے، لیکن اتنا ذہن نشین کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بلخ و بدخشاں کی فتح شاہجہان کے خاندان کی بڑی قدیم آرزو تھی۔ شاہ جہاں نے مراد بخش کے نام اس فتح کے دوران میں جو مکتوب لکھا تھا اس میں اپنے خاندان کی آرزو کا ذکر کیا تھا۔ اس کے الفاظ تھے:

الحال کہ از عنایت ایزد متعال[2] آرزوئے دیرینہ ایں خاندان بر آمدہ الخ

یہ آرزو ہنوز اچھی طرح بر نہ آئی تھی، گو ملک کا ایک بڑا حصہ مغل جھنڈے تلے

---

[1] خافی خاں جزو اول ص [illegible] عمل صالح جزو دوم ص ۵۰۵

[2] خافی خاں جزو اول ص ۶۳۷

Marfat.com

آ گیا تھا۔ لیکن شاہ جہان کے الفاظ میں ابھی "نسق قلعہ جات و آبادی ملک ویران گشتہ و تسلی رعایائے دل شکستہ و تعین حکام و اہتمام تھانہ بندی" کا کام باقی تھا۔ اور اس کام کو پورا کرنے کے لئے شاہ جہان کے نزدیک کسی شاہزادے کا اس ملک میں ہونا ناگزیر تھا۔ مراد کو سمجھانے اور راہ پر لانے کی شاہ جہان نے بہت کوشش کی تھی۔ سعد اللہ خاں وزیر اعظم کو جو اس کے ساتھ کابل میں موجود تھے[1] بلخ روانہ کیا گیا تھا لیکن بوڑھے سعد اللہ خاں بھی، ۲۳ سال کے اس مراد بخش کو راہ پر نہ لاسکے حتیٰ کہ جب وہ باپ کے پاس کابل آیا تو باپ کے عتاب اور دربار میں بار نہ پانے کی سزا بھی اس کے مزاج درست نہ کرسکی۔ حقیقت یہ ہے کہ مراد بخش اس جان جوکھوں کے کام کے اہل بھی نہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ بادشاہ نے لاہور پہنچتے پہنچتے اس کی ساری خطائیں معاف کردیں اور اس کے منصب و اعزاز بحال کردیے[2]

ہمارے پاس اس دعوی کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مراد بخش کے منصب و اعزاز کی بحالی اورنگ زیب کی سفارش سے ہوئی جو لاہور آن پہنچا تھا۔ لاہور میں اس کا استقبال بڑی شان سے ہوا وہ ایک اس مہم کو سر کرنے جا رہا تھا جس کی بجا آوری سے مراد بخش نے عجز کا اظہار کیا تھا جس کو پورا کرنے کی ہمت دارا بہادر میں نہ تھی اور شجاع جی چرا رہا تھا۔

خافی خاں کے بیان کے مطابق شجاع اس وقت تک لاہور نہ پہنچا تھا، اورنگ زیب نے پیش قدمی فرمائی تھی کہ وہ پیش قدمی ہی کیلئے پیدا ہوا تھا۔

---

[1] عمل صالح جلد دوم ص ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶
[2] خافی خاں ص ۲۰۲

Marfat.com

وہ جب بادشاہ کے حضور حاضر ہوا اور مجرا بجالانے کا شرف پایا تو شاہجہان نے اسے خلعتِ فاخرہ کے ساتھ ساتھ دو تسبیح مروارید و لعل و زمرد، شمشیرِ خاصہ دو اسپ از طویلۂ خاص اور صد اسپ ترکی[۱] اور دو فیل اور پانچ لاکھ روپے نقد انعام میں دیے۔ اور ساتھ ہی بلخ و بدخشاں کی افواج کی سپہ سالاری کی سند بھی عطا کی اور حکم دیا[۲] پشاور روانہ ہو جائے۔ اور ایامِ نوروز پشاور میں گذارے۔ اور آغازِ بہار میں کہ برف کے تودے پگھلنے شروع ہو جائیں، بلخ کی راہ لے[۳]

خافی خاں ہی کے بیان کے مطابق، اورنگ زیب جب بلخ کی طرف بڑھا تو بلخ کے میدانِ جنگ کا نقشہ ہی پلٹ چکا تھا۔ بادشاہ کے غائب ہونے اور شہزادہ مراد کے فرار نے نذر محمد خاں کے بیٹے عبدالعزیز کے حوصلے بڑھا دیے تھے اور وہ مورو[۴] ملخ سے زیادہ لشکر فراہم کر کے ملک میں ہزار ہزار ہنگامے پیدا کر چکا تھا۔ ان ہنگاموں کی خبر بادشاہ کو ملی تو وہ خود بھی کابل واپس ہوئے۔

عملِ صالح کی روایت ہے کہ اورنگ زیب آٹھ ربیع الاول ۱۰۵۷ھ ہجری کو کابل سے بلخ کے لئے روانہ ہوا۔ وہ کابل میں صرف تین دن ٹھیرا تھا[۵]۔ اورنگ زیب کی دانائی اور حربی صلاحیتوں کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ بلخ جانے کے لئے اسے جس درہ سے گزرنا تھا، کیونکہ اس کی کیفیت کا اسے کچھ علم نہ تھا۔

۱۔ عملِ صالح جز دوم ص ۵۱۵ ۔ ۲۔ خافی خاں جز اول ص ۶۴۲

۳۔ ایضاً ۔ ۴۔ ایضاً

ایضاً ۔ ۵۔ ایضاً ص ۶۵۰

اس لئے اس نے پوری فوج اس درّہ میں داخل کرنے سے پہلے چند سو حوصلہ منداور سلجھے ہوئے سواروں کا انتخاب کیا کہ وہ ہراول بستہ کے طور پر پہلے درّہ میں سے گزریں۔ اور ازبکوں کی جو فوج اس درّہ کے غاروں اور خفیہ مقامات پر چھپی تھی۔ اس دستہ کو کمزور سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس طرح اورنگ زیب کو درہ کے آس پاس چھپے دشمن کے متعلق آگاہی ہو جائے۔ یہ سوار جو ہراول دستہ کے طور پر درہ میں داخل ہوئے تھے زیادہ نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ازبکوں نے ان پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ اورنگ زیب کو خبر ہوئی تو اس نے اور سوار ان کی مدد کو بھیجے۔ اور پھر پوری فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ فوج کے دونوں طرف شہزادہ نے گولہ پھینکنے والے اور تیر انداز مقرر کر دیے تھے کہ جیسے ہی ازبکوں کی کوئی جماعت اچانک حملہ آور ہو، اسے نشانہ بنالیں۔ اس اہتمام اور نظم کے ساتھ اورنگ زیب نے اپنی فوج اس درہ سے نکالی کر ازبک اور ان کے سردار حیران رہ گئے۔ حملہ آور ازبکوں کی تعداد بہت تھی، انہوں نے کئی جگہ جم کر مقابلہ بھی کیا مگر شہزادہ کی فوج کو کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ اس کی راہ ہی مسدود کر سکے اور وہ پوری شان و شکوہ کے ساتھ بلخ آن پہنچا۔

یہیں اسے خبر ملی کہ عبدالعزیز خاں نے قتلق محمد اور بیگ اوغلی کی قیادت میں، بلخ کی سرحد پر فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ اس بنا پر وہ بلخ میں صرف تین دن ٹھہرا لیکن ان تین دنوں میں اُس نے مہینوں کا کام انجام دیا۔ اس نے عبدالعزیز خاں کے تمام ان رشتہ داروں کو جو بلخ میں رہتے تھے۔ بڑی دانائی اور مہربانی سے اپنا ہمدرد

Marfat.com

بنایا۔ ان کو خوب خوب انعام دیئے۔ اس طرح بلخ کے دوسرے شرفا اور سادات کے دل بھی اپنی نوازشوں اور مہربانیوں سے اپنی مٹھی میں لے لئے۔ اور پھر راجہ بہادر سنگھ، راؤ رتن اور شمشیر خاں کو بلخ کی حفاظت و حراست کی خدمت تفویض کی۔ تین مہینے کی تنخواہ پوری فوج میں یکمشت بانٹی کہ فوج کے حوصلے بڑھ جائیں۔

خافی خاں کے بیان کی رو سے یہ سارے کام اس نے صرف تین دن میں کئے[1] یہ اہتمام و انتظام کرنے کے بعد اس نے فوج کو مرتب و منظم کیا۔ بہادر خاں کو ہراول سونپا۔ امیر الامرا کو دائیں اور سعید خاں کو بائیں بازو کی سرداری دی، اس علاقہ کی راہوں سے واقف اشخاص کی ایک جماعت کو پل بنانے اور راہیں صاف کرنے کا سامان دے کر آگے آگے روانہ کیا۔ اور پھر خدا کا نام لے کر ساری فوج سرحد کی طرف بڑھا دی۔

مغل فوج تیمور آباد پہنچی تھی کہ غنیم کی فوج کا شور و غل سنائی دیا۔ اورنگ زیب نے فوج کو یہیں روک دیا اور لڑائی کی طرح ڈال دی۔

خافی خاں کے بیان کے مطابق لڑائی دوسرے دن شروع ہوئی اور صبح سے شام تک اس زور سے ہوئی، کہ زمین و آسمان لرز اٹھے، بادشاہی فوج کے مقابلے میں ازبک سہ گنا اور چار گنا تھے۔ اس کے باوجود اورنگ زیب نے فوج کی راہ نمائی کچھ اس دانائی اور ہوش مندی سے کی۔ کہ شام ہوتے ہوتے دشمن بھاگ نکلا خافی خاں کہتے ہیں:

---

[1] خافی خاں جزو اول ص ۶۶۱

Marfat.com

حاصل کلام از اول روز تا شام بہادراں بانام ونگ دراں جنگ دادِ جلادت دادند وبسعی بادشاہ زادہ فتح نصیب آخر روز آں جماعت رو بفرار آوردند۔[1]

ہم نے عبدالحمید لاہوری کی بجائے اس لڑائی کی تفصیل بیان کرتے وقت خافی خاں پر اعتماد کیا ہے۔ کیونکہ یہ مؤرخ اورنگ زیب کے سخت نقادوں میں سے تھا۔ اس کے بیان کی رُو سے اگر شاہزادہ حد سے زیادہ دانائی سے کام نہ لیتا تو آج کی لڑائی جیتی نہ جا سکتی تھی۔ مثلاً جب ازبکوں نے ہر طرف سے شاہی فوج کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ تو لڑائی ہولِ قیامت میں تبدیل ہو گئی۔ خافی خاں نے لڑائی کی کیفیت ان اشعار میں بیان کی ہے:

شد آں لحظہ ہولِ قیامت عیاں — بہ گردوں برآمد نفیر و فغاں
سپاہی چو دریائے جوشاں بجنگ — ہمہ تیز کردہ بہ بیداد چنگ
ہمہ جنگ را تنگ بستہ میاں — بہ گردوں برآوردہ گرز گراں

بہ ہر حال اس دن کی لڑائی اورنگ زیب نے جیت لی۔ ازبک بھاگ گئے۔ بادشاہ زادے نے اپنی کچھ سپاہ ان کے تعاقب میں بھیجی۔ ابھی تعاقب جاری تھا کہ ازبکوں کی دو اور تازہ دم فوجیں آن پہنچیں اور ایک بار پھر پہلے دن کی طرح قیامتیں برپا ہو گئیں۔ اس دن بھی بادشاہ زادے کی دانائیوں اور حربی صلاحیتوں نے ازبکوں کو مار بھگایا۔

ازبکوں کو بھاگے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ بیگ اوغلی ایک اور تازہ دم فوج

---

[1] خافی خاں جز اول ص ۶۶۳

Marfat.com

کے ساتھ میدانِ جنگ میں آن پہنچا۔ اورنگ زیبؒ نے اسے بھی شکست دی اور ایسی دی کہ وہ سارا اسباب، خیمے، چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلا۔[1]

ابھی شاہی فوج اس کے تعاقب میں تھی کہ اورنگ زیب کو خبر ملی سبحان قلی ایک جرار فوج کے ساتھ ایک دوسرے رستے سے بلخ کے قریب آپہنچا ہے اورنگ زیب یہ خبر سنتے ہی بلخ کی طرف لوٹا، رستے میں بزدل ازبکوں نے جو میدانِ جنگ میں جم کر مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ تین چار مقامات پر شاہی فوج پر حملے کئے۔ ہر بار جب ازبکوں نے حملہ کیا۔ اورنگ زیب علی مردان خاں اپنے ایک سب سے معتمد سردار کے ساتھ ازبکوں سے جا بھڑا اور اس قدر مار ماری کہ ازبک حوصلے ہار کر پیچھے ہٹ گئے۔

یوں مغل فوج لڑتے لڑتے بلخ کے قریب آتی جارہی تھی کہ خبر آئی عبدالعزیز خاں خود ایک جرار فوج کی قیادت کرتا پہلی فوجوں سے آن ملا ہے۔

خافی خاں کہتے ہیں:

بعد رسیدن عبدالعزیز خاں، تعداد لشکر ازبکیہ از اندازہ و شمار و قیاس گذشت اور چوں مور و ملخ در دشت و صحرا پراگندہ گردید۔

عبدالعزیز خاں کے آجانے سے ازبکوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ وہ بادشاہی فوج پر بڑے زور کے حملے کرنے لگے تھے۔ خاص طور پر ایک روز یادگار بیگ نے جو نذر محمد خاں کا میرِ توزک و میرِ شمشیر تھا، دو تین ہزار سواروں کے ساتھ امیر الامراء کے دستہ پر خوفناک حملہ کیا اور اس قدر جرأت سے کام لیا کہ امیر الامراء کے

---

[1] خافی خاں جزو اوّل ص ۶۶۵، ۶۶۶ — ۶۶۹ — ۶۷۱

Marfat.com

سامنے آن پہنچا، دونوں میں لڑائی ہوئی۔ امیر الامرا بہت منجھے ہوئے سپاہی تھے۔ انہوں نے اس جوشیلے سپاہی کو پہلے تو زخمی کیا اور پھر قید کر کے اورنگ زیب کے پاس لے آئے۔

اس طرح کی لڑائیاں کوئی پندرہ سولہ دن تک جاری رہیں خافی خاں کا بیان ہے کہ اورنگ زیب نے ساری فوج کو حکم دے رکھا تھا کہیں نہ ٹھیرے یہاں تک کہ فوج کا کھانا بھی رواں دواں ہاتھیوں کی پیٹھوں پر پکایا گیا۔ روٹی کی قیمت ایک دو روپے ہوگئی۔ پانی بھی قیمتاً ملتا۔

لیکن اس خوفناک صورتِ حال کے باوجود اورنگ زیب کی اس مختصر فوج نے جو پینتیس ہزار سے زائد نہ تھی[1] کہیں حوصلہ نہ ہارا۔ اورنگ زیب اور امیر الامرا علی مردان خاں نے ایسے ایسے بہادرانہ کارنامے انجام دیے کہ عقل حیران رہ گئی۔ خافی خاں کے بیان کے مطابق ازبک سپاہی ایک لاکھ بیس ہزار سے کم نہ تھے۔ ان سب نے اورنگ زیب کے استقلال اور عزم و بہادری کے مشاہدے کیے تو بے اختیار پکارے کہ اگر یہ سردار ہمیں مل جائے تو ہم شام و روم کو امیر تیمور کی طرح پھر اپنے قبضہ میں کر لیں[2]

لڑائی کا یہی انداز کچھ اور دن چلا، یہاں تک کہ عبدالعزیز کے حوصلے شکست ہوگئے۔ اور اس نے اورنگ زیب کی خدمت میں ایک عاجزانہ پیغام بھیجا کہ اگر اعلیٰ حضرت بلخ، نذر محمد کو دینا نہیں چاہتے تو اس کے بیٹے سبحان قلی خاں کو جو

---

[1] خافی خاں ص ۶۷۱ [2] خافی خاں جزاول ص ۶۶۹

Marfat.com

باپ کی نسبت بہت زیادہ رعیت پرور اور آباد کار ہے۔ بلخ کا حاکم تسلیم کرلیں اور اس طرح مسلمانوں کے اس باہمی قتل وخون کو روک دیں یہ ایک ایسی اپیل تھی جسے اورنگ زیب جیسا مسلمان سپہ سالار کسی طرح رد نہ کرسکتا تھا۔ لیکن وہ خود مختار نہ تھا۔ اس نے یہ درخواست بادشاہ تک پہنچا دی۔

خافی خاں کے بیان کے مطابق مصالحت کی یہ گفت وشنید کوئی تین ہفتہ تک چلتی رہی۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ازبک جب تک لڑتے رہے تھے۔ خود کو مصروف پا رہے تھے، لیکن جیسے ہی لڑائی رکی، ان کی بددلی بڑھنے لگی۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جنہوں نے اپنی سواریاں مغل سپاہیوں کے پاس بیچ دی تھیں اور اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ ایک کو دیکھ کر دوسرا اور دوسرے کو دیکھ کو تیسرا ازبک گھر واپس ہوا، چند دن کے اندر اندر ہزاروں ازبک، عبدالعزیز کا ساتھ چھوڑ گئے۔

یہ عالم دیکھ کر اورنگ زیب نے ایک اور بڑی دانائی برتی۔ اس نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو بلخ چھوڑ کر اعلان کر دیا کہ وہ خود ازبکوں کی مزاج پرسی کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ اس اعلان سے ازبکوں کی بددلی، ڈر میں تبدیلی ہو گئی اور ان کی بہت سی جماعتیں عبدالعزیز خاں کا ساتھ چھوڑ کر منتشر ہو گئیں ناچار عبدالعزیز بھی بلخ سے بھاگا اور بلخ سے بہت دور نکل گیا۔

گو بعض مؤرخین نے اورنگ زیب کی اس مہم کو کچھ زیادہ کامیاب مہم قرار

۱؎ خافی خاں جزدوم ص ۱۷۱ تا ۷۸۵ ۲؎ بادشاہ نامہ جزدوم ص ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰

Marfat.com

نہیں دیا۔ لیکن یہ امرِ واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے پوری مہم میں بے حد دانائی سے کام لیا، اس نے فوج کو کسی موقعہ پر نہ منتشر ہونے دیا اور نہ حوصلے ہی شکست ہونے دیے۔ اس نے ہر لمحہ فوج کی نگرانی کی اور ازبکوں کے ٹڈی دلوں کو ہر بار ناکام کیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خافی خاں کے بیان کے مطابق اس مہم پر چار کروڑ روپے ضائع ہوئے[1] چھ ہزار سپاہی مارے گئے، لیکن اس صرفِ کثیر اور سپاہیوں کی جانوں کے ضیاع کی ذمہ داری شاہجہاں پر عاید ہوتی ہے جس نے بلخ و بدخشاں کی فتح کی آرزو اپنے دل میں یوں ہی پال لی تھی۔ اگر اس موقعہ پر اورنگ زیب نہ ہوتا خود شاہجہان یا کوئی دوسرا شہزادہ اس مہم کی نگرانی کر رہا ہوتا تو پینتس ہزار سپاہ میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ جاتا۔ گو نذر محمد حوصلے ہار چکا تھا۔ مگر وہ ازبک اور المان، جو صدیوں سے اس ملک کے مالک تھے یہ کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے کہ کوئی دوسرا باہر سے آن کر ان پر حکومت کرے۔ شاہجہان یہ سمجھا تھا کہ باپ اور بیٹے کی لڑائی اسے بلخ و بدخشاں دے دے گی۔ لیکن اس کی یہ خام خیالی تھی۔

اسے خود اس بات کا اعتراف بعد میں ہوا، اور اس نے کئی مہینے کے بعد جب اورنگ زیب کو حکم دیا کہ بلخ نذر محمد کو دے کر کابل لوٹ آئے تو یہ بھی لکھا تھا۔

---

[1] خافی خاں جلد اوّل ص ۶۷۵

چہار کروڑ روپیہ بخرچ مہم بلخ و بدخشاں آمدہ بود و آنچہ مردم از ہر دو طرف کشتہ شدند، و مال رعایا مع ناموس برباد فنا رفت حساب آں خدا بہتر میداند۔[1]

خافی خاں نے گو اسے شاہ جہان کی کرم بخشی اور عنایت بر حالِ نذر محمد سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ شاہجہاں نے نذر محمد پر رحم نہیں کیا تھا، اپنی فوج پر رحم کیا تھا جس کی اقتصادی اور معاشی زندگی قطعاً تباہ ہو گئی تھی۔

اگر شاہجہان دانائی سے کام لیتا تو فوج کو بلخ میں بے کار تین مہینے ٹھیرنے نہ دیتا۔ اور نذر محمد کی حاضری پر اصرار نہ کرتا۔

عملِ صالح کے الفاظ ہیں:[2]

حکم فرمودند کہ اگر نذر محمد خاں بہادر شاہزادہ والا گیر ملاقات نماید بلخ و بدخشاں را باو داد، آن والا گہر لشکر ظفر اثر، ز اطراف طلب داشتند، روانہ حضور پر نور شوند۔[3]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ بادشاہ نے اس شرط پر کیوں اصرار کیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نذر محمد نے حاضری کی خواہش خود کی تھی۔ لیکن بادشاہ نے یہ بات کیوں نہ سمجھی کہ نذر محمد خاں محض حیلے بہانے کر رہا تھا۔ اس نے بادشاہ کے ہزار ہا پیغامات کے جواب میں حاضری کی جرأت نہ کی گئی۔ اب کیسے حاضر ہو سکتا تھا۔ نذر محمد کا مقصود محض یہ تھا کہ بادشاہ زادہ برف باری کے زمانہ تک بلخ میں پڑا رہے تاکہ قدرت اسے سزا دے۔ اگر وہ مخلص ہوتا اور اسے سچ مچ حاضری کی خواہش ہوتی، تو وہ کبھی ایک قلعہ اور کبھی دوسرا نہ مانگتا، پہلے اس نے قلعہ میمنہ طلب کیا۔ پھر شیر خاں

---

[1] خافی خاں جزو اول ص ۶۷۵ [2] [3] عمل صالح جزء ۳

Marfat.com

کے لئے دستِ سوال بڑھایا اور آخر وقت تک حاضر نہیں ہوا۔ اُس نے خود عملِ صالح کی روایت کے مطابق ۴ رمضان ملاقات کی تاریخ مقرر کی تھی، مگر وہ اس تاریخ مقررہ پر بھی نہیں آیا۔ اور اپنی بجائے اپنے نبیرہ کو بھیج دیا۔

گو بادشاہ کی شرط اب بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ نذر محمد خاں بذاتِ خود شہزادہ کے پاس حاضر نہیں ہوا تھا۔ لیکن اورنگ زیب نے اسے ہی کافی سمجھا اور واپسی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اورنگ زیب نے اپنے ساتھی سرداروں سے واپسی کے باب میں مشاورت بھی کی۔ سب ہی ہم خیال تھے کہ اگر بادشاہ سے استصواب کیا گیا تو برف باری کے سبب واپسی کی راہیں مسدود ہو جائیں گی اور فوج بڑی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائے گی۔

واپسی کی بات طے ہو لی، تو اورنگ زیب نے راجہ جے سنگھ کو حکم دیا، کہ سعادت خان کو ترمذ سے لے آئیں اور خود فیض آباد روانہ ہوا جلگائے میں پڑاؤ ڈالا، اور بلخ نذر محمد خاں کو سپرد کرنے کے بعد واپسی اختیار کی۔

عملِ صالح کا بیان ہے، ہراول پرتھوی راج راٹھور کے سپرد ہوا۔ امیرالامرا کو دایاں بازو ملا، اور راجہ جے سنگھ کو بایاں، بہادر خاں کے سپرد عقب ہوا۔ توپ خانہ، خزانہ اور دوسرا مال و متاع بھی بہادر خاں کی تحویل میں تھا۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ بہادر خاں اور جے سنگھ کے دستوں کے بڑھنے کی رفتار بہت سست تھی اور یہی وجہ تھی کہ ان کے دستے برف باری کا شکار ہوئے۔

خافی خاں اور عملِ صالح کے مصنف نے راجہ جے سنگھ اور بہادر خاں کے دستوں کے مصائب پر بڑے آنسو بہائے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدھا خزانہ

Marfat.com

بہت سے باربرداری کے جانور اور کئی ہزار سپاہی، برف باری اور اژدہوں کی نذر ہو گئے۔ لیکن یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ اگر اورنگ زیب کی بجائے کوئی دوسرا سپہ سالار اس واپسی کا منتظم ہوتا تو یہ ساری سپاہ، برف باری اور اژدہوں کی نذر ہو جاتی۔ چند سپاہی بھی بچ کر ہندوستان نہ آسکتے اور اس مغل شہنشاہ کی شکل نہ دیکھ سکتے جس نے انہیں بلخ میں تین مہینے تک بیکار ڈال رکھا تھا۔ یہ اورنگ زیب تھا۔ جو تیس ہزار سپاہ میں سے پچیس ہزار سپاہی کابل واپس لے آیا۔ اس کے اپنے دستے کے پندرہ ہزار سواروں پر کوئی آنچ نہیں آئی تھی۔ امیر الامراء کی پوری فوج بھی بہ سلامت گزر گئی تھی۔ زیادہ تباہی بہادر خاں اور جے سنگھ کے دستوں پر نازل ہوئی۔ یہ بے چارے سب کے چوکیدار تھے خصوصاً بہادر خاں کو حکم تھا سب سے آخر میں رہے۔

جس وقت شہزادہ کی فوج کتل ہندوکوہ کی تنگنائے سے گزری، اس وقت گو برف ہر طرف جمی تھی مگر ہوا میں شورش نہ تھی۔ اس طرح امیر الامرا کے دستے کے گزرنے کے وقت بھی موسم کچھ زیادہ خطرناک نہ تھا لیکن راجہ جے سنگھ کی باری جب آئی تو موسم بہت خراب ہو گیا۔ تاہم اسے بھی وہ پریشانیاں نہیں اٹھانی پڑیں جو ذوالقدر خاں نے اٹھائیں۔ اس غریب کے آدھے ساتھی برف باری کی نذر ہو گئے۔ بہادر خاں جو سب سے عقب میں تھا۔ گو بہت بڑا سپہ سالار تھا لیکن اس نے پسپائی میں سب سے زیادہ مار کھائی

۱؎ عمل صالح جزء سوم ص ۱۴۔۱۵۔۱۶ ۲؎ خافی خاں جزء اول ص ۶۷۵

۳؎ ایضاً ص ۱۶

Marfat.com

محمد صالح کی روایت کی رُو سے دس ہزار جاندار، اس پسپائی میں ہلاک ہوئے جن میں سے آدھے آدمی تھے اور آدھے سواری کے جانور، بہت سا سامان برف تلے دب گیا[1] آدھا خزانہ بھی ضائع ہوا[2]

بلخ و بدخشاں کی مہم گو ایک ناکام سیاسی تجربہ تھا۔ مگر اس ناکام تجربے نے اورنگ زیب کی ذات کو بہت فائدے پہنچائے۔ وہ ساری مغل سپاہ اس کی جانثار بن گئی جس نے اس مہم میں حصّہ لیا تھا۔ وہ سارے سردار اس کے عشاق میں شامل ہو گئے۔ جنہوں نے اس کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔

گو یہ بڑے جان جوکھوں کا کام تھا۔ یہ ایک بڑی خطرناک مہم تھی۔ مگر اورنگ زیب جیسے دانا و بینا شاہزادے نے اس مہم کے دوران میں ساتھیوں سے کچھ ایسا شریفانہ برتاؤ کیا کہ انہوں نے ہنس ہنس کر ہر تکلیف برداشت کی۔ اس پوری لڑائی میں اورنگ زیب نے جس بہادری کے مظاہرے کئے اس سے وہ اپنوں ہی میں نہیں بیگانوں میں بھی محبوب بن گیا تھا۔

ماثرِ عالمگیری کے مصنف کا بیان ہے کہ :۔

در عین گرمی ہنگامہ پیکار وقتِ نمازِ ظہر در رسید و آنحضرت باوجود التماس امتناع بندہائے ظاہر بین از مرکوبِ خاص فرود آمدہ، صف آرائے جماعت شدہ۔ فرض و سنت و نوافل را بہ تعدیل ارکان و کمالِ حضور و اطمینان ادا کردند۔ و عبدالعزیز خاں بمجرد استماع ایں خبر شجاعت اثر حیران استقلال مؤید من عنداللہ شدہ طرحِ جنگ نمود۔[3]

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۱۷ [2] خافی خاں ص ۲۰۵ [3] ماثرِ عالمگیری ۵۲۱

وہ مراد بخش نہ تھا وہ دارا نہ تھا۔ وہ شاہ شجاع نہ تھا۔ وہ مردِ مسلمان تھا۔ اور پینتیس ہزار سپاہیوں ہی نے نہیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار ازبکوں نے بھی یہ جان لیا تھا کہ یہ اس مردِ مسلمان سے مقابلہ آسان نہیں ہے جو عین گرمی ہنگامہ پیکار میں زمین پر جانماز بچھا کر پوری دل جمعی سے نماز ادا کرتا ہے اور جسے دشمن کے نرغے کی قطعاً کوئی پروا نہیں ہے۔

اس مہم نے جہاں غیروں کو یوں متاثر کیا تھا۔ وہاں شاہ جہان بھی بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے اسی دن سے یہ جان لیا تھا۔ جان جوکھوں کے کام کرنے کے لئے سارے شہزادوں میں اس سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے یہی وجہ تھی کہ بادشاہ نے اسے پورا موسم سرما اٹک سے پار نہیں ہونے دیا۔ اس کا خیال تھا کہ کہیں وسط ایشیا کے رہنے والے کابل پر چڑھائی نہ کر دیں۔

★

Marfat.com

قندھار کا محاصرہ

جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ہے گو بلخ کی مہم ایک طرح سے ایک ناکام مہم تھی۔ لیکن اورنگ زیب نے جو اس مہم کا سپہ سالار تھا ذاتی لحاظ سے بہت نام پایا تھا۔ اُس نے اس مہم کی راہنمائی جس طرح کی اس سے وہ فوج ہی میں نہیں بادشاہ کی نگاہ میں بھی بے حد محتاط اور قابل سپہ سالار بن گیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ جب شاہ عباس ثانی نے قندھار پر چڑھائی کر کے شاہجہان کے وقار پر سب سے بڑی ضرب لگائی۔ تو اس کا بدلہ لینے کے لئے شاہ جہاں نے اورنگ زیب کے سوا کسی دوسرے مغل شاہزادہ کا انتخاب نہیں کیا۔

محمد صالح کنبو کا بیان ہے کہ بادشاہ نے اورنگ زیب کو پچاس ہزار سوار دیئے۔ اور سعد اللہ خاں اور کئی نامی گرامی سردار ساتھ کئے اور حکم دیا قندھار[1] جا پہنچے۔

---

[1] عمل صالح جزسوم ص؍۱ خافی خاں

Marfat.com

ہم نہیں کہہ سکتے کہ سعد اللہ خاں وزیرِ اعظم جیسے بڑے منصب دار کا تقرر شاہ جہان نے اپنی مرضی سے کیا تھا یا یہ دارا کی شرارت تھی. دارا، اورنگ زیب کا دشمن تھا۔ اورنگ زیب نے بلخ کی مہم میں جو شہرت حاصل کی تھی دارا اس شہرت سے جل اٹھا تھا اسے یہ قطعاً گوارا نہ تھا کہ اورنگ زیب یوں ناموری اور شہرت کماتا رہے۔ ہمارا گمان ہے کہ سعد اللہ خاں کا تقرر دارا کے مشورہ سے ہوا، اور اس لئے ہوا کہ وزیر اعظم اگر موقع پر موجود ہوں گے تو لازمی طور پر اس مہم کی کمان ان کے ہاتھ ہو گی اور اورنگ زیب اگر کامیاب ہوا تو اس کا فخر اسے نہیں سعد اللہ خاں کو نصیب ہو گا۔

بہرحال اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں اس مہم پر ایک [illegible] آلات لے کر روانہ ہوئے۔ اورنگ زیب ملتان سے چلا اور سعد اللہ خاں لاہور[1] سے وہ ابھی رستہ ہی میں تھے کہ شاہ عباس ثانی نے قندھار فتح کر لیا اور بادشاہ نے اس افسوس ناک خبر کو سن کر دونوں کو پیش قدمی جاری رکھنے اور قندھار کے محاصرہ کے احکام دیے۔

یہ حقیقت ہے کہ اورنگ زیب کی یہ فوج جو قندھار پہنچی، گو تعداد کے لحاظ سے پچاس ہزار تھی۔ لیکن اس کے پاس سامانِ جنگ بہت تھوڑا تھا۔ ایسی توپیں نہ تھیں جو قلعہ گیری میں کام[2] آتی ہیں اور

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۲،   [2] عملِ صالح جز سوم ص ۸۵

پھر یہ کوئی معمولی قلعہ نہ تھا۔ اس وقت کی دنیا کے مشہور اور مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک ممتاز قلعہ تھا۔ اس کے علاوہ اس میں جو ایرانی محصور تھے وہ محصور رہ کر جنگ لڑنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

عملِ صالح کا مصنّف اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اما چون قزلباشاں از مدّت مدید بر سرِ قلعہ داشتن وگرفتن بارہا میاں رد و بدل بسیار نمودہ دریں علم مہارتی تام بہم رسانیدہ اند خاصہ از بدست آوردن ایں قسم قلعہ پر توپ و تفنگ و آذوقہ و دیگر اسباب قلعہ داری استقامت پیدا کردہ او تردد میداوند چنانچہ دریک روز بست پنج توپ بر کوچہ سلامت کہ بہ منصف خندق رسیدہ بود بردہ ویران کردند۔

موسم سرما قریب آگیا تھا۔ اس لئے یہ مہم ناکام رہی۔ اور اگلے سال پھر آنے کی خواہش لے کر اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں واپس ہوئے۔ ابھی واپسی عمل میں نہ آئی تھی کہ شہزادہ کو خبر ملی ایرانیوں کی ایک بڑی فوج، محصورین کی مدد کے لئے ہرات سے چل چکی ہے۔ شاہزادہ نے یہ خبر سنتے ہی رستم خاں کو ایک خاص فوج دے کر ہرات کی راہ پر روانہ کیا کہ آنے والی فوج کی مزاج پرسی ہو جائے۔

لہ عملِ صالح جزء سوم ص ۸۵

عملِ صالح کے بیان کے مطابق، رستم خاں کو آگے بڑھ کر معلوم ہوا اس فوج کی تعداد تیس ہزار ہے۔ گو رستم خاں کے ساتھ سات ہزار[1] سپاہی تھے، مگر اس فیئتہ قلیلہ نے تیس ہزار ایرانی سواروں کا بڑا سخت مقابلہ کیا، دوپہر سے لے کر شام تک لڑائی کی آگ خوب بھڑکی۔ شام کے قریب مغلوں نے خوفناک حملہ کیا۔ ایرانیوں کے پاؤں اکھیڑ دیئے، وہ منہ پھیر کر بھاگ اٹھے اور اپنے پیچھے بہت سی نعشیں اور سامانِ جنگ چھوڑ گئے۔

عملِ صالح کا بیان ہے:

> و این فتحِ نمایاں را عظیم تر از فتحِ قندھار دانستہ تسخیر قلعہ را در سال آئندہ قرار دادند و طبل رحیل کوفتہ حقیقتِ این فتح مبیں و نایابی علف و داب و تعربل تعذر علاج بدرگاہ معلّی معروض داشتہ کوچ بہ کوچ متوجہ ہندوستان گشتند[2]

اس فتح کے سبب قندھار سے یہ ناکام واپسی کچھ زیادہ محسوس نہ کی گئی، اور بادشاہ نے اورنگ زیب اور اس کے ساتھیوں کو جب وہ اس کے حضور پہنچے، خلعت ہائے فاخرہ سے نوازا۔ اورنگ زیب کو موتیوں کی تسبیعیں عطا کیں اور ملتان کے ساتھ ساتھ

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً

Marfat.com

ٹھٹھہ، بھکر اور سیوستان کی حکومت بھی سپرد کر دی۔

خافی خاں کہتے ہیں۔ بادشاہ قزلباشوں کی شکست کی خبر سن کر اس قدر خوش ہوئے تھے کہ تین دن تک شادیانے بجانے کا حکم دیا تھا۔

اس واپسی پر اورنگ زیب کے ذاتی تاثرات کیا تھے۔ اس کے متعلق ہمیں کوئی بات معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب دل سے چاہتا تھا کہ وہ ناکام نہ ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ ملتان کے زمانۂ قیام میں اس نے قندھار پر دوبارہ چڑھائی کرنے کی خوب تیاریاں کیں۔

Marfat.com

قندھار پر دوسرا حملہ

رقعاتِ عالمگیری سے اندازہ ہوتا ہے۔ اورنگ زیب نے متواتر تین سال ملتان سے لے کر کابل تک پھیلے علاقہ میں اپنے نمائندے بھیجے۔ اس علاقے کے قبائل سے دوستی کی، ان پر انعامات کی بارش کی، اور ایک ایک رستے اور ایک ایک پگڈنڈی سے آگاہی حاصل کی۔

تین سال کی اس مدت میں قلعہ شکن توپیں بنائی گئیں اور سپاہیوں کو قلعوں پر بم باری کرنے کے اسلوب سمجھائے گئے۔

خافی خاں کے بیان کے مطابق پنجاہ ہزار سوار، دس ہزار پیادے، بیس بڑی توپیں، بیس درمیانی توپیں، بیس تہنال، دس جنگی ہاتھی، سو شتر فال، اور دوسرے لوازم قلعہ گیری، جب تیار ہوئے تو اورنگ زیب کو حکم ملا، قندھار پر چڑھ جائے، وہ قندھار جانے سے پہلے بادشاہ

Marfat.com

کے حضور حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے پانچ لاکھ روپے نقد، اور پنجاہ ہزار روپے کے جواہرات عطا[1] کئے۔

اورنگ زیب کے ساتھ جو فوج ملتان سے قندھار کی طرف روانہ ہوئی وہ اس کی ذاتی فوج تھی۔ باقی ساری فوج دو کروڑ روپے توپ خانہ اور دوسرا سازوسامان سعداللہ خاں وزیر اعظم کے سپرد ہوا اور اسے عام راستے سے کابل پہنچنے کی ہدایت[2] دی گئی۔

شہزادہ جب ملتان سے روانہ ہوا تو اسے یہ کچھ معلوم نہ تھا کہ اس مہم میں اس کی حیثیت ایک مجبور اور بندھے ہوئے سپہ سالار کی ہے۔ اسے نہ خزانہ پر اختیار حاصل ہوگا اور نہ فوج پر۔ یہ بات تو اس غریب کو قندھار پہنچ کر معلوم ہوئی کہ اس کے مہربان بھائی دارا نے اس کے سر پر سے طرۂ امتیاز نوچنے کے لئے کیسی کیسی گہری چالیں چلی ہیں۔

یہ اورنگ زیب کی ذاتی صلاحیتوں اور اعتماد پر کتنا بڑا حملہ تھا کہ سعداللہ خاں کو خزانہ اور دوسرے امور پر پورے اختیارات دیئے گئے تھے۔ اور پھر شاہجہان کی یہ کتنی بڑی زیادتی تھی کہ اس نے اس پوری مہم میں اورنگ زیب کو اپنی ذاتی صلاحیتوں کو کام میں لانے کی قطعاً اجازت نہیں دی تھی۔ البتہ بات بات پر پابندی عائد کردی گئی تھی، اسے حکم دیا

---

[1] خافی خاں جزء اول ص ۹۰۔

[2] خافی خاں جزء اول ص ۹۰۔

Marfat.com

گیا تھا کہ ہر ہفتہ کی کارگزاری اور مفصل حالات سے بادشاہ کو آگاہ کرتا ہے۔
اورنگ زیب کے مکتوب ۲۸/۲ میں اورنگ زیب نے باپ کے ایک فرمان کا
حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

انشاء اللہ تعالیٰ پس ازیں موجبے کہ حکم شد سوانح ہر ہفتہ رامشروحاً
بے فاصلہ معروض خواہد داشت[1]

اورنگ زیب نے محاصرہ دوم کے سلسلہ میں شاہ جہاں کو جو مکتوب
لکھے وہ اتنے مفصل ہیں کہ انہیں پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ کوئی سپہ سالار نہیں،
معمولی شاگرد جسے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے
اپنے استادِ گرامی کے نام اپنی کارگزاری کی روئداد عرض کر رہا ہے۔

محض یہی نہیں کہ اورنگ زیب کی اس روئداد کو شاہ جہان کافی سمجھ لیتا۔
وہ کابل میں بیٹھ کر دارا کے مشوروں سے اورنگ زیب کو بے سوچے سمجھے عجیب
عجیب احکام دیتا۔ یہ احکام ایک آدھ روز اسے براہِ راست ملے، زیادہ تر
سعداللہ خاں بادشاہ کے احکام اس تک پہنچاتا۔ سعداللہ خاں اور اس میں
عموماً اختلاف پیدا ہوئے۔ سعداللہ خاں شہزادہ پر اس اختلاف کو زیادہ
واضح کرنے کی بجائے۔ بادشاہ کو اپنی رائے کی مضبوطی سے کچھ اس طرح
مطلع کرتا کہ ادھر سے اس کی یہی رائے دارا کی مدد سے حکم بن جاتی۔ اور بیچارے
اورنگ زیب کو اپنی مجبوری کا اعتراف کر لینا پڑتا۔

---

[1] رقعات عالمگیری ۲۸/۲

Marfat.com

اورنگ زیب کے جتنے مراسلے اس سلسلہ میں رقعاتِ عالمگیری میں درج ہیں، ان میں سے قریب قریب ہر ایک سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بادشاہ سے زیادہ تر خط و کتابت سعد اللہ خاں کرتے۔ مثلاً اورنگ زیب اپنے ایک عریضہ میں لکھتا ہے:

حقیقتِ آں از عرضداشتِ عرضہ الخلافت سعد اللہ خاں بعرضِ تقدس رسیدہ باشد[1]

ایک دوسرے عریضہ میں یہی بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے۔

اگرچہ تفصیل بعض سوانح کہ روی دہد از عرائضِ خان سعادت نشان روزنامچہ وقائع البتہ بمسامع جاہ و جلال می رسیدہ باشد[2]

ایک اور خط میں ہے۔

حکمِ ارفع اعلیٰ زہپوستہ کہ، مقدمات بسیار در فرمان عالی شان کہ بنامِ خان سعادت نشان صادر گشتہ نوشتہ شدہ آن را خواندہ ...... الخ[3]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سعد اللہ خاں بڑے ذہین اور بڑے طباع وزیر باتدبیر تھے۔ لیکن بادشاہ نے انہیں محاصرہ کرنے والی فوج اور اپنے درمیان واسطہ قرار دے کر، محاصرہ کو ناکام بنانے کی ایک بڑی وجہ آپ ہی پیدا کرلی تھی۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری $\frac{8}{44}$ ۵۹

[2] ایضاً $\frac{6}{44}$ ۵۲ [3] ایضاً $\frac{5}{49}$ ۴۹

Marfat.com

اس طرح فوج ایک عجیب قسم کی دوعملی کے تابع تھی، ایسی دوعملی جس نے فوج سے جمیعتِ خاطر چھین لی تھی۔ اگر بادشاہ اورنگ زیب کی بات مان لیتا اور اسے اختیار دے دیتا کہ وہ آدھی فوج کو جس طرح چاہے، آگے بڑھائے اور جس طرح چاہے پیچھے ہٹالے، تو یہ صورتِ حال اس دوعملی سے بہتر ہوتی۔

ہمیں اعتراف ہے کہ شاہجہان "شاہجہان" تھا، وہ بڑا، بانکا ترچھا اور ذہین تاجدار تھا، لیکن وہ بڑا سپہ سالار نہ تھا، خصوصیت سے، بڑھاپے میں دارا اور اس کے ہم نشینوں نے اس کی ذاتی رائے پر کچھ ایسا غلبہ پالیا تھا کہ اس کی اپنی کوئی رائے نہیں رہی تھی۔ یوں سوچا جائے کہ یہ بھی آخر کیا دانائی تھی، کہ شاہ جہان کابل میں بیٹھ کر، اس مہم کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تیز رفتار پیغام بروں نے کابل اور قندھار میں فاصلے کو بہت کم کر دیا تھا۔ بادشاہ کے احکام چار دن کے اندر اندر سعداللہ خاں کو پہنچ جاتے۔ لیکن چار دن کی مدت تھوڑی نہیں ہوتی، اس مدت میں صورتِ حال میں کافی تبدیلی پیدا ہو سکتی تھی۔

ہمارے خیال ہی میں نہیں۔ قریب قریب ہر اس مؤرخ کے نزدیک جس نے قندھار کے محاصرہ کی کیفیت پر غائر نظر ڈالی ہے۔ اس ناکامی کا باعث اورنگ زیب نہیں شاہ جہان خود تھا۔

سرجادوناتھ سرکار اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛[1]

---

[1] سرجادوناتھ سرکار ہسٹری آف اورنگ آبادو۔ ۱۲۵

Marfat.com

In truth it is unjust to blame Aurangzeb for the failure to take Qandhar throughout the siege he was really second in command, the Emperor from Kabul directed every movement through Sadullah Khan. His sanction had to be taken for every important step, such as the removal of guns from one battery to another, the disposition of troops. The date, hour and point of assault.

اگر اس مہم کے سلسلہ میں اورنگ زیب ذرا بھی قصوروار ہوتا تو سرجادو ناتھ سرکار اورنگ زیب کی اس کوتاہی کو کبھی معاف نہ کرتے ۔

بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ قندھار کی مہم محض اس لئے ناکام ہوئی کہ شاہجہاں نے اورنگ زیب کو اپنی پوری صلاحیتیں آزمانے کا موقعہ نہیں دیا ۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مغل فوج کے پاس جو توپیں تھیں وہ قلعہ گیری کی مہم کے لئے موزوں نہ تھیں اور پھر توپ خانہ پر کام کرنے والے لوگوں کو بھی کچھ زیادہ مہارت حاصل نہ تھی ۔ یہ ساری چیزیں مل کر ناکامی کا سبب ہوئیں اور اگر ناکامی کا الزام ان خرابیوں کے باوجود کسی کو دیا جا سکتا ہے تو وہ خود شاہجہان اور داراشکوہ تھے ۔ اورنگ زیب پر الزام دیا گیا تھا کہ اس نے اس قدر عظیم الشان فوج کے ساتھ قلعہ فتح کرکے نہ دکھایا ۔ الزام دینے والے دارا بہادر جب خود تیسری بار اپنی خواہش سے قندھار پر چڑھ کر گئے[1] تو انہوں نے وہاں جو کارنامے انجام

---

[1] خافی خاں ص ۷۲۶

ویسے وہ بھی تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ دارا شکوہ نے یقیناً محاصرے کے دوران میں اورنگ زیب کی رسوائی کی باتیں کیں، لیکن کوئی بہادری ظاہر نہیں کی۔

خافی خاں کہتے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر دارا نے اپنے امرا کو بلا کر کہا:-

مرا محمد اورنگ زیب تصور ننمائید کہ دو بار از پائے ایں حصار فتح نانمودہ برخاست تا آنکہ قلعہ را بتسخیر نیا دید یکی از شمار ازندہ نخواہم گذاشت کہ روئے زن و فرزند خود بہ بنید[1]

یوں دعوے دارا بہادر کے یہ تھے اور حال یہ تھا کہ ان کے عہدے دار ان کو بے وقوف بنانے کے لئے کبھی مصنوعی درویشوں کو پکڑ لاتے جوان کے پاس بیٹھ کر مراقبہ کرتے اور انہیں دشمن کے زوال کی خودساختہ خبریں دیتے اور کبھی، نجومیوں اور فال دیکھنے والوں کو بلا کر فال نکلواتے[2]۔

خافی خاں اورنگ زیب کے مداحوں میں نہیں ہے۔ لیکن اس شخص نے اورنگ زیب کے محاصرہ قندھار کی روئداد بیان کرتے وقت اس کی ہر مجبوری اور پابندی کے باوجود ایسی کوئی بات اس سے منسوب نہیں کی۔

خافی خاں نے ایک پورے صفحے میں اس عیار کا قصہ لکھا ہے جس نے دارا بہادر کو جنوں کی مدد حاصل کرنے کے سلسلہ میں کئی دن تک بے وقوف بنائے رکھا تھا۔ یہ قصہ بیان کرنے کے بعد خافی خاں کہتے ہیں۔ کہ ان قصوں میں الجھنے

---

[1] خافی خاں ص ۷۲۰، [2] خافی خاں ص ۷۲۳، ۷۲۴،

Marfat.com

کے باوجود ایک بار اور دارا نے اپنے امرا کو اپنے حضور طلب کیا اور فرمایا۔

ما مکرر می فرمائیم کہ مارا بہ برادر اورنگ زیب نسبت نہ دہند کہ بے تسخیر قلعہ رائے بازگشت داشتہ باشیم [1]

یہ بات کہتے کہتے دارا کی زبان تھک گئی تھی، مگر قندھار کے قلعے کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے سرکا نہ سکا تھا۔ البتہ اتنا ضرور ہوا تھا کہ پانچ مہینے بیت گئے تھے تمام بارود اور گولہ ختم ہو چکا تھا فوج وصحرا میں غلہ کا قحط پڑ چکا تھا۔ آسمان سے برف کی بارش ہونے لگی تھی۔

خافی خاں اس صورتِ حال کی کیفیت لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

وآدم بسیار وچہار پایہ بے شمار از گرسنگی و سرما تلف شدند حقیقت بحضرتِ اعلیٰ رسید فرمان بدستخط خاص صادر گردید کہ برخاستہ اند [2]

یہ اس دارا کی فوج کشی کا نتیجہ تھا، جس نے اورنگ زیب پر محاصرۂ قندھار کی ذمہ داری ڈالی تھی اور باپ کو اس کے خلاف خوب اکسایا تھا۔

افسوس، تاریخ میں ایسی کوئی شہادت موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بادشاہ نے دارا کو اس ناکامی کے بعد کن الفاظ میں مخاطب کیا تاریخ صرف اتنا کہتی ہے کہ دارا پہلے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا گیا تھا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اورنگ زیب نے دارا کی ناکامی کے بعد باپ کو کوئی

---

[2] خافی خاں جزو اول ص ۲۲۶

Marfat.com

مکتوب لکھایا نہ لکھا۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دارا کی ناکامی کے بعد باپ نے اورنگ زیب کو کن الفاظ میں اس حقیقت سے مطلع کیا تھا۔ اور آیا اس وقت اسے یہ خیال آیا تھا کہ اس نے اورنگ زیب کو جو تلخ باتیں کہی تھیں وہ نہ کہنی چاہئیں تھیں۔

بہ ہر حال یہ امرِ واقعہ ہے کہ دارا کی ناکامی کے بعد شاہجہاں نے یہ دعوے پھر نہیں کیا کہ

"ما از سرِ قندھار گذشتنی نیستم"[1]

اور نہ اس نے دارا سے یہ کہا:

بسیار عجب نمونہ کہ با چنیں سرانجام قلعہ بدست نیامد

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے قندھار سے واپسی کے فوراً بعد ہی اورنگ زیب کو جبکہ ابھی رستہ ہی میں تھا۔ دکن کی صوبیداری عطا کر دی تھی۔ اور اسے رستہ ہی میں آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری اب اس طرف ضرورت نہیں رہی۔ اور یہ اس نے اس لئے کیا تھا کہ دارا کی دلی مراد بر آئے۔ دارا کو خدشہ تھا کہ اگر اورنگ زیب باپ کے پاس آیا اور اس نے اس سے بالمشافہ گفتگو کی تو کہیں باپ کا ارادہ بدل نہ جائے۔

عملِ صالح اور خافی خاں کے بیان کے مطابق اورنگ زیب جیسے ہی باپ کی خدمت میں باریاب ہوا، باپ نے اسے حکم دیا۔ دکن روانہ ہو جائے[2] اور کابل سے روانہ ہونے کے دوسرے دن ہی اسے دکن بجھوا دیا۔[3]

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۳۵ تا ۶۴ [2] عملِ صالح جز سوم ص ۱۵۱ [3] خافی خاں جز اول ص ۴۱۶

Marfat.com

دارا کو قندھار کی مہم پر روانہ ہونے کی کس قدر آرزو اورخواہش تھی، اس کا پتہ بھی خافی خاں اور محمد صالح کنبو کے بیانات سے ملتا ہے اور یہ بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے کہ دارا نے اورنگ زیب کو ناکام رکھنے کی تدابیر کیوں اختیار کیں۔ کیوں بات بات پر اس کی گرفت کی، کیوں سعداللہ خاں کو سارے اختیارات دلوائے۔ خافی خاں کہتے ہیں:

دارا شکوہ، التماس نمود کہ امید وار است کہ مہم تسخیر قندھار بعہدۂ غلامی

مقرر شد۔ محمد صالح کنبو نے، اس مختصر بات کو کسی قدر واضح الفاظ میں بیان کیا ہے فرماتے ہیں،

وآں بلند اقبال کہ مزاج داں اشرف بودند توجہ والا معروف ابن معنی

دانستہ از روئے خواہش التماس نمودند۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر دارا حالات خراب نہ کرتا اور اورنگ زیب سے ذاتی عناد نہ رکھتا تو قندھار کی دوسری مہم کبھی ناکام نہ ہوتی۔

Marfat.com

Marfat.com

نیابتِ دکن کا دور

جبکہ

پایہ تخت اور دکن میں حائل فاصلے دارا اور اورنگ زیب

کو ایک دوسرے سے اس قدر دُور لے گئے کہ ایسا لگتا تھا

جیسے دونوں جنم جنم سے ایک دوسرے کے دشمن تھے ،

اور اس لئے پیدا ہوتے تھے کہ اپنے حریف کی ناکامی و نامرادی

کا موجب بنیں

Marfat.com

Marfat.com

حالانکہ دارا نے قندھار کی دوسری مہم سے اورنگ زیب کی ناکام واپسی پہ اس کی طرف سے باپ کا دل بہت میلا کیا تھا اور کوئی کسر ایسی نہیں چھوڑی تھی کہ شاہجہان اورنگ زیب کو کلیتاً اپنی نگاہوں سے گرا دے حتیٰ کہ اسے دکن کی صوبیداری بطورِ سزا دلوائی تھی کہ وہ باپ سے جتنا دُور رہ سکے رہے۔ اس کے باوجود تاریخ شہادت دیتی ہے کہ شاہجہان اورنگ زیب کو دکن روانہ کر کے بہت بے چین دکھائی دیا تھا ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ شاہجہان کو پوری طرح اس بات کا یقین نہ ہو کہ اورنگ زیب دکن جاتا بھی ہے یا نہیں۔

ہو سکتا ہے، دارا اور اس کے ساتھیوں نے شاہجہان کے دل میں یہ شبہات پیدا کئے ہوں کہ اورنگ زیب مراد کی طرح حکم عدولی کرلیگا اور دکن نہیں جائے گا۔

ان سارے امکانات کے باوجود، یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ شاہجہان، اورنگ زیب کے لئے بڑا بے چین تھا ——— اس کی ایک بدیہی وجہ تو محبتِ پدری تھی اور دوسری یہ تھی کہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اورنگ زیب کے سوائے کوئی دوسرا دکن کی الجھی ہوئی صورتِ حال کو سنوار نہیں سکتا۔

تبھی جب تک اورنگ زیب برہان پور نہیں پہنچ گیا باپ کے خطوط اسے بڑی پابندی سے ملتے رہے۔ ان خطوط میں اسے سفر جاری رکھنے کی موثر ھدایات دی گئی تھیں۔ دکن کے ہر مؤرخ نے

Marfat.com

یہ بات تسلیم کی ہے کہ اُن دنوں :

دکن کے حالات بہت خراب تھے اور غالباً باپ نے اسے دکن روانہ کرتے وقت اس سے ساری تفصیل کہہ دی تھی۔ تبھی اس نے اپنے ایک عریضہ میں باپ کو یقین دلایا تھا کہ میں انشاء اللہ دکن پہنچ کر حالات کو سدھارنے کی پوری کوشش و سعی کروں گا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جیسے ہی اورنگ زیب کسی منزل پر زیادہ دن رک جاتا۔ بادشاہ پریشان ہو جاتا اور اسے حکم دیتا۔ اپنا سفر جاری رکھے۔

اورنگ زیب نے اپنے خطوط ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں اس سفر کی روئداد تفصیل سے لکھی ہے۔ وہ ہر جگہ سے باپ کو اپنے سفر کے پورے حالات لکھ کر بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنے ایک خط میں اس نے دھول پور کی شکار گاہ میں شکار کھیلنے کی دلچسپ روئداد بھی قلم بند کی ہے۔ وہ جب گوالیار پہنچا، تو سردی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے خط میں باپ کو اس چیز کی بھی خبر دی اور یہ بھی لکھا کہ وہ رات کو لحاف اوڑھ کر سوتا ہے۔[1]

وہ یکم ربیع الاول کو باپ سے جدا ہونے کے کوئی چھ مہینے بعد برہان پور پہنچا۔[2] جو خاندیش کا پایہ تخت تھا۔ گو اس نے برہان پور پہنچتے ہی باپ کے نام جو مکتوب روانہ کیا تھا اس میں اسے اطلاع دی تھی کہ جیسے ہی پایاں گھاٹ کے بندوبست کو سنوارے گا، دولت آباد روانہ ہو جائے گا۔ مگر یہاں اسے نو مہینے لگ گئے۔ ان نو مہینوں میں برہان پور دکن کے اس نائب السلطنت کا ایک طرح سے، پایہ تخت بنا رہا۔ یہیں دکن کے تمام ماتحت حکام اس کے حضور حاضر ہوئے، یہیں عادل خاں اور قطب الملک کی طرف سے اس کے پاس سفیر آئے اور نذریں پیش کیں۔[2]

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۸۷ [2] رقعات عالمگیری ص ۸۹

Marfat.com

عجیب بات ہے حالانکہ وہ برہان پور پہنچنے تک باپ کو قریب قریب روزانہ اپنی مصروفیتوں سے آگاہ کرتا رہا جیسے وہ باپ کا ایک ادنیٰ نائب تھا۔

لیکن برہان پور پہنچنے اور وہاں نو مہینے کے قیام کے دَوران، اس کے اندر کچھ اس قسم کی خود اعتمادی پیدا ہوئی جیسی ان لوگوں کے دلوں میں خود بخود جنم لے لیتی ہے جو کائنات کی الجھی ہوئی پیشانی کے سلجھاؤ کے ذمہ دار بن کر اِس دُنیا میں آتے ہیں۔

غالباً اورنگ زیب کی زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے برہان پور پہنچ کر اپنے ماتحت علاقوں کے نظم ونسق کا اس طرح جائزہ لیا جس طرح ایک فرض شناس اور اپنے سامنے آپ جواب دہ حکمران لیتا ہے۔ برہان پور کے نو ماہہ دوران قیام میں اُس نے اپنے باپ کے نام جو خطوط لکھے۔ وہ گو ایک فرمانبردار بیٹے کے خطوط تھے۔ لیکن پہلی بار ان خطوط میں ایک عجیب طرح کی خود اعتمادی جھلک رہی خود اعتمادی جس کے تحت الشعور میں دو چیزیں چھپی محسوس کی جا سکتی تھیں ان کے قدم قدم پر ٹوکنے کے خلاف احتجاج اور اپنی خود داری کا اظہار مثلاً جب اس کے باپ نے اسے لکھا:

چوں آں مرید تا حال از مہمات پایاں گھاٹ، فارغ شدہ باشد
و بندوبست آں کما ینبغی نمودہ باید کہ بمجرد وصول ایں مثال

تمثال روانہ دولت آباد شود[1]

تو اس نے باپ کو جو جواب دیا، وہ اس شخص کا جواب تھا، جو بات بات پر ٹوکنے کے خلاف احتجاج بھی کر رہا ہو، اور جسے اپنی ذات پر بھروسہ بھی ہو۔ اس کے الفاظ تھے:

بر پیش گاہ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بمقتضائے حُسنِ عقیدت ہمہ وقت تقدیم خدماتِ بادشاہی راعین سرانجام مقاصدِ دارین خود تصور نمودہ حتی الامکان در آں سعی مبذول میدارد، و بہ تن آسانی کمتر پرداختہ بقدرِ مقدور اوقات را صرفِ بندوبست مہمامِ ملکی می سازد[2]

یہ بات کہنے کے بعد، اس نے باپ کو دکن کی صورتِ حال سے آگاہ کیا اس نے کہا۔ دس سال تک جس دکن کی نگہداشت اچھی طرح نہ کی گئی، وہ ایسا نہیں ہے کہ میں اسے چٹکی بجاتے ہی سنوار دوں، بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے میں وقت لگے گا، پھر جہاں میں ٹھیرا ہوں، اس کی حالت سنوارنے کے لئے، میرا قیام ضروری ہے۔ میں اگر یہاں سے چلا جاؤں، تو میری غیر موجودگی میں صورتِ حال سنور نہ سکے گی۔

پھر دولت آباد میں اس وقت کوئی ایسا ضروری کام نہیں ہے جو میرے وہاں جانے کے بغیر حل نہ ہو سکتا ہو۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۹۰ [2] رقعاتِ عالمگیری ص ۹۱

Marfat.com

اس کے الفاظ تھے:

وبالفعل، در دولت آباد آں چناں کار ضروری نیست کہ نظم ونسق پایاں گھاٹ ناکردہ، بسرعت تمام آنجا باید رفت [1]

ان الفاظ سے گو گستاخی ظاہر نہیں ہوتی۔ لیکن اپنی رائے پر کسی قدر اعتماد جھلکتا ہے۔ وہ باپ سے صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے۔ آپ مجھے دولت آباد پہنچانے کے لئے اس قدر اصرار کیوں کر رہے ہیں۔ وہاں کوئی ایسا ضروری کام نہیں ہے جو میرے جائے بغیر حل نہیں ہو سکتا اور جس کے لئے میں نظم ونسقِ پایاں گھاٹ کو ادھورا چھوڑ کر تیزی سے وہاں جا پہنچوں جن اصحاب علم نے، اورنگ زیب کے پورے رقعات پڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اورنگ زیب نے اس قسم کی عبارت، اپنے پہلے کسی خط میں تحریر نہیں کی تھی۔ وہ نائب السلطنت تھا اور ہر آن بادشاہ کے فیصلوں کا پابند تھا۔ وہ نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے باپ کے احکام کو ٹالنے کا حق دار نہ تھا۔ مگر چونکہ اس میں خود اعتمادی آگئی تھی، اور شاہجہان نے جلدی جلدی کی رٹ لگا کر، اس کے ذہن کو پریشان کر دیا تھا۔ اس لیے اسے یہ بات لکھنی پڑی۔

خود یہ اوپر کا جملہ لکھنے کے بعد اورنگ زیب کو اپنی حیثیت کا آپ اندازہ ہوا اور اس نے ایک طرح سے گریز کیا۔

بنا براں باوجود سازگاری وخوبی ہوائے دولت آباد والفت کہ باآں

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۱۰ ۳/۵۱

سرزمین داشت میخواست چند گاہ، در برہان پور، توقف نمود کاطر از خاندیس و برار و پایاں گھاٹ جمع سازد[1]

اور پھر ایک دانا اور محتاط نولیس کی طرح، باپ کے مزاج کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔

دیگر آں چہ بخاطر مقدس برسد محض حکمت است[2]

اگر اسے بادشاہ کی اس حکمتِ عملی و دانائی پر یقین ہوتا تو وہ باپ کے اصرار کے باوجود نو مہینے برہان پور میں نہ ٹھیرا رہتا۔ درحقیقت اس میں اپنے اوپر بھروسہ پیدا ہو چکا تھا۔ اور وہ سمجھ گیا تھا کہ باپ، دارا اور اس کے مشیروں کے مشوروں کو سن کر صحیح الرائے نہیں رہا، مگر ادب مانع تھا۔ اس لئے اس نے باپ سے یہ تلخ بات عرض نہیں کی۔

ہم اورنگ زیب کی صفائی بیان کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک وہ ہزاروں شاہجہانوں اور داراؤں سے اونچا اور بہتر دماغ لے کر پیدا ہوا تھا۔ اور یقیناً اس بات کا حق رکھتا تھا کہ ان کے مشوروں پر کان دھرنے کی بجائے اپنے ضمیر کی آواز کو سنے اور وہی کرے جو عقل و دانائی کا تقاضا تھا۔ وہ برہانپور میں نو مہینے رہا اور اس لئے رہا کہ خاندیس و برار کے نظم و نسق میں جو خرابیاں متواتر دس سال سے جڑ پکڑ چکی تھیں انہیں قطعاً مٹا دے اور اس وقت تک برہانپور سے قدم نہ بڑھائے جب تک اس علاقہ کا بندوبست درست نہ ہو جائے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیر ۱۵/۳

اس نے نو مہینے کے اندر ماتحت حکام کی خوب مزاج پرسی کی، اس نے ایک ایک حاکم کو اس کے فرائض سمجھائے۔ ایک ایک کو اپنے حضور بلا کر خود سے متعارف کرایا اور سمجھایا کہ زیادتی اور ظلم برداشت نہ کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی بے آئینی اور بدانتظامی ہی گوارہ کی جائے گی۔

اس نے گو جو اصلاحات کیں ان سے باپ کو آگاہ کرتا رہا۔ لیکن یہ تمام اصلاحات اس نے اپنی جواب دہی کی بنا پر متعارف کیں تھیں، البتہ باپ نے جو احکام اس سلسلہ میں اسے دیے جو تقریریاں فرمائیں، جن تقریریوں کو جائز رکھا اور جن کو نامنظور کیا۔ اورنگ زیب نے ان کے بارے میں کسی قسم کی حکم عدولی نہیں کی۔

اورنگ زیب کے خطوط $\frac{۳}{۵۱}$ سے لے کر $\frac{۷}{۵۵}$ تک میں یہ ساری تفصیل درج ہے۔ جو حضرات تفصیل چاہیں رقعاتِ عالمگیری کے صفحات ۶۳ سے لے کر سو تک ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

برہان پور کے دورانِ قیام میں بادشاہ کا جو مکتوب آٹھ مہینے کے بعد اسے ملا۔ اس میں اس کو کہا گیا تھا۔

چوں ہنگام بارش بسر آمده ان مرید بے تعلل روانہ دولت آباد گردد۔

پھر بھی اورنگ زیب نے اس کی تعمیل فوری طور پر نہیں کی اور حالات کو پیش نظر رکھ کر جواب دیا۔

کہ اس علاقہ میں چونکہ اس سال بارش پہلے سالوں کی نسبت زیادہ ہوئی ہے اور آمد و رفت کے راستے کسی قدر مسدود ہو گئے ہیں۔ اور

Marfat.com

نقل و حرکت میں تکلیف ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ آٹھ ذلیقعدہ کی بجائے، اگلے مہینے کی سترہ تاریخ کو دولت آباد کے لئے روانہ ہوگا۔"[1]

بہرحال اورنگ زیب نو مہینے تک برہان پور رہا اور اس مدت میں اس علاقہ کے پورے انتظامات کرنے کے بعد دولت آباد روانہ ہوا۔

برہان پور کے دورانِ قیام میں، گو اورنگ زیب نے باپ کے ایک آدھ حکم کو ٹالا، مگر اس میں اور باپ میں کوئی واضح کشیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ اور وہ تلخی جو قندھار کے ناکام محاصرہ کے سبب، اورنگ زیب کے دل میں جگہ پا گئی تھی مضر اثرات مرتب نہ کر سکی۔[2]

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۹۹ تا ۱۰۰ [2] ایضاً ص ۱۰۰

Marfat.com

اصلاحات

اورنگ زیب، برہان پور میں نو مہینے گزارنے کے بعد چودہ محرم کو دولت آباد پہنچا اور پچھلے دس سال کے اندر مختلف صوبیداروں نے دکن کے انتظامات میں جو گڑبڑ کی تھی، اس کا جائزہ لیا۔ باپ کو، ایک مفصل خط میں صورت حال سے آگاہ کیا۔ باپ کو دکن کی بدانتظامی اور اسکی اقتصادی بدحالی کا پہلے ہی سے خوب علم تھا۔ کیونکہ دکن متواتر دس سال سے مرکز پر ایک اچھا خاصا بوجھ بنا ہوا تھا، اور گو سرکاری کاغذات میں اس کی سالانہ آمدنی کا اندازہ تین کروڑ باسٹھ لاکھ روپے ظاہر کیا گیا تھا۔ لیکن سرکاری عہدیدار دکن سے بہت کم وصول کرتے۔ جس سے نہ تو اس صوبہ کے منتظمین اور سرکاری اہلِ کاروں کی تنخواہیں ہی ادا کی جا سکتیں اور نہ سپاہ اور سرحدی پہرہ داروں کے اخراجات ہی پورے ہوتے۔ مرکز ہر سال بڑے عہدیداروں اور صوبیدار کو، ایک نقد رقم خزانۂ عام سے ادا کرتا۔ دکن کی تاریخ میں غالباً پہلی بار

Marfat.com

خانِ دوراں نے مرکز کو اس صوبہ سے روپیہ دیا اور فخریہ لکھا، دوسرے صوبیدار مرکز سے روپیہ منگوایا کرتے تھے، اور میں مرکز کو یہاں سے روپیہ بھیج رہا ہوں[1]

خانِ دوران کے علاوہ کوئی دوسرا صوبیدار مرکز کو اس صوبہ سے کوئی رقم نہ بھیج سکا۔

بھیجنا ممکن بھی نہ تھا کیونکہ ملک کی زرعی حالت خراب ہو چکی تھی۔ آتنی خراب کر بستیاں کی بستیاں ویران پڑی تھیں، کھیتوں میں دھول اڑ رہی تھی۔ اور کاشتکار جنگلوں میں جا چھپے تھے۔

اورنگ زیب نے اپنے ایک خط میں جس کے بارے میں ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ کن تاریخوں میں لکھا گیا، باپ کو دکن کے مداخل و مخارج کی تفصیل پیش کی۔ اس خط کی رو سے، دکن کے کل اخراجات حسب ذیل تھے۔

اہلِ وظائف و سائر اخراجات و خرج اہتمام توپ خانہ ہر سال قریب ششش لک و سی و سہ ہزار روپیہ،

اورنگ زیب کی اور اس کے ذاتی عملہ کی تنخواہ، بست و پنج لک و چہل و سہ ہزار روپیہ

کل اخراجات .. .. سی و یک لک ہفتاد و ششش ہزار روپیہ اور

کل آمدنی، گیارہ لاکھ چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ہر سال بیس لاکھ چھتیس ہزار روپے کا گھاٹا تھا[2]

اس گھاٹے کو پورا کرنے کے لئے اورنگ زیب نے ایک تجویز پیش کی،

---

[1] ماثر الامرا جلد اول و سوم "خانِ دوراں" [2] رقعاتِ عالمگیری ۱۲/۹۸ ص ۱۲۱

Marfat.com

کہ اس رقم کے برابر مالیہ کی جاگیریں۔ جاگیرداروں سے چھین لی جائیں، اور انہیں مرکز کے آدمیوں کے اہتمام میں دے دیا جائے تاکہ دکن گھاٹے کا صوبہ نہ رہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ دکن میں ایسے بے شمار جاگیردار تھے جن میں اگر چند کی جاگیریں مرکز اپنے ذمہ لے لیتا تو یہ گھاٹا پورا ہو جاتا۔[1]

اس کی یہ تجویز منظور نہیں ہوئی، یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب کو اس وقت تک جب تک دکن کی پیداوار بہتر نہیں ہوئی، مالی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اور باپ کو بار بار لکھنے کی ضرورت پیش آئی کہ سرکاری اخراجات پورا کرنے کے لئے مزید جاگیریں اسے دے۔

اس سلسلہ میں باپ بیٹے میں جو خط و کتابت ہوئی۔ اس میں کسی قدر تلخی بھی پیدا ہوئی، باپ نے اس کے مطالبوں سے تنگ آ کر اسے ملک کی زرعی حالت سنوارنے اور اپنے اخراجات آپ پورے کرنے کے احکام دیے۔

اورنگ زیب نے ان احکام کے جواب میں باپ کو جو خطوط لکھے ان میں یہ بات قطعاً نہیں بھلائی کہ شاہجہان اس کا باپ ہی نہیں اس کا بادشاہ بھی ہے اسے یقیناً باپ کے حضور اس سلسلہ میں جو مراسلے بھیجے، ان میں باپ پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ برسوں کے بگڑے ہوئے نظام، اور اقتصادی اور زرعی بدحالی کی اصلاح آسان کام نہیں ہے۔

مثلاً اپنے ایک خط میں اس نے باپ کو لکھا:

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۱۲/۲۸ ص ۱۲۱

Marfat.com

ایں مرید تقدیم خدمات پیر و مرشد دو جہانی را بمنزلۂ اطاعت پروردگار حقیقی عز اسمہ تصور می نمودہ باشد حتی الامکان در نظم و نسق معاملات ایں ملک چہ گونہ بتقصیر از خویش راضی خواہد گشت۔

ولایت کہ از مدتے بجہات کثیرہ ویران و خراب شدہ، اگرچہ معموری آں در عرض دو سہ سال چنانچہ باید صورت نیابد از غفلت و کوتاہی نیست[۱]

اس خط کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب نے عرائض دیوانیاں بھی شاہجہان کی خدمت میں ارسال کئے۔ اور اس طرح اُسے ان اصلاحات سے باخبر کیا جو اس نے ان دو تین سال میں دکن کے پایاں گھاٹ اور بالائے گھاٹ میں متعارف کی تھیں[۲]

یہ زرعی اصلاحات جنہیں اورنگ زیب نے دکن میں متعارف کرایا، زیادہ تر، مرشد قلی خاں دیوان دکن کی دیانت داری اور حد درجہ مستعدی اور فرض شناسی کے سبب بروئے کار آئیں۔

مرشد قلی خاں، ماثر الامرا کے مصنف کے بیان کی رو سے۔ سپاہی پیشہ ترکوں میں سے تھے۔ کاروانی اور معاملہ فہمی میں امتیاز رکھتے۔ امیر الامرا علی مردان خاں کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اس کے ساتھ قندھار کی سپردگی کے وقت مغلوں کی ملازمت اختیار کی تھی اور مختلف خدمات انجام دینے کے بعد دکن کے دیوان بنائے گئے تھے۔ اورنگ زیب ان سے بہت خوش تھا۔ اور دو بار ان کے منصب میں اضافہ کی سفارش کی تھی[۳] اور خان کا خطاب دلوایا تھا۔

۱۔ رقعات عالمگیری صـ ۱۰۵ ۲۔ ایضاً ص ۱۰۵۔ ۱۰۶

۳۔ ماثر الامرا جزء سوم ص ۴۹۳ ۴۔ ایضاً صـ ۴۹۴

Marfat.com

وہ بڑے دیانت دار اور خدا ترس تھے۔ انہوں نے دکن کی آبادی بڑھانے اور زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے میں بڑی جدوجہد کی۔ انہوں نے زمین کی پیمائش وبند وبست میں اس درجہ احتیاط کی کہ اکثر اوقات آپ طناب جریب اپنے ہاتھ میں لے کر زمین کو ناپا۔ یہ اِن کی حسنِ نیت کا پھل تھا کہ انہیں عمرِ جاوید نصیب ہوئی۔ اور ان کا نام اس دستور العمل کے سبب صفحہ روزگار پر لکھا گیا[1]

انہوں نے جب اصلاحات کا آغاز کیا تو دکن میں کوئی صحیح بندوبست رائج نہ تھا۔ نہ زمین کی پیمائش ہی کی گئی تھی اور نہ اجناس و غلہ کی تفریق کو مدنظر رکھ کر مالیہ کی تشخیص ہوئی تھی۔ جتنا مالیہ حاکم چاہتے بغیر حساب و تفریقِ اجناس کے کاشتکاروں سے وصول کر لیتے۔ اس بے راہ روی و بدنظمی کے علاوہ ہندوستانی افواج کی دکن پر پیہم فوج کشی نے آبادیوں کو ویرانوں میں بدل دیا تھا۔ بے چاری رعایا ڈر کے مارے لرزاں و ترساں اپنے وطن چھوڑ کر بے وطن ہو گئی تھی۔ ویرانی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ شاہجہان نے اپنے چوتھے سال میں قحط سالی کی وجہ سے صرف صوبہ خاندیس کے مالیہ میں سے تیس اور چالیس کروڑ دام معاف کر دیئے تھے۔

بہ ہر حال مرشد قلی خاں نے شیر شاہ سوری کے دستور العمل کو پیشِ نظر رکھ کر ایک نیا نظام مرتب کیا۔

مرشد قلی خاں نے سب سے پہلے غیر آباد دیہات کو آباد کرنے پر توجہ کی، جو دیہاتی باشندے اپنے گھر چھوڑ کر آوارہ و سرگرداں ہو گئے تھے انہیں بڑی جدوجہد

[1] ماثر الامرا جز سوم ص ۴۹۶ - ۴۹۷

Marfat.com

کے بعد ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لائے، انہیں ان کے گھروں میں بسایا۔ جن کے پاس کھانے کو نہ تھا۔ انہیں کھانے کو دیا جن کے مکان گر چکے تھے انہیں مکان بنوا کر دیے۔ یہ کام ہو لیا تو انہوں نے زمین کی پیمائش اور بندوبست کا کام شروع کیا، اس کام کو سرانجام دینے کے لئے انہوں نے ایمان دار اور فرض شناس کارکن مقرر کئے اور تمام زمین کی تخصیص و تشخیص کرائی۔ ہر گاؤں کے مقدم اور سربراہ متعین و مشخص کئے۔ سرکار کی طرف سے، زراعت اور کاشتکاری کے لوازمات مہیا کر کے دیئے۔ بیل خریدنے کے لئے روپیہ دیا، بیج اور غلہ عطا فرمایا۔ سرکاری لگان اور مالیہ کی از سر نو تشخیص کی، جو کھیت بارانی تھے۔ ان کی پیداوار کو دو حصوں میں بانٹا، آدھا سرکار کا اور آدھا کاشتکار کا۔ جو زمینیں چاہی تھیں ان کی پیداوار میں سے ایک تہائی سرکار کی قرار دی اور دو حصے کاشتکار کے رکھے۔ یہ اجناس کی صورت میں تھی۔ پھلوں کی پیداوار کی تقسیم کسی قدر مختلف تھی۔ کہیں نواں حصہ سرکار کا رکھا۔ کہیں آٹھواں، کہیں ساتواں، کہیں چھٹا، کہیں پانچواں اور کہیں چوتھا۔ جو زمین نہروں سے سیراب ہوتیں، ان کے مالئے کی شرح چاہی زمینوں سے مختلف تھی۔ کہیں کم تھی اور کہیں زیادہ [1]

مرشد قلی خاں کی ان اصلاحات کا اثر پورے دکن پر پڑا۔ چند سال کے اندر ملک کی زرعی حالت بدل گئی، دیہات آباد ہو گئے۔ اور ہر طرف ہریاول ہی ہریاول نظر آنے لگا۔

دل کشا کے مصنف نے اورنگ زیب کی حکومت دکن کے پانچویں سال،

---

[1] ماثر الامراء جز سوم ص ۴۹۸

Marfat.com

جب دولت آباد کے علاقہ کی سیاحت کی تو اسے کوئی ایسی قابلِ کاشت زمین دکھائی نہ دی جو کاشت ہونے سے رہ گئی تھی۔

یہی کیفیت دکن کی دوسری مزروعہ زمین کی تھی۔ کاشت زیادہ ہونے کے سبب پیداوار میں بھی خوب اضافہ ہوا اور غلہ کے دام لازمی طور پر گر گئے۔ اورنگ آباد کی منڈیوں میں، غلّہ کی کثرت کے سبب، ایک روپے میں ڈھائی من گندم اور ساڑھے تین من باجرہ اور مکی خریدی جا سکتی تھی۔ گھی ایک روپے میں چار سیر ملتا[1]

---

[1] دل کشا، بحوالہ سرجدو ناتھ سرکار ص ۱۹۴

Marfat.com

نظم ونسق

زرعی اصلاحات کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب نے نظم ونسق میں بھی مناسب تبدیلیاں کیں، اس نے ہر ضلع اور ہر تحصیل کے کارکنوں کا جائزہ لیا، اور اپنے بھروسے کے آدمی ہر ضلع اور تحصیل میں نامزد کئے۔ جن ضلعوں میں پہلے ہی سے اچھے آدمی متعین تھے۔ انہیں اس نے مزید تاکید کی، جہاں اچھے آدمی نہیں تھے۔ انہیں بدلا۔

اس نے بعض بڑے مناصب کے لئے جن لوگوں کا تقرر کیا۔ ان کی منظوری بادشاہ سے طلب کی تھی۔ جن لوگوں نے اچھے کام کئے تھے، ان کے لئے بادشاہ کو لکھا کہ انہیں خطاب عطا فرمائے[1] جن لوگوں کی جاگیریں

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۱۱۷

Marfat.com

ان کے مناصب کے مطابق نہ تھیں، ان کے لئے نئی جاگیروں کی سفارش بھی کی، نیز جن منصب داروں کے متعلق بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ، وہ اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنے سپاہیوں کو معائنہ کے لئے پیش کریں اور گھوڑوں کو داغ لگوائیں۔ ان کے لئے بادشاہ سے مراعات مانگیں، اورنگ زیب نے محض حکام ہی کی ترجمانی نہیں کی، کم تنخواہ پانے والے سپاہیوں کے لئے بھی وہ اپنے باپ سے لڑا۔ باپ نے سپاہیوں کی تنخواہیں بیس روپے سے کم کرکے '۱۷' اور '۱۵' روپے کردی تھیں۔ ان تھوڑی تنخواہ پانے والوں کے بارے میں اورنگ زیب نے باپ کو لکھا:

کہ این نوع مردم کہ بدیں قلیل نوکر باشند، حالِ اسپاں، ایشاں چہ خواہد بود، واز اینہا چہ کار خواہد کشید، باوجودِ آں کہ پیش ازیں حصّہ ذات راسہ ماہی سوائے ذالک خرچ پرگنات وسواری بحساب سی ودو روپیہ درماہ تنخواہ می یافتند اکثرے ازینہا تا حال تمام بداغ نہ رسانیدہ اند وتصحیحہ نہ دارد[1]

اورنگ زیب کا یہ مکتوب دو صفحوں پر مشتمل ہے۔ اپنے اس خط میں اورنگ زیب نے، غلہ کی گرانی اور عام ضروریات کی مہنگائی کا حوالہ بھی دیا ہے اور باپ سے سفارش کی ہے کہ اس صورت میں عام سپاہیوں

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۱۶-۱۱۷

Marfat.com

کی تنخواہ کم نہ کرے۔

اورنگ زیب کے اس دور کے خطوط سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ مرکز کی طرف سے اسے وہ سہولتیں حاصل نہ تھیں جو اس سے پہلے کے صوبیداروں کو میسر تھیں مثلاً ساٹھ لاکھ دام سالانہ کی ایک جاگیر جو مراد بخش کو اس کی صوبیداری کے زمانہ میں ملی تھی۔ اسے نہ دی گئی تھی، اور چونکہ اس کے اخراجات موجودہ جاگیر اور تنخواہ سے پورے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے اس نے اپنے باپ کو لکھا کہ بھائی مراد بخش والا پرگنہ اسے عطا کر دے[1]

اگر وہ حق شناس اور دیانت دار نہ ہوتا تو، دکن کے بعض منصب داروں کی اچھی اور سیر حاصل جاگیروں پر قبضہ کر سکتا تھا۔ باپ نے اسے اس چیز کی اجازت بھی دی تھی، اپنے ایک خط میں اس نے اس اجازت کا ذکر کرتے ہوئے باپ کو لکھا:

> اگر بعد وصول بہ دکن بر آں مرید ظاہر گردد کہ پرگنات سیر حاصل تر ازیں محال در تصرف تیول داران آنجا است وخواہد کہ بعض آں را بطریق معاوضہ بگیرد مختار است۔ واین مرید باوجود چنیں حکمِ ناطق نظر باہتمام مہمات ملکی و رضامندی وخوشنودی بندہائے پیش منصب کار آمدنی معاوضہ باتیول آنہا لائق نہ دیدہ جاگیر ہمہ را بحال داشتہ وخود بہماں محال کہ از بارگاہِ جلال تن شدہ بود اکتفا نمود۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۰۷۔ ۱۱۸

Marfat.com

یہ امرِ واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے ان جاگیرداروں کو قطعاً نہیں چھیڑا، جو ملک کے لئے مفید اور ذاتی طور پر فرض شناس تھے۔

البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب نے بعض ایسے جاگیرداروں کی جاگیریں چھین لیں۔ جو مستعد اور فرض شناس نہ تھے۔ اس کا یہ طریقِ کار نظم و نسق قائم رکھنے کے لئے بہت ضروری تھا۔ گو ان لوگوں نے جن کی جاگیریں اس نے چھینیں، دارا کی وساطت سے بادشاہ سے شکایت بھی کی اور بات کا بتنگڑ بنایا، لیکن اورنگ زیب چونکہ حق بجانب تھا اس لئے ہتھیار نہیں ڈالے اور اپنی بات پر اڑا رہا۔

لے رقعاتِ عالمگیری ص ۱۰۷، ۱۰۹

Marfat.com

باپ سے الجھاؤ

باپ بیٹے میں اس دور کی خط و کتابت سے جہاں انتظامی معاملے میں مرکز اور صوبہ کے اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں بعض چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھاؤ بھی دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً شاہجہان اتنی سی بات پر ناراض ہو گئے کہ بیٹا باپ کو اس کی پسند کے درخت کے آم نہ بھیج سکا۔

اورنگ زیب نے اپنے ایک خط میں باپ کی اس شکایت کے الفاظ درج کئے ہیں:

مرقوم قلم جواہر رقم شدہ بود کہ "انبہ بادشاہ پسند" از چہار پنج مرتبہ نرسید سال آئندہ از درگاہ معلی شخصے تعین کردہ خواہد شد کہ باہتمام خود انبہ ارسال می داشتہ باشد[1]

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۰۸ ج

Marfat.com

یہ کتنی چھوٹی سی بات تھی، اتنی چھوٹی سی بات کے لیئے شاہجہان نے اپنے اس بیٹے پر بھروسہ نہ کیا اور اپنا آدمی وہاں بھیج کر، اس کے دل پر ایک کاری ضرب لگائی۔

اورنگ زیب نے اپنے اسی خط میں، انب نہ بھیجے جانے کی وجہ بیان کی ہے۔ اورنگ زیب نے باپ کو لکھا حضور نے اپنے ایک آدمی کو اس کام کے لئے متعین فرما دیا ہے۔

حضور کا خیال مبارک ہے۔ میں نے حضور کے من پسند درخت سے تین آم منگوا کر انہیں خود دیکھا ہے کہ آیا بھیجے جانے کے قابل ہوئے ہیں یا نہیں، جو کچھ بھی ہو یہ آم حضور کی خدمت میں ارسال کر دیئے جائیں گے اعلیحضرت کے من پسند آموں کی کمی کی وجہ یہ ہوئی تھی۔ اور میں یہ وجہ پہلے بھی کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ اس درخت کی ایک شاخ کے سوا باقی تمام شاخیں آندھی نے توڑ ڈالی تھیں یہ فدوی کس طرح یہ پسند کر سکتا ہے کہ اعلیحضرت کی پسند کے آم یہاں کھا لئے جائیں[1]

سوچا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب نے باپ کو یہ بات کئی بار لکھی، باپ کو کئی بار سمجھایا کہ مخصوص آم کی شاخیں ٹوٹ گئی ہیں۔ لیکن باپ نے اس معمولی سی بات پر اس کے بیان کو سچ نہ جانا اور اس پر بار بار طعن کیا۔ اور آخر میں اپنا آدمی بھیج دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ شاہجہان کا بڑھاپا، اس بدظنی کا ایک سبب تھا لیکن بڑھاپے کے ساتھ ساتھ اس کے کان بھی بے حد کچے تھے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۰۸ ج ۱

Marfat.com

اِس اتنی سی بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دوسری بڑی باتوں میں شاہجہان کا سلوک اورنگ زیب کے ساتھ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دولت آباد میں اس نے جو دن کاٹے وہ بہت ہی سخت تھے، لیکن اس بڑے آدمی کا حوصلہ قابلِ ملاحظہ ہے کہ اس کے جو خطوط اس تلخی کے باوجود باپ کے پاس گئے، ان کا انداز قطعاً گستاخانہ نہ تھا۔ اس نے اپنے ہر خط میں باپ کے اقبال کے لئے دعائیں کیں۔ باپ کی درازیٔ عمر کو اپنے لئے برکت و شرف کا باعث جانا۔

مثال کے طور پر اس خط کی عبارت پیشِ نظر رکھیئے، اس نے باپ کو جس انداز میں جواب دیا ہے، کیا اس سے کسی قسم کی گستاخی کا گمان ہوتا ہے! اس خط کے آخر میں یہ دعائیہ الفاظ اس نے لکھے:

آفتابِ عالم تاب خلافت از مطلعِ شوکت و ابہت تاباں بماناد۔

اس خط کے وسط میں، یہ عبارت بھی لکھی۔

ہرچہ بخاطرِ ملکوت ناظرِ اعلیٰ حضرت کہ مراتِ حقائق نما است پرتوِ صواب می اندازد بے حکومت نخواہد بود[1]

ان الفاظ سے کتنی سعادت مندی ٹپکتی ہے۔ افسوس شاہجہان نے اورنگ زیب کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔

ایک بار اور اس نے اس سے بھی زیادہ زجر و سرزنش کی۔ شاہجہان، کو شکایت پہنچی تھی کہ اورنگ زیب نے اچھی جاگیریں آپ لے لی ہیں، اور

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۰۹

Marfat.com

بری دوسرے تیول داروں کو دی ہیں اور نیز چالیس لاکھ دام زیادتی سے وصول کر لیے ہیں، یہ شکایت سن کر، اس نے اورنگ زیب کو لکھا کہ تمہارا یہ فعل مسلمانی اور انصاف سے دُور ہے۔

شاہجہان کو اگر ایسی شکایت پہنچی تھی تو اس کا فرض تھا، پہلے اس کی تحقیقات کرتا۔ بعد میں اورنگ زیب پر کوئی الزام دیتا۔ اورنگ زیب کو باپ کا یہ خط جب ملا، اور اس نے یہ الفاظ جب پڑھے۔ تو اسے بے حد صدمہ ہوا۔ اس نے باپ کو لکھا:

این مرید دریں مدت کہ بخدمت صوبہ داری سرفراز گشتہ، ہرگز بچنیں بے انصافی کہ از مسلمانی مریدانِ مرشد کامل مکمل دور است نہ خانداد، حتی المقدور در تحصیل مرضاتِ الٰہی وخوشنودیِ سایہ اور کشیدہ است[1]

اس خط کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے اور یہ دیکھئے کہ گو باپ نے اسے ڈانٹا، اور بے تحقیق ایک غلط الزام اس کے سر منڈھا۔ لیکن اس نے ادب او سعادتمندی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اور باپ کو بہت نرم اور عاجزانہ الفاظ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میں نے کوئی بے انصافی کا کام نہیں کیا۔ یہ چالیس لاکھ دام جن کی خاطر اعلیٰ حضرت نے مجھے ایں مقدار زجر و سرزنش فرمائی ہے، میں نے ناجائز طور پر نہیں لئے، یہ اس جاگیر کی آمدنی ہے، جو بہ موجب حکم اقدس میرے دکن آنے سے پہلے سرکاری جمع میں داخل کی جا چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۱۳۱ ج۱

Marfat.com

دیوانوں نے شائستہ خاں کے زمانہ میں ایسا کیا تھا۔ تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت کے امورِ دیوانی کے نگرانوں نے اعلیٰ حضرت سے یہ بات نہ کہی۔ خاص طور پر دستور اعظم کو یہ بات آپ سے ضرور کہنی چاہئے تھی۔ کیونکہ ان کا حافظہ بہت قوی ہے۔ غالباً ان کو اتنا یارا نہیں ہے کہ وہ ایسی باتیں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کر سکیں ورنہ اس بات کی قطعاً گنجائش نہ تھی کہ وہ بھول جاتے۔

اس سے آگے اس نے البتہ باپ سے کسی قدر شکوہ کیا ہے۔

ہر گاہ بر خلافِ رسم و عادت، دریں ایام ازیں قبل چیز ہا مذکور محفل اعلیٰ شدہ۔ بدونِ تحقیق و استفسار بمجرد استماع موجب گرانی خاطرِ مبارک گردد و مسلمانی کہ سرمایۂ سعادتِ جاودانی است، بہ تقریب ایں امورِ جزئی فانی برزبانِ حق بیاں بگذارد چہ چارہ[1]

یہ ٹکڑا، ہزاروں شکووں پر بوجھل ہے۔ ہمیں نہیں معلوم شاہ جہان نے یہ خط پڑھ کر اس چیز کی تحقیق کروائی یا نہیں۔ لیکن اورنگ زیب نے جو کچھ لکھا، اس سے باپ خوش اور مطمئن نہیں ہوا، اس کا غصہ اور بڑھ گیا۔

اورنگ زیب کے اس خط سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اورنگ زیب باپ کے اس طریق عمل کے بعد بے حد محتاط ہو گیا تھا۔ اور معمولی معمولی رقموں کو خرچ کرتے وقت وہ باپ سے اجازت لیتا۔

مثلاً خاندیس برار اور پایاں گھاٹ میں بند باندھنے کیلئے مرشد قلی خاں

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۳۱ طبع ۲

Marfat.com

نے چالیس ہزار روپے کی جو رقم طلب کی تھی اسے اس نے خود منظور نہیں کیا، بادشاہ کو لکھ بھیجا اور جب بادشاہ نے آگے سے ارشاد فرمایا کہ تم نے یہ رقم خزانہ سے خود کیوں نہ نکلوالی۔ تو اس نے اپنے ڈر کا اظہار کیا۔

مختصر یوں سمجھئے کہ دکن کے اس دور میں گو اورنگ زیب باپ سے بہت دُور تھا۔ مگر یارانِ مے کدہ نے جو شاہ جہان کے سر پر مسلّط تھے۔ اتنے فاصلہ اور دوری کے باوجود اُسے معاف نہیں کیا۔

یہ اورنگ زیب کی ایک بڑی خوبی تھی کہ اس نے ہر پابندی برداشت کی اور خود کو قابو سے باہر نہ ہونے دیا۔

Marfat.com

Marfat.com

فتوحات

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ دیوگڑھ

دکن میں اورنگ زیب کی نیابت کا زمانہ اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اس نے کئی بڑی فتوحات کیں۔ بعض اپنی مرضی سے اور بعض جبراً۔ جبری فتوحات میں اس کی مرضی شامل نہ تھی۔ مثلاً دیوگڑھ پر حملہ کے لئے وہ قطعاً تیار نہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس ریاست کے زمیندار کو محض غیر وزنی اسباب کی وجہ سے پریشان کرے۔

باپ اور اس میں اس موضوع پر کافی لمبی چوڑی خط وکتابت ہوئی۔ باپ دیوگڑھ پر حملہ کو ضروری سمجھتا تھا محض اس لئے کہ دیوگڑھ کے زمیندار نے پیشکش کی رقم ادا کرنے میں تساہل برتا تھا اور اس کے پاس دو سو ہاتھی تھے۔ اورنگ زیب نے باپ کے اس خیال کو صحیح نہ سمجھا اور باپ سے درخواست کی۔ وہ بے چارہ

ؔ رقعات عالمگیری ص ۱۳۸

Marfat.com

نادار ہے۔ اس لئے بقایا رقم معاف کر دی جائے۔

شاہجہان نے اپنے ایک فرمان میں اورنگ زیب کی اس سفارش کو بے معنیٰ قرار دیا اور لکھا:

تمہارا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ زمیندار دیوگڑھ نادار ہے کیونکہ یہ وہی زمیندار ہے جس پر خان دوراں بہادر مرحوم نے حملہ کیا تھا اور اس سے ایک سو ستر ہاتھی اور کافی نقد رقم وصول کی تھی۔ پھر مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص کے پاس دو سو سے زیادہ ہاتھی ہیں جن میں ایک جتا شنکرم بہت مشہور ہے۔

اورنگ زیب نے جو حقیقتِ حال سے زیادہ واقف تھا اور موقع پر تھا بادشاہ کے اس خط کے جواب میں اسے لکھا۔

یہ زمیندار میرے پاس برہان پور میں آیا تھا اور نذر پیش کی تھی۔ میں نے اپنے ایک ملازم کو ہاتھیوں کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے وہاں بھیجا تھا وہ اس سرزمین میں تین مہینے رہا اور تمام حالات سے آگاہی حاصل کی، اس نے مجھے بتایا کہ اس زمیندار کے پاس چودہ ہاتھیوں سے زیادہ ہاتھی نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ خانِ دوراں نے اس پر نہیں اس کے باپ پر حملہ کیا تھا۔ اس کے پاس جو ہاتھی تھے وہ بہت مدت سے جمع ہوتے چلے آئے تھے، وہ خان دوراں نے اس سے لے لئے تھے، یہ زمیندار بے چارہ غریب ہے اس کے اس کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنی بے راہ روی کے سبب، ریاست کا انتظام درست نہیں رکھ سکا، اس لئے پریشان حال ہے۔ اگر ہم نے اس پر فوج کشی کی تو اس

رقعاتِ عالمگیری ص ۱۳۹

Marfat.com

سے ریاست کو خراب کرنے کے سوا کوئی دوسرا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ آگے جو اعلیٰ حضرت حکم دیں اس کی تعمیل ہوگی۔

ہم نے اورنگ زیب کے مکتوب کے ایک حصہ کا ترجمہ، لفظ بہ لفظ تو نہیں، البتہ مفہوماً پیش کر دیا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب دیوگڑھ پر فوج کشی کا حامی نہ تھا۔ اور نہ وہ اس زمیندار کو پریشان کرنے میں کوئی فائدہ سمجھتا تھا۔

جن ہندوؤں اور انگریزوں نے اورنگ زیب پر ہندو کشی کا الزام لگایا ہے۔ اے کاش ان تک کوئی اورنگ زیب کے یہ الفاظ پہنچا دیتا۔

وگر مقصود ایستادہائے پایہ سریر سلیمانی تحصیل باقی پیش کش، مقرری گرفتن فیلانِ مست درین صورت از بندہائے معتمد بادشاہی ہر کہ حکم شود با مردم تعیناتِ این صوبہ بر سر ولایت او بفرستند، تا ہر قدر فیل کہ پیش او موجود باشد کام و ناکام بگیرد و پیش کش را رو براہ سازد۔

پھر اس نے باپ کے اوپر ایک طرح سے طنز کی۔

اگر بموجب حکمِ اقدس شخصے کہ اطلاع بر کمیتِ فیلان او دارد و تعریفِ جتلاشنکر بعرضِ ارفع اطہر رسانیدہ پیش این فدوی بیاید و لشکر ظفر اثر را بمقامی کہ اقبال در آنجا بودہ باشد دلالت کند بہتر خواہد بود[1]

اس خط میں اورنگ زیب نے باپ سے یہ خواہش بھی کی تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۴۲

Marfat.com

کا منشا حملہ کرنا ہی ہے تو واضح حکم بھیجیں[1]۔ شاہجہان حملہ پر تلا ہوا تھا اس لئے اس نے واضح حکم بھیج دیا کہ میرزا خاں ناظم صوبہ برار و ہادی دادخاں صوبہ دار تلنگانہ کو شاہی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ دیوگڑھ پر حملہ کے لئے مامور کیا جائے[2]۔

اورنگ زیب نے حکم کی تعمیل کی۔ اور میرزا خاں اور ہادی دادخاں کو فوج کے دو دستے دے کر، دو الگ راستوں سے دیوگڑھ میں داخل ہونے کی ہدایت فرمادی۔

میرزا خاں کے ساتھ مالوجی بھوسلہ، اور ایک ہزار سوار متعین ہوئے۔ انہوں نے ایلچپور کا راستہ اختیار کیا، ہادی دادخاں بکارنہ کے زمیندار دولت منداور گرد ہی کے زمیندار کی معیت میں ناگپور کی راہ اس ریاست میں داخل ہوئے۔

دو فوجوں کو اپنی ریاست میں داخل ہوتے پاکر کیرت سنگھ کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ میرزا خاں کے حضور بھاگ کر پہنچا، پچھلے تساہل پر معافی مانگی اور آئندہ کے لئے پابندی سے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا، میرزا خاں کو اس کے ہاں سے صرف بیس ہاتھی مل سکے، ان کے سوا، اس کی ریاست میں کوئی اور ہاتھی نہ تھا۔

میرزا خاں اس مہم کے بعد جب اورنگ زیب کی خدمت میں آئے تو کیرت سنگھ بھی ساتھ آیا۔ اور اورنگ زیب کے حسنِ لوگ کے سبب اس کے پاس رہنے لگا۔

ہم نہیں کہہ سکتے شاہ جہان کو اس فوج کشی سے، بیس ہاتھیوں کے سوا اور

---

[1] [2] عملِ صالح جزسوم ص ۲۱۶

کیا حاصل ہوا۔ کیرت سنگھ نے کوئی نقد رقم پیش نہیں کی، اس لئے کہ اس کے پاس کوئی رقم تھی ہی نہیں۔

اس حملہ کے نتائج کا علم جب شاہجہان کو ہوا ہوگا، یقیناً اس نے اورنگ زیب کی صدق بیانی کا اعتراف کیا ہوگا۔ ہمیں عمل صالح یا کسی دوسرے مورخ کے بیان سے ایسے کسی اعتراف کا علم نہیں ہوا۔ ہم اورنگ زیب کی وکالت نہیں کر رہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اورنگ زیب کسی ایسے شخص پر حملہ آور ہونا انصاف و سیاست کے خلاف سمجھتا تھا جس سے حکومت کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے، دیوگڑھ کا زمیندار کیرت سنگھ اس کے نزدیک قطعاً بے ضرر شخص تھا۔

Marfat.com

۲۔ جوار

البتہ سری پت زمیندار جوار کے متعلق اسے خود بڑی تشویش تھی۔ کیونکہ سری پت کے دماغ میں شرارت بھری تھی، اور وہ ایسی حرکات کا مرتکب ہوا تھا جنہیں کسی طرح برداشت نہ کیا جا سکتا تھا۔ عملِ صالح کے بیان کے مطابق جوار ریاست، دریائے شور کے کنارے پر ملک بلکانہ کے شمال اور کوکن کے جنوب میں واقع تھی، اس کی بندرگاہ چیول " اعظم بنادر بود"[1]

اورنگ زیب نے باپ کو اس ریاست اور اس کے زمیندار کے بارے میں اطلاع دی، نیز بادشاہ کو لکھا کہ یہ شخص گستاخیوں سے باز نہیں آتا[2]، اس بنا پر اور کرن

---

[1] عملِ صالح جزء سوم ص ۲۱۷

[2] رقعاتِ عالمگیری ۱/۸۲ ۲/۸۳ ص ۱۴۶ تا ۱۴۷

کی تجویز ہے کہ اگر جوار، اس کی ببول میں دے دی جائے۔ تو وہ اس ریاست کو فتح کر کے بادشاہی مملکت میں شامل کر دے گا۔

بادشاہ نے یہ درخواست منظور کی، راؤ کرن کے منصب میں پانچ صد کا اضافہ فرمایا۔ اور اسے اجازت دی کہ ریاست پر چڑھ جائے۔ راؤ کرن نے ریاست پر حملہ کیا۔ سری پت ساری چوکڑی بھول گیا، اور اطاعت و فرمانبرداری کے عہد کے ساتھ خراج کی ایک مقررہ رقم کی ادائیگی کی پیشکش کی۔ نیز اپنے بیٹے کو یرغمال کے طور پر راؤ کرن کے ساتھ کر دیا۔[1]

---

[1] عمل صالح ص ۲۱۷

Marfat.com

۳۔ کرناٹک

ہمیں اس تاریخ کا علم نہیں ہو سکا، جب اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہجہان کو، کرناٹک میں بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہوں کی درازدستیوں سے آگاہ کیا، رقعاتِ عالمگیری میں اورنگ زیب کے جو تین مکتوب درج ہیں۔ ان سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ کرناٹک میں ان دونوں بادشاہوں کی فتوحات کا اورنگ زیب کو اس وقت علم ہوا۔ جب سری رنگ رائل نبیرہ رام راج نے جو کرناٹک کا ایک بڑا زمیندار تھا، اپنے ایک معتمد برہمن کو، اورنگ زیب کی خدمت میں بھیجا۔ اس برہمن کی زبانی، اورنگ زیب کو خبر ہوئی کہ عادل خاں اور قطب الملک نے بادشاہ سے معاہدہ کرنے اور

---

[۱] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۵۰۔ ۱۵۱

Marfat.com

تعلق جوڑنے کے بعد چند سال کے اندر کرناٹک میں، خوب دراز دستی کی ہے اور بہت سا نقد روپیہ، جواہرات اور ہاتھی، کرناٹک کے راجہ سے چھین لئے ہیں۔ راجہ میں ان دراز دستیوں سے بچنے کی چونکہ سکت نہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنے اس پیغامبر کے ذریعہ اورنگ زیب سے درخواست کی تھی کہ اس کی حفاظت کی جائے۔

اورنگ زیب نے باپ کے نام اس سلسلہ میں جو پہلا مکتوب لکھا، اس میں باپ کو اس کیفیت سے آگاہ کیا اور راجہ کی درخواست باپ کی خدمت میں پیش کی، نیز لکھا کہ راجہ کی خواہش ہے کہ اگر بادشاہ اس کی امداد پر متوجہ ہو جائیں اور ان دونوں کو حکم دیں کہ دست درازی سے باز آجائیں تو یہ راجہ شکرانہ کے طور پر پنجاہ لاکھ ہون، اور دوسو ہاتھی۔ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ اور اگر بادشاہ یوں مدد کرنا پسند نہ کریں تو وہ مسلمان ہونے پر تیار ہے۔

اورنگ زیب نے راجہ رائل کی درخواست بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے ساتھ بڑے ہی موثر انداز میں اس کی سفارش بھی کی۔

ادھر سے جو جواب آیا اس میں لکھا تھا کہ ڈھائی سال ہوئے، ہمارے حضور ایک شخص رانا راؤ نامی جو خود کو فرستادۂ زمیندار کرناٹک بناتا تھا۔ حاضر ہوا تھا اور بڑی لافیں ماری تھیں۔ اگر یہ وہی شخص ہے، جو تمہارے پاس آیا ہے، تو اس کی بات قابلِ پذیرائی

Marfat.com

نہیں ہے۔ اور اگر یہ کوئی دوسرا ہے تو اپنے کسی معتمد عبد المعبود یا اس جیسے کسی دوسرے آدمی کو کرناٹک بھیج کر اصل حالات سے آگاہی حاصل کرو[1]

اورنگ زیب نے اس خط کے جواب میں ایک بار اور اس راجہ کرناٹک کی سفارش کی اور بادشاہ پر زور ڈالا کہ اس کی التجا کو قبول کر کے اسے اپنے دامن سے وابستہ ہونے اور اسلام لانے کا شرف بخشیں[2]

مگر اورنگ زیب کے اس اصرار کے باوجود شاہ جہان نے کرناٹک کے معاملہ میں کوئی دلچسپی لینی ضروری نہ سمجھی۔ اور اورنگ زیب کو اپنے اس ارادہ سے آگاہ کر کے اسے اپنا کوئی نمائندہ کرناٹک بھیجنے سے منع کر دیا۔

اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں جو آخری مکتوب لکھا، اس میں یوں تو بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ اس نے اعلیٰ حضرت کے حکم کی تعمیل کر دی ہے اور اپنے نمائندہ کو جو روانہ ہو چکا تھا واپس بلا لیا ہے، لیکن بادشاہ کی خدمت میں یہ بھی لکھا:

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۵۲

[2] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۵۳

Marfat.com

درضمن ایں مقدمات بجز پاس حمیتِ اسلام و صلاحِ دولت و بدانجام
امرے منظور نظر نہ بود

ہم نے کرناٹک کے سلسلے میں، یہ تفصیل محض اس لئے عرض کی ہے کہ
اورنگ زیب کے سیاسی رجحانات اور فوج کشی کے اسباب سے پڑھنے والے
آگاہ ہوجائیں۔

باقی رہا گلکنڈا اور بیجاپور کا مسئلہ، اس سلسلہ میں ہم کسی قدر وضاحت
سے بحث کریں گے۔

Marfat.com

۴ - گلکنڈا

جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا ہے کہ دیوگڑھ پر حملہ کرنے میں اورنگ زیب کی رضا شامل نہ تھی۔ البتہ جوار پر حملہ کی سفارش خود اس نے کی تھی۔ اس طرح گلکنڈا پر حملہ کی تحریک بھی اس کی طرف سے ہوئی۔

یہ گلکنڈا وہی ملک ہے جس پر اورنگ زیب کی پہلی نیابتِ دکن کے وقت شاہ جہان کی فوجوں نے یلغار کی تھی اور جس کے حاکم قطب الملک نے اس یلغار سے مرعوب ہو کر بادشاہ کو اپنا، نگران اور حاکم بالا تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان اقدامات سے احتراز کا وعدہ کیا تھا جو بادشاہ کے نزدیک قابلِ اعتراض تھے۔

مثلاً بادشاہ کو یہ چیز بے حد ناپسند تھی۔ کہ گلکنڈہ اپنے حدود کو احمد نگر کی طرف پھیلائے۔

یہی چیز جس کے باعث بادشاہ نے پہلی بار گلکنڈا پر چڑھائی کی تھی، کرناٹک

Marfat.com

کے سلسلہ میں پھیر دہرائی گئی تھی۔

اورنگ زیب کے نزدیک اس قسم کی بدعہدی قابلِ برداشت نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے کرناٹک کے راجہ رائل کی درخواست اور مفصل کیفیت سے بادشاہ کو بار بار آگاہ کیا، مگر بادشاہ اس بات کو باعثِ نزاع بنانے کے لئے تیار نہ تھا شاہجہان کے نزدیک تو خراج کی رقم میں تساہل یا کمی بھی برداشت کی جاسکتی تھی۔ غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ مرکز میں قطب الملک کے جو نمائندے موجود تھے۔ وہ کافی اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ اگر میر جملہ اور اس کے بیٹے کی بات، بیچ میں حائل نہ ہو جاتی تو شاہجہان اورنگ زیب کو کبھی گلکنڈا پر حملہ کی اجازت نہ دیتا۔

یہ میر جملہ جو گلکنڈا پر حملہ کا فوری سبب بنے۔ ماثر الامرا کے بیان کے مطابق[1] صفاہان کے ایک مقام اردستان کے سید تھے۔ جوانی میں گلکنڈا آئے تھے۔ اور اپنی ذہانت و قابلیت کے سبب سلطان عبداللہ قطب شاہ سے بے حد قریب ہو گئے تھے۔ اور مدت تک رتق و فتق مہمات و قبض و بسط امور مملکت ان کے قبضہ و اختیار میں رہا تھا۔ یہ میر جملہ ہی تھے جنہوں نے کرناٹک پر چڑھائی کی تھی اور اس کے ایک بڑے حصہ کو جس میں الماس کے معاون بھی تھے فتح کر کے ایک نئی ریاست قائم کر لی تھی۔ اور ایک آزاد و مختار رئیس کی طرح رہنے لگے تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ان میں اور قطب الملک میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اور وہ قطب الملک کی ناراضگی سے بچنے کے لئے کبھی عادل شاہ کا سہارا ڈھونڈھ رہے تھے۔

---

[1] ماثر الامرا جز سوم ص ۵۳۰

اور کبھی اورنگ زیب کا۔ اورنگ زیب نے اپنے رقعات میں، ان کے اس طریق کار اور تامل پر کافی کھل کر لکھا ہے اور باپ کو ہر لحظہ، ان کے بدلتے ہوئے رجحانات سے آگاہ کیا ہے[1]

نہیں کہا جا سکتا کہ میر جملہ کب تک اس تردد و تامل میں مبتلا رہتے کہ ان کے صاحبزادے میر محمد امین نے اپنی بعض ناشائستہ حرکات کی بنا پر[2] قطب الملک کو خود سے سخت ناراض کر لیا۔ اور میر جملہ نے عواقب سے بچنے کیلئے شاہزادہ اورنگ زیب کو وسیلہ بنایا۔ اور درخواست کی اسے اپنی پناہ میں لے لے۔

اورنگ زیب نے یہ درخواست باپ کو پہنچا دی۔ شاہجہان نے اس درخواست کی بنا پر میر جملہ کو پنج ہزاری ہزار سوار اور میر محمد امین کو دو ہزار، ہزار سوار کا منصب عطا کر کے، قطب شاہ کو فرمان بھیجا کہ ان دونوں اور ان کے متعلقین سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے۔

محمد صالح کنبو کا بیان ہے کہ قطب شاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ میر جملہ نے اسکی گرفت سے بچنے کے لئے شاہجہان کا دامن تھام لیا ہے تو اس نے محمد امین کو اور اس کے لواحقین کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا، ان کی تمام جائداد ضبط کر لی اور مال و متاع چھین لیا۔ اورنگ زیب نے بادشاہ کو اپنے ایک خط کے ذریعہ یہ خبر پہنچا دی اور لکھا:

اگر دریں کار طریقہ ساہلت و مسامحت سلوک میدارند باعث زیادتی جرأت دیگر دنیاداراں دکن خواہد شد[3]

---

[1] رقعات عالمگیری [2] ماثر الامراء ص ۵۳۲ [3] عمل صالح جزء سوم ص ۲۲۲

بادشاہ نے اورنگ زیب کا یہ خط ملتے ہی قطب شاہ کے نام فرمان لکھوایا۔ محمد امین کو اس کے لواحقین اور مال و متاع کے ساتھ، خدمتِ اقدس میں روانہ کردو۔ اور اورنگ زیب کو لکھا کہ اگر قطب شاہ محمد امین کو رہا نہ کرے تو اس کی مزاج پرسی کے لئے، شہزادہ محمد سلطان کو اس پر حملہ کا حکم دو۔ نیز شائستہ خاں حاکمِ مالوہ کو کہو اپنی فوج کے ساتھ شاہزادہ سے جا ملے[1]

اورنگ زیب نے بادشاہ کے اس فرمان کی تعمیل کی۔ اور محمد سلطان کو حیدرآباد کی طرف روانہ کر دیا، ابھی شہزادہ محمد سلطان، حیدرآباد سے بارہ کردہ کے فاصلے پر نہ پہنچ پایا تھا کہ قطب الملک نے صورتِ حال سے آگاہ ہوکر، محمد امین اور اس کے متعلقین کو چھوڑ دیا۔ محمد امین جب شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو شاہزادہ، حیدرآباد سے بارہ کردہ کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا۔ گو محمد امین اور اس کے متعلقین رہا کر دیے گئے تھے۔ لیکن چونکہ ان کا مال و متاع، قطب شاہ نے منتقل کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔ اس لئے شہزادہ نے پیش قدمی جاری رکھی اور باپ کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

قطب الملک میں شاہی فوج کے مقابلہ کی نہ تو ہمت تھی اور نہ جرأت، پیش قدمی کی خبر نے اس کے حواس مختل کر دیے تھے۔ اس نے اپنی قیمتی چیزیں اور زر و جواہر سمیٹے اور اپنے بچوں اور اہل و عیال کے ساتھ گلکنڈہ میں جو حیدرآباد سے تین کردہ کے فاصلہ پر ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جا چھپا[2]

البتہ ایک نمائشی فوج جس میں عملِ صالح کے بیان کے مطابق پانچ چھ ہزار

---

[1] عملِ صالح جزء سوم ص ۲۲۲ [2] ایضاً ص ۲۲۳

Marfat.com

سوار اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہی تھے۔ حیدرآباد کی حفاظت کے لئے چھوڑ دی[1] یہ فوج محض نمائشی تھی۔ برسوں سے کبھی کسی بڑی فوج سے ٹکرائی نہ تھی، شہزادہ محمد سلطان کی فوج سے بہت معمولی سی جھڑپ کے بعد ہار گئی۔ اور شہر کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کنارہ کر گئی۔

اگر یہ فوج لڑائی کی طرح نہ ڈالتی تو بہت ممکن تھا۔ شہزادہ اورنگ زیب سے رجوع کرتا اور صورتِ حال سے نپٹنے کے لئے کوئی دوسری تجویز کرتا لیکن اس فوج نے، اس سے لڑ کر اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ حیدرآباد پر قابض ہو جائے۔

شہر پر قبضہ کے دوران میں گو بعض مؤرخین نے شہزادہ محمد سلطان کی فوج پر اتہام لگایا ہے کہ اس نے شہر میں لوٹ مار کی۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ شہزادہ نے شہر کو لوٹ مار سے بچانے کے لئے پوری جدوجہد کی تھی حتیٰ کہ اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ کسی سپاہی کو ضرورت یا بے ضرورت شہر میں آگ جلانے تک کی اجازت نہ دی کیونکہ شہر کے مکان زیادہ تر لکڑی کے تھے اور اندیشہ تھا کہ ذرا سی بے احتیاطی کہیں شہر کو نہ جلا ڈالے، ایسا ہی ایک واقعہ چند سال پہلے ہو چکا تھا۔ محض کسی پردے کے دامن نے ایک شمع کی لو سے چھو کر وہ طوفان کھڑا کیا تھا کہ مہینہ بھر تک سارا شہر آگ میں جلتا رہا[2]

شاہزادے محمد سلطان کی فرض شناسی کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس نے آپ شاہی محل میں پہنچ کر، شاہی ساز و سامان کا معائنہ کیا اور ہر چیز مقفل کر دی کہ لوٹ کا اندیشہ نہ رہے نیز محمد بیگ کو سپاہیوں کا ایک دستہ

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۲۲۵

دے کر حکم دیا پورے شہر میں پہرہ دے اور کہیں کوئی زیادتی نہ ہونے دے[1]
حیدر آباد پر قبضہ کئے ابھی چند دن ہوئے تھے، کہ خود اورنگ زیب بھی
گلکنڈا آن پہنچا اور شہر کا محاصرہ شروع کر دیا۔ حیدر آباد پر قبضہ نے قطب الملک کے
حواس مختل کر دیئے تھے، گلکنڈا کے محاصرہ نے اس کی رہی سہی ہمت چھین لی اور
اس نے پورے عجز کے ساتھ اورنگ زیب سے مصالحت کی درخواست کی۔

اپنی اس درخواست میں اس نے آپ یہ پیش کش کی تھی کہ اب تک تمام پچھلے
سالوں کے خراج کی واجب الادا رقم یک مشت نذر کرنے کے ساتھ ساتھ، اپنی بیٹی
کی نسبت شہزادہ محمد سلطان سے کرنے کا آرزومند ہے۔ اپنی اس درخواست کو
وزنی بنانے کے لئے اس نے اپنی ماں کو بھی اورنگ زیب کی خدمت
میں بھیجا تھا۔

عملِ صالح کا بیان ہے کہ اورنگ زیب نے مصالحت کے مسودہ میں کئی
تبدیلیاں کیں اور پیش کش کی رقم بڑھا کر ایک کروڑ کر دی۔ قطب الملک نے اس
تبدیل شدہ مسودے کو بھی اپنے لئے آیتِ رحمت سمجھا، اور اسے منظور کر لیا۔
اور اپنی بیٹی اور شہزادہ محمد سلطان کے نکاح کی تاریخ مقرر کر دی۔

نکاح کے دن، اورنگ زیب نے، قطب الملک کے لئے اپنے میرِ عدل اور
شیخ نظام قاضی اور محمد طاہر کے ہاتھ، خلعتِ حاضرہ، تسبیح مروارید، اور
دو ہاتھی، پورے شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ گلکنڈہ روانہ کئے۔ ان تحائف
اور خلعت کو وصول کرنے کی خاطر قطب الملک قلعہ کے دروازہ پر خود آیا۔

---

[1] عملِ صالح جز سوم ص ۲۳۶

Marfat.com

تحفے لئے اور بادشاہی نمائندوں کو، دروازہ سے متصل حویلی میں اتارا، وہیں اپنی بیٹی کا خطبہ نکاح پڑھوایا۔ اور ملتِ حنفیہ کے آئین و رسم کے مطابق، نکاح کے شرائط طے کئے۔ پچیس تاریخ تھی۔ جب محمد طاہر شمس الدین اور شاہ بیگ خاں دلہن کی ڈولی لینے کے لئے قلعہ میں پہنچے، شاہزادی اپنی دادی کے ساتھ ڈولی میں سوار ہوئی، اور شہزادہ کے خیمہ تک لائی گئی۔ قطب الملک نے دوسرے تحائف کے ساتھ اپنی بیٹی کو دس لاکھ روپے بطور جہیز بھی دیے تھے۔

یوں، اس لڑائی کا خاتمہ باخیر ہوا، جو بظاہر میر جملہ اور محمد امین کی خاطر لڑی گئی تھی۔ عمل صالح کے بیان کی رو سے میر جملہ گلکنڈا کے نواح ہی میں شہزادہ کی خدمت میں باریاب ہوئے وہیں انہوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں تین ہزار ابراہیمی نذر کی، اورنگ زیب نے انہیں جواب میں خلعتِ فاخرہ عطا کی، دو گھوڑے اور دو ہاتھی عنایت کئے اور بڑی محبت سے کتنی دیر تک باتیں کیں، دوسرے دن اورنگ زیب آپ ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اس عزت افزائی پر انہوں نے اورنگ زیب کے حضور ایک قطعہ الماس، دو لعل، نو زمرد، ایک نیلم، ساٹھ دانے مروارید کے اور چھ ہاتھی اور پانچ گھوڑے نذر گزرانے، شہزادہ محمد سلطان کو بھی کئی چیزیں تحفۃً دیں[1]۔ محمد صالح کنبو نے جو اس دور کا بہت محتاط مؤرخ ہے اس سے زیادہ اس واقعہ کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ البتہ اورنگ زیب نے دولت آباد سے روانہ ہونے کے بعد باپ کے نام جو مکتوب لکھے تھے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ قطب الملک کی بے وفائیوں اور عہد شکنیوں کی سزا اسے

[1] محمد صالح کنبو عملِ صالح جز سوم ص ۲۲۹، ۲۳۰

Marfat.com

اس قدر دی جائے کہ اس کا ملک اس سے چھین لے۔ اس نے اپنے ایک خط میں، جو خاصہ طویل ہے۔ باپ کو گولکنڈہ کے معاونِ الماس و بلور، نفائس و لنواردِ موفور ازجواہر و اقیال و خزائن و دفائن نامحصور و بنادرِ بسیار کی طرف متوجہ کر کے قطب شاہ کی سلطنت کو ختم کرنے کی اجازت چاہی ہے[1]

اورنگ زیب چونکہ باپ کے مزاج سے آگاہ تھا، اس لئے اس نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے ہمیں اورنگ زیب کے ان خطوط سے قطب الملک کے جرائم کی جو فہرست ملی ہے اس کی پہلی شق یہ تھی کہ اس نے بادشاہ کی عنایات سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور حقوقِ نعمت کو نافرمانی میں بدل دیا۔ اور راہِ اطاعت سے انحراف کیا۔ اورنگ زیب کے الفاظ تھے :-

> او قدر عنایات تفضلہ کہ از پیش گاہِ خلافت در بارہ او متبدل گردیدہ ندانستہ وحقوقِ نعمت را بعقوق بدل کردہ از راہ اطاعت انحراف جستہ ۔

اورنگ زیب نے یہ خط بادشاہ کے نام جب لکھا تھا، اس وقت قطب الملک سچ مچ نافرمانی اور کجروی پر مصر تھا۔ اس وقت تک اس نے بادشاہی حکم کا احترام نہ کیا تھا۔ اور محمد امین اور اس کے ساتھیوں کو رہا کرنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ نیز سب سے بڑی حماقت یہ کی تھی کہ بیجاپور کو اپنی مدد پر بلایا تھا۔ اور جیسے کہ ذکر ہے، کو اس کے سفیر متعینہ بیجاپور نے اطلاع دی تھی، عادل شاہ نے اپنی ایک فوج، جو پندرہ بیس ہزار سواروں پر مشتمل تھی اس کام کے لئے متعین کر دی تھی۔ اورنگ زیب

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۷۵

Marfat.com

کے غصّہ کو سب سے زیادہ اس خبر نے بھڑکایا تھا۔ اور وہ یہ خبر سنتے ہی گولکنڈا کی طرف روانہ ہو پڑا تھا۔

حیدرآباد یا گولکنڈا کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد اس نے باپ کے نام ایک اور خط لکھا۔ اس خط میں اس نے جہاں اس ملک کی حیرت انگیز زرخیزی، اچھی آب و ہوا اور دوسری خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں قطب الملک کے متعلق اسے جو نئی معلومات حاصل ہوئیں، ان کو بھی باپ کے کانوں تک پہنچایا ہے۔ اس وقت اس کے خط سے قطب الملک کے خلاف انتہائی غصّہ جھلکتا ہے۔

اس کے الفاظ تھے۔

از انجا کہ قطب الملک از بے سعادتی واد بار کہ گریبان گیر او گشتہ دریں چندگاہ اوضاع کہ نالائقِ مرزبانی و ملک داریست پیش گرفتہ جور و عدوان، را از حد گزرانیدہ، دستِ تعدی و تطاول بعرض و مال مردم دراز ساختہ، چنانچہ فریاد و فغان جمہور رعایا و برایائے ایں ولایت و اہالی و موالی حیدرآبادانہ شکایتِ ظلم و بیداد او بہ آسمان رسیدہ، واز وفورِ جہل و نادانی ترکِ سنت و اظہار بدعت۔ راشعار خود ساختہ رفض و سبِ اصحاب کبار را کہ محض کفر و زندقہ است در قلمرو خویش بمرتبہ شائع گردانیدہ کہ فرو بزرگ آں دیار مذہب اہلِ سنت و جماعت راگزاشتہ و طریقِ صواب را از دست دادہ علانیہ آنچہ نباید نشاید می کند و می گویند[1]

ہم نے یہ عبارت اورنگ زیب کے خط سے اس لئے نقل کی ہے، کہ پڑھنے

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۸۶۔ ۱۸۷

Marfat.com

والے اندازہ فرماسکیں کہ اورنگ زیب کا موقف کیا تھا۔ اورنگ زیب نے، قطب الملک میں جو عیوب پائے وہ یہ تھے۔

۱۔ وہ حکومت کرنے کے نااہل ہے۔

۲۔ وہ رعایا پر حد سے زیادہ ظلم اور جور کرتا ہے۔

۳۔ وہ رعایا کے مال و متاع کو جبراً چھین لیتا ہے۔

۴۔ اس کے ظلم و جور کے خلاف اس کی رعایا بے حد نالاں ہے۔

۵۔ وہ جہالت و نادانی کے سبب، بڑے صحابہ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے زندقہ و کفر کی اس بات کو اپنی ریاست میں رواج دے رکھا ہے۔

۶۔ وہ اہلِ سنت و جماعت کے لوگوں پر مظالم کرتا اور انہیں تکلیفیں پہنچاتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جس تاجدار میں یہ عیوب ہوں گے۔ وہ سر جادو ناتھ سرکار، خانی خان اور دوسرے نافہم مؤرخین کے نزدیک تو قابلِ رحم ہوسکتا ہے۔ اورنگ زیب کی ذاتِ گرامی اسے کبھی معاف نہ کرسکتی تھی۔ اور یہی سبب تھا کہ اس نے بادشاہ کو لکھا۔ اس ظلم و زیادتی کو مٹانا۔ بادشاہانِ اسلام کے فرائض میں داخل ہے اور اسی لئے وہ بہت تیزی کے ساتھ گلکنڈہ پہنچا اور وہاں پہنچ کر جو کیفیت پیش آئی۔ اسے ہم نے پیچھے عملِ صالح کے بیان کے مطابق درج کر دیا ہے۔

یہ جرائم جن کی فہرست ہم نے اوپر پیش کی ہے گو قابلِ معافی نہ تھے۔ لیکن اورنگ زیب جب گلکنڈا پہنچا، اور قطب الملک کی والدہ اورنگ زیب کی خدمت میں آئی اور اس نے ایک لمبا چوڑا توبہ نامہ اور آئندہ کے لئے ہر طرح کی احتیاط وانسانیت و شرافت کا اقرار نامہ۔ اورنگ زیب کے حضور پیش کیا۔ اور اپنی بیٹی

Marfat.com

اس توبہ کے خلوص کو ظاہر کرنے کے لئے شاہزادہ محمد سلطان سے بیاہ دی، تو اورنگ زیب نے اسے معاف کر دیا۔ اور اس کے جرائم کی فرد لپیٹ دی۔

ہمیں اس گفتگو کا علم یقیناً نہیں ہو سکا۔ جو والدہ قطب الملک اور اورنگ زیب کے مابین، توبہ نامہ کی تفصیل کے متعلق ہوئی، لیکن عملِ صالح کے ایک لطیف سے اشارہ سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قطب الملک نے نہ صرف اپنے سیاسی گناہوں پر توبہ کر لی تھی اس نے اپنے مذہبی گناہوں پر بھی ندامت کا اظہار کیا تھا۔ عمل صالح نے یہ الفاظ خطبہ نکاح پڑھے جانے کے وقت لکھے ہیں۔

دانِ ستادہا را در حویلی متصل دروازہ قلعہ فرود آوردہ دو ساعت مختار اجازت خواندن خطبہ دار، و برسم و آئین ملت حنفیہ شرائط عقد بتقدیم رسانید[1]

اگر قطب الملک نے اپنے مذہبی جرائم سے توبہ نہ کی ہوتی، اور آئندہ کے لئے سبِّ صحابہ اور دوسری مذبوحی حرکات سے احتراز کا اقرار نہ کیا ہوتا۔ تو وہ رسمِ آئین ملت حنفیہ کے شرائطِ عقد کی پابندی نہ کرتا۔

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۲۲۹

Marfat.com

۵ - بیجاپور

ہم نے پیچھے عرض کیا تھا۔ اورنگ زیب جب پہلی بار دکن کا نائب السلطنت مقرر ہوا تھا۔ شاہجہان نے گلکنڈا اور بیجاپور دونوں پر چڑھائی کی تھی۔ گلکنڈا نے اس وقت بہت جلد ہار مان لی تھی۔ لیکن بیجاپور نے کافی زور دکھایا تھا۔ اس وقت جب بیجاپور پر شاہجہان کی فوج حملہ آور ہوئی تھی۔ عادل شاہ حکمران تھا۔ عادل شاہ اور شاہجہان میں اس وقت جو لڑائی ہوئی اور پھر جو معاہدہ ہوا، اس کی تفصیل پیچھے عرض کی جا چکی ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے عادل شاہ نے قطب الملک کی طرح شاہجہان کو اپنا نگران کار شہنشاہ تسلیم کر لیا تھا۔ نیز اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ اپنی سلطنت کی پرانی سرحدوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ بجز ان پچاس پرگنوں کے جو شاہجہان نے اپنی طرف سے اس مصالحت کے انعام میں اسے احمدنگر کی ریاست میں سے تفویض کئے تھے[1]

---

[1] بادشاہ نامہ جز اوّل حصہ دوم "معاہدہ بیجاپور"

Marfat.com

یہ امر واقعہ ہے کہ عادل شاہ نے سرحدوں کے باب میں شاہجہاں سے کئے ہوئے معاہدہ کی کبھی پابندی نہیں کی اور اپنی ہمسایہ ریاستوں میسور، کونکن بدنور، کویری، سیرا، بنگلور اور کرناٹک پر برابر پیش قدمی کرتا رہا۔ پیش قدمی کا یہ سلسلہ اورنگ زیب کی پہلی نیابت دکن سے لے کر، دوسری نیابتِ دکن تک جاری رہا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب اور شاہجہان دونوں کو اس کی اس خلاف ورزی کا علم تھا مگر دونوں نے اس کی اس خلاف ورزی پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ یقیناً یہ صحیح ہے کہ اورنگ زیب نے پچھلے دو سال سے باپ کے نام، جو خطوط لکھے ان میں عادل خاں کا ذکر کچھ اچھے الفاظ میں نہیں کیا، خصوصاً گلکنڈا پر حملہ کے دوران میں اورنگ زیب کو جو خبریں عادل خاں کے ہاں سے ملتی رہیں، ان سے وہ بہت بدظن ہو چکا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ بیجاپور کی فوج اس کے خلاف گلکنڈا کی مدد کرے گی، لیکن وہ جب خود بڑے جوش خروش کے ساتھ گلکنڈا کی طرف بڑھا تو عادل خانی فوج مرعوب ہو گئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ عادل خاں سے اس واقعہ کے بعد اورنگ زیب نے کوئی جواب طلبی کی یا نہیں کی۔ البتہ وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس دوران میں، بادشاہ کے نام جو مکتوب لکھا، اس میں اس کے لئے اچھے لفظ استعمال نہیں کئے۔

بہرحال جب تک عادل خاں زندہ رہا، اورنگ زیب نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی۔ البتہ اس کی موت کے بعد جب بیجاپوری امرا نے ایک مجہول النسب علی نامی لڑکے کو جسے عادل خاں نے متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ بیجاپور کے تخت پر بٹھا دیا تو اورنگ زیب نے باپ کو ایک خط لکھا۔

Marfat.com

عملِ صالح کے بیان کی رو سے اورنگ زیب نے اس مجہول النسب لڑکے کے تخت پر بٹھائے جانے کے علاوہ باپ کو اس سلطنت کے انتشار کی خبر بھی دی تھی اور اس پر حملہ آور ہونے کی اجازت بھی چاہی تھی[1] باپ نے اسے نہ صرف اجازت دی، بلکہ میر جملہ کو اور اس کے ساتھ مغل فوج کے بہت سے نامور سرداروں کو اس کی مدد کے لئے آگرہ سے دولت آباد روانہ کیا، ان نامور سرداروں میں محمد قلی، مہابت خاں، راجہ رائے سنگھ، افتخار خاں، اخلاص خاں، نصرت خاں، راجہ سجان سنگھ، دیبی سنگھ اور دلیر خاں زیادہ ممتاز تھے۔

جو فوج آگرہ سے روانہ کی گئی، اس میں بیس ہزار سوار اور بے شمار پیادے تھے[2] جیسے ہی یہ فوج دولت آباد پہنچی۔ اورنگ زیب نے اپنی جگہ شائستہ خاں حاکم مالوہ کو چھوڑا، اور اس فوج اور اپنی فوج کے ساتھ بیجا پور کی راہ لی۔ پندرہ دن کے بعد بیدر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

بیدر کا قلعہ کسی طرح بھی قلعہ قندھار سے کمزور نہ تھا بلکہ کئی اعتبارات سے یہ قلعہ، قلعہ قندھار سے فوقیت رکھتا تھا۔ اس کے گرد جو دوہری فصیل بنی تھی۔ اسے تیس گز چوڑی اور پندرہ گز گہری تین خندقیں گھیرے تھیں[3]

بیدر کا قلعہ دار سید مرجان تھا۔ گو اس کے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی تھے لیکن اس کا توپ خانہ وقت کے بہترین توپ خانوں میں سے تھا، بادشاہی

---

[1] عملِ صالح جز سوم ص ۲۲۵، ۲۲۶

[2] ایضاً ص ۲۲۵، ۲۲۶ [3] عملِ صالح جز سوم ص ۲۴۹

Marfat.com

فوج نے جیسے ہی بیدر کا محاصرہ کیا، قلعے کے توپ خانہ کے منہ اس پر کھل گئے قلعہ کا توپ خانہ کئی دن تک متواتر، آتش باری کرتا رہا مگر شاہی فوج چند دن کے اندر اندر خندق تک پہنچ گئی اور دو توپیں نصب کر لیں۔ بیجاپوری فوج قلعہ سے کئی بار باہر نکلی اور بڑا سخت مقابلہ کیا، مگر شاہی فوج کو پیچھے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

۳۱ ویں سال جلوس کے جمادی الثانی کی تئیس تاریخ تھی جب مراد خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اپنے مورچوں سے نکلا اور قلعہ کی اس سمت جا پہنچا جہاں فصیل سنگ باری کے سبب ٹوٹ چکی تھی۔ قلعہ دار سیدی مرجان اپنے بیٹوں کے ساتھ مقابلہ پر موجود تھا۔ اس نے اس موقعہ پر غیر معمولی جوش دکھایا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی جان کی بازی لگا دی مگر شاہی فوج کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ وہ بے چارہ خود زخمی ہوا، اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے[1]

بیدر کی فتح ایک بڑے سرحدی قلعہ کی فتح تھی۔ اورنگ زیب نے اسے صرف ستائیس دن میں سر کیا تھا اور بارہ لاکھ روپے نقد، آٹھ لاکھ کا بارود اور دو سو تیس توپیں غنیمت میں پائی تھیں[2]

ابھی بیدر کی فتح تکمیل کو پہنچی ہی تھی کہ خبر آئی، بیجاپوریوں کی ایک فوج گلبرگہ کے نواح میں پَر تول رہی ہے۔ اورنگ زیب نے مہابت خاں کو پندرہ ہزار سوار دے کر حکم دیا ادھر بڑھ جائے۔ مہابت خاں ابھی کچھ زیادہ دور نہ جا پایا تھا کہ

---

[1] عملِ صالح جز سوم ص ۲۵۰ [2] عملِ صالح جز سوم ص ۲۵۱

Marfat.com

خان محمد، افضل اور رستم پسر رندولہ ریحاں کے بھائیوں اور بیٹوں نے بیس ہزار سوار کے ساتھ اس کی راہ روکی، بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ مہابت خاں شاہی فوج کے بڑے نامور اور زیرک سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اس نے بیجاپوریوں کو تعداد میں کم ہونے کے باوجود اس قدر مارا کہ بزدل ہمت ہار گئے اور بھاگ اٹھے۔ مہابت خاں نے دوکردہ تک ان کا تعاقب کیا اور بھاگتے میں ہزاروں کو اس بزدلی کی سزا دی۔

جب بادشاہی فوج یہاں مصروف تھی، سیوا اور ساہو جی بھونسلہ، رائے سین، چمارکوندہ اور احمد نگر کے دوسرے مغل علاقوں میں لوٹ مار مچانے لگے تھے اورنگ زیب نے ان کی تادیب کے لئے راؤ کرن نصیری خاں اور ایرج خاں کو تین ہزار سواروں کے ساتھ ادھر روانہ کیا اور شاہزادہ محمد سلطان کو بیدر میں چھوڑ کر خود کلیانی کی طرف یلغار کی[1] ایک ہفتہ کے بعد وہ کلیانی پہنچا، اور بیدر کے بعد بیجاپور کے اس دوسرے بڑے قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا۔ بیدر کی شکست سے پریشان ہو کر بیجاپوری، انبوہ در انبوہ اور فوج در فوج کلیانی کی طرف لپکے۔ انہوں نے شاہی فوج کی رسد کی راہیں کاٹ دیں، اورنگ زیب نے رسد کی راہوں کی حفاظت کے لئے مہابت خاں اور کئی اور نامور سرداروں کو بھیجا، مہابت خاں اور بیجاپوریوں میں کئی معرکے ہوئے جن میں سے سب میں شاہی فوج کامیاب رہی۔ عمل صالح کے بیان کے مطابق، بیجاپوریوں کی کوشش تھی، کلیانی کی تسخیر جلد نہ ہو پائے۔ اس لئے وہ تیس ہزار کی تعداد میں شاہی فوج کے قریب آن ٹھہرے اور شاہی فوج سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اورنگ زیب نے اس فوج سے نپٹنے کے لئے اپنی جمعیت کے ساتھ اس پر

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۲۵۴

Marfat.com

حملہ کیا اور ایک بڑی خونریز لڑائی کے بعد، تیس ہزار آدمیوں کی اس فوج کو ایک خوفناک شکست دی[1]۔ یہ فوج کوئی دو مہینے کے بعد ایک بار پھر حوصلے آزمانے آئی۔ مگر اس بار بھی پسپا ہوئی۔

کلیانی کا محاصرہ کوئی تین مہینے تک جاری رہا۔ کلیانی کو بچانے کے لئے بیجاپوریوں نے سخت جدوجہد کی تھی، مگر ان کی ہر جدوجہد کے باوجود، اورنگ زیب نے کلیانی کی محصور فوج کے حوصلے توڑ دیے۔ اور اس کے قلعہ دار دلاور خاں نے ذی قعدہ ۱۰۶۷ھ ہجری کو کلیانی کے قلعہ کی چابیاں جان کی امان کے عوض اورنگ زیب کے سپرد کیں اور خود بیجاپور کی طرف[2] رخصت ہوا۔

عملِ صالح کے بیان کے مطابق شاہی فوج کے دو اور دستے (جن میں ایک سیوا اور اس کے ساتھیوں کی گوشمالی کو گیا تھا۔ اور دوسرا نیلنگہ کی فتح پر مامور تھا) اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ ایک اور شاہی فوج گلبرگہ تک جا پہنچی تھی۔ اور اس طرح اورنگ زیب نے ایک طرح سے پورے بیجاپور میں ہزاروں قیامتیں برپا کر دی تھیں اور چونکہ بیجاپوریوں نے ہر جگہ لڑنے کے بعد شکست کھائی تھی۔ اس لئے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور کئی سردار اورنگ زیب کی خدمت میں آن حاضر ہوئے تھے۔ جن میں غازی پنہر ہندول اور عبدالرحمان[3] داماد ریحان زیادہ ممتاز تھے۔

عملِ صالح کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلیانی کی فتح، بہت بڑی

---

[1] عملِ صالح جز سوم ص ۱۵۷ - ۲۲۵

[2] عملِ صالح جز سوم ص ۲۲۹ [3] عمل صالح جز سوم ص ۲۲۳

Marfat.com

فتح مانی گئی تھی۔ اور اورنگ زیب نے اس فتح کے بعد اپنے امرائے لشکر کو گراں بہا انعامات تقسیم کئے اور مناصب عطا کئے تھے۔

عمل صالح نے کلیانی کے بعد کسی دوسرے محاصرہ کا ذکر نہیں کیا۔ انعامات کی تقسیم کے ساتھ ہی بیجاپور کے حاکم علی عادل خاں کی طرف سے درخواست مصالحت کی کیفیت بیان کی ہے۔

لیکن خافی خان کے بیان سے ایسا لگتا ہے کہ کلیانی کی فتح کے بعد اورنگ زیب نے بیجاپور کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ اور اس محاصرہ سے تنگ آن کر علی عادل خاں نے مصالحت کی درخواست کی تھی۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں:

بعد ترددات نمایاں کہ قلعہ بیدر صوبہ احمد آباد و قلعہ کلیانی را بتصرف اولادر آوردہ بصوبہ ظفر آباد مسمّی ساختند بعدہ بتسخیر قلعہ بیجاپور کمر عزیمت بستہ آں چہ سعی بہادرانہ و ترددو رستمانہ در آں محاصرہ بظہور آمد بتفصیل آں پرداختن از سر رشتہ سخن دور افتادن است حاصل کلام بعد ازاں کہ مورچال بپائے قلعہ رساندہ کار بر محصوراں تنگ آوردہ مفتوح گردیدن بامروز فردا رسید و عادل شاہ بجان اماں خواستہ التماس مصالحہ بمیان آوردہ خبر موحش از نوشت جات حضور بہ و پیوست[1]

خافی خاں کے بیان کے مطابق بیجاپور کے قلعہ کی تسخیر دو ایک دن کی بات تھی جب عادل شاہ نے مصالحت کی درخواست کی۔ عین اس وقت بادشاہ کی

---

[1] خافی خاں جزدوم ص ۴۰۳

Marfat.com

علالت کی خبر پہنچی، بادشاہ کی اس علالت نے صورتِ حال ہی بدل ڈالی، اور دارا نے جو امورِ سلطنت پر غالب آگیا تھا، اورنگ زیب کے جوہرِ ذاتی اور اس کے تردداتِ رستمانہ اور تدبراتِ حکیمانہ کے پیشِ نظر پیش بندی سے کام لیا۔ اور بادشاہ کی علالت سے فائدہ اٹھاکر اورنگ زیب کی قوت توڑنے کے لئے اس کے ساتھی سپہ سالاروں کو اپنے حضور فوراً واپس آنے کے احکام بھیج دیئے[1]

خافی خاں کہتا ہے۔ جب بادشاہ کے اس فرمان کی خبر اورنگ زیب کو ہوئی تو اس نے عادل خاں کی درخواست مصالحت قبول کی، خافی خاں کے الفاظ ہیں:

> از انتشار ایں خبر موحش الضرام و اتمام و اتمام تسخیر بیجاپور بقصد تصدیق افتاد و خلد مکاں ناچار با سکندر عادل شاہ بیجاپور دار و مدار نمودہ بہ قبول پیشکش کرور روپیہ نقد و بوعدہ اقساط مصالحۃ بیان اور وہ از محاصرہ بیجاپور برخاستہ بہ خجستہ نیاد تشریف آوردند۔

دوسرے الفاظ میں اگر بادشاہ علیل نہ ہوتے، اور کاروبارِ سلطنت پر دارا قابض نہ ہوجاتا تو اورنگ زیب اس مصالحت کو قبول نہ کرتا اور بیجاپور کی مکمل تسخیر کے بغیر واپس نہ ہوتا۔

خافی خاں نے پیشکش کی رقم ایک کروڑ تحریر کی ہے۔ عمل صالح کے مصنف نے پیشکش کی رقم، اور دوسرے شرائط صلح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

> وجانشین عادل خاں در ہیچ مادہ ایستادگی ننمودہ، ابراہیم خاں بجیترا

---

[1] خافی خاں جز دوم ص ۴۔ ۵ [2] خافی خاں جز دوم ص ۵

کہ ازمعتمدان آن خاندان بود فرستادہ امان طلبیدؤ مقرر شد کہ یک کرور و پنجاہ لک روپیہ از جواہر گران بہا و نقد و اثیال بطریقِ تشکست واصل ساختہ قلعہ پرینیدہ بالواحق و قلاع ولایت کوکن و محال تبصرف بندہائے بادشاہی واگزارد۔

اس بیان کی رو سے عادل خاں نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی پیشکش کی تھی نیز یہ اقرار کیا تھا کہ قلعہ پرینیدہ اور ولایت کوکن کے دوسرے قلعے و محال بادشاہ کے آدمیوں کے سپرد کر دے گا۔

اورنگ زیب نے یہ درخواست بادشاہ کی خدمت میں بھجوادی۔ وہاں سے ڈیڑھ کروڑ کی بجائے ایک کروڑ روپے کی رقم باقی رکھی گئی۔ پنجاہ لک روپے معاف کر دیے گئے۔

جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا۔ عمل صالح کے مصنف نے بیجاپور کے قلعہ کے محاصرہ کا کوئی ذکر نہیں کیا نہ دارا کے توہمات ہی پہ کوئی روشنی ڈالی ہے۔ اس نے صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کی ہے کہ بادشاہ نے مصالحت ہو جانے پہ اورنگ زیب کو واپسی کی ہدایت دیں[1]

عاقل خاں رازی کی طرف جو مطبوعہ کتاب "واقعاتِ عالمگیری" منسوب کی گئی ہے۔ اس میں محاصرہ بیجاپور کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ اس میں قلعہ بیجاپور کی بجائے گل برگہ کے محاصرہ کی کیفیت درج ہے۔ عاقل خاں رازی کے الفاظ ہیں:

---

[1] عمل صالح جزسوم ص ۲۶۳

Marfat.com

ودراندک فرصتے بیدر کلیانی کہ از قلاع مشہورہ دیار است، پس از ابرازِ محاصرہ و مقاتلہ بضربِ تیغ آبدار و صمصام صاعقہ بار بزنجیر تسخیر درکشید و انگار را بعزم افتتاحِ گل برگہ کہ از بلادِ مشہورِ آں ولایت است مرتفع گردانید۔ و پس از وصول جنود نصرت موعود را بہ محاصرہ بلاد کہ حصار استوار داشت با دآتش حرب و قتالِ اشتغال نمودند[1]

یہ الفاظ لکھنے کے بعد عاقل خاں رازی نے اس محاصرہِ گل برگہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کے بیان کی رو سے جیسے ہی یہ محاصرہ شروع ہوا، بیجاپوریوں کی فوجیں محصورین کی امداد و کمک کے لئے آنی شروع ہوگئی تھیں۔ اور بادشاہی فوج کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔ اس دوران میں بادشاہ کی علالت کی خبر مشہور ہوئی۔ شاہی فوج کے سرداروں کے دل پریشان ہوگئے اور دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے لڑائی میں خوب تیزی دکھائی۔

یہ کیفیت لکھنے کے بعد عاقل خاں داراشکوہ کی درخواست پر شاہی فرمان کے اجرا بنام مہابت خاں و راؤ ستر سال کا ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ جیسے ہی یہ فرمان مہابت خاں اور راؤ ستر سال کو ملا، وہ شاہزادہ اورنگ زیب کی اجازت کے بغیر، بادشاہ کے حضور چل دیئے اور اس طرح شاہی فوج میں بزدلی اور فتور پیدا کر گئے۔ فوج کا اطمینان جاتا رہا اور پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوگئی"۔

عاقل خاں اس بیان کے بعد اورنگ زیب کی دانائی حکمت اور استقلال اور تدبر کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس صورتِ حال سے اس کے استقلال

---

[1] واقعاتِ عالمگیری یا اقبال نامہ عالمگیر (مطبوعہ لاہور) ص ۱۰

پر کوئی برا اثر نہیں پڑا، اور اس نے نہایت پامردی اور دانائی سے اپنی تھوڑی سی جمعیت کو واپسی کا اذن دیا اور بڑے وقار و تمکنت کے ساتھ مراجعت فرمائی۔[1]

ہم نے یہاں تین ہم عصر واقع نگاروں کے بیانات قلم بند کئے ہیں جن میں سے پہلے دو، اس باب میں متفق ہیں کہ اورنگ زیب کی پے در پے فتوحات اور بیدر و کلیانی پر قبضہ کے بعد بیجاپوریوں کے حوصلے قطعاً شکست ہو گئے تھے ان کے کئی سردار اورنگ زیب سے آن ملے تھے اور عادل شاہ نے مقابلہ کی ہمت خود میں نہ پا کر، مصالحت کی درخواست کی تھی۔[2]

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۱۸

[2] عمل صالح جزسوم ص ۲۶۳ خافی خاں جزسوم ص ۸

Marfat.com

داراکی شرارت

ان تین ہم عصر مؤرخین کے بیانات کو پیشِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب کے اس مکتوب کو دیکھئے جو اس نے اپنے باپ کے نام دھرمت کی لڑائی کے بعد لکھا اس نے اپنے اس خط میں داراکو اپنی جان کا دشمن اور اپنا مخالف ظاہر کرتے ہوئے بیجاپور کی اس مہم کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے:

چنانچہ درہمیں وقت کارکہ حسب الحکم لشکر بیجاپوریاں کشیدہ، بعد ہزار سعی کار برآنہا تنگ ساختہ درمضیقِ قبل داشت، ونزدیک بود کہ پیش کش گرانمند بگیرد یا ہمہ را استاصل مطلق ساختہ بے جاں و بے پاکند، مزادلان شدید بطلب لشکر فرستادہ نہانی نوکرانِ خود را بقصدِ تسلی قلب و استمالت خاطر بیجاپوریاں تعین نمود و وقوعِ ایں معنی وجہ ہائے مختلف کوفتِ اشرف موجبِ خیرہ چشمی غنیم گشتہ دہن وفتورِ تمام درمیانی ثباتِ قلب دلاورانِ

Marfat.com

لشکر راہ یافت و بنا بریں مصلحت کہ عین مفسدہ بود اکثر مردم سرِ خویش گرفتہ بہ ہر طرف متفرق شدند، اگر خدا نخواستہ در ملکِ غنیم چشم زخم عظیم بہ لشکر ظفر اثر میرسید و در سائرِ اقلیم سبعہ شہرت یافتہ موجبِ خفتِ دولتِ پائداری شد[1]

یہ خط بہت طویل ہے۔ مختصر یوں سمجھئے کہ اورنگ زیب کے اس خط سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بیجاپور یا گلبرگہ کے محاصرہ کے وقت اس نے اپنی کوششوں سے محصورین کے حوصلے توڑ دیے تھے اور وہ پیشکش دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔

اورنگ زیب کے اس خط سے جہاں بیجاپوریوں کی مجبوری کا علم ہوتا ہے وہاں ایک اور بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ دارا نے جو شروع ہی میں بیجاپور پر حملہ کرنے کا سخت مخالف تھا۔ اس مہم کو عین اس وقت ناکام بنانے کی خوفناک سازش کی، جب وہ اختتام کو پہنچ رہی تھی اور جب اورنگ زیب نے بیجاپوریوں کے مغرور سر اپنے سامنے جھکا لئے تھے۔ بقول اورنگ زیب، دارا اس قدر نیچے گر گیا تھا کہ اس نے در پردہ اپنے آدمی بھیج کر بیجاپوریوں کو اورنگ زیب کے خلاف اکسایا تھا اور انہیں شہ دی تھی کہ اورنگ زیب کے خلاف ڈٹے رہیں، اور اس کے سامنے سر نہ جھکائیں۔

دارا کے اس طریقِ کار کو اورنگ زیب نے اس ابتلا اور پریشانی کا سبب بتایا ہے جس میں ساری فوج مبتلا ہو گئی تھی۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۹۹

Marfat.com

عاقل خاں اور اورنگ زیب کے اس بیان کو اگر ملا کر پڑھا جائے، تو اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں، ایک یہ کہ دارا نہیں چاہتا تھا کہ اورنگ زیب اس مہم میں کامیاب ہو۔ دوسرے اس نے بیجاپوریوں سے سازش کر کے اور شاہی فوج کو واپس بلا کر اورنگ زیب کو مروانے اور اس کی قوت توڑنے کی کوشش کی تھی، غور کیا جا سکتا ہے کہ گو بیجاپوری، اورنگ زیب کی دانائی اور حد سے بڑھے ہوئے استقلال سے بے حد متاثر تھے، گو اورنگ زیب نے انہیں کئی پے در پے اور لرزا بخش شکستیں دی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ اورنگ زیب کے دوست نہیں بنے تھے۔ انہوں نے مصالحت کی جو درخواست کی تھی وہ مجبوری کی بنا پر کی تھی، اور جیسے ہی دارا نے ان سے اورنگ زیب کے خلاف سازش کر لی، اور اس سازش کو کامیاب بنانے کے لئے، مہابت خاں اور راجہ چھتر سال کو ان کی جمعیتوں کے ساتھ واپس بلا لیا تو وہ اورنگ زیب سے انتقام لینے پر تل گئے۔

یہ تو اورنگ زیب دانا تھا۔ اور عاقل خاں کے قول کے مطابق اس نے اس نازک موقعہ پر جب کہ ساری فوج دل برداشتہ ہو چکی تھی۔ جبکہ بزدلی اور بددلی نے فوج کے دل اپنی گرفت میں لے لئے تھے، انتہائی جرأت و پامردی دکھائی اور اپنی تھوڑی سی فوج کو جو دشمن کے نرغہ میں پھنسی تھی، بڑے وقار اور آن بان کے ساتھ باہر نکال لیا۔

اورنگ زیب اور عاقل خاں دونوں کے بیانات ساتھ رکھ کر پڑھنے سے ایک یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ بیجاپوری، دارا سے مل کر اورنگ زیب کو

Marfat.com

مار دینے پر تُل گئے تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ جب بیجاپوری اورنگ زیب کو جان سے مار دینے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے خان محمد وزیر اعظم اور سپہ سالار کو، اس شبہ کی بنا پر قتل کر دیا کہ وہ در پردہ شہزادے سے مل گیا تھا۔[1]

اورنگ زیب نے اپنے خط میں خدانخواستہ کہہ کر غنیم کے ملک میں لشکرِ ظفر اثر کو چشمِ زخم پہنچنے کے امکان کی جو شکایت کی ہے: درحقیقت وہ اس کی ذات کو چشمِ زخم پہنچنے کی شکایت تھی۔ ظاہر بات تھی کہ بیس ہزار شاہی فوج کے اورنگ زیب سے کٹ جانے کے بعد اس ملک میں زیادہ سے زیادہ پچیس ہزار آدمی رہ گئے تھے، ان میں سے بھی، کچھ کلیانی میں تھے اور کچھ بیدر میں، تین ہزار کے قریب احمد نگر کی پہرہ داری کر رہے تھے۔ اورنگ زیب کے اپنے ساتھ اس وقت دس ہزار سپاہی بھی نہ تھے۔ اور بیجاپوریوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی اوپر تھی، وہ شکست خوردہ تھے، مگر کمینے تھے۔ مصالحت کی پیش کش کرنے اور امان مانگنے کے باوجود اورنگ زیب پر حملہ کرنے اور اسے مار دینے پر تُل گئے تھے۔

ہم گو دعوے سے یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ اورنگ زیب سے مل جانے کا جو شبہ خان محمد پر کیا گیا تھا اس میں کہاں تک صداقت تھی، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ خان محمد اورنگ زیب کا ہمدرد تھا۔ اور غالباً یہ وہی تھا، جس کی وجہ سے اورنگ زیب نے مصالحت پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ بساتین السلاطین کے مصنف کی بیان کی ہوئی داستان کو گو سر جادو ناتھ سرکار نے غیر وزنی قرار دیا ہے لیکن

---

[1] بساتین السلاطین ص ۳۴۹

خود انہوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اورنگ زیب اور خان محمد میں دوستانہ مراسم پیدا ہو چکے تھے، گو ان کے دلائل کی بنا پر یہ داستان ثبوت کو نہیں پہنچ سکی، لیکن اس امکان سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب شاہی فوج کا ایک بڑا حصہ واپس ہو گیا تھا۔ جب اورنگ زیب اور عاقل کارازی کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کی فوج دل چھوڑ چکی تھی۔ خان محمد نے جو بیجا پوری فوج کا سپہ سالار اعلیٰ تھا، اورنگ زیب کو تنہا پا کر لڑائی لڑنے کو شرافت و نجابت کے خلاف سمجھا۔ اور غالباً اسی کی سزا پائی اور موت کے دامن میں جا سویا۔[1]

---

[1] ہسٹری آف اورنگ زیب جز اوّل ص ۲۸۸

Marfat.com

شاہجہاں کی بیماری

عالمگیر نامہ، عمل صالح، خانی خاں اور عاقل خاں رازی کے بیان کے مطابق بادشاہ کی جو بیماری، نظم و نسقِ سلطنت کی پراگندگی و انتشار کا سبب بنی، وہ سات ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کو شروع ہوئی[۱] اور اس قدر شدید صورت اختیار کر گئی کہ بادشاہ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے عاجز آ گئے۔ ان کی قوت لحظہ بہ لحظہ جواب دیتی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہ امورِ سلطنت کے نظم و نسق میں کئی دن تک کوئی دلچسپی نہ لے سکے اور خواص و عوام کو اپنے حضور آنے کی اجازت نہ دے سکے۔ یہاں تک کہ شاہی جھروکے میں بھی نہ آ سکے۔ اور ایک مدت تک وہ لوگ جو روزانہ جھروکے کے قریب آن کر ان کے روئے زیبا کو دیکھ لیا کرتے[۲] اس شرف سے محروم رہے[۳] عالمگیر نامہ

[۱] خانی خاں جزدوم ص ۴ عمل صالح جزسوم ص ۲۷۰

عاقل خاں رازی ص ۱۸ عالمگیر نامہ ص ۲۷ عالمگیر نامہ ص ۲۷

Marfat.com

کے مصنف اور خافی خاں نے بادشاہ کی بیماری کی کیفیت کو عوام و خواص سے چھپانے کی ذمہ داری داراشکوہ پر عائد کی ہے۔

ان دونوں مصنفین نے داراشکوہ کی بدنیتی پر طعن کیا ہے۔ان کے خیال میں یہ دارا کی کم ظرفی تھی کہ اس نے بادشاہ کے جیتے جی سلطنت کے تمام امور اپنے ہاتھ میں لے لئے اور عزل و نصب کا کام شروع کر دیا تھا۔ ہم اسے دارا کی بدنیتی تو نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ ہر شخص کی فطری خواہش وہی ہوتی ہے جو داراشکوہ کی تھی۔ دارا شاہجہان کا سب سے بڑا اور محبوب بیٹا تھا۔ شاہجہاں نے اسے اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا اور اس وقت بھی جب وہ بیمار رہا، اس کی خواہش سے اس نے امورِ سلطنت کا انصرام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔[1] اس لئے ہمارے نزدیک یہ دارا کی بدنیتی نہ تھی۔ البتہ اس کی جلد بازی اور کم فہمی لازمی تھی۔

اس نے اپنی حماقت کے سبب اول تو باپ کی بیماری کی کیفیت خواص و عوام سے چھپائی، دوسرے شہزادوں کے سفیروں پر ناجائز پابندیاں لگا کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اس کو خیال تھا کہ اگر باپ کی بیماری کی خبریں باہر جانے سے روک لی گئیں، تو اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا اور وہ باپ کی زندگی میں تختِ سلطنت پر بڑے اطمینان سے بیٹھ جائے گا۔ اور یوں اس کے مخالف عناصر جن میں تینوں شہزادے پیش پیش تھے۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں گے۔ اگر وہ بیماری کی صحیح کیفیت سے عوام و خواص کو لحظہ بہ لحظہ آگاہ کرتا رہتا۔ تو اس سے

---

[1] خافی خاں جز ۲ ص ۵

Marfat.com

اسے بھی فائدہ ہوتا اور عوام وخواص میں بھی بادشاہ کی موت کے متعلق قطعاً کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔

جب بھی کبھی کسی بادشاہ کی سخت بیماری کے وقت اس قسم کے شدید اخفا سے کام لیا گیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوا ہے جو شاہجہان کی بیماری کے وقت ہوا تھا۔ دہلی میں رہنے والے لوگوں کی اکثریت کو وہم ہو گیا تھا کہ بادشاہ انتقال کر گئے ہیں۔ حتیٰ کہ دربار میں شریک ہونے والے امرا میں سے ایک طبقہ کو یہ قوی گمان تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ شجاع اور مراد بخش کے سفیروں نے دربار میں بیٹھ کر اپنے آقاؤں کے نام دارا کی پابندیوں اور زبان بندی کے باوجود جو پیغام بھجوائے ان میں اسی گمان کا اظہار کیا تھا۔ اگر احمق دارا، یہ حماقت نہ کرتا تو وہ فساد برپا نہ ہوتا۔ جو ہوا۔ خافی خاں ان ہی تاثرات کو قلم بند کرتے ہوئے کہتا ہے:

دریں وقت فرصت راغنیمت دانستہ اختیار امور سلطنت بکفِ اقتدار خود در آوردہ از وکلا محلکائے عدم تحریر وقائع دربار گرفتہ راہ تردد قاصدان مسافران بنگالہ واحمدآباد ودکن رامسدود ساخت۔ وچوں دربہمہ صوبجات اخبار شرربار خلل افزائے مذکورہ بہ اک چوکی زبان انتشار یافت تمام در اطاعت امیراں و زمینداں عمدہ و رعایائے مالگذار ومفسد پیشگاں واقعہ طلب راہ یافت وفتنہ جویان ہر گوشہ واطراف وہنگامہ طلبان ہر صوبہ واکناف سر بفساد بر داشتہ[1]

عاقل خاں رازی، عالمگیر نامہ کے مصنف اور محمد صالح کنبو نے بھی قریب قریب یہی بات اپنے الفاظ میں بیان[2] کی ہے۔

---

[1] خافی خاں جزو دوم ص ۸۔ ۹   [2] عاقل خاں ص ۱۹   عالمگیر نامہ ص ۲۸۔ ۲۹

Marfat.com

یہ امرِ واقعہ ہے کہ دارا کی اس خود آرائی نے بنے ہوئے کام کو بگاڑ دیا، اور ساری مملکت ہزار ہزار ہنگاموں میں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو گئی۔ پوری مملکت میں، عوام کی ایک بڑی اکثریت یہی سمجھنے لگی تھی کہ شاہجہان بادشاہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ بنگال احمد آباد، دکن اور پنجاب تمام صوبوں میں بادشاہ کی خبرِ مرگ نے ہزار ہزار طوفان کھڑے کر دیے تھے۔ خصوصاً دور کے صوبوں، مثلاً بنگال، گجرات اور دکن کے عوام تو قطعاً بے خبر تھے۔ عوام کی بے خبری تو خیر قابلِ معافی تھی۔ تینوں شہزادوں کو بھی صحیح طور پر کچھ معلوم نہ تھا۔ اگر دارا ان کے وکیلوں پر پابندی نہ لگاتا اور ان سے خبریں باہر بھیجنے کے سلسلے میں مچلکے نہ لیتا تو وہ بادشاہ کی بیماری اور پھر صحت سے انہیں ساتھ ساتھ آگاہ کرتے رہتے اور اس طرح ان کی بے خبری دور ہو جاتی، اخفا کی حد ہوتی ہے۔ دارا نے راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ کوئی ڈاکیہ، کوئی مسافر، بادشاہ کی بیماری کے متعلق کوئی خبر، گجرات، بنگال اور دکن نہیں لے جا سکتا تھا۔

اگر دارا اور اس کے تینوں بھائیوں کے ذاتی تعلقات، خراب نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا، اس قسم کی ناکہ بندی اور حد سے زیادہ اخفا کا کوئی مضر نتیجہ نہ نکلتا اور بھائی ولی عہدِ سلطنت کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے مگر یہ تینوں دارا کی طرف سے پہلے ہی سے بدظن تھے۔ ان کے نزدیک وہ بھی تختِ سلطنت پر بیٹھنے کے ویسے ہی حق دار تھے جیسے دارا تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ مراد بخش نے احمد آباد میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا اور سورت پر حملہ کر کے، سورت کو لوٹ لیا تھا۔ مراد بخش کو باپ کی موت کا قطعاً یقین ہو چکا تھا۔ اس کے دل میں کسی قسم کا اشتباہ

Marfat.com

باقی نہ رہا تھا۔ اس نے اپنے نام کے سکے تک جاری کر دیئے تھے[1] یہی کیفیت شجاع کی تھی۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ شجاع چونکہ مراد بخش جتنا جلد باز او رغیر محتاط نہ تھا۔ اس لئے اس نے بادشاہت کا اعلان تو نہیں کیا۔ مگر شاہی علاقوں پر قبضہ کرکے اپنے باغیانہ رویہ کا ثبوت پیش کر دیا تھا۔

دکن کی حالت البتہ اتنی خراب نہ تھی جتنی گجرات اور بنگالہ یا شجاع اور مراد بخش کی تھی۔ اورنگ زیب نے باپ کی علالت اور پھر موت یا موت اور زندگی سے متعلق حد سے بڑھے ہوئے اخفا کو اتنی زیادہ اہمیت نہ دی تھی۔ اس نے اپنے حواس مجتمع رکھے[2]

---

[1] خافی خاں ۱۔۵ [2] عاقل خاں رازی ص ۱۹

Marfat.com

اورنگ زیب کی دانائی

مورخ عاقل خاں کے الفاظ ہیں۔

اما آنحضرت بنا بر تلقینِ عقل و دور بحبل المتین تانی و تحمل اعتصام فرمودہ قدم از دائرہ وقار و تمکین بیروں نسپرد۔ و بادراک کیفیتِ حال روزگار و دریافتِ اصل کار و تحقیق حال حضرت شہنشاہی و مآل این مقدمات عبرت انگیز حیرت افزا کما ینبغی توجہ جہاں آرا برگماشت[1]

حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ اورنگ زیب ہی دارا کا سب سے بڑا مخالف اور موردِ عتاب تھا۔ ابھی اس بیجاپور کی مہم میں دارا نے اس کے ساتھ کتنی بڑی دشمنی کی تھی۔ ساری فوجیں واپس بلا کر اسے دشمنوں کے ملک میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اس ہز

---

[1] عاقل خاں رازی صفحہ ۱۹ خافی خاں ص ۵-۶

کے باوجود اورنگ زیب نے دانائی وحکمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، کسی قسم کی حماقت نہ کی، نہ جذبات کو ابھرنے دیا، اور نہ کسی قسم کی انتقامی کاروائی ہی کی۔

گو امرِ واقعہ ہے کہ اسے اس وقت خود باپ کی زندگی کے متعلق اچھا خاصا اشتباہ ہوچکا تھا۔ اس کے وکیل عیسیٰ خاں کی زبان بندی کی وجہ سے اُسے بادشاہ کی علالت کے متعلق کوئی مزید بات معلوم نہ ہوئی تھی صرف اتنا پتہ چلا تھا کہ امورِ سلطنت پر دارا غالب آگئے ہیں اور ہر کام وہی انجام دیتے ہیں۔ اس نے یہ خبر بھی سن لی تھی کہ مراد بخش نے اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا ہے۔ اسے یہ بھی علم ہوچکا تھا کہ شجاع کی فوج سے لڑنے کے لئے دارا نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ اور راجہ جے سنگھ کو، بنارس بھیج دیا ہے[۱] اسے یہ خبر بھی مل گئی تھی کہ شاہی خزانوں پر قبضہ کرنے کی خاطر، دارا، دہلی سے آگرہ پہنچ چکا ہے۔ پھر اسے شجاع کی شکست کی خبریں بھی ملیں، یہاں تک اسے یہ پتہ بھی چلا، کہ راجہ جسونت سنگھ قاسم خاں کے ساتھ بڑے ساز وسامان کو جلو میں لئے احمد آباد روانہ ہوچکا ہے۔

اس ہر خبر کے باوجود، اورنگ زیب نے قطعاً کسی قسم کی کوئی نامناسب حرکت نہیں کی۔ البتہ اس دوران میں اس نے ایک بات ضرور ایسی کی جس سے اس کی خود آرائی کا ہلکا سا گمان ہوسکتا تھا۔ عاقل خاں رازی کے خیال میں یہ بڑی جرأت اور دانائی کی بات تھی جو اس نے کی تھی[۲] اور اس سے اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ اورنگ زیب نے اس نازک

---

[۱] عاقل خاں رازی ص ۲۰

موقعہ پر اپنے حواس پر کس قدر قابو رکھا تھا۔

مہابت خاں اور راجہ چتر سال شاہی فرمان کے مطابق بیجاپور چھوڑ کر اکبر آباد کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ وہ اپنے ساتھ فوج کا ایک بڑا حصہ یقیناً لے گئے تھے۔ لیکن شاہی خزانے توپ خانے اور دوسرا ساز و سامان اور ایک بہت معقول دستہ توپچیوں کا معظم خاں یا میر جملہ کے ساتھ تھا جو ابھی بیدر سے آئے تھے اور اکبر آباد کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے اپنے ہاتھی اور اپنے جواہرات و خزانے بھی تھے۔ اگر وہ ان ساری چیزوں کے ساتھ دارا کے پاس پہنچ جاتے تو اورنگ زیب کی طرف سے یہ ایک بہت بڑی حماقت ہوتی۔ یہ دانائی کے قطعاً خلاف تھا کہ اتنی بڑی قوت دارا کے پاس جانے دی جائے۔ اورنگ زیب نے پہلے تو بڑی چاپلوسی اور نرمی سے کام لے کر، میر جملہ کو مراجعت کے پیغام بھیجے[1] مگر وہ نہیں مانے اور انہوں نے اورنگ زیب سے دو ٹوک بات کہہ دی کہ بادشاہ کے واضح حکم کے ہوتے ہوئے میں رک نہیں سکتا۔

عاقل خاں نے یہ قصہ کہتے ہوئے میر جملہ کے متعلق لکھا ہے:

کہ معظم خاں ازیں امر پہلو تہی کردہ، در جواب معروض داشت کہ چوں از درگاہ جہاں پناہ فرمان طلب نازل گشتہ در عالم بندگی و نشہ چاکری جز امتثالِ امر و انقیاد فرماں چارہ نیست[2]

میر جملہ کے اس جواب کے بعد اورنگ زیب کے پاس دو ہی صورتیں تھیں، یا تو

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۲۰ [2] عاقل خاں ص ۲۰

Marfat.com

خود آگے بڑھ کر میر جملہ کو جبراً پیش قدمی سے روک دے یا اس کے ساتھ کوئی حیلہ کرے جبراً روکنا دانائی و حکمت کے خلاف تھا۔ اورنگ زیب نے یہ طریقہ اختیار کرنے کی بجائے اپنے بیٹے شہزادے محمد سلطان کو خوب سمجھا بجھا کر میر جملہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے پیغام بھیجا کہ چونکہ آپ بادشاہ کی خدمت میں جا رہے ہیں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو آپ کے جانے سے پہلے آپ سے عرض کرنی ہیں، مشورے لینے ہیں۔ پیغاماتِ خاص بھجوانے ہیں، اس لئے آپ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیے۔

شہزادہ کو زبانی کہہ دیا گیا تھا کہ حد سے زیادہ انکسار، چرب زبانی اور دانائی سے کام لے کر میر جملہ کو ہر قیمت پر روک لے اور کوشش کرے کہ میر جملہ اس کی نیت سمجھ نہ پائیں۔ محمد سلطان بڑا ذہین اور چرب زبان شہزادہ تھا۔ اس نے میر جملہ کو باتوں میں لگا لیا اور اورنگ زیب کے پاس واپس لے آیا۔ اورنگ زیب نے پہلے ہی سے سارے انتظامات کر رکھے تھے۔ جیسے ہی میر جملہ اس کے خیمہ میں آئے اس کے آدمیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ہر چیز چھین لی۔[1]

عاقل خاں کے الفاظ ہیں:

بمجرد در آمدن بخلوت کدۂ خاص شہریاری جناب امارت مآب مقید و محبوس گردید و تمامی خزائن و اموال و سامانِ ثروت و اسباب مکنت کہ اندوختہ عمرش بود بسرکارِ فیض آثار عائد گشت و لوکر آتش در سلک ملازمانِ خسروی انتظام یافتند۔

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۲۰۔ ۱۲

Marfat.com

عاقل خاں کے خیال میں اس گرفتاری کا سبب یہ تھا۔

درچنیں ہنگام امیر خطیر انجام و مہم عظیم پیش نہاد ہمت جہاں کشا بود خزائن اموال و سپاہش سرمایہ سرانجام و در بابستِ ایں مہم اہم شدہ خاطر اشرف را قرینِ جمعیت و حضور ساخت۔

ہمارے خیال میں عاقل خاں کی یہ رائے، محض ذاتی تھی۔ اورنگ زیب نے میر جملہ کو محض اس لئے گرفتار کیا تھا کہ میر صاحب حالات و واقعات کے جبر سے غلط فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

خود اورنگ زیب نے اپنے ایک مکتوب میں اس گرفتاری کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا:

چوں ایں مریدازاوضاع و اطوار معظم خاں استشمام رائحہ بے اخلاص و روگردانی نمود۔ لاجرم او را مقید گردانید و اگر چنیں نمی کرد۔ بیغائلہ شبہ و شائبہ گریختہ باز بسرداران دکھن می پیوست[1]

اگر عاقل خاں کی روایت کو یکسر قلم زد کرنے کے بعد، اورنگ زیب کا یہ خط پڑھا جائے، تو اس سے صرف ایک ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ میر جملہ نے سچ مچ کچھ ایسی حرکات کی تھیں، جن سے ان کی بے اخلاصی ظاہر ہوئی۔ اگر اورنگ زیب کو ایسے تنبہات واقعتاً تھے تو عاقل خاں کا بیان قطعاً ناقابل قبول ہے اور نگ زیب گو مدعی سلطنت تھا۔ پھر بھی اس کا کردار اتنا

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۲۹ [illegible]

Marfat.com

اونچا تھا کہ اس سے جھوٹ اور غلط بیانی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی میر جملہ کی اس گرفتاری میں، ہمیں عاقل خاں کی نسبت اس کے بیان پر زیادہ بھروسہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ ایسے اوقات میں جب بادشاہ بدل رہے ہوں، یا وہ سیاسی انتشار پھیل جائے جو اس وقت بادشاہ کی بیماری کے وقت پھیلا۔ تو امرا اور سرداروں کی نیتیں عموماً بدل جاتی ہیں میر جملہ کی نیت بھی بدل گئی ہو، اس کا پورا امکان ہے۔ اور پھر جب کہ وہ ایک بار پہلے بھی ایک دربار کو چھوڑ کر، سیاسی اغراض کے لئے، دوسرے میں پناہ لے چکے تھے۔ اس بات کا شبہ کیا جا سکتا تھا کہ انھوں نے اورنگ زیب سے بے وفائی کرنی چاہی ہو۔

اس سلسلہ میں اگر محمد صالح کنبو کے بیان کو بھی پیش نظر رکھا جائے، تو بات قطعاً واضح ہو جاتی ہے۔ محمد صالح کا خیال ہے کہ جب دارا شکوہ نے مہابت خاں اور راجہ چتر سال کو واپس بلایا۔ اور اورنگ زیب تنہا رہ گیا تو وہ بہت دل برداشتہ تھا۔ اس نے جوں توں کر کے بیجا پوریوں کی درخواست مصالحت پر صاد کیا اور بیجا پور کی حدود سے نکل کر اورنگ آباد کی طرف بڑھا۔ میر جملہ بھی غالباً اس کے ساتھ آگے پیچھے کچھ فاصلے پر، اس سمت روانہ ہوئے تھے۔ اور آگرہ جانے کا ارادہ تھا کہ اورنگ زیب نے خواہش کی، جانے سے پہلے وہ اس سے مل لیں۔

عملِ صالح کے الفاظ ہیں:

بمجرد رسیدن آں مکان نجان مشار الیہ از راہِ مدارات پیغامی

Marfat.com

چند دادہ، خواہش آمدن حضور فرمودند۔ چوں او پیغام ہائے مذکور بسمع قبول اصغا نمودہ، اطاعت امر جلیل القدر نہ کرد۔ حکم والا شرف نفاذ یافت کہ شاہزادہ سلطان محمد بہ زود زوانہ گشتہ۔ بہر نہج کہ ممکن باشد، اورا در موقف دولت حاضر سازد، و پس از آنکہ فرمودہ بنفاذ پیوست واو بحضور انور رسید بحکم سیاست سلطانی در ہماں مجلس مقید ساختہ، بہ قلعہ دولت آباد فرستادند[1]

عاقل خاں رازی بڑے پایہ کے مؤرخ ہیں۔ لیکن اس باب میں ان سے یقیناً تساہل ہوا ہے۔ انہوں نے محض اپنی طرف سے قیاس کر لیا تھا کہ میر جملہ کی گرفتاری میں اورنگ زیب نے فریب سے کام لیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اتنا ساز و سامان لے کر وہ دارا سے نہ جا ملیں۔ اس کی جگہ یہ بات زیادہ صحیح اور قرین قیاس ہے کہ میر جملہ نے اورنگ زیب کے فرمان پر اس کے پاس آنے سے انکار کر کے اس کے اختیار و اقتدار کو چیلنج کیا، اور اس وقت چیلنج کیا جبکہ مہابت خاں اور راجہ چتر سال کی حرکات سے وہ حد درجہ رنجیدہ اور پریشان تھا۔ جبکہ دارا کی بے وفائی اور مکاری نے اس کے دل پہ کاری ضرب لگائی تھی۔ اورنگ زیب یقیناً بہت دُور اندیش اور محتاط سیاست داں تھا، مگر بہ ہر حال آدمی تھا۔ ایسی صورت حال اسے مشتعل کر سکتی تھی۔ ہمارے نزدیک، میر جملہ کی گرفتاری اس اشتعال کے سبب ہوئی۔

---

[1] عمل صالح جلد سوم ص ۲۸۲

اورنگ زیب کے بارے میں قریب قریب ہر شخص کو معلوم ہے کہ وہ کس قدر وہمی تھا، بہت ممکن ہے کہ اس نے میر جملہ کی اس نافرمانی کی بنا پر انہیں دھوکے باز سمجھ لیا ہو۔

بہ ہر حال عاقل خاں نے اس گرفتاری کے جو اسباب بیان کیے ہیں۔ وہ محمد صالح کنبوا ور اورنگ زیب کے اپنے مکتوب کی شہادت میں محلِ نظر ہیں اور اس لئے محلِ نظر ہیں کہ جو شخص اپنے بیٹے کو نافرمانی کی سزا میں عمر بھر قید کر سکتا ہے وہ میر جملہ ایسے آدمی کی نافرمانی کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ اورنگ زیب میں نافرمانی برداشت کرنے کا قطعاً حوصلہ نہ تھا۔ پھر اصولاً اگر سوچا جائے کہ میر جملہ کو بادشاہ نے جب بیجاپور کی مہم پر روانہ کیا تو ان کی حیثیت اورنگ زیب کے ایک نائب کی تھی۔ وہ اورنگ زیب کے احکام کے پابند تھے۔ یہ پابندی خود شاہجہان کے فرمان کے بموجب ان پر لگائی گئی تھی۔ شاہجہان کے اس واضح فرمان کے ہوتے ہوئے میر جملہ کے لئے یہ کسی طرح جائز نہ تھا۔ کہ وہ ایک مشتبہ فرمان کی بنا پر اورنگ زیب کا ساتھ چھوڑ جائیں۔ میر صاحب کی واپسی کا فرمان جس شخص نے جاری کیا تھا، اس کی حیثیت ابھی مشتبہ تھی۔ ابھی اورنگ زیب کو یقین نہیں ہوا تھا کہ باپ زندہ ہیں، اور اگر زندہ ہیں تو قید میں ہیں یا آزاد ہیں۔ دہلی سے، دہلی کے تاجر اور دوسرے لوگ خفیہ طور پر اب تک جو خطوط اس تک پہنچا رہے تھے۔ ان میں اس قسم کی اطلاعات درج ہوتی تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اورنگ زیب شاہجہان کے بارے میں بہت حد تک مشتبہ تھا۔ وہ جب تک اورنگ آباد

Marfat.com

سے برہان پور کی طرف نہیں بڑھا۔ اسے باپ کے بارے میں کوئی یقینی بات معلوم نہیں ہو سکی تھی۔

سر جادو ناتھ سرکار نے آدابِ عالمگیری کے حوالہ سے میر جملہ کے نام قبل خاں کا ایک مکتوب چھاپا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب اور میر جملہ کے مابین اورنگ زیب کی خواہشِ تخت نشینی کے متعلق کوئی خفیہ سمجھوتہ ہو چکا تھا۔ اور اورنگ زیب کو یقین تھا کہ میر جملہ تمام دوسرے حکام کی نسبت اس باب میں اس کے زیادہ خیرخواہ ہیں، وہ ان پر بہت بھروسہ رکھتا تھا اپنے اس بھروسے کے انحصار کے ساتھ اورنگ زیب نے میر جملہ سے خواہش کی تھی کہ وہ ان کے پاس آئیں اور تخت نشینی کے مسئلہ میں بات چیت کریں۔

ہمیں بے حد رنج ہے کہ پوری کوشش کے باوجود ہمیں آدابِ عالمگیری میسّر نہیں آسکی۔ پنجاب یونیورسٹی، پنجاب پبلک لائبریری یا کسی دوسری لائبریری میں یہ کتاب موجود نہیں ہے۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ آدابِ عالمگیری میں جو مکتوب چھپا ہے اس کے اصل الفاظ کیا ہیں۔ بہرحال یہ خط درج کرنے کے بعد سر جادو ناتھ سرکار نے جو افسانہ تراشا ہے کہ اورنگ زیب نے میر جملہ سے اس باب میں پہلے سازش کر لی تھی۔ میر جملہ کی گرفتاری دونوں میں طے شدہ پروگرام کے مطابق ہوئی۔ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

عاقل خاں، ایسے افسانوں کے زیادہ شائق ہیں۔ انھوں نے بھی یہ احتمال واضح نہیں کیا۔ نہ محمد صالح کنبو نے جس کی صدق بیانی پر سر جادو ناتھ سرکار کو حد سے زیادہ

Marfat.com

یقین ہے۔ ایسی کوئی بات اشارۃً ہی لکھی ہے۔

خافی خاں باوجود مخالف ہونے کے اورنگ زیب کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکے۔ پھر سرجادوناتھ سرکار نے یہ داستان کہاں سے چرائی؟ ہم یہیں تک پہنچے تھے کہ ہماری نگاہ مراد کے اس خط پر پڑی جو اس نے اپنی خط وکتابت کے سلسلہ میں اورنگ زیب کو میر جملہ کی گرفتاری پر لکھا تھا۔ اس کے الفاظ تھے،

واز مقید ساختن معظم خاں کہ وجودش درآں دیار صورتِ فتنہ وفساد بود صفوفِ مسرت وجمعیت رُوئے آورد۔

ایک دوسرے خط میں مراد نے اس موضوع پر دوبارہ اظہار خیال کیا ہے۔

ہرگاہ آں صاحب مہرباں معظم خاں را مقید ساختہ یکرو کردہ اند۔ ایں مقولہا را پیرامونِ خاطر را نباید داد، درسامان واستعدادِ شکستنِ غنیم وبرانداختنِ مخالف باید بود، ہرکہ خواہد باشد، ہرکہ خواہد بیاید۔ عقلاً وشرعاً حفظِ خود ودفع شر ضروری است[1]۔

یہ دو عبارتیں آپ کے سامنے ہیں۔ غور کیا جا سکتا ہے کہ اگر اورنگ زیب کے دعوے میں صداقت نہ تھی۔ اگر میر جملہ کی حرکات سے متعلق بدظنی کا امکان تھا تو مراد نے جو اورنگ زیب کا ایک طرح سے شریک کار اور ہمراہ ہم راز تھا اس کی اس بات پر یقین کیسے کر لیا۔

جاننے والوں کو معلوم ہے اور ہم خود آگے چل کر اس بات کی تصریح کریں گے کہ اورنگ زیب، مراد اور شجاع میں ایک مکمل یکجہتی پیدا ہو چکی تھی۔ تینوں میں۔

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۱۷۴

طے ہوا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بھی بات نہیں چھپائیں گے۔ ایک ایک بات اور ایک ایک حرکت سے آگاہ کریں گے۔ اگر اورنگ زیب نے میر جملہ کو محض دھوکہ اور پہلے سے طے شدہ سازش کی بنا پر قید کیا تو مراد سے جو اس کا ہم راز تھا، یہ بات کیوں چھپائی۔

درحقیقت بات صرف اس قدر تھی کہ اورنگ زیب کو میر جملہ کی بعض حرکات سے بدظنی ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے اس کی گرفتاری ضروری جانی۔ میر جملہ اور اس میں پہلے سے کوئی سازش نہیں ہوئی تھی۔ البتہ یہ قطعاً صحیح ہے کہ میر جملہ کی گرفتاری کے فوراً بعد یہ بدظنی دور ہوگئی۔ اور دونوں کے دل صاف ہوگئے۔ عموماً دوستوں میں جب کسی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے تو یہی صورتِ حال سامنے آتی ہے۔

بہر حال میر جملہ کی گرفتاری کی خبر جب شاہ جہان کو ملی، تو اسے ایک بڑی گستاخی سمجھا گیا، اور تادیب ضروری سمجھی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ راجہ جسونت سنگھ قاسم خاں کے ساتھ جب مراد کی مزاج پرسی کے لئے دارالخلافہ سے اس طرف روانہ ہوا تو اسے اورنگ زیب کی خبرگیری کی ہدایات بھی دی گئیں [1]

خافی خاں کی روایت کے مطابق جسونت سنگھ کو حکم ملا تھا۔

درصورتیکہ محمد اورنگ زیب درحرکت از دکن سبقت نماید مہاراجہ با قاسم خاں وہمہ بند ہائے بادشاہی سر راہ او بگیرند و باتفاق بمقابلہ پردازند۔

یہ فوج کشی گو اس اعتبار سے ناجائز نہیں کہی جا سکتی کہ مراد و شجاع کی حرکات قطعاً باغیانہ تھیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ فوج کشی بھی دارا کی دوسری سیاسی

---

[1] عملِ صالح جزو سوم ص ۲۸۴ - ۲۸۵

Marfat.com

حماقتوں میں سے ایک بڑی حماقت تھی، ایسی حماقت جس نے نہ صرف دارا کے وقار پر کاری ضرب لگائی، شاہجہان کی اس عقیدت کو بھی ایک حد تک کم کردیا جو تینوں بیٹوں کے دلوں پر مسلط تھی۔ اس فوج کشی سے تینوں شہزادے بیک وقت اچھی طرح سمجھ گئے کہ دارا انہیں راہ سے ہٹانے پر قطعاً تل گیا ہے اور ان سے کسی قسم کی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

یہی سبب ہوا کہ تینوں بھائیوں نے اس کے خلاف متحدہ محاذ بنالیا۔

Marfat.com

Marfat.com

تخت نشینی کیلئے جدوجہد

Marfat.com

Marfat.com

چاروں بھائی

دارا، شاہجہان کا سب سے بڑا اور اورنگ زیب دارا اور شجاع سے چھوٹا، مگر مراد سے بڑا تھا شجاع اور مراد دونوں شہزادے بھی تخت کے دعویدار تھے۔

شاہجہان کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ان چاروں کو حق پہنچتا تھا کہ باپ کی جگہ لینے کا دعویٰ کریں۔ یہ الگ بات تھی کہ دارا باپ کا پیارا اور محبوب بیٹا تھا۔ اس حد تک پیارا کہ باپ نے اس کی مرضی کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔ اسے ہمیشہ اپنے پہلو میں جگہ دی، اور اسے وہ عزو احترام عطا کیا، جو کبھی کسی شہزادہ کو کم سے کم مغل بادشاہوں کے دربار میں نصیب نہ ہوا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ اس کے بیٹوں کو وہ مراعات عطا کی گئی تھیں، جو اورنگ زیب و شجاع کو میسر نہ تھیں۔ اورنگ زیب نے اپنی بہن جہاں آرا کے نام لکھے ہوئے

Marfat.com

ایک خط میں یہ شکایت کی تھی[1]

عملِ صالح کے بیان کی رُو سے بادشاہ نے بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد دارا پر جو عنایات کیں۔ وہ پہلی تمام عنایتوں سے بھی بڑھ گئی تھیں۔ اس نے اسے ایک کروڑ روپے نقد عطا کئے تھے جو جواہرات دیئے، ان کی قیمت کا کوئی حساب نہ تھا۔ اس کے بیٹوں کو بیس ہزاری اور دس ہزاری مناصب عطا فرمائے تھے اور یہ مناصب وہ تھے جو اورنگ زیب اور شجاع کو نصیب تھے

عملِ صالح ہی کے بیان کے مطابق شاہجہان نے اس بیماری سے اچھا ہونے کے بعد، دربار عام منعقد کر کے دارا کی ولدیتِ عہد کا اعلان کیا اور امراء وزرا کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تھا۔

ہم نے یہ بات اس لئے لکھی ہے کہ پڑھنے والے دارا کی آئینی حیثیت کا اندازہ کر سکیں۔ یہ قریب قریب دنیا بھر کے بادشاہوں کی رسم چلی آتی ہے کہ ان کی سب سے بڑی اولاد یعنی پہلا فرزند ان کی جگہ لینے کا حق دار ہوتا ہے۔ مغلوں میں بھی یہی دستور تھا اس لئے کہ وہ بھی بادشاہ تھے۔ یوں یقیناً مسلمان تھے۔

ہم یہ بات بھی یہاں واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نظامِ حیات میں ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ اور اس کی پابندی مذہباً اورنگ زیب یا کسی دوسرے مسلمان پر ضروری نہیں ہے۔ اس وجہ سے ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ شاہجہان کی اولاد ہونے کی حیثیت سے چاروں بیٹے اس بات کا حق رکھتے تھے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری جہاں آرا کے نام خط

Marfat.com

باپ کے تخت پر بیٹھیں۔ بلکہ ہمارے ذاتی خیال میں ملت کے ہر صالح فرد کا حق تھا کہ وہ تخت کے لئے جدوجہد کرے۔ اس وقت کی رسم کے مطابق ملت کے افراد نے اپنے اس حق کو استعمال نہیں کیا۔ البتہ اورنگ زیب نے اپنا یہ حق نہیں چھوڑا۔ اورنگ زیب تو اورنگ زیب، مراد جیسے نکمے شہزادے نے تخت کے لئے جدوجہد کی۔

ہم اس جدوجہد کا حال تو آگے چل کر عرض کریں گے۔ یہاں یہ سمجھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان چاروں کی ذاتی حیثیت کیا تھی اور ان میں سے کون درحقیقت تخت پر بیٹھنے کا مستحق تھا۔

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۲۸۳

Marfat.com

۱۔ دارا

جیسے کہ ہم نے عرض کیا، دارا شاہ جہان کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور اسے وہ تمام سہولتیں حاصل تھیں جو ولی عہد سلطنت کو نصیب ہو سکتی تھیں۔ اس کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ اس کے پاس علم بھی تھا۔ اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں خود کو ہر دلعزیز بنانے کی کوشش بھی کی، لیکن چونکہ فطری ذہانت اور عملی صلاحیت سے محروم تھا اس لئے اس نے اپنے لئے مخلصین کا کوئی گروہ پیدا نہیں کیا بلکہ ایک نئی برادری یا ایک نئی ذہنی تحریک کا علم بردار بن کر اپنے مقاصدِ سیاسی کو نقصان پہنچایا۔

اس نے کوشش کی تھی کہ خافی خاں کے بیان کے مطابق مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ اس طرح کا مذہبی اتحاد کرا دے کہ دونوں ایک دوسرے سے دور نہ رہیں[1] لیکن

---

[1] خافی خاں دوم ص ۴

Marfat.com

اس کی یہ روش مسلمانوں میں کس حد تک پسند نہ کی گئی۔ اس کا اندازہ خافی خاں ہی کے بیان سے فرمایئے۔ خافی خاں کہتا ہے۔

وبتقلید ملحدانِ صوفی مشرب تصوف را بدنام ساختہ کفر و اسلام را برادر توام خواندہ رسالہا دریں باب باآب وتاب تالیف نمودہ با برہمنان گسائیاں دم موافقت ومرافعت میزد[1]

خافی خاں کے علاوہ عالمگیر نامہ نے بھی دارا کے ان مذہبی خیالات کے سبب اسے ملحد اور کافر کہا ہے۔ خود دارا کو اپنے بارے میں اس الزام کی خبر تھی۔ خود اسے شروع دنوں ہی میں جب اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا عوام کے رجحانات یا علماء کے طریق کار سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسلمان اسے مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس نے اپنے ایک خط میں جو شاہ دلربا کے نام لکھا مسلمانوں کے اسی خیال کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الحمد للہ الحمد للہ کہ از برکت صحبت ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلام مجازی برخاست وکفر حقیقی روئے نمود ومعنی ایں در رباعی عارف نامی مولینا عبدالرحمٰن جامی ظاہر گشت۔

اس کے بعد دارا نے مولینا جامی کی ایک رباعی لکھی ہے۔ گو اس رباعی سے دارا نے اپنے مفہوم میں استمداد کیا ہے، لیکن امر واقعہ ہے کہ جامی کی رباعی اس موضوع سے ہٹی ہوئی تھی[2]

بہ ہر حال دارا کے عام عقاید کے متعلق رائے عامہ مطمئن نہ تھی خصوصیت سے اس

---

[1] خافی خاں دوم ص ۴ [2] عالمگیری ص ۲۲۲

Marfat.com

کا یہ طریقِ کار مسلمانوں کو قطعاً پسند نہ تھا کہ اس نے پنڈتوں اور گسائیوں کی صحبت اختیار کر لی، اس نے وید کا ترجمہ کیا، اور وید کو صحیفۂ الٰہی ماننے پر اصرار ہی نہیں اس کو توحید کا علمبردار ٹھیرایا۔ اس نے اپنی انگوٹھیوں پر "پربھو" کھدوایا، اس نے نماز کی فرضیت سے انکار کیا، اس نے عبادت ناقصوں کیلئے ضروری قرار دی اور عارف کامل کے لئے ناضروری، اس نے اس خیال فاسد کی بنا پر، نماز روزہ اور دوسرے ارکان اسلام کو خیرباد کہہ رکھا تھا۔[1]

سر جادو ناتھ سرکار نے دارا کے عقائد بیان کرتے ہوئے اس کے الحاد و دہریت سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کی بعض تحریریں پیش کی ہیں۔

ہم اس بحث میں الجھنے کو کسی طرح بھی مفید نہیں سمجھتے۔ ہمارا دعوٰے صرف یہ ہے کہ دارا کے بارے میں اس وقت عام خیال یہ تھا کہ وہ ملحد و کافر ہے۔ عوام کے اس خیال اور اپنے بارے میں ان کی رائے کا اعتراف اس نے خود اس مکتوب میں کیا۔ جو ہم نے پیچھے درج کیا۔ وہ جسے "کفرِ حقیقی" کہہ کر فخر کرتا ہے۔ اسے لوگ "الحاد" سے تعبیر کرتے۔ حد تو یہ ہے کہ مراد جیسے شرابی اور ایک حد تک احمق کو بھی دارا کے افعال و حرکات سے یہ یقین ہو چکا تھا کہ حضرت بھائی صاحب ملحد ہیں۔ مراد نے شاہ شجاع اور اورنگ زیب کو جو بھی خطوط لکھے۔ ان میں جہاں کہیں۔ دارا کا ذکر آیا اس نے اسے ملحد سے خطاب کیا ہے۔ مثلاً شجاع کو لکھتا ہے:

بموجب عہد و پیمان فی ما بین بعزم قلع و قمع ملحد بے دیں ....

اس خط میں دارا کا ایک اور جگہ ذکر آتا ہے۔ وہاں بھی اسے ملحد کہا گیا ہے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیر ص ۳۵۵ [2] رقعاتِ عالمگیری ص ۲۵۸

Marfat.com

بموجب قرار داد اوّل کہ با ملحد برہم زدہ و پرواز روئے کار برداشتہ"...

ایک دوسرے خط میں جو شجاع کے نام ہی اس نے لکھا۔ دارا کا دو دفعہ ذکر کیا ہے دونوں جگہ اسے ملحد کہا گیا ہے۔

فتح یافتین بر ملحد و شکست خوردن آں مردود

در حویلی ملحد فرود آمدند

مختصر یوں سمجھئے کہ دارا کا "الحاد" تسلیم شدہ حقیقت تھی۔ اس نے مراد جیسے آدمی کو یقین کرا دیا تھا کہ وہ ملحد ہے اور مراد جیسا شرابی یہ فریضہ الٰہی سمجھتا تھا کہ اس ملحد کے خلاف جنگ کرے۔

دارا نے ان خیالاتِ فاسدہ کا نام جو بقول عالمگیر نامہ الحاد و دہریت کے مظہر تھے۔" صوفیت" رکھا تھا۔ اور اسے اس بات پر فخر تھا کہ وہ عارفِ کامل ہے۔ دارا کے یہ خیالات اس تعلیم کا نتیجہ تھے، جو مختلف مسلمان فقیروں اور ہندو یوگیوں نے اسے عطا کی تھی۔ یہ وہ نظر تھی، جو علم کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ توہماتِ فاسدہ سے پیدا ہوتی ہے تاریخ شہادت دیتی ہے کہ دارا نے اپنے دور کے سرمد اور یوگی لال داس کے پاؤں چھوئے۔ اس ناگے سرمد نے جو اپنے ننگ کا جواز یہودیوں کی روایات سے لیتا تھا اس دور کے عقائد پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ بہت سے کچے ذہنوں نے اس کے فاسد خیالات اختیار کر لئے یہ کچا پن چونکہ دارا میں بھی موجود تھا۔ اس لئے اس نے ان "سرمد" کی شاگردی کی۔ اس طرح یوگی لال داس میں بھی کچے ذہنوں کو متاثر کرنے کی سکتی تھی۔ دارا اس کا بھی نشانہ بنا

لہ عالمگیر نامہ ص ۴۴ ۔۔ R/EO ! 54,358

Marfat.com

دارا ان دو سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے فقیروں ہی کا شاگرد نہیں تھا، اس نے ہر اس فقیر اور یوگی کی خدمت میں حاضری دی جسے اس کے ساتھیوں نے پہنچا ہوا فقیر بتایا۔ وہ قبروں پر حاضر ہوا، وہ مندروں اور شمشانوں میں پہنچا اور اس طرح اپنی ذہنی بے راہ روی کا ہر ثبوت پیش کیا۔

رقعاتِ عالمگیری میں شاہ دلربا اور شیخ محب اللہ کے نام اس کے جو مکتوب درج ہیں، گو ان کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مخلص مرید کی تحریر ہے لیکن اس تحریر سے اس بے راہ روی کا بھی پتہ چلتا ہے جو اس کے ذہن میں گھر کر چکی تھی۔

مثلاً وہ اپنے اس پیر کو "عین الرحمٰن" کا خطاب دیتا ہے۔

ایں زرہ چہ لائق آں کہ آں شاہِ محققاں و عین الرحمان .... الخ [1]

اور خود کو

"ایں کمتریں سگانِ درگاہ خود" سے تعبیر کرتا ہے۔

اپنے ایک خط میں، اس نے حضرت میاں میر کے متعلق اپنے خیالات اس طرح ظاہر کیے ہیں۔

"آں ذاتِ مقدسِ معلی را ہمہ جا و ہمہ وقت حاضر و ناظر می داند و می بیند" [2]

یہ وقت بحث کا نہیں ہے۔ ہم نے یہ چند باتیں محض اس لئے عرض کی ہیں کہ اندازہ کیا جاسکے کہ دارا کے مذہبی عقائد کس قسم کے تھے۔ وہ غلط قسم کے فقیروں اور پنڈتوں کی صحبت کے سبب سیدھی راہ سے بھٹک گیا تھا۔ گو ابھی وہ گمراہی اور بدعقیدگی کے اس گڑھے میں نہیں گرا تھا جس میں اس کے پردادا اکبر گر چکے تھے لیکن اس کی اس

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۳۲۱

Marfat.com

بے راہ روی سے یقیناً مسلمانوں کو یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ اگر دارا برسرِ اقتدار آیا۔ تو اکبر کی طرح ایک نئے دین اور ایک نئے مسلک کا آغاز کرے گا اور اسلام اور ملّت دونوں کو اپنی جہالت اور بدخیالی کے سبب ذبح کر دے گا۔

اکبر نے جو اپنی جہالت کے سبب اسلام کی تعلیمات سے آگاہ نہ تھا ایک سو سال پیچھے ملّت کو جس پریشانی و اضطراب میں مبتلا کیا تھا۔ اس کے آثار ابھی تک باقی تھے۔ ابھی تک ذہنی بے راہ روی موجود تھی۔ اگر دارا کو مواقع ملتے تو یقین جانیے، دارا ملّت کے اس انفرادی جسم کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اسے نصیب ہوا تھا بری طرح ذبح کر دیتا۔

سرمد اور لال داس اور اس قسم کے دوسرے بدعقیدہ و بدراہ لوگ اس لئے سامنے آئے تھے کہ اسلام کو تختۂ مشق بنائیں۔

بعض لوگوں کے خیال میں دارا ایک صوفی تھا۔ اور صوفی ہونے کی حیثیت سے اس کی گرفت نہ کی جا سکتی تھی۔ اسے اپنے خیالات کے اظہار کا اسی طرح حق تھا جیسے اس دور کے دوسرے صوفیا کو نصیب رہا۔

دارا اگر شاہی تخت و تاج کا امیدوار نہ ہوتا تو یقیناً اس بات کی گنجائش تھی کہ اسے ایک احمق و مجنون سمجھ کر، نظر انداز کر دیا جائے، لیکن دارا کی حیثیت ایک فردِ محض کی نہ تھی اور اسے قطعاً نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت کی ملّت کے لئے ضروری تھا کہ دارا کو تخت تک بڑھنے سے روکے اور اس سے تمام وہ اختیارات چھین لے جو اسے اس وقت حاصل تھے۔

بحث لمبی ہو جائے گی ورنہ ہم یہاں ملّت کے اس حق کو واضح کرنا چاہتے

Marfat.com

تھے۔ جو اسلام نے امیر کے انتخاب کے سلسلہ میں اسے دیا ہے۔ اسلام کی طرف سے ملت اس بات کی پوری مجاز ہے کہ برسرِ اقتدار گروہ، یا امیدوارانِ تخت و تاج میں سے جسے اسلامی مفاد یا ملی مفاد کے خلاف سمجھے پیچھے ہٹا دے۔ یہ الگ بات ہے کہ ظالم بادشاہوں نے ملت کا یہ حق اس سے چھین لیا۔

اسلامی ضابطہ کی رو سے دارا قطعاً اس بات کا حق نہ رکھتا تھا کہ مسلمانوں کا امیر بنے۔ اس کے عقائد، فاسد تھے اور اعمال ناپسندیدہ۔ وہ ارکانِ اسلام کا تارک تھا۔ وہ شراب پیتا اور تمام وہ حرکات کرتا جنہیں اسلام نے ناجائز رکھا ہے۔ اس مذہبی بے راہ روی کے علاوہ اس کا ذاتی کردار قطعاً ناپسندیدہ تھا۔ اس میں حد سے زیادہ خود رائی پیدا ہو چکی تھی وہ خود کو "عارفِ کامل" سمجھتا لیکن عملی طور پر اس میں اتنی تمیز بھی نہ تھی۔ کہ معمولی ہاتوں کو بھی سمجھ سکے۔ اس کے حاشیہ نشینوں اور ساتھیوں میں اکثریت ان اوباش لوگوں کی تھی۔ جن کا ذہنی اور عملی معیار بہت پست تھا۔

قندھار کے محاصرہ کے دوران میں ہم نے پیچھے دو مثالیں دی تھیں کہ کس طرح دارا کو اس کے ساتھیوں نے بیوقوف بنایا۔ کس طرح اس جنگ کو جو محض قوت بازو اور ہمت و استقلال سے لڑی جا سکتی تھی۔ اوہامِ باطل کے زور پر لڑنا چاہا۔

غور کیا جا سکتا ہے کہ جس احمق دارا کو اتنا محسوس نہ ہوا، کہ اس کے ساتھی جب آدمی کو اس کے پاس لائے ہیں، وہ محض ایک بھروپیا ہے۔ وہ تخت و تاج کا کس طرح حق دار تھا۔ ممکن ہے پڑھنے والوں کو یہ واقعہ یاد نہ رہا ہو۔ ہم یہاں اسے دہرا رہے ہیں۔

اس کے ساتھیوں نے اس کے حضور ایک ایسا آدمی پیش کیا۔ جو کہتا تھا۔

Marfat.com

جن اور دوسری روحیں میرے قبضہ واختیار میں ہیں، اگر مجھے ان خصوصیات کی پرانی شراب مہیا کر دی جائے اگر مجھے ایک ان صفات کی خوبصورت نوجوان عورت دے دی جائے۔ تو میں اسے ذبح کر کے اس کے خون کو شراب میں ملا کر ایک تحریر لکھوں گا۔ جو جنوں کو آپ کے تابع کر دے گی اور اس طرح یہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔[1]

یہ عورت اس کی جان پہچان کی تھی۔ یہ اسے مہیا کر دی گئی۔ شراب بھی ملنی مشکل نہ تھی۔ اس شخص کو کچھ دولت بھی دی گئی اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔

کتنے دن تک احمق دارا اس کے عمل کے نتائج کا منتظر رہا، اور اس احمق کو اس پوری مدت میں ایک بار بھی محسوس نہ ہوا کہ وہ "عارفِ کامل" ہونے کے باوجود "بے وقوف" بنایا گیا ہے۔

محض یہی نہیں محاصرۂ قندھار کے دوران میں اس نے کئی بار فالیں نکلوائیں کئی بار ستاروں کی مدد حاصل کی۔ لیکن پانچ مہینے تک اس احمق کے ذہن میں ایک بار بھی یہ بات نہ آئی کہ اس کے ساتھی وقت، سرمائے اور اسلحہ کو ضائع کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں کر رہے۔

ایک سپہ سالار کی حیثیت سے دارا قطعاً ناکام اور بے کار آدمی تھا۔ وہ یقیناً بڑا شہزادہ تھا۔ مگر اس نے کبھی فوجوں کی کمان نہ کی تھی۔ وہ محض دربار کی زینت بنا رہا وہ فقیروں سنیاسیوں اور جوگیوں کی صحبت میں بیٹھا۔ اس نے عملی اور حربی تربیت حاصل نہ کی۔ اگر اورنگ زیب مراد اور شجاع بھی اس کی طرح احمق جاہل اور نا اہل ہوتے تو یقیناً شاہجہان کے بڑے بیٹے ہونے کی حیثیت سے وہ ان اندھوں میں کانا راجہ

---

[1] خافی خاں جزو اول ص ۱۷۷

یہاں یہ بات نہ تھی۔ یہاں صرف تلوار، دانائی حکمت وسیاست، ہی صلاحیت کا فیصلہ کر سکتی تھی۔ یہاں "نجوم ورمل اور صوفیت" قطعاً بیکار چیزیں تھیں۔
عجیب بات یہ ہے کہ دارا، "عارفِ کامل" ہونے کے باوجود بیس سال کی مدت میں اپنے باپ کے بڑے درباریوں میں سے ایک بڑے آدمی کو بھی اپنا ہم نوا اور ہمدرد نہ بنا سکا تھا خصوصیت سے امیر الامرا، علی مردان خاں، وزیر اعظم سعد اللہ خاں، میر جملہ، شائستہ خاں، شاہ نواز خاں اور اس درجہ کے تمام بڑے عہد بدار دارا کے حامی نہ تھے، اس کا سبب دارا کا غرور اور عداوت بے معنی تھی[1]
خود شاہجہان کو اس بات کا احساس تھا کہ دارا دربار کے بڑے لوگوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے شاہجہان نے اسے کئی بار اپنے طریقۂ کار کو بدلنے کی نصیحت کی تھی اور اورنگ زیب کی مثال دے کر سمجھایا تھا کہ وہ کس طرح ان بڑے لوگوں کا احترام کرتا ہے۔

دارا کا یہ مزاج اسکی تباہی اور اورنگ زیب کے اقبال کا سبب بنا۔ ہم نے پیچھے عرض کیا تھا کہ جتنے بھی لوگوں نے اورنگ زیب کے ساتھ مختلف لڑائیوں میں حصہ لیا۔ وہ اس کے ہو گئے۔ مثلاً علی مردان خاں، شائستہ خاں، خان دوراں، میر جملہ، مرشد قلیخاں سعد اللہ خاں یہ سب کے سب اس کے ہمدرد و غمگسار تھے۔ شائستہ خاں نے جو مالوہ سے بلا لئے گئے تھے۔ دربار میں بیٹھ کر اورنگ زیب کے لئے جو کام کیا وہ کوئی دوسرا نہ کر سکا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب شاہجہان اور دارا نے اورنگ زیب کے خلاف فوج بھیجی تو اس کی قیادت جسونت سنگھ کے سوا کسی دوسرے بڑے رتبہ کے سپہ سالار نے نہیں کی۔

[1] حمید الدین نیمچہ احکامِ عالمگیری ص ۴

Marfat.com

دارا خوشامد کو بہت پسند کرتا۔ یہ اس کا سب سے بڑا وصف تھا۔ اس نے خود بھی عموماً بادشاہ کی خوشامد کی اور دوسروں سے بھی یہی چاہا کہ اس کی خوشامد کریں۔ ایسا ایک گروہ اس کو یقیناً نصیب تھا جو اس کی خوشامد ہر وقت کرتا۔ اورنگ زیب نے اپنے ایک خط[1] میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ہر وقت بادشاہ کے ساتھ لپٹے رہنے سے یہ وصف اس کے اندر پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ شاہی دربار کا ماحول کچھ اس قسم کا تھا جہاں مجرے ادا کئے جاتے۔ وہاں قصائد پڑھے جاتے اور ہر وہ بات ہوتی، جو آدمی کے ذہن کو ناہموار کر دیتی ہے[2]

ہم دارا کو ایک لحاظ سے معذور سمجھتے ہیں کہ شاہجہان نے اپنی فطری محبت سے مجبور ہو کر اسے خود سے الگ نہیں کیا۔ ایک چھوٹے بچے کی طرح اسے ہر وقت ساتھ رکھ کر اس کی عادتیں بگاڑ دیں۔

شاہجہان کو شائد معلوم نہ تھا کہ ہندوستان کی بادشاہت اب اتنی آسان نہ تھی جتنی کہ اس کے وقت تھی۔ اس کے حالات اور تھے۔ اسے اتنا سخت مقابلہ نہ کرنا پڑا تھا۔ پھر اس کی سرپرستی کرنے والوں میں آصف خاں تھے.... اور یہاں دارا کی سرپرستی کے لئے کوئی آصف خاں نہ تھا۔ اگر وقت شہریار کو نور جہاں کے ہاتھ سے نہ چھین لیتی تو شاہجہان کو پتہ چلتا کہ مقابلہ کیسے کیا جاتا ہے۔ گو شاہجہان کو اس امکان کی خبر تھی۔ مگر اس نے اپنے طور پر دارا کی عملی اصلاح کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا اور اسے بے طرح کی آزادی و خودرائی کے مواقع دے کر اسے ناکارۂ محض بنا دیا۔

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۴۷ [2] احکام عالمگیری ص ۵

Marfat.com

ہم شاہجہان کو الزام نہیں دیتے، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ داراشکوہ کی تربیت و تعلیم میں جو نقص رہا تھا اس کی ذمہ داری ایک طرح سے شاہجہان پر بھی تھی۔ کیوں اس نے ہر بڑی حربی قیادت اپنے اس ولی عہد کو تفویض نہ کی، کیوں اس نے ہر موقع پر اورنگ زیب کو عملی تربیت کے یہ مواقع مہیا کئے۔

جھجار سنگھ کے مقابلہ سے لے کر بیجاپور کی مہم تک اورنگ زیب نے کوئی دس بار شاہی فوجوں کی قیادت کی اور سعداللہ خاں امیر الامراء علی مردان خاں، نجیب خاں، بہادر خاں، جے سنگھ، راجہ چتر سال، مہابت خاں، میر جملہ، شائستہ خاں، خان دوراں، خانِ جہاں اور خانِ زماں جیسے شاہی فوج کے ہر بڑے سپہ سالار سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔

سولہ سال کی عمر سے لے کر، بیجاپور کی مہم تک اس نے کئی بڑی سخت لڑائیاں لڑیں خصوصاً بلخ و بدخشاں کی مہم کے وقت اس نے ازبکوں سے جو لڑائی لڑی۔ وہ بے حد کٹھن تھی۔ اسی طرح بیجاپور کی آخری لڑائی بھی بہت سخت تھی۔ اورنگ زیب کی بجائے اگر دارا کو شروع ہی سے ان لڑائیوں پر بھیجا جاتا۔ اور ہر بڑی فوجی مہم کی قیادت اسے سونپی جاتی۔ تو پھر دارا اس لڑائی کو لڑ سکتا تھا۔ جو اس کے سامنے اژدہا کی طرح منہ پھیلائے تھی۔ یہ تخت و تاج کوئی تر لقمہ نہ تھا۔ اور ایسے حالات میں جب کہ دارا نے کسی بھائی کو اپنا بنانے کی کوشش نہ کی تھی۔

اورنگ زیب کی صلاحیتوں کے متعلق ہم کچھ زیادہ یہاں عرض نہیں کریں گے اس

---

[1] رقعات عالمگیری مد ۵ - ۴۷ ۴۶

لئے کہ اورنگ زیب کی صلاحیتیں کچھ تو پیچھے واضح ہو چکی ہیں۔ کچھ آگے واضح ہوں گی اور یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ دارا کے مقابلہ میں شخصی صلاحیتوں کے اعتبار سے اورنگ زیب کہیں ارفع و اعلیٰ تھا اور یہی وجہ تھی کہ دارا نے ہمیشہ اسے اپنا مدِمقابل سمجھا۔ ہمیشہ اس کی راہ کاٹی۔

Marfat.com

مراد اور شجاع

مراد اور شجاع بھی مدعیانِ سلطنت تھے۔ لیکن دارا کو ان کی طرف سے کوئی پریشانی نہ تھی یہ تو لقمہ ہائے تر تھے۔ یہ تو قریب قریب ویسے ہی تھے، جیسے کہ وہ خود تھا۔ بلکہ ایک لحاظ سے یہ دونوں اس سے کم تر تھے۔ شجاع اور مراد کے بارے میں یہی رائے خود بادشاہ کی تھی۔

حمید الدین کہتے ہیں:

اعلیٰ حضرت فرمودند کہ ارا بعض اوقات اندیشہ می آید کہ مہین پور عدوِ نیکوکاران واقع شدہ و مراد بخش بکار تشرب دل بستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتی ندارد[1]

---

[1] احکامِ عالمگیری

شاہجہاں نے شجاع اور مراد کے بارے میں مختصر الفاظ میں جو رائے ظاہر کی تھی، یہ بالکل صحیح تھی۔ شجاع میں سیر چشمی کے سوا کوئی دوسری صلاحیت نہ تھی۔ وہ بڑا سخی تھا۔ ذاتی طور پر بہادر بھی تھا۔ مگر کاروبار سلطنت یا سیاست سے اسے کوئی آگاہی نہ تھی۔ اس نے یقیناً بعض لڑائیوں میں حصہ لیا مثلاً کابل و قندھار کی مہموں کی قیادت کی، لیکن وہ بہت ناکام ثابت ہوا تھا۔ اس نے کبھی کسی موقعہ پر کوئی ایسا کارنامہ نہ انجام دیا تھا۔ کہ لوگ اسے محبوب بنالیتے، یقیناً یہ صحیح ہے کہ بنگال کی نیابت کے زمانہ میں اس نے چند ہزار سپاہیوں کے دلوں میں اپنے لئے جگہ پیدا کی۔ لیکن اس کی اس ہر دل عزیزی میں اس کی سیاست سے زیادہ اس کی سیر چشمی اور سخاوت کا حصہ تھا، یہی وجہ تھی کہ جب بنارس پر اس کا مقابلہ راجہ جے سنگھ اور سلیمان شکوہ جیسے سپہ سالاروں سے ہوا، تو اس نے اپنی بے تدبیری بے خبری اور ناتجربہ کاری کے سبب خوفناک شکست کھائی اور سارا سامان دشمنوں کے سپرد کر کے بھاگ اٹھا۔[1]

اس وقت جاننے والوں نے جان لیا تھا کہ شجاع محض نام کا شجاع ہے تدبیر سیاست کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

یہی حال مراد بخش کا تھا وہ شرابی، الھڑ اور ایک طرح سے احمق شہزادہ تھا۔ یہی اس کے اوصافِ حمیدہ تھے۔ گو اسے اپنے آپ کو سدھارنے کے کئی مواقع

---

[1] خافی خاں جزو دوم ص۶

Marfat.com

(61) ملے تھے، مگر اس نے کسی موقعہ سے بھی فائدہ حاصل نہ کیا تھا۔ بلخ و بدخشاں کی وہی مہم، جس نے اورنگ زیب کی شخصیت کو اجاگر کیا تھا۔ مراد کی بدنامی اور ایک طرح سے زوال کا سبب بنی تھی۔ ہم پیچھے وضاحت کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ کہ کس طرح اس مہم پر اسے مامور کیا گیا اور کس طرح عین اس وقت جب فتح کے ثمرات سمیٹنے کا وقت آیا۔ وہ اپنی حماقت کے سبب بلخ سے بھاگ نکلا، اور شاہجہان کی ہر جدوجہد کے باوجود، راہ پر نہ آیا[1]۔

مراد کو اس مہم کے بعد جہاں بھی بھیجا گیا وہیں وہ ناکام ہوا، دکن کی صوبیداری کے زمانے میں بھی اس نے اس قسم کی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ اور جبراً واپس بلا لیا گیا تھا۔

گجرات میں اس نے جو حماقتیں کیں، ان کی روئداد بڑی طویل ہے۔ اس کی بے تدبیری اور بے وقوفی کا اندازہ محض اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے باپ کی بیماری کی خبر سن کر کسی تحقیق کے بغیر ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور خواجہ شہباز خواجہ سرا کو فوج اور سامان قلعہ گیری دے کر بندر سورت پر حملہ کے لئے بھیجا خواجہ شہباز نے نہ صرف بندر سورت کو لوٹا وہاں کے تاجروں کے املاک بھی ضبط کئے[2][3]۔

---

[1] عمل صالح جزء دوم "بلخ سے مراد کی واپسی"

[2] خافی خاں جزء اول عمل صالح جزء سوم ص ۲۹

[3] خافی خاں جزء دوم ص ۸ عملِ صالح جزء سوم عاقل خاں رازی

Marfat.com

مراد نے اس پر بس نہیں کیا اپنے دیوان علی نقی کو مار دیا۔ یہ علی نقی بہت دیانت دار متقی اور دیندار تھا۔ نظم ونسق سلطنت میں بڑی مہارت رکھتا، اس کی وجہ سے گجرات تباہ ہونے سے بچ گیا تھا ورنہ مراد صاحب تو اس کا دیوالہ نکلوا چکے تھے۔ ایسے اچھے اور نیک آدمی کو مارنے کے لئے اس کے دشمنوں نے ایک سازش کی اور ایک جعلی خط اس کے نام سے دارا کو لکھا، اور پھر آپ ہی نامہ بر کو پکڑ کر فرد جرم علی نقی پر لگا دی۔[1]

خافی خاں کے الفاظ ہیں:

> بایں ہمہ کمال تدین در سوختیت او در خدمت محمد مراد بخش ہماں خواجہ سرا یا دیگرے از طرف علی نقی نوشتۂ جعلی بہ مہر و تقلید خط او بنام دارا شکوہ بہ مضمون ارادۂ فاسد درست نمودہ در موم گرفتہ بدست قاصد داد چناں تدبیر بکار برد کہ بدست چوکی داراں کہ درچناں ہنگامہ برائے جست وجوئے خطوط و محافظت طرق مقرر می نمانید افتاد۔[2]

یہ خط صبح کے وقت مراد بخش کے پاس لایا گیا۔ اس خط کو پڑھتے ہی مراد بخش کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی، اور اس نے خنجر ہاتھ میں لے کر خادموں کو حکم دیا علی نقی جس حال میں ہو، اسے اس کے حضور کھینچ لایا جائے۔ علی نقی کے پاس جب خدام حاضری کا فرمان لے کر پہنچے۔ تو وہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ خدام نے اسے تبدیل لباس کی بھی فرصت نہ دی اور اس حال میں اسے مراد بخش کے پاس لے آئے۔ مراد بخش نے پورے غصہ میں خنجر ہاتھ میں لے لیا۔

---

[1] خافی خاں دوم ص۱۸   [2] خافی خاں دوم ص۱۸

Marfat.com

اس سے پوچھا۔ اگر کوئی اپنے ولی نعمت کے ساتھ قصدِ فساد ارادہ نمک حرامی کرے تو اس کی کیا سزا ہے۔

علی نقی چونکہ خود خائن نہ تھا۔ اس لئے اس نے بے باکانہ جواب دیا۔ اس کی سزا موت ہے۔ مراد بخش نے یہ سن کر علی نقی کے ہاتھ میں وہ جعلی خط دیدیا علی نقی نے اپنی عقیدت وفدویت پر نظر رکھ کر، اس کا گستاخانہ جواب دیا۔

کہ آفریں بر مدعی کہ ایں را ساختہ وافسوس بر عقل ودانائی آں بادشاہ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سلطنت عطا نمودہ وایں قدر تمیز ندارد کہ از دوست وفدویان خود و مخالفان منافق دولت فرق تواند فرمود۔

غور کیا جا سکتا ہے کہ علی نقی کا یہ جواب کتنا صاف اور کتنا صحیح تھا۔ یہ جواب اگر کوئی سیاست دان سنتا تو علی نقی کا منہ چوم لیتا مگر احمق مراد نے یہ جواب سن کر اس کا منہ چومنے کی بجائے اپنا خنجر اس کے سینے میں گھونپ دیا۔[1]

ان حماقتوں کے باوجود مراد میں ایک بڑا وصف تھا کہ وہ بڑا جری اور بہادر تھا۔ گو مستقل مزاج نہ تھا۔ لیکن بڑے سے بڑے دشمن سے بھڑ جاتا۔

اس نے اپنے ان ہی خطوط میں جو شجاع اور اورنگ زیب کے نام لکھے، اس بات کا اظہار بار بار کیا ہے کہ اگر بھائیوں نے اس کا ساتھ نہ دیا تو وہ اکیلا، دشمن کے مقابلے میں نکل آئے گا اور دشمن کو خوفناک شکست دے گا۔ اس کے الفاظ تھے۔

از کرم الٰہی و امداد حضرت رسالت پناہی امیدوار است کہ دریں دو سہ روز

---

[1] خافی خاں جزء ۲۔ ۷۔۸۔۹

Marfat.com

تنہا لشکر کفار فجار را انشاء اللہ تعالیٰ بطرزے کہ باید داہلِ عالم پسند
مقتول و منہزم گردانیدہ، مظفر و منصور شود۔[1]

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس نے جن لڑائیوں میں شرکت کی تھی ہمیشہ بہادری دکھائی تھی، لیکن وہ مدبّر نہ تھا اس میں سیاست نہ تھی وہ فوج میں کھڑے ہوکر بہادری سے لڑ سکتا اور لڑا سکتا تھا؛ لیکن کہاں لڑنا ہے اور کب لڑنا ہے اس کی اسے خبر نہ تھی غالباً یہی سبب تھا کہ اس نے اورنگ زیب اور شجاع کا دامن تھاما۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۳۵۶

Marfat.com

باہمی اتحاد

مورخین کے نزدیک یہ مسئلہ شروع ہی سے مابہ النزاع ہے کہ شجاع مراد اور اورنگ زیب کے باہمی اتحاد کا اصل محرک کون تھا حقیقت میں خافی خاں کے بیانات سے شبہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے مطلب براری کے لئے دونوں بھائیوں کو اپنے ساتھ ملایا: اور بہت لمبے چوڑے وعدے کرکے ان پر قابو پالیا۔

مثلاً خافی خان کہتا ہے:

درعالم تدبیر و رائے صائب بہ محمد مراد بخش مکرّر از روئے کمال افراط محبت نامہ التیام امیز نوشتند تبی بر مبارکباد تہنیت پادشاہی و دراں درج نمودند کہ مرا بہیچ وجہ دلبستگی و آرزوئے کاروبار دنیائے غدّار ناپائدار نیست وسوائے ارادہ طوفِ بیت اللہ مراد دیگر منظور نظر نہ۔

یہی وہ روایت ہے جسے بنیاد بنا کر انگریز اور ہندو مؤرخین نے اورنگ زیب

Marfat.com

پر وعدہ خلافی اور عدم شرافت کے الزامات عاید کئے ہیں یہ موضوع چونکہ بحث طلب ہے۔ اس لئے ہم اس پر کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کریں گے۔

ہمارے خیال میں خافی خاں کا یہ بیان ایک تو اورنگ زیب سے ذاتی عناد اور مراد سے محبت کا نتیجہ تھا، دوسرے اس نے اس سلسلہ میں قطعاً کوئی تحقیق نہ کی تھی۔ اگر وہ تحقیق کرتا تو اسے اپنے احباب سے غالباً مراد کے وہ خطوط مل جاتے جو اس نے شاہجہاں کی علالت کے بعد اورنگ زیب اور شجاع کے نام لکھے۔

مراد کا پہلا خط ہی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ الجھے ہوئے حالات کے سبب دارا بھائی کی امداد اور مشاورت کے لئے بے حد بے چین تھا۔ اس لئے بھائی کو لکھا۔

صاحبِ والا قدر مخلص پرورمن۔ چوں دریں وقت اظہار و استفسار بعض مقدمات ناگزیر طریقہ اتحاد و اتفاق و یک جہتی بود ا معتمد مزاج داں محمد رضا را باجریدہ بخدمتِ والا فرستادہ، آنچہ بالبیت باو گفتہ شد یقین درخلوتِ خاص بعروض داشتن آں مامور خواہد گردید و درخور مصلحت وقت و تنگیٔ فرصت درا سرع اوقات بجواب سرفراز گشتہ بزودی دستوری مراجعت خواہد یافت[1]

غور فرمایئے خط کے الفاظ کیا کہہ رہے ہیں، یہ کون ہے جو اظہار و استفسار

---

[1] ص ۲۳۰ ۲۵۹

اور طریقہ اتحاد و اتفاق و یک جہتی کی تلقین کرتا ہے اور نزاکت وقت اور تنگی فرصت کی بنا پر، جلد سے جلد جواب چاہتا ہے۔

اس کے بعد جب اس نے بھائی کو دوسرا خط لکھا تو اس میں بھی قریب قریب یہی بات کہی اس کے الفاظ تھے۔

صاحب مہربان من! دریں ایام ہرج و مرج توقع چناں بود کہ آں صاحب والا قدر از ارادہائے خاطر والا کہ بمقتضائے وقت و وضع جدید روزگار بہم رسیدہ باشد مطلع ساختہ بانچہ مخلص را بایستے کرد، اشارہ می فرمودند۔

یہ خط اس وقت تحریر میں آئے جب ابھی شاہجہان کو بیمار ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی اور دارا نے مراد کی حرکات کے جواب میں کوئی بڑا اقدام نہیں کیا تھا۔ لیکن مراد کو اس اقدام کا خدشہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ بندر سورت پر حملہ کر کے اس اقدام کے امکانات پیدا کر دیے تھے۔

مراد نے بھائی کو جب چوتھا خط لکھا، تو یہ اقدام ہو چکا تھا۔ اور دارا نے اس سے گجرات کی حکومت چھیننے کا ارادہ کر لیا تھا، اپنے اس خط میں مراد نے بھائی کے اس اقدام کا ذکر کرنے کے بعد اورنگ زیب کو لکھا تھا

کہ شاید ایں صوبہ را از مخلص تواند گرفت و دریں باب احکام و فرامین کاذبہ بسیارے را اختراع خواہد نمود، چنانچہ روز تحریر یہ کرار اگر راضی باشد صوبہ احمد آباد را بتو و ہم ......

دارا کے ارادوں کے اظہار کے بعد مراد اپنے طریق کار کی وضاحت کرتا ہے اور کہتا ہے۔

کہ اگر ان صاحب مہربان نیز ازاں طرف متوجہ شوند بہتر والا مخلص بہ ہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد سوائے ایں مراتب در ضمن اخفائے ایں مقدمہ کارہا برائے خود نمی تواند[1]

جب اس نے اورنگ زیب کے نام یہ خط لکھا تھا اسے معلوم ہو چکا تھا کہ دارا نے اپنے بڑے بیٹے کو میرزا راجہ سنگھ کے ساتھ دکن اور صلابت خاں و قاسم خاں کو احمد آباد کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اورنگ زیب کو اس بات سے مطلع کرنے کے بعد وہ اپنے عزم کا ایک بار اور اعادہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

برتقدیر صدق النسب بصلاحِ دولت و اقرب بجمعیت چناں مینماید کہ تائید و توفیق الہٰی فرستادہائے اور اہنا ید گذاشت کہ بہ سرحدہائے ما در آیند و پیش قدمی نمودہ، در ہماں سرزمیں او جواب دنداں شکن باید داد، مخلص بالکل با او یک رو کردہ، ایں عزم را بخود مصمم ساختہ در پے سر انجام و سامان است۔

ان خطوط کے جوابات سے ہم آگے بحث کریں گے۔ یہاں صرف یہ سمجھ لیجیے کہ اورنگ زیب نے اسے ان خطوط کے جواب میں مسلسل اور اس کو تاکید کی تھی کہ ضبط و تحمل سے کام لینے کی ہدایت کی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ مراد

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۲۶۲

Marfat.com

نے اورنگ زیب کو اپنا رہنما اور قائد تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ اپنے پانچویں خط میں اس نے اورنگ زیب کو لکھا:

مخلص از خود چہ نگارد کہ ارادہ مخلص فرع و تابع ارادہائے آں صاحب عالی قدر است۔ بہ ہر چہ مامور شود براں عمل خواہد کرد[1]

اپنے اگلے خط میں وہ اپنی نیازمندی اور اطاعت کے جذبے کا اظہار ایک بار اور کرتا ہے۔

مخلص را سوائے اجازتِ آں صاحب مہرباں مانع نیست بہ ہر حال در جمیع امور اقتدا برائے صواب نمائے گرامی دارد

اس کے باوجود، اس دوران میں مراد جس ذہنی اضطراب سے دوچار رہتا۔ اس کا اظہار بھی وہ کبھی کبھی کر دیتا۔ وہ چاہتا تھا کہ اورنگ زیب جلد ہی کوئی اقدام کر دے مثلاً اپنے اس خط میں اس نے اورنگ زیب کو لکھا۔

ہر چند آں صاحبِ والا قدر از اورنگ آباد بطرف برہان پور زود تر متوجہ شوند ہم بمصلحتِ وقت و ہم بوفائے عہد اقرب است[2]

اس کی بے تابی کا یہ عالم تھا کہ اس نے تمام انتظامات کبھی کے مکمل کر لئے تھے۔ وہ ہر لحہ بپایہ رکاب تھا اور ہر آں پیش قدمی پر مستعد، اس بات کا اظہار وہ اپنے ساتویں خط میں کرتا ہے۔

مخلص ہمہ ایں مقدمات آنکہ قرار و مدارِ کار خود را بر محاربہ و جنگ

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۳۶۳ ⅘ ۲۴۱ [2] ۳۶۴ - ۶۰ - ۲۴۲

گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کار زار است و سوائے ایں فکر دیگر نمی گردد و بیرامون خاطر نمی گذرد و اگر انتظارِ آن صاحب والا قدر مانع نمی بود تا حال خود را باں نواحی میرسانید[1]

یہ کہنے کے بعد اسے معاً خیال آتا ہے کہ کہیں بھائی صاحب اسے اس جلد بازی پر پھر مطعون نہ کریں، تو وہ کہتا ہے:

ہر چہ از امداد و تدبیر و ارشاد بخاطر مہر ماثر آن صاحب مہرباں برسد بعمل اور ند و آنچہ بمخلص باید فرمودہ بفرمایند[2]

اس سے اگلے خط میں، اس نے اپنی دلی پریشانی اور حالات کے لحاظ بہ لحظہ تبدیل ہونے کی شکایت کچھ زیادہ واضح الفاظ میں بیان کرنے کی جرأت کی تھی لیکن جب خط لکھ چکا تو اسے احساس ہوا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس وجہ سے اس نے سب کچھ لکھنے کے بعد تحریر کیا۔

باقی امر از اں صاحب است[3]

اپنے اگلے خط میں اس نے اس بات کو پھر دہرایا۔

مخلص ایں طرف منتظر ..... اشارہ واجازت ان صاحب مہرباں است، ہر چہ بہ فرمایند، بعمل آورد[4]

اس سے اگلے خط میں بھی اس نے اسی قسم کے جذبہ کا اظہار کیا ہے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۳۶۷ [2] رقعاتِ عالمگیری ص ۳۶۸
[3] رقعاتِ عالمگیری ص ۳۶۹ [4] ایضاً

Marfat.com

ان اقتباسات کو پیشِ نظر رکھ کر، خافی خاں کے اس بیان پر غور فرمائیے جسے ہم نے شروع میں درج کیا ہے ان اقتباسات کے مضمون سے آگاہ ہو جانے کے بعد کوئی عقل مند یہ کس طرح تسلیم کر سکتا ہے کہ اورنگ زیب نے مراد کو بادشاہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور خود حج کو چلے جانے اور دنیا ترک کر دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

ہمارا دعوےٰ ہے کہ برہان پور سے روانگی کے وقت تک دونوں بھائیوں میں غنیمت کی تقسیم کے متعلق کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی، البتہ برہان پور کے قیام کے آخری دنوں میں مراد کا جو خط اورنگ زیب کے نام وصول ہوا، اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

وآن چہ از احوالِ دربار قلمی فرمودہ بودند معلوم شد، امیدوار است کہ بتائیدِ الٰہی و امدادِ آں صاحب مہربان انتقام ایں امور بوجہ احسن کشیدہ شود۔

ہر چہ عوض دارد گلہ نہ دارد، اما از شکرِ عنایت و مخلص نوازیہائے آں مشفق مہرباں کہ دریں ایام درباره ایں مخلص راست درست واقع میشود۔ قاصر است اللہ تعالیٰ سالہائے بسیار سلامت دارد[1]

صرف مراد کا یہ خط ایسا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی طرف سے مراد کو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ کچھ کیا تھا۔ مراد کا خط اس کی کوئی وضاحت نہیں کرتا۔ البتہ اشارہ ضرور کرتا ہے کہ اورنگ زیب نے اسے اس کی توقع سے بڑھ کر کچھ دینے کو کہا ہے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۱۸/۲۵۴ ۳۷۵

Marfat.com

ہرچہ عوض دارد گلہ ندارد۔

یہ عوض اتنا تھا کہ مراد نے شکریہ کی تسبیح پھیلادی اور اورنگ زیب کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس کی مہربانیوں اور عنایتوں سے اس کی گردن اس کے سامنے بہت جھک گئی ہے۔ اگر اورنگ زیب مراد کو بادشاہ تسلیم کرلیتا تو مراد اورنگ زیب کے لئے یہ الفاظ کبھی استعمال نہ کرتا۔ جو اس نے کئے تھے۔

اللہ تعالیٰ سالہائے بسیار سلامت دارد۔

یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب کی حیثیت قوتِ بالا کی تھی۔ اس نے مراد کو اپنے سایہ میں لے لیا تھا اور مراد کو اپنی اس حیثیت سے قطعاً کوئی شکایت نہ تھی اور یہ شکایت اس وقت تک پیدا نہ ہوئی تھی۔ جب تک اورنگ زیب دارا کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد اکبر آباد میں داخل ہوچکا تھا اور دارا کے جانشین کی حیثیت سے اس کے محل میں آیا تھا خود مراد نے اپنے ایک خط میں جو شجاع کے نام ہے۔ اس کیفیت کو بیان کیا ہے۔ لکھتا ہے:

بعضے ایں ماہ برادر والا قدر داخل شہر اکبر آباد شدہ در حویلی محمد فرود آمدند۔ مخلص بجہت جمع بودن مردم و آسودگی در نا ہیت لشکر داخل شہر نشدہ در باغ... بودن خود قرار داد است

لے رقعات عالمگیری ص ۱۰۰ ...

ان الفاظ پر غور فرمایئے اور کہئے کہ اگر مراد قوتِ بالا ہوتا، یا اگر خافی خاں کی بات صحیح ہوتی تو اورنگ زیب کی جگہ وہ دارا کے محل میں اترتا۔ اورنگ زیب فوج کی دلجمعی و آسودگی کی خاطر بیرون شہر قیام کرتا۔ بادشاہ جب دشمن کو شکست دینے کے بعد اس کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں: تو ان کے سپہ سالار شہر سے باہر ٹھیرتے ہیں۔

بہرحال یہ تفصیل ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ یہاں صرف یہ کہنا تھا کہ برہان پور چھوڑنے کے وقت دونوں میں جو قرارداد طے ہوئی تھی وہ عاقل خاں کے بیان کی رو سے صرف اس قدر تھی۔

کہ ثلث غنائم نصیبہ سلطان باشد و ثلثان بسرکار فیض آثار عائد گردد بعد از تسخیر کل قلمرو ولایت حضرت صاحب قرآن و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب، ملتان، ٹھٹھہ، کشمیر و کابل۔ بسلطان تعلق گیرد۔ و آں جناب در ولایتِ مذکور علم سلطنت برافروزد و برآں کوس فرمانروائی بنوازد و خطبہ و سکہ نامِ خود بسازد[1]

رقعاتِ عالمگیری میں آدابِ عالمگیری کے حوالے سے اورنگ زیب کا جو طویل خط درج ہے۔ اس کی رو سے اس معاہدہ کی صورت کسی قدر مختلف تھی۔ اورنگ زیب نے اس سارے معاہدہ کو مشروط قرار دیا تھا۔ پہلے مکتوب ملاحظہ فرمایئے پھر ہماری تنقید پر نظر ڈالئے گا۔ اور خود فیصلہ کیجئے گا کہ معاہدہ کا مفہوم کیا تھا۔

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۲۵

Marfat.com

معاہدہ

اورنگ زیب نے مراد کو لکھا:

چوں دریں ہنگام خجستہ آغاز فرخندہ انجام کہ روزن طلوعِ نیرِ سعادت واقبال وزمان طلوع صبح عظمت واجلال است وشاہباز بلند پروازِ ہمت جہاں کشائے در ہوائے صیدِ مقصود بال کشودہ اعلائے اعلامِ دیں مبین سید المرسلین علیہ من الصلوٰتِ المتہاد من التحیات اطہا، وجہ قصد گردیدہ دتمامی نیت حق طویت مصروفِ آں است کہ بمساعی غازیانِ ظفر سواد زورِ بازوئے مجاہدانِ نصرت خارِ الحاد وزندقہ از گلشن ہمیشہ بہارِ دیارِ اسلام بر افتادہ رئیس الملاحدہ

لہ رقعاتِ عالمگیری ۱/۱۷ ۲۶۴

Marfat.com

باتباع و اضراب خویش نیست و نابود شود و گرد تفرقہ بر ساحتِ احوالِ ساکنانِ عرصہ وسعت آباد ہندوستان بہشت نشاں کہ از جد و اجتہادِ اجدادِ عظام گردوں مقام و ابائے کرام فلک احتشام بسم اللہ تعالیٰ عن عزالمسلمین خیر الجزا از لوثِ کفر و شرک مصفا گشتہ مجوزہ در آیدہ بہ نشینند۔

برادر رجحان برابر اعزوار شد کامگار نامدار عالی تبار بمقتضائے رائے صواب نمائے خسروِ آرائے دولت افزا کہ اجل مواہبِ الٰہی است عمل نمودہ دریں مہم عاقبت محمود توفیقِ موافقت و مرافقت یافتہ بودند و قواعدِ موافات و موالاتِ راکہ بر روابط عہود و مواثیق استحکام پذیرفتہ بود مجدداً چنانچہ باید بایمانِ کثیر الایقان موسس ساختہ باخود مقرر کردہ کہ بہ استیصالِ آں دشمنِ دین و دولت و استقرار و انتظامِ امور سلطنت نیز بر جادہ قدیم وفاق و اتفاق استقامت ورزیدہ بہمیں وتیرہ ہمہ وقت و ہمہ جا و در ہمہ کار رفیق و شریک باشند و با دوستِ ما دوست و با دشمنِ ما دشمن بودہ در ہیچ حال از مرضیات خاطرِ عاطر بیروں نہ روند و از جملہ ممالک محروسہ موروثی بانچہ حسب الالتماس درۃ التاج قسمت و کامگاری بایشاں واگذاشتہ شود قانع و خورسند گشتہ افزوں طلبی نہ نمایند۔

بنابراں از روئے وفورِ شفقت و ملاطفت و نظر براتبے کہ تعہد پاس آں نمودہ اند مرقومِ قلم والا رقم می گردد کہ انشاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

تا زمانے کہ برادرِ حمیدہ اطوار نکوخصال خلافِ اخلاص و یک جہتی و یک رنگی و حق شناسی بوقوع نیاید اشفاق و مہربانی ہائے ما دربار ہ ایشاں روز افزوں خواہد بود و نفع و ضرر جانبیں را یکے دانستہ در جمیع اوقات شرائطِ عنایت و امداد و مراسم یگانگی و اتحاد را بابلغ وجہ مرعی خواہیم داشت و الطاف و مراحم کہ امروز نسبت بآں عزیز تر از جاں بندول است، پس از حصول بامنزل و برافتادن ملحدنا مقبول بہ ہمہ نمط بلکہ بہتر ازاں مامول گشتہ دقیقہ از دقائق آں مہمل نخواہیم گذاشت و بوفائے وعدہ پرداختہ چنانچہ سابق مقرر شدہ بود صوبہ لاہور و کابل و کشمیر و ملتان و ولایت تمام آں ضلع تا ساحلِ خلیج عماں باں نامدار واگذار خواہیم گذاشتہ دریں باب دقیقہ را مجال نخواہیم دادہ و بعد فراغ از استیصال ملحد نکوہیدہ افعال و قمع خار و بن شر و فساد او از چار چمن دولت خداداد بدانتصال کہ رفاقت و ہمراہی آں تازہ نہالِ بوستانِ سلطنت و اقبال درآں کار لازم و ناگزیر است بے توقف ایشاں را بداں حدود روانہ نمودہ اصلاً و قطعاً بہ تاخیر رخصت راضی نہ خواہیم شد و مراتب صحبت مودت و صداقت و قوت را از غبار انفاس رباب غرض کہ اشر الناس اند از صفا نینداختہ جز بہبود دارین و کامیابی نشانتین آں عین الانسان و انسان العین نخواہیم اندیشید۔

رقعاتِ عالمگیری ص ۲۲۶ تا ۲۰۱

درصدق این دعویٰ خدا و رسول مجتبیٰ را گواہ گرفتیم و وثیقہ داز بجہت مزید اطمینان و استظہار خاطر آن گرامی برادر بہ مہر و نقش پنجہ مبارک خود مزین گردانیدیم باید کہ ایشان نیز منطوق آیتِ کریمہ ....

واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولاً

اس مکتوب کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے شکوہِ الفاظ کو دیکھئے اور پھر غور فرمایئے کہ یہ خط کیا اس شخص کا ہے جس کی حیثیت ثانوی ہے۔ اپنے خط کے پہلے حصّہ میں اورنگ زیب مراد کا قطعاً ذکر نہیں کرتا۔ اپنے مقصود کی وضاحت کے سوا کسی چیز کو پیشِ نظر نہیں رکھتا۔

وہ کہتا ہے اس وقت جس کا آغاز بھی مبارک ہے اور انجام بھی، جبکہ سعادت و اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کو ہے اور شہباز بلند پرواز، ہوا میں اپنے بال و پر پھیلائے ہوئے ہے تاکہ اپنے مقصود کو پالے۔ اور یہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی اور حق و صداقت کے اعلا اور الحاد و زندقہ کو اس ہندوستان جنت نشان سے ختم کرنے کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہمارے جان برابر عزیز بھائی بھی ہمارے ساتھ ہمارے ان نیک مقاصد کی تکمیل کے کام میں شریک ہیں۔ ان میں اور ہم میں موافقات و موالات کا جو رشتہ مستحکم مواثیق و معاہد کی بنا پر پہلے سے قائم ہے۔ اس کی انہوں نے نئے مضبوط وعدوں اور قسموں سے تجدید کی ہے۔ اور انہوں نے خود ہی یہ قرار دیا ہے کہ دشمن کے استیصال اور استقرار و انتظامِ امور سلطنت کے بعد بھی وہ دوستی و اتفاق کی پہلی راہ سے

Marfat.com

سرمو نہیں ہٹیں گے کوئی وقت کوئی لمحہ اور کوئی مقام ایسا نہیں آئے گا۔
جب وہ ہمارا ساتھ چھوڑیں گے اور ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام کریں گے
وہ ہر کام ہر وقت اور ہر لمحہ ہمارے شریک رہیں گے ہمارے دستوں کو
دوست سمجھیں گے اور ہمارے دشمنوں کو دشمن قرار دیں گے۔ ان کی درخواست
پر جو حصہ ملک ممالکِ محروسہ میں سے انہیں دیا جائے گا۔ اس پر قناعت
کریں گے اور خوش رہیں گے۔ مزید اضافے کی درخواست نہیں کریں گے۔
برادرِ عزیز کے اس اقرار و معاہدہ کو بنا قرار دے کر از روئے وفور
شفقت و عاطفت ہم لے یہ تحریری یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ
اس وقت تک جب تک ہمارے یہ اطوار حمیدہ رکھنے والے بھائی اخلاص
و یک جہتی و یک رنگی و حق شناسی سے کام لیتے رہیں گے۔ ہماری مہربانی
و شفقت ان پر روز افزوں ہوگی۔ اور ہم نفع و ضرر جانبین کو ہمیشہ اور ہر
وقت ایک سمجھیں گے اور امداد و اعانت اور مراسم یگانگی اور اتحاد کو پوری طرح
ملحوظ رکھیں گے۔ اور ہمارے الطاف و مراحم جو اس وقت برادرِ عزیز پر ہیں۔
اپنے مقصد میں کامیاب ہونے اور اس ملحدِ نا مقبول کو کیفر دار تک پہنچانے کے
بعد پہلے سے بھی بڑھ جائیں گے اور پہلے سے کئے ہوئے وعدہ کی بنا پر صوبہ لاہور و
کابل و کشمیر و ملتان و بھکر و ٹھٹھہ۔ اور ان سے متعلق تمام اضلاع ساحلِ خلیج عمان
تک ان کے حق میں واگزار کر دیں گے۔ اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی بے وفائی نہیں کریں گے
جیسے ہی اس ملحد کے استیصال اور اس کے شر کو پورے طور پر مٹانے کا کام انجام کو
پہنچ جائیگا جس میں ان برادر کی شرکت و اعانت و رفاقت ناگزیر ہے آں برادر کو

Marfat.com

رخصت دے دی جائے گی کہ اپنے علاقہ کو چلے جائیں۔ ہم اس میں قطعاً کسی قسم کی تاخیر پر راضی نہ ہوں گے۔ اور نہ دوستی ومودت اور صداقت کے آئینہ کو اشرار کے پیدا کئے ہوئے غبار سے آلودہ ہونے دیں گے۔

ہم اس دعوے کی سچائی میں خدا اور اس کے رسول مجتبیٰ کو گواہ بناتے ہیں۔ اور اس وثیقہ کو برادر عزیز کے مزید اطمینان کی خاطر اپنی مہر اور نقش پنجہ مبارک سے مزین کرتے ہیں، اس وقت یہ آیت کریمہ ہمارے سامنے ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا، اپنے وعدوں کی پابندی کرو کیونکہ وعدوں کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ جب اس معاہدہ کی تحریر مراد کے پاس پہنچی اس وقت اس نے اسے پڑھا بھی تھا یا نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ بہت سخت مشروط معاہدہ تھا اور اورنگ زیب نے اس پر اتنی سخت پابندیاں لگادی تھیں کہ ان میں سے اگر ایک کا لحاظ بھی وہ نہ رکھتا تو سارا معاہدہ ٹوٹ جاتا تھا۔ اس معاہدہ کے الفاظ اور انداز کو پیش نظر رکھنے کے بعد کوئی عقل مند یہ قطعاً سوچ نہیں سکتا کہ طرفین کی حیثیت اس میں مساوی تھی۔

یہ معاہدہ یقیناً ایک باپ اور بیٹے یا ایک بڑے اور چھوٹے بھائی کا معاہدہ تھا۔ بڑے بھائی نے یقیناً یہ عہد کیا کہ چھوٹے بھائی پر ہمیشہ مہربانی کی نظر رکھے گا لیکن چھوٹے بھائی کے ہر فعل، ہر عمل اور اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے تک کو اپنی مرضی کا پابند رکھا اور اسے قطعاً اس بات کی اجازت نہ دی کہ کسی لمحہ کوئی حرکت بھی خلاف مرضی کرسکے۔ یقیناً اس نے خدا اور اس کے رسول سے شہادت لی ہے، لیکن یہ شہادت اس

Marfat.com

وقت تک تھی جب تک مراد سے کوئی حرکت خلاف مرضی یا خلاف معاہدہ سرزد نہ ہوتی۔ خدا اور اس کے رسول کی پناہ اسے اس وقت نصیب ہو سکتی تھی جب وہ سعادت مند اور مطیع و فرمانبردار رہتا۔ بہرحال یہ تھا وہ معاہدہ جو ان دونوں بھائیوں میں، اس وقت ہوا، جب وہ دارا کی بھیجی ہوئی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایک طرح سے، پوری شاہی فوجوں کو شکست دینے کے عزم کے ساتھ دریائے نربدا کی طرف بڑھے۔

اس معاہدہ میں شجاع کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ اس کے بارے میں کسی قسم کی خوش فہمی یا بدظنی کی جھلک ہی دکھائی دیتی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس پوری گفتگو میں جو شاہجہان کی علالت کے بعد محرم سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں شروع ہوئی شجاع برابر کا شریک تھا۔ جو پہلا خط مراد نے اس سلسلہ میں محرم سنہ ۱۰۶۸ ہجری کو، کلیانی کی فتح کے بعد، اورنگ زیب کے نام بھیجا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ شجاع کے نام کا ایک مراسلہ بھی منسلک ہے۔

مراد کے جو خطوط شجاع کے نام رقعاتِ عالمگیری میں درج ہیں، ان کو پڑھ کر قطعاً یہ گمان نہیں ہوتا کہ شجاع کو یہ دونوں بھائی الگ رکھنے تھے۔ یہ خط پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ شجاع ان کا برابر کا شریک ہے۔ اس لئے مراد نے نربدا کی طرف بڑھنے کی تاریخ تک شجاع کو اپنے ہر عمل اور ہر چھوٹے بڑے اقدام کی خبر دی ہے[1]

گو اورنگ زیب کے مکتوب بہ نام شجاع مراد کی طرح اس کے ہر عمل کی غمازی نہیں کرتے تاہم اس نے اپنے ہر خط میں شجاع سے اس کے دلی ارادوں اور طریق کار سے آگاہی پانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری مراد بنام شجاع از ۳۵۰ تا ۳۵۸؛ ۱/۲۴۸ تا ۹/۲۴۶

مثلاً اس نے اپنے پہلے ہی خط میں شجاع کو لکھا۔

امید از اشفاق صمیمی آن است کہ این مخلص بے ریا رانبر ودی از پیش نہاد خاطر و قصد و عزیمتے کہ در آئینہ ضمیر منیر پر تو صواب انداختہ باشد آگاہ فرمائید۔

اس کے ساتھ ہی اُس نے شجاع سے درخواست کی کہ باہمی خط و کتابت اور گفت و شنید کو بہتر بنانے کی خاطر طرفین کا ایک ایک آدمی، دونوں کے ہاں مقرر کیا جائے نیز ڈاک چوکی کے انتظامات بہتر کئے جائیں، یہ خط و کتابت کا آغاز تھا۔ دونوں طرف سے خط آنے جانے لگے تھے اور ڈاک چوکی کے انتظامات پر کافی توجہ کی گئی تھی۔

رقعات عالمگیری میں اورنگ زیب کے چار مکتوب ایسے ہیں۔ جو برہان پور سے نربدہ کی طرف بڑھنے سے پہلے کے ہیں ان سب کا انداز یکساں ہے۔ ہر ایک سے قریب قریب یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تینوں بھائی دارا کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے خواہش مند ہیں۔

اس وقت تک وہ لڑائی نہیں ہوئی تھی جس میں شجاع نے سلیمان شکوہ اور راجے سنگھ سے خوفناک شکست کھائی۔ اس وقت تک ان تینوں میں یہی طے پایا تھا تینوں بیک وقت اکبر آباد کی طرف پیش قدمی کریں اور ایک دوسرے کو اپنے اقدامات سے آگاہ کرتے رہیں۔ لیکن اس خط و کتابت کا سلسلہ عین اس وقت ٹوٹ جاتا ہے۔ جب شجاع شکست کھا کر بھاگتا ہے۔ اس شکست نے قریب قریب اس محاذ کو بھی توڑ دیا جو تینوں دارا کے خلاف بنانا چاہتے تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ دونوں بھائیوں میں جو معاہدہ ہوا، اس میں شجاع شریک نہ تھا۔ اس میں صرف دو شریک تھے اور اسی لیے

لہ رقعاتِ عالمگیری بنام شاہ شجاع ۱۹۲ ۲۵۴

Marfat.com

اس میں شجاع کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے اور ایمان کی بات ہے کہ نربدا کو پار کرنے کے وقت سے لے کر اکبر آباد میں داخلہ یا اس کے بعد تک کی کسی لڑائی میں شجاع شریک نہیں ہوا۔ اس لئے اس کی رکنیت آپ ہی آپ خارج از موضوع ہوگئی۔ وہ ایک حلیف نہیں رہا۔

یوں اکبر آباد میں داخلہ کے وقت ایک خط مراد[1] نے اور ایک خط اورنگ زیب نے شجاع کو لکھا تھا۔ مراد کے خط میں محض فتح کی نوید تھی۔ اورنگ زیب کا خط بہت طویل ہے۔ اس کا مضمون چونکہ آگے کے واقعات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر بے محل ہوگا۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۹/۴۴ ۳۵۸

Marfat.com

منزلِ مقصود، احیائے اسلام

پچھلی خط و کتابت میں جہاں کہیں، اس لڑائی کے مقصود کا ذکر آیا ہے وہ قطعاً واضح ہے۔ اورنگ زیب نے محمد مراد اور محمد شجاع کے نام جتنے مکتوب لکھے ان میں دارا کو ملحد کے سوا کچھ اور نہیں سمجھا اور اس ملحد کے خلاف علم بلند کرنے کو خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کا سبب قرار دیا ہے حتیٰ کہ مراد نے بھی اس چیز کو اپنا لیا تھا۔ اس نے شجاع کو جو پہلا خط لکھا تھا، اس میں اس بات کی وضاحت کر دی تھی جو اس نے بھائی کو لکھا تھا۔

اگرچہ[1] از آنجا کہ وجہ ہمت و قبیلہ مقصود ترویجِ دینِ محمدیؐ مخالفت شرعِ احمدیؐ است بہ عنایتِ الٰہی و تائیدِ حضرتِ رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات استیصال او ہمہ وقت آسان خواہد بود۔

---

[1] رقعاتِ عالم گیری مراد بہ نام شجاع ۳۵۱ ۲۲۸/۱

Marfat.com

یہ مراد تھے جو بہ ظاہر کچھ زیادہ نیکو کار نہ تھے۔ ان کے سامنے بھی اس بڑی مہم کا ایک ہی مقصد احیائے دینِ محمدی اور شرع احمدی تھا۔ اس کے سوا باقی ساری باتیں فروع تھیں۔

اورنگ زیب کا جو معاہدہ ہم نے پیچھے درج کیا ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں اس چیز کا اعلان کیا جاتا ہے کہ دارا کے خلاف فوج کشی اسلام کو ہندوستان میں رائج کرنے اور زندقہ والحاد کو ناپید کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

اورنگ زیب کے اس اعلان اور مراد کی اس تحریر کے بعد دنیا کا کوئی مورخ یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اورنگ زیب نے شاہجہان کے تخت پر پہنچنے کے لئے یہ موٹو محض جعل کے طور پر استعمال کیا ہے یہ علم محض دکھاوا تھا۔ دنیا میں کسی قول کی پہچان اس کا عمل و فعل ہے اگر کوئی شخص غریبوں کے ہمدرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم اس کے دعوے کو اس وقت تک جھٹلانے کا حق نہیں رکھتے جب تک ہم اس کے اس دعویٰ کو عمل کی میزان میں تول نہ لیں جب تک ہم اسے پرکھیں نہیں۔

یہ وقت ترازو میں تولنے کا نہیں ہے۔ ہم اورنگ زیب کے اس دعویٰ کو آگے چل کر جب وہ تخت پر قبضہ کرلے گا، عمل کے ترازو میں تولیں گے یہاں صرف اتنا کہنے پر اکتفا ضروری سمجھتے ہیں کہ اورنگ زیب نے جب اپنی فوج اکبر آباد کی طرف بڑھائی تو اس کا موٹو۔ اس کا نعرہ صرف ایک تھا احیائے دینِ متین اور ابطال زندقہ والحاد۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دارا سے اورنگ زیب کو سخت قسم کا ذاتی عناد بھی تھا اور یہ عناد اس وقت سے شروع ہوا تھا جب اس نے فیل مست سے پندرہ

Marfat.com

سال کی عمر میں لڑائی لڑی تھی اور انعام پایا تھا۔ اسی وقت جب وہ بچ کر باپ کے حضور آیا تھا اور باپ نے بہت میٹھے الفاظ میں اسے جھڑکی دی تھی۔

بابا شکرِ خدا کہ بخیر گزشت اگر خدانخواستہ نوعِ دیگر۔ میشد چہ رسوائی بود۔ تسلیمات کردہ۔ درجواب عرض کردند کہ اگر نوعِ دیگر می شد۔ رسوائی نہ بود رسوائی ایں بود کہ از برادران شود۔

پردہ پوش بادشاہاں مرگ است۔ دریں چہ رسوائی است [۱]

از برادران کا اشارہ سوائے دارا کے کسی دوسری طرف نہ تھا۔ کیونکہ شجاع نے جان پر کھیل کر پوری مدد کی تھی۔ صرف دارا نے کنارہ کشی کی، اور اورنگ زیب نے اس پر طعن کیا۔

مخالفت کا یہ بیج جو یوں اورنگ زیب اور دارا کے دل میں بو یا گیا، دارا کی حرکات وسکنات وافعال کے سبب دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس مخالفت میں دونوں کے مذہبی نظریات کو دخل نہ تھا۔ دونوں دو مخالف مدرسوں سے تعلق رکھتے تھے اورنگ زیب علماء کے اس گروہ کا شاگرد تھا جو اسلام میں کسی قسم کی زیادتی تحریف یا کمی کو جائز نہیں سمجھتے۔ جو ایمان لے آنے کے بعد شریعت کے ہر فیصلہ کے سامنے، سر جھکا دینے کو عین اسلام سمجھتے ہیں۔ دارا مخالف گروہ کا پیرو کار تھا، اس گروہ کا جس نے اکبر کو جنم دیا تھا۔ اور اب دارا کو آگے بڑھا کر اسلام کی رسوائی کا مشتاق تھا۔

ہم پیچھے دارا کے مذہبی عقاید پر گفتگو کر چکے ہیں یہاں صرف یہ کہنا مقصود تھا۔

---

[۱] احکام عالمگیری ص ۲

کہ ذاتی رنجش کے ساتھ ساتھ عقیدہ کا یہ اختلاف دونوں کو مخالف سمتوں کی طرف لے گیا تھا۔ اس لئے دونوں ایک دوسرے کے خلاف پر تول رہے تھے۔ اورنگ زیب کی حیثیت ایک کمزور فریق کی تھی اور دارا بذاتِ خود ایک مضبوط عنصر تھا وہ ولی عہد سلطنت بھی تھا۔ شاہجہان کا چہیتا بھی۔ اس لئے اس نے اورنگ زیب کو پیچھے رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

ہم نے پیچھے جا بجا قندھار کی مہم، ملتان کا قضیہ اور دکن گلکنڈہ اور بیجاپور کی کیفیات بیان کرتے وقت اس طرف بھی اشارے کئے ہیں کہ دارا نے کس طرح سے اورنگ زیب کو ناکام رکھنے کی کوشش کی اور آخر میں تو اس کی شاہ رگ پر حملہ کیا غالباً یہی سبب تھا کہ شاہجہان اور جہاں آرا بیگم کو برہان پور کی روانگی کے بعد اورنگ زیب نے جو خطوط لکھے ان میں دارا کی ان ہی حرکات کا تذکرہ کیا۔ باقی باتیں یاد نہیں دلائیں۔

ہم یہ باتیں یہاں دہرائیں گے نہیں صرف اتنا عرض کریں گے کہ شاہجہان اور جہاں آرا کے نام اورنگ زیب نے جو مکتوب لکھے، ان سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ذاتی اختلاف کے ساتھ ساتھ مذہبی اور ذہنی تضاد بھی باہمی چپقلش کا ایک بڑا سبب تھا۔[1]

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۱۹۵ - ۱۹۵

Marfat.com

سوئے منزل روانگی

گومراد، اورنگ زیب پر، پیش قدمی کے لئے برابر زور ڈال رہا تھا۔ لیکن اورنگ زیب کی دانائی و احتیاط ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اس وقت تک اورنگ آباد چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ جب تک اس نے دکن کے حالات پورے طور پر سنوار نہ لئے جب تک اس نے یہ انتظام نہ کر لیا کہ اس کے پیچھے اس کی غیر حاضری سے دکن میں مخالف قوتیں کسی قسم کی بدامنی نہ پھیلا سکیں، اس دانا بینا سیاست دان کو خوب احساس تھا کہ اس نے ابھی چند مہینے پہلے، گلکنڈا اور بیجاپور پر یلغار کی تھی۔ اور انہیں بہت سخت مار ماری تھی۔ ان دونوں حکمرانوں کے سینے زخمی تھے۔ احتمال تھا کہ اس کے دکن سے باہر جاتے ہی، کہیں یہ دونوں مل کر کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا کر دیں اس لئے اُس نے ان دونوں کو دوزبان آور سفیروں کے ذریعے شرافت و انسانیت سے رہنے کی تلقین کی۔ بیجاپور نوابے

Marfat.com

جو معاہدہ ابھی ابھی ہوا تھا۔ اس کی رو سے عادل خاں کو ایک کروڑ[1] روپے نقد نذر کرنا تھے۔ اور پرانده اور کئی دوسرے قلعے واگزار کرتے تھے اورنگ زیب نے یہ قلعے ان ہی کے پاس رہنے دیے اور تیس لاکھ روپے بھی معاف کر دیئے باقی روپے کا مطالبہ کیا۔

اورنگ زیب کی دانائیوں میں ایک یہ بھی بڑی دانائی تھی کہ اس نے قطب الملک سے جو رقم اس سال وصول کرنا تھی وہ بھی وصول کر لی۔ اور دونوں کو بہت پیار بھرے مکتوب[2] روانہ کئے۔ جب بھائی مراد اسے خط پر خط لکھ رہا تھا، اس وقت اورنگ زیب کے آدمی خاندیس اور دوسری جگہوں پر سپاہی بھرتی کر رہے تھے ...... مراد عواقب سے آگاہ نہ تھا۔ محض دس ہزار سواروں کی شیخی پر، شاہی فوجوں سے بھڑ جانے کا شور مچا رہا تھا۔ مگر اورنگ زیب کو علم تھا۔ جتنے آدمی بھی وہ بھرتی کرے گا اتنے ہی کم ہوں گے۔ اس لئے اس نے اس وقت تک اورنگ آباد سے پیش قدمی نہیں کی۔ جب تک اس کے سپاہی تیس ہزار نہیں ہو گئے۔ اس کے باوجود وہ برہان پور میں ایک مہینہ ٹھیرا رہا۔ اور حالات و واقعات پر ایک گہری نظر ڈالی۔ شاہی دربار میں مقیم ہمدرد امرا سے خط و کتابت کی۔ عیسیٰ بیگ کا انتظار کیا جو قید سے رہائی پانے کے بعد اس کے حضور پہنچ رہا تھا۔

---

[1] عملِ صالح جزسوم رقعاتِ عالمگیری مراد بنام اورنگ زیب

[2] آداب ۲۹ الف ۵۱-۵۲ ب ۶۴، ۷۱ ب ۱۰۲ الف

Marfat.com

برہان پور میں عیسیٰ بیگ کی زبانی اسے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں، کچھ لوگوں کے زبانی پیغامات بھی ملے۔ عیسیٰ بیگ نے اسے کئی راز کی باتیں[1] بھی بتائیں اور پھر اس نے طے کر لیا کہ آگے بڑھے پیش قدمی کی تاریخ سے اس نے مراد کو بھی آگاہی کر دی، اِدھر سے وہ چلا، دوسری طرف سے مراد نے پیش قدمی کی۔

یہ رجب کا مہینہ تھا جب اورنگ زیب[2] کی فوج نے برہان پور سے مارچ کیا۔ اس نے اس قدر رازداری سے کام لیا تھا کہ جب تک اس کی فوج دریائے نربدا کو پار کر کے اجین تہیں پہنچ گئی، دشمن کو اس کے بارے میں کوئی بات معلوم نہ ہو سکی[3]۔

اجین کے قریب[4] دونوں بھائی ایک دوسرے سے ملے۔ یہ ملاقات پانچ سال کے بعد ہوئی تھی اور عجیب ماحول میں ہوئی تھی دونوں نے ایک دوسرے کو سینہ سے لگایا[5]۔ ان ہی کی طرح دونوں کی فوجیں ایک دوسرے سے گلے ملیں اور پھر دونوں ایک جھنڈے کو ہوا میں لہراتے، اس سمت بڑھے جہاں راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں ڈیرے ڈالے تھے۔

عالمگیر نامہ کا بیان ہے کہ راجہ جسونت سنگھ کو مراد کے احمد آباد سے روانہ ہونے کی خبر تو مل گئی لیکن یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ اورنگ زیب بھی برہان پور سے چل

---

[1] رازی ص ۲۷
[2] عاقل خاں رازی ص ۲۶
[3] عاقل خاں ص ۲۶
[4] عالم گیر نامہ ص ۵۶-۵۷

Marfat.com

چکا ہے اور نربدا پار کر کے اوپر بڑھ رہا ہے جسونت سنگھ مراد کی راہ روکنے کے لئے اکاچرودہ کے قریب پہنچا تھا۔ تو اسے دفعتاً خبر ملی کہ مراد تو راہ کترا کر نکل گیا ہے۔ اور اورنگ زیب لاؤ لشکر سمیت دیپال پور کے نواح میں آن پہنچا ہے[1]۔ راجہ، اورنگ زیب اور اس کی حربی صلاحیتوں سے خوب آگاہ تھا یہ خبر وحشت اثر سن کر پیچھے کو پلٹا، اور دھرمات پور سے ایک کروہ کے فاصلہ پر پہنچ کر چھاؤنی ڈال لی۔

ایشور داس اور کنبو کا بیان ہے کہ راجہ جسونت سنگھ کو جو احکام دیے گئے تھے ان کی رُو سے اورنگ زیب اور مراد کی پیش قدمی کا لازمی نتیجہ جنگ تھی۔ اسے بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ وہ دونوں کو آگے نہ بڑھنے دے۔ بلکہ آگے بڑھ کر مراد کو احمد آباد سے نکال دے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اتنے دنوں تک مالوہ میں کیوں ٹھیرا رہا اس نے مراد پر حملہ کرنے کی جرأت کیوں نہ کی بہرحال اس وقت جب، دیک کی بجائے دونوں باہم مل کر اس کے مقابلہ کے لئے چلے آ رہے تھے۔ اس نے بزدلی کا ثبوت نہیں دیا آگے بڑھ کر انہیں ملا۔

عالمگیر نامہ کے بیان کی رو سے اورنگ زیب نے دہرمات پور کے نزدیک آنے سے پہلے راجہ جسونت سنگھ کو ایک دوستانہ پیغام بھیجا تھا[2]۔ اورنگ زیب نے راجہ سے درخواست کی تھی[3] کہ وہ انہیں آگے بڑھنے سے نہ روکے مزاحم نہ ہو، کیونکہ وہ بادشاہ کی عیادت کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہیں رکھتے۔ اگر جسونت سنگھ

---

[1] عمل صالح جزء سوم ص ۲۸۵ — [2] عالمگیر نامہ ص ۵۸

رقعات عالمگیری — [3] خافی خاں جزء دوم ص ۱۳

Marfat.com

اورنگ زیب کا پیغام سن لیتا تو غالباً دارا اسے کبھی معاف نہ کرتا۔ یہ جسونت سنگھ خوب جانتا تھا کہ اورنگ زیب کے سامنے سے ہٹنا دارا بہادر کی دشمنی مول لینا ہے۔

راجہ کو اس وقت اورنگ زیب کے عزم اور اونچی حربی قابلیت کا غالباً صحیح اندازہ نہ تھا۔ یوں بھی وہ شاہ پسند یا اورنگ زیب کے الفاظ میں "ملحد پرست" تھا اس لئے اس نے اورنگ زیب کو راہ نہ دی۔ عالمگیر نامہ نے شاہی واقعہ نویس کے انداز میں جسونت سنگھ کی اس حرکت پر اسے جاہل، شیطان صفت اور مغرور کہہ کر ابیٰ واستکبرا کان من الکافرین کے مضمون سے مشابہ ٹھہرایا[1] ہے، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ راجہ جسونت سنگھ ایک ہی سے وفادار رہ سکتا تھا۔ اس نے شاہجہان کی اطاعت کا پھندا اپنے گلے میں ڈالا تھا۔ اس لئے اس کے واضح حکم کی موجودگی میں اورنگ زیب کی بات نہ مان سکا۔ اور دونوں فوجوں کو دھرمات کی لڑائی لڑنی پڑی۔

برنیر کا بیان ہے کہ شاہجہان کا مقصود لڑائی نہ تھی۔ اس لئے چلتے وقت جسونت سنگھ سے کہا تھا۔ آخر وقت تک کوشش کرنا کہ لڑائی کی نوبت نہ آئے۔ اور شہزادے کم سے کم نقصان اٹھا کر واپس[2] ہو جائیں۔

شاہجہان کی یہ خواہش یقیناً پدری محبت کا اظہار کرتی ہے۔ مگر یہ محبت ویسے ہی ہے جیسے دو لڑاکے اور جنگ جو بیٹوں کو کوئی باپ دو تلواریں دے کر کہے۔ بیٹو ذرا یہ خیال رکھنا کہ تم ایک دوسرے کے بھائی ہو۔ اگر یہ باپ احمق ہے تو

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۵۸ [2] برنیر

Marfat.com

شاہجہان۔ شاہجہان ہوتے ہوئے احمق تھا۔ جس نے ساٹھ ہزار راجپوتوں اور پٹھانوں کے ہاتھوں میں تلواریں، نیزے، خنجر، تیر اور توپ خانے دے کر یہ خواہش کی تھی کہ وہ مراد اور اورنگ زیب سے لڑتے وقت ان دونوں کی شہزادگی کا خیال کریں۔

ہمارے نزدیک جو نتائج اس جنگ کے بعد ظاہر ہوئے۔ وہ سب کے سب شاہجہان کی اس حماقت کا نتیجہ تھے۔ وہ یقیناً بادشاہ تھا اور اس کا فرض تھا کہ حواس کے آخری نقطہ تک، دانائی اور تدبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو اس فوج کی کمان دینے کی بجائے بذاتِ خود آگے بڑھتا۔ اور اورنگ زیب اور مراد جان لیتے کہ باپ کی حالت کیا ہے۔ شاہجہان کی یہ کوتاہی قطعاً ناقابلِ معافی ہے کہ اس نے ساٹھ ہزار سپاہی بھیج دیئے۔ اور خود آگرہ میں بیٹھ کر دارا کے لئے فرمان لکھتا رہا۔ دارا اس کا بڑا بیٹا تھا۔ مگر یہاں بڑے اور چھوٹے کا سوال نہ تھا۔ ایک باپ کی نگاہ میں بڑا اور چھوٹا کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ بڑے بیٹے کی خاطر چھوٹے بیٹوں پر لشکر کشی اگر آدمیت کا اقتضا ہے تو پھر یہ شکوہ کیوں ہے کہ اورنگ زیب نے اور مراد نے دارا کے خلاف لڑائی لڑی۔

برنیر اور کنبو نے اس مقام پر پہنچ کر جسونت سنگھ کی مشکلات گنوائی ہیں جسونت سنگھ کے سامنے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس کا مقابلہ اورنگ زیب جیسے بڑے مدبر اور اونچے سپہ سالار سے تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جسونت سنگھ نے جب اس لڑائی کی طرح ڈالی تو ہر ممکن کوشش کی

Marfat.com

کہ اورنگ زیب کے توپ خانے کو بے کار کر دینے کے بعد اورنگ زیب کو شکست دے سکے۔

وہ جس زمین پر کھڑے ہو کر لڑا وہ تنگ اور نا ہموار تھی[1] جسونت سنگھ کی مجبوری ہی اس کی حماقت کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔ زمین اگر نہ ہموار تھی تو اس کا انتخاب کس نے کیا تھا۔ اورنگ زیب نے تو یہ مشورہ نہ دیا تھا۔ جسونت سنگھ نے یہ ناہموار جگہ اپنے لئے پسند کی تھی۔ عاقل خاں نے ناہموار زمین کے انتخاب کو مہاراجہ جسونت سنگھ کی حماقت پر محمول کیا ہے[2]۔

جسونت سنگھ کے ساتھ ساٹھ ہزار سپاہی یقیناً تھے لیکن وہ صلاحیتیں نہ تھیں جن سے اورنگ زیب کی جھولی بھری تھی۔ اورنگ زیب سپاہیوں کی تعداد کے اعتبار سے یقیناً جسونت سنگھ سے کمزور تھا مگر اس کے سپاہیوں میں ایک بھی تو ایسا نہ تھا، جو اورنگ زیب کی عظمت سے آگاہ نہ ہو اور جو یہ جانتا نہ ہو کہ اورنگ زیب کی حربی قابلیت اس وقت کے تمام دوسرے بڑے سپہ سالاروں سے بڑھی ہوئی ہے مؤرخین اس باب میں مختلف ہیں کہ دونوں فوجوں کی صحیح تعداد کیا تھی۔ اورنگ زیب اور مراد کے اپنے خطوط سے بھی اس اختلاف کا پتہ چلتا ہے

مراد کے نزدیک جسونت سنگھ کے ساتھ پچاس ساٹھ ہزار سپاہی تھے

عاقل خاں کی روایت اگر صحیح مان لی جائے، تو دونوں طرف کی تعداد قریب قریب برابر تھی۔

---

[1] عمل صالح جزء سوم ص ۲۸۶ [2] عاقل خاں رازی ص ۲۷-۲۸

Marfat.com

جب[1] لڑائی شروع ہوئی تو پہلے توپ خانے کھلے اور پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں[2] ایشور داس نے راجپوتوں کی بہادری کی داستان خوب مزے لے لے کر لکھی ہے۔ عاقل خاں نے لڑائی پر مجموعی نظر ڈالی ہے۔ ایشور داس لکھتا ہے وہ رام رام کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے جیسے شیر حملہ آور ہوئے ہیں عاقل خاں رازی نے بھی ان کے غصہ اور تندی اور تیزی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہرحال جو بھی ہوا راجپوت شیر تھے یا اورنگ زیب کے پٹھان، یہ فیصلہ ہم شائد نہ کر سکیں ہم تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ راجپوتوں کا پلڑا حملہ کے آغاز میں بھاری تھا۔ وہ محمد سلطان کے سپاہیوں کو کاٹتے ان کی صفوں کے اندر گھس آئے تھے انہوں نے ذوالفقار خاں جیسے کہنہ مشق اور اونچے مسلمان سپہ سالار کو شہید کر دیا تھا۔ لیکن محمد سلطان اور نجابت خاں پہاڑوں کی طرح اپنے اپنے مقام پر کھڑے اپنے پٹھان سپاہیوں کو لڑا رہے تھے۔ ان کی صفیں ذرا بھی منتشر نہ ہوئی تھیں لڑائی کا یہ عالم تھا کہ جب اورنگ زیب نے ایک سپہ سالار کی نگاہ اس پر ڈالی اور محفوظ فوج کے کئی دستے ایک ساتھ آگے بڑھا کر ان راجپوتوں کو گھیرے میں لے لیا۔ اور پھر ان کی ہر بہادری اور جرأت کی داستان ختم کر دی۔ اس کا قلب بھی آگے بڑھ آیا تھا۔ اور راجپوتوں کی واپسی کی راہ مسدود ہو گئی تھی۔

---

[1] عاقل خاں کی روایت کی رو سے اورنگ زیب جب دکن سے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ تیس ہزار سپاہی تھے۔ دس ہزار سپاہی مراد اپنے ساتھ لایا تھا۔ عاقل خاں رازی ص ۲۸-۲۹ فیاض القوانین ص ۲۶۹ خافی خاں جز دوم ص۱۲ [2] سرکار ص ۳۵۵ [3] عاقل خاں ص ۴۰

ایشور داس اور سرکار نے لکھا ہے کہ بے چارے راجپوتوں کو ان کے سپہ سالار نے اس نازک موقعہ پر کوئی مدد نہ دی۔ اور وہ تنہا چھوڑ دیے گئے۔ یہ قصور اورنگ زیب کا نہ تھا جسونت سنگھ کا تھا۔ اگر جسونت سنگھ ایک دانا سپہ سالار ہوتا تو اورنگ زیب کی طرح خود موقعہ پر آتا۔

ایشور داس اور سرکار نے اورنگ زیب کے توپ خانہ پر بھی الزام دیا ہے۔ کہ اس نے بہت جم کر اور سختی سے آگ برسائی۔ کیا لڑائی میں اورنگ زیب کے توپ خانے سے یہ آرزو کرنا دانش مندی تھی کہ وہ جم کر آگ نہ برساتا۔ اس کا جو کام تھا وہ اس نے کیا[1]۔ راجپوت یقیناً اس کی زد پر تھے۔ اس نے ان پر آگ برسائی اور اس طرح اورنگ زیب کی حربی صلاحیتوں کے مظاہرے کئے۔

اس کے بعد جو لڑائی لڑی گئی۔ وہ اکٹھی لڑائی تھی[2]۔ دونوں فوجیں پوری کی پوری ایک دوسری سے گتھ گئی تھیں۔ راٹھوروں نے عین بیچ میں راہِ فرار اختیار کی۔ خود جسونت سنگھ چار گھنٹے لڑنے کے بعد اپنے چیدہ چیدہ ساتھیوں کے ساتھ میدان سے بھاگا۔ ایشور داس اور سرکار کا بیان ہے کہ جسونت سنگھ راجپوتوں کی طرح مرنے کی آرزو کر رہا تھا کہ اس کے ساتھیوں مہیش داس گور اور گوردھن نے اس کے گھوڑے کی کاٹھی زبردستی پکڑ لی اور اسے میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ اس طرح یہ لڑائی ختم ہو گئی۔ قاسم خاں[3] پر ان دونوں مؤرخین نے الزام دیا ہے وہ دل جمعی سے نہیں لڑا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ جسونت سنگھ کے فرار کے بعد کئی گھنٹے متواتر قاسم خاں

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۷۷، ۷۶ [2] سرکار ص ۳۶ [3] عاقل خاں راوی ہیں کہ قاسم خاں کو لڑتے لڑتے کئی زخم آئے اگر قاسم نے لڑائی میں شرکت نہ کی تھی تو اسے زخم کس طرح آئے؟ عاقل خاں ص ۳

Marfat.com

اپنی ساری فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ اس دن متواتر آٹھ گھنٹے لڑائی ہوئی۔ اور قاسم خاں نے اس وقت منہ موڑا جب اورنگ زیب اور مراد کی فوج نے اسے جسونت سنگھ کی طرح بھاگنے پر مجبور کر دیا اور گہرے زخم پہنچائے۔

جسونت سنگھ کے فرار کے بارے میں مؤرخین کی روایات مختلف ہیں عاقل خاں کا بیان ہے کہ جسونت کو گہرے زخم آئے۔ وہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کے ساتھی اسے بھگا لے گئے۔ حالانکہ اس نے انہیں اس سے بہت روکا۔

منوسی نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی بہادری بیان کرتے وقت حقِ نمک ادا کیا ہے (یہ شخص دارا کے توپ خانہ میں توپچی تھا اور اطالوی ہونے کے سبب زرازیادہ نمک حلال تھا) یہ کہتا ہے قاسم خاں جسونت سنگھ کو میدان میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ اور لڑائی کا سارا زور مہاراجہ پر آن پڑا تھا۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، پچاس ہزار سپاہیوں نے اورنگ زیب کے چالیس ہزار سپاہیوں سے خوفناک شکست کھائی۔ اس فتح میں اورنگ زیب کی دانائی حرفِ اول مراد کی بہادری[1]۔ حرفِ ثانی اور محمد سلطان اور دوسرے سپہ سالاروں کی احتیاط اور دانش مندی حرفِ آخر تھی۔ یہ سب کے سب یک جہتی اور دل جمعی سے لڑے اور قدرت نے ان کو یکساں انعام بخشا۔

یہاں اورنگ زیب کے اونچے پن اور بڑائی کا ایک اور ثبوت ملتا ہے[2]۔ اس نے لڑائی کے ختم ہوتے ہی اپنے سپاہیوں کو بڑی سختی کے ساتھ حکم دیا۔ تعاقب نہ کیا جائے اب تک جتنے آدمی قتل ہوئے تھے۔ ان کے قتل کی بات اس کے بس میں نہ تھی۔ مگر

---

[1] عاقل خاں کا بیان ہے تین چار کوس تک تعاقب ہوا۔ رازی صفحہ ۱۲ [2] رازی صفحہ ۱۳ [3] عالمگیر نامہ صفحہ ۷۲

تعاقب نہ کرنا اس کے بس میں تھا اور اپنے سپاہیوں کو اس تعاقب سے روک کر اس نے انسانی خون کو بے کار بہنے نہ دیا۔

سرکار نے لکھا ہے کہ اس نے یہ خصوصیت صرف مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی ہندوؤں کے متعلق اس نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ یہ محض غلط بیانی ہے۔ اس کا حکم سب کے لئے تھا۔ اس نے تعاقب سے روکتے وقت قطعاً تخصیص نہ کی تھی کہ ہندو اور مسلمان کی پہچان کی جائے۔ البتہ جو مسلمان ہاتھ آئے انہیں اس نے مارنے کی اجازت نہیں دی۔

عالمگیر نامہ کے الفاظ ہیں:

حکم عالم مطاع بنفاذ پیوست کہ دراں معرکہ دغا ہر کرا مسلماں یا بند بجان اماں دار۔ دست از خون او بدار وند۔

فتح کی خوشیاں خوب منائی گئیں، دشمن کے تعاقب کے بعد جب مراد نے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی مبارک باد دی تو اس نے اسے پندرہ ہزار اشرفی اور چار ہاتھی اور کئی دوسرے تحائف عطا فرمائے اور اس کی بہادری کی بہت تعریف کی۔

ہندو اور انگریز مؤرخین کہتے ہیں کہ اورنگ زیب مراد کو اب تک اس دھوکے میں رکھے تھا کہ کامیابی کے بعد بادشاہت اسے دے گا اور خود گوشہ نشینی اختیار کرے گا وہ اگر صرف اس تقسیم غنیمت کے مسئلہ ہی کو پیش نظر رکھیں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ اورنگ زیب کا یہ طریق کار ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مراد کی شخصیت کسی وقت بھی اول نہ رہی تھی۔ ایک تو یہ کہ اورنگ زیب تیس ہزار سپاہ اعلیٰ درجہ کا توپ خانہ اور دوسرے ساز و سامان کا مالک تھا اور مراد کے ساتھ صرف نو ہزار

Marfat.com

سپاہی تھے۔ اور وہ بھی لڑاکے اور جانباز نہ تھے، محض اس کی پیش قدمی کی خبر سن کر بازاروں سے آن جمع ہوئے تھے۔ ان میں نہ کوئی ضبط تھا اور نہ کوئی ترتیب، اگر مراد کو اپنی اولیت کا گمان تھا تو اسے اس موقعہ پر جب اورنگ زیب نے اس کی خدمت میں پندرہ ہزار اشرفی اور چار ہاتھی پیش کئے یہ سوال پیدا کرنا چاہیئے تھا کہ اورنگ زیب نے باقی ڈھیروں اشرفیاں اور درجنوں ہاتھی اور باقی ساز و سامان کیوں اپنی تحویل میں رکھا۔ خود یہ بانٹ اس نے کیوں اپنے ہاتھ میں لی کیوں نہ سارے سامان کا نگران بنا۔ صرف یہ ہی ایک واقعہ جو پہلی جنگ کے بعد ظہور میں آیا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اورنگ زیب کی حیثیت بطور نگران اور مختار کے تھی۔ اور مراد اس کا مددگار تھا۔ اگر اورنگ زیب کی اس حیثیت کو مراد تسلیم نہ کرتا تو اس وقت کمان اس کے ہاتھ میں ہوتی۔ اور وہ نگرانِ کار ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مراد کو اپنی یہ حیثیت تسلیم تھی وہ مددگار تھا اور اس مدد کے صلے میں اس نے پنجاب، سرحد اور ماورائے سرحد کے علاقوں کی حکومت کا عہد اورنگ زیب سے لے رکھا تھا اور اس پر مطمئن تھا۔ یوں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب کو اس کی خاطرداری بے حد منظور تھی۔ اور وہ اسے بہت عزیز جانتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے شہزادہ محمد سلطان اور تمام امراکو حکم دیا۔ مراد کی خدمت میں حاضر ہوں اور مجرا بجا لائیں۔

یہ مقام جہاں یہ فتح نصیب ہوئی، تاریخ میں فتح آباد کے نام سے مشہور رہا۔

---

[1] عالمگیر نامہ ص۷۵، خافی خاں جزء ص۱۹۔ خافی خاں کے الفاظ ہیں پانزدہ ہزار اشرفی بطریق مرہم بہار برائے ہمراہان محمد مراد بخش مع چہار فیل با ساز نقرہ و صوخہ طلا و قدری جواہر مرصع آلات دلالے آبدار در جلوی گرد بنایاں محمد مراد بخش خبر ستاد ند

Marfat.com

گو آج اس کے نشانات زمین کی چھاتی پر موجود نہیں ہیں لیکن اس وقت وہ دور دور تک نعشوں سے بھرا تھا۔ ہندو اور مسلمان مؤرخین کی روایات کے مطابق چھ ہزار[1] ہندو راجپوتوں کی نعشیں چاروں طرف پھیلی تھیں۔ بہت سے مسلمان بھی مرے پڑے تھے۔ ان کے پہلو میں اورنگ زیب نے فتح کی یادگار کے طور پر ایک مسجد، ایک سرائے اور ایک باغ تعمیر کرنے کے احکام دیے اور پھر آگرہ کی طرف پیش قدمی کی۔

اورنگ زیب کی سواری ۲۷ رجب کو یہاں سے چلی اور گوالیار پہنچ کر رکی یہاں ناصری خاں شاہجہان کی ملازمت چھوڑ کر اس سے آن ملا، پانچ ہزاری منصب اور خانِ دوراں خطاب پایا۔ کچھ اور سپاہی اور سردار بھی جو پہلے شاہی فوج میں تھے اس کی ملازمت میں آ گئے۔ یہیں اسے اطلاع ملی کہ دارا ایک بڑی فوج کی قیادت کرتا دھولپور آن پہنچا ہے[2]۔ اور دریائے چنبل کی گذرگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ توپ خانے نصب کر دیے ہیں اور اس طرح اورنگ زیب اور مراد کی پیش قدمی کی ساری راہیں روک کر پھولا نہیں سماتا۔

یہ خبر تشویشناک تو تھی، مگر اورنگ زیب کے پائے استقلال میں اس سے کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ اس نے یہ خبر پاتے ہی اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کسی ایسے آدمی کو تلاش کریں جو فوج کی راہ نمائی کرتا کسی ایسی گذرگاہ پر لے چلے جہاں دشمن سے ٹکراؤ کا خطرہ نہ ہو۔ ایسا ایک ذمہ دار آدمی بہت جلد تلاش کر لیا گیا۔ یہ اس نواح کا ایک زمیندار

---

[1] خافی خاں جزء دوم ص۱۷ [2] سرکار ص۳۷ [3] خافی خاں جزء دوم ص۱۲ رازی ص۳۲

Marfat.com

تھا۔ اس زمیندار نے اورنگ زیب کو ایک ایسی گزرگاہ کا پتہ دیا، جہاں دریا کا پانی گھٹنوں گھٹنوں تک تھا؛ اور جہاں سے پہلے کوئی فوج پار نہیں اتری تھی۔

اسی شام وقت ضائع کئے بغیر اورنگ زیب نے اپنے تین سپہ سالاروں کو پورے توپ خانے کے ساتھ اس سمت روانہ کیا۔ ان سپہ سالاروں کو حکم تھا رات بھر تیز تیز چلتے اس مقام پر جا پہنچیں اور دریا پر قبضہ کرلیں۔ یہ تینوں سپہ سالار رات بھر چلے اور دوسری صبح دریا عبور کرکے دوسرے کنارے پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے دن اورنگ زیب خود بھی باقی فوج کے ساتھ ادھر روانہ ہوا۔ اور اس مقام پر جا پہنچا اور دریا عبور کرلیا۔

اس کی اس دانائی اور احتیاط نے دارا کو بغیر لڑے ایک اور شکست دی اس کی ساری تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ اورنگ زیب کے سامنے اب آگرہ کی راہ کھلی تھی۔ اور کوئی ایسا نہ تھا جو اسے آگرہ پہنچنے سے روک سکتا۔ ابھی اس نے آگرہ کے لئے روانگی کے احکام نہ دیتے تھے جب دارا کے مخلصین نے شاہجہان کے اشارہ سے جہاں آرا بیگم سے اورنگ زیب کے نام ایک طویل خط لکھوایا یہ خط جہاں آرا کا ایک خاص ایلچی محمد فاروق بہت تیز تیز چلتا اورنگ زیب کے پاس لایا یہ خط بڑی بہن کا تھا۔ اس نے اسے بڑے احترام کے ساتھ لکھوایا۔

اس میں غیر ضروری القاب اور تمہید کے بعد؛ اورنگ زیب کو جو دی گئی تھی۔

لہ عاقل خاں رازی ص ۴۳

Marfat.com

کہ شاہجہان نے مکمل صحت پالی ہے، امورِ مملکت کی نگرانی خود فرمانے لگے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اس تحقیقی کے عالم میں کوئی ایسا انتشار اور بے چاپنی دکھیں خاص طور پر شاہزادوں کے باہمی جھگڑوں کو تو وہ قطعاً پسند نہیں فرماتے۔ اس خط کا یہ جملہ تو بڑا ہی موثر تھا۔ بہ تخصیص ظہور ایں نشہ ناپسندیدہ و وقوعِ ایں نامرغوب ازاں برادر ہوشمند۔ بیدار مغز۔ کہ آراستہ مزایائے اداب لطیف واخلاق کریمہ وصاحب عادات حمیدہ وطبع سلیمہ است بغایت زشت و نا زیبا است[1]

اس خط میں اورنگ زیب کو سمجھایا گیا تھا کہ اگر اس نے باپ کے خلاف ہتھیار اٹھائے یا بڑے بھائی سے جو بمنزلہ باپ کے ہے لڑائی لڑی اور لڑائی کی آگ کو ہوا دی تو کس قدر برا ہوگا۔

اس عارضی دنیا کے عارضی ہونے کا شکوہ بھی تھا اور اس کی خاطر بڑے بھائی سے لڑنے کی مذمت کی تھی۔ آخر میں اورنگ زیب کے اخلاقِ کریمانہ کی ایک بار اور تعریف کی گئی تھی۔

یہ خط ایک قسم کی سیاسی مگر ناکام چال تھی۔ جسونت کی شکست اور دارا کی ہر رکاوٹ کے ٹوٹنے کے بعد شاہجہان اور جہان آرا کچھ اس طرح محسوس کر رہے تھے کہ دارا شاید کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اگر جہان آرا نیک نیت ہوتی یا شاہجہان لڑائی کو برا سمجھتا تو اس وقت جب دارا شاہی محل سے اورنگ زیب کی راہ روکنے کے لئے چلا تو شاہجہان اسے اپنے اصطبل کے خاص گھوڑے، اپنا شاہی رتھ، کئی ہاتھی اور

---

[1] عاقل خاں ص ۳۵

Marfat.com

بے شمار جواہرات نہ عطا کرتا۔ اگر جہاں آرا اورنگ زیب اور مراد کو اپنے ماں جائے سمجھتی تو دارا کی سواری کی باگ پکڑ کر کہتی بھائی ذرا سوچو تو یہ تم کس پر چڑھائی کر رہے ہو اس پر جسے میری اور تمہاری ماں نے جنا۔

اگر بھائی نہ مانتا تو وہ بوڑھے باپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہتی۔ بابا اس بڑے بھائی کو آپ ہی بتا دیجئے، اورنگ زیب اور مراد کے خلاف چڑھائی برادرانہ محبت کے خلاف ہے۔

مگر اس باپ سے وہ ایسی بات کہنا نہ چاہتی تھی اس باپ نے تو اس کے سامنے دارا کے بازو پر امام ضامن باندھا تھا۔ کامیابی کی دعائیں دی تھیں۔ سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونکیں ماری تھیں۔

اس لڑائی کو روکنے کی گھڑی وہ تھی۔ اس خون خرابے اور انتشار کو اگر یہ دونوں باپ بیٹی روکنا چاہتے تھے تو انہیں شاہی محل سے نکل کر دکن کی راہ لینا چاہیے تھی۔ مگر انہوں نے اس وقت ایسی کوئی بات نہیں سوچی، ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا، حالانکہ بھرے دربار میں مغل داناؤں اور بڑے سیاست دانوں نے بڑے ادب کے ساتھ دارا سے درخواست کی تھی۔

خدا کے لئے یہ لڑائی نہ لڑیئے شہزادوں کو آگرہ آجانے دیجئے۔ خود یہیں رہئے۔ شاہجہاں ان دونوں کو محبت اور نرمی کے ساتھ سمجھا دیں گے۔

اس وقت دارا نے تلوار میان سے نکال کر، ان سب کی بے عزتی کی تھی۔ اور راجہ چتر سال اور اس کے راجپوتوں پر فخر کرتے ہوئے ادعا کیا تھا اگر آپ لوگ میرا ساتھ نہ بھی دیں تو بھی میں چتر سال اور اس کے راجپوتوں کو ساتھ لے کر ان

Marfat.com

دونوں سے لڑوں گا اور ان کے منہ توڑ ڈالوں گا۔

اس وقت جہاں آرا آگے نہیں بڑھی اور بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی جرأت نہیں کی اور جب بہادر اور اورنگ زیب کی فوجیں دریا پار کرکے آگرہ کی راہ پر بڑھنے کے لئے پر تول رہی تھیں وہ اورنگ زیب کو یہ صحیفہ لکھ کر اخلاق کا درس دے رہی تھی۔

اورنگ زیب نے بہن کے اس خط کے جواب میں ایک طویل خط لکھا۔

اس نے تمہید میں وقت ضائع کرنے کی بجائے بہن سے کہا۔

اعلیٰ حضرت نے حکومت کی باگ ڈور شہزادے کے ہاتھ میں دے دی ہے امورِ سلطنت اب اعلیٰ حضرت نہیں بھائی انجام دیتے ہیں۔ بھائی نے یہ اختیار پاکر بھائیوں کو ختم کرنے پر کمر ہمت باندھ لی ہے۔ شاہ شجاع کے مقابلہ میں سلیمان شکوہ کو بھیج کر اس کی ۳۲ سالہ نیک نامی اور عزت و آبرو کو تباہ کر دیا ہے۔"

پھر اپنا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ "میرے حال پر اعلیٰ حضرت بڑے بھائی کی جو توجہ ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ بیجا پور میں انہوں نے میرے ساتھ وہ کیا ہے جو کوئی دشمن بھی نہ کر سکتا۔

گلبرگہ کا محاصرہ ختم کے قریب تھا۔ محصورین کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ ان کی طرف سے پیش کش کی بات چیت شروع تھی کہ بڑے شہزادے نے اپنے ملازموں کو امرائے بادشاہی کے طلب کرنے اور حاکم بیجاپور کی تسلی و تالیف قلب کے لئے مقرر کیا۔ انہوں نے حاکم بیجاپور کو شفقت بھرا پیغام پہنچا کر میرا دشمن بنا دیا۔

Marfat.com

اورامرائے شاہی کو میری اجازت اور رضا کے بغیر واپس بلا کر ہزار مصیبتوں میں پھنسا دیا۔ یہ تیرے نیر اقبال کا کرشمہ تھا کہ میں اس مصیبت کے بھنور میں سے نکلا۔ اور ہزار دشواری کے ساتھ دشمنوں کے گھیرے میں سے نکل کر جائے پناہ تک پہنچا۔ پناہ بخدا اگر کچھ ہو جاتا تو کتنی بڑی ذلت اور رسوائی کی بات ہوتی۔[1]"

اس پریشانی اور مصیبت کا دکھڑا بیان کرنے کے بعد اورنگ زیب نے دارا کی اور شکائتیں بھی کیں اور جسونت سنگھ کی فوج کشی کو دشمنی کی ایک بڑی علامت قرار دیا اور لکھا کہ جسونت سنگھ پر یہ لازم نہ تھا کہ" وہ مجھے جہاں پناہ تک آنے سے روکتا میں نے صرف جہاں پناہ کے دربار تک رسائی کی خواہش کی تھی مگر جسونت سنگھ نے اپنی حماقت سے تلوار نکال لی اور لڑنے کے بغیر آگے بڑھنے نہیں دیا۔ ناچار لڑائی ہوئی اور جو نتیجہ ہوا وہ آپ پر ظاہر ہے۔

آخر میں اورنگ زیب نے ایک بار پھر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ آگرہ کی طرف پیش قدمی سے مقصود اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری اور بڑے شہزادے کے مظالم کے خلاف احتجاج اور شکوہ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں البتہ اس بات کا ضرور اظہار کیا کہ اگر بڑے شہزادے نے راستہ روکا، اور اعلیٰ حضرت تک آنے نہ دیا تو میرے پاس بھی تلوار ہے اور میں لڑنے سے گریز نہیں جانتا۔

اس نے اس خط میں یہ مشورہ بھی دیا کہ بھلائی اس میں ہے کہ شہزادہ

---

[1] عاقل خاں ص ۳۶ - ۳۷

چپکے سے کچھ دن کے لئے پنجاب تشریف لے جائیں جو ان کا صوبہ ہے اور مجھے کچھ مدت کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہنے کا موقعہ دیں۔" یہ خط اس شخص کو دیا گیا جو جہاں آرا کا ذاتی ایلچی بن کر آیا تھا۔ یہ خط بھیجنے کے بعد اورنگ زیب نے پیش قدمی کی۔[1]

اس خط کے جواب میں بھی اگر شاہجہاں اور جہاں آرا بذاتِ خود، اورنگ زیب کے پاس آجاتے اور اورنگ زیب اور دارا کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کی کوشش کرتے تو بعد کی لڑائی رک سکتی تھی۔ مگر ادھر سے اس خط کا نہ کوئی فوری جواب آیا اور نہ ان میں سے کوئی ادھر چلا۔

البتہ دارا نے چنبل سے جلد جلد سموگڑھ کا رُخ کیا۔ احمق کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہیں اورنگ زیب اور مراد آگے بڑھ کر آگرہ پہنچنے کی راہ مسدود نہ کر دیں۔ جلدی میں وہ بہت سی وزنی توپیں دریا کے گھاٹ ہی پر چھوڑ آیا جو اورنگ زیب اور مراد کے کام آئیں۔

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۴۰۔ ۴۱

Marfat.com

سموگڑھ کی لڑائی

یہ رمضان ۱۰۶۹ھ ہجری کی چھٹی تاریخ تھی جب ایک طرف سے دارا ساری مغل فوج لاتعداد ہاتھیوں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ سموگڑھ کے تپتے ریگ زار میں پہنچا اور دوسری طرف سے اورنگ زیب اور مراد نے وہاں پہنچ کر دم لیا۔

ہندوستان کی مغل تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ باپ کی جگہ لینے کے لئے باپ کی زندگی ہی میں مخالف بھائیوں کی فوجیں اس طرح اپنا حق تلوار کے زور سے منانے کے لئے جمع ہوئیں یہ کہنا مبالغہ سے خالی نہ ہوگا کہ ہندوستان کی تاریخ کی یہ دوسری بڑی لڑائی تھی۔ پہلی بڑی لڑائی اس وقت لڑی گئی جب زمانہ خیال و عقیدہ کو کوئی حیثیت نہ دیتا تھا۔ جب تلوار محض انتقام اور خون بہانے کے لئے اٹھا کرتی۔ لیکن یہ لڑائی اس وقت لڑی جا رہی تھی۔ جب دنیا عقیدے

Marfat.com

کے اختلافات کی بنا پر ایسی بے شمار اور خوفناک لڑائیاں لڑ چکی تھی۔

کہنے کو ان دونوں نے ایک ماں کا دودھ پیا تھا، ایک باپ کی صلب سے پیدا ہوئے تھے، لیکن ذہنی طور پر دونوں میں ہزاروں سمندروں کی وسعت اتنی دوری تھی ایک اگر زمین پر تھا دوسرا آسمان پر، ایک مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، مؤرخین نے اس موضوع پر بڑی تلخ گفتگو کی ہے۔ اور بھائیوں کی اس لڑائی پر عجیب عجیب خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر یہ سب مؤرخین محض جہاں آرا بیگم کے خط کے جواب میں اورنگ زیب کے طویل مکتوب ہی کو پیش نظر رکھ لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ ان دونوں میں کس درجہ ذہنی دوری تھی۔ اس دوری کا علاج اس وقت نہ جہاں آرا کے بس میں تھا نہ شاہجہاں کے ان دونوں کی درمیانی خلیج، صرف ایک صورت میں پاٹی جا سکتی تھی، کہ ان میں سے ایک اپنی جگہ چھوڑ دیتا اور جیسے کہ اورنگ زیب نے جہاں آرا کے خط کے جواب میں تجویز کیا تھا۔ بھائی صاحب اتنی مدت باپ کی خدمت میں رہے ہیں۔ ان سے کہیے، پنجاب تشریف لے جائیں اور مجھے باپ کے پاس رہنے دیں۔

اگر جہاں آرا یا شاہجہاں کو خدا نے دوربین نظر عطا کی ہوتی۔ اگر وہ پرندے کی اڑان سے اس کی قوتِ پرواز کا اندازہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تو جسونت سنگھ کی شکست سے وہ اندازہ کر سکتے تھے، کہ یہ شاہباز جس نے دکن سے پرواز کر کے جسونت سنگھ کا شکار کیا ہے اتنا قوی ہے کہ کوئی دوسرا اسے مار نہیں سکے گا۔

Marfat.com

معصوم کی روایت کے مطابق شاہجہان نے اورنگ زیب کی قوتِ پرواز کا صحیح اندازہ کرنے کی بجائے اسے کمزور کرنے کے لئے مراد پر ڈورے ڈالے لیکن یہ ایک غلط راہ تھی جسے اس نے تجویز کیا تھا۔

سیدھی اور صاف بات ایک ہی تھی اگر، رمضان المبارک کی اس دوپہر کو جہاں آرا اور بادشاہ کی سواری دھوپ کا لطیف لیتی سموگڑھ کے میدان میں آن رکتی اور شاہجہان ایک بادشاہ کی حیثیت سے فوجوں کو سارا دن دھوپ میں تپنے اور پھر دوسرے دن خوفناک مظاہرے کرنے کی بجائے آگرہ کے قریب پہنچنے اور سایہ تلے آرام کرنے کا حکم دیتا۔ اور دارا کو اورنگ زیب کی مرضی کے مطابق پنجاب جانے پر آمادہ کرلیتا تو لڑائی رک جاتی۔

شاہجہان نے یہ بات پسند نہیں کی۔ اس نے مصالحت کی بجائے تلوار کو اجازت دی کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ اگر شاہجہان بادشاہ کی حیثیت سے نہیں ایک تماشائی کی حیثیت سے ہی۔ اس میدان میں آن پہنچتا، اور بھیس بدل کر ان دونوں فوجوں کو دھوپ میں تپتے اور جلتے دیکھ لیتا۔ اور اگر زیادہ حوصلہ ہوتا تو ان کی لڑائی کا مشاہدہ بھی کرلیتا اور پھر دونوں کی صلاحیتوں کے بارے میں ایک حتمی رائے قائم کرکے اس باب کو یہیں ختم کردیتا۔ اگر دارا اسے تخت کے قابل نظر آتا تو اسے، ورنہ اورنگ زیب کو آپ اپنا تاج پہناتا۔ اور تاریخ اس ذہنی انتشار سے بچ جاتی جس میں اس دن کی لڑائی سے آج تک مبتلا ہے۔

لوگ یہ بات قطعاً بھول گئے ہیں کہ اس سارے المیہ کا مصنف خود شاہجہان تھا اگر اسے دارا سے ایسی ہی محبت تھی جس کے مظاہرے اس نے آخری وقت میں کئے

Marfat.com

تو اس کا فرض تھا کہ اس دارا کو شروع دن سے جہاں بانی اور فوجوں کو لڑانے اور انسانی ذہنوں کو مٹھی میں لینے کی تربیت دیتا۔ اس نے تو اپنے اس لاڈلے کو اتنی بھی تربیت نہ دی تھی کہ بڑی فوجوں کو لمبے سفر طے کرنے کے بعد دشمن کے مقابلہ میں کس طرح لایا جاتا ہے اور آیا اسی دن لڑائی شروع کرنا مناسب ہوتا ہے یا ایک آدھ دن کا وقفہ دینا ضروری ہوتا ہے یہ اتنی سی بات شاہجہان کے اس لاڈلے ہیرو کو معلوم نہ تھی، وہ اپنے سارے ساز و سامان توپ خانے اور ایک ایک سپاہی کی معیت میں سارا دن آگ برساتے سورج اور انگاروں کی طرح جلتی ریت پر کھڑا رہا۔ اس نے اس فوج کو جو گو تعداد میں ساٹھ ہزار یا ستر ہزار تھی۔ پورا دن ایک خوفناک عذاب میں مبتلا رکھا، اور اس طرح اپنے ایک ایک سپاہی کی آدھی قوت مدافعت یوں بے کار ضائع کر دی، خافی خاں اور عاقل خاں دونوں اس بات کے راوی ہیں کہ دارا بہادر نے فوج کو ایک لمحہ آرام کرنے نہیں دیا۔ بے سایہ اور تپتی ریت پر سارا دن کھڑا رکھا۔ البتہ شام ہوئی تو واپس ہوا۔ اس نے اس رات بھی بے چاری فوج کو آرام لینے نہیں دیا۔ بے چارے کا ذہنی توازن بگڑ چکا تھا۔ جب کسی سپہ سالار کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ خاص طور پر دارا ایسے ناتجربہ کار اور احمق سپہ سالار کا تو پھر اس کی فوج کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اورنگ زیب بہادر نے ذہنی توازن کو اس درجہ قائم رکھا کہ دارا کی ہر ستعدی کے باوجود فوج کو آرام کرنے کی ہدایت دی۔ نہ خود سوار ہوا نہ دوسروں کو سوار ہونے دیا۔

عاقل خاں کے الفاظ ہیں:

Marfat.com

اما شاہ مظفر سوائے دران روز بربنا رعایتِ سپاہ فیروزی دستگاہ کہ قطعہ زدہ مسافتِ دراز طے کردہ بودند مصلحتِ دگر روز محاربہ را قرار داد اصلاً سوار نہ شد[۱]

ہم نے اصلاً سوار نہ شد پر لکیر کھینچ دی ہے۔ یہ کتنی بڑی دانائی تھی، جو اورنگ زیب نے کی۔ دارا صاحب اور ان کی ساری فوج کو دھوپ میں جلتے دیکھا اور غالباً ہنستا رہا، کہ احمق مفت میں جل رہے ہیں۔

ہمارے خیال میں دونوں طرف کے داناؤں نے اسی دن یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ہندوستان کی تقدیر سے کون کھیلے گا۔ دارا یا اورنگ زیب جن احمقوں نے اس دن یہ اندازہ نہ کیا۔ انہوں نے دوسرے دن جب سورج طلوع ہوا دونوں فوجوں کو آمنے سامنے آتے دیکھ کر اس مشاہدہ کا ایک اور موقع پایا۔

عاقل خاں کے بیان کے مطابق اس دانائے روزگار اورنگ زیب نے اپنی فوج کی صف بندی اور ترتیب ہی سے آدھی جنگ جیت لی۔ اس نے فوج کو کچھ اس طرح مرتب کیا کہ بڑے سے بڑے نقصان اور صدمہ کو برداشت کرسکے۔ مثلاً اس نے دایاں پہلو مراد کو دیا جس میں غالباً نو ہزار یا دس ہزار سپاہی تھے۔ یہ وہ تھے جنہیں مراد پر بڑا بھروسہ تھا۔ بایاں بازو اپنے سب سے بڑے بیٹے محمد سلطان کے سپرد کیا جس نے اس سے پہلے کئی بڑی مہموں کی کمان کی تھی اور جسے لڑنے کا خوب سلیقہ تھا۔ یہ محمد سلطان مراد سے کہیں زیادہ محتاط اور عقل مند تھا۔ ان دونوں کو ادھر اُدھر رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر ایک ضرورت سے زیادہ جرأت کا مظاہرہ کرے تو دوسرا

---

[۱] عاقل خاں رازی ص ۴۲

اپنی احتیاط سے اس کا تریاق پیش کر دے۔ اس کے علاوہ مزید احتیاط یہ کی تھی کہ دونوں طرف، ان دونوں کی مدد پر دو بڑے سپہ سالاروں، شیخ میر اور بہادر خاں کا تقرر کیا۔ دونوں کو پانچ پانچ ہزار سوار دیے تاکہ اگر کسی وقت دایاں اور بایاں پہلو کمزور ہو جائے تو یہ دونوں موقعہ پر پہنچ جائیں۔

اور عین قلب میں اپنے مخصوص دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ قیام فرمایا اور دس ہزار سپاہی ہراول میں سجا کر، ذوالفقار خاں کو دیے جس نے بلخ کی پسپائی میں غیر معمولی بہادری اور صبر کا مظاہرہ کیا تھا[1]

دوسرے لفظوں میں اورنگ زیب کی ترتیب، فن حرب کا ایک نرالا مظاہر تھی اور یہ بڑی ہمت اور غیر معمولی تدبّر ہی کا کام تھا کہ اس ترتیب کو توڑا جا سکتا۔ دارا بہادر تو اسے توڑنے کی ہمت سے محروم تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دارا کی فوج میں مغل سپہ سالاروں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ رستم خاں جیسے بہت اونچے سپہ سالار اور بہادر خلیل اللہ خاں جیسے ذہین شہباز خاں جیسے جری۔ ظفر خاں اور داؤد خاں جیسے لڑاکے اور رام سنگھ جیسے وفادار راجپوت تھے۔ مگر ان میں یک جہتی نہ تھی، جوش اور ولولہ نہ تھا۔ اس کے برعکس اورنگ زیب کی ساری فوج ایک ہی عزم رکھتی تھی۔ وہ اورنگ زیب کو حق بجانب سمجھتی تھی اور اس کی خاطر دنیا کی ہر قوت سے ٹکرا سکتی تھی۔

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۴۳

[2] خافی خاں جزء دوم، عمل صالح جزء سوم "بلخ سے واپسی"

Marfat.com

دونوں فوجیں لحظہ بہ لحظہ ایک دوسرے سے قریب ہوتی گئیں۔ اچانک دارا کے توپ خانہ نے قیامت کا منظر پیش کر دیا۔

بارود کی آگ اور دھوئیں سے ساری فضا بھر گئی۔ اس دھوئیں کی اوٹ میں دونوں فوجوں نے باقی فاصلہ طے کیا۔ اور پھر لڑائی شروع ہوئی تو زمین کانپ اٹھی۔

یہ دو بھائیوں کی لڑائی تھی، یہ دو عقیدے اور مشن ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوئے تھے اور ایسا نظر آتا تھا۔ یہ ہنگامہ کبھی خاموش نہ ہوگا۔ سب سے پہلے دارا کے اس گروہ نے حملہ کیا جو رستم خاں کے زیر کمان تھا۔ رستم خاں اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ اورنگ زیب کے توپ خانہ پر چڑھ آیا تھا۔ نیزوں تلواروں اور خنجروں کی پیاس خوب بجھنے لگی تھی کہ دفعتاً بہادر خاں جو قلب میں اورنگ زیب کے ساتھ تھا آگے بڑھا اور رستم خاں اور توپ خانہ میں دیوارِ چین کی طرح حائل ہوگیا۔

لڑائی نے خوب طول کھینچا۔ بہادر خاں لڑتے لڑتے زخمی ہوا۔ اس کے دو نائب سید دلاور اور ہادی داد خاں مارے گئے۔ مرنے والے سپاہیوں کی تعداد ان گنت تھی۔ قریب تھا کہ رستم خاں کی فوج پانسہ پلٹ دیتی کہ اسلام خاں ایک طرف سے اور شیخ میر دوسری طرف سے میدان میں آن کودے۔ ان دونوں کے آتے ہی رستم خاں کی جماعت گھیرے میں آگئی۔ بہادر رستم خاں نے بڑی بہادری دکھائی۔ مگر لڑتا لڑتا زخمی ہوا اور موت کے دامن میں جا سویا۔ اسلام خاں نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹا اور اورنگ زیب کے قدموں

Marfat.com

میں ڈال دیا۔ یہ پہلا نشان تھا فتح کا، اورنگ زیب خدا کا شکر بجالایا۔ مگر ابھی لڑائی کی آگ تھمی نہ تھی صرف رُخ بدلا تھا۔ راجپوت اپنی پوری روایات کے ساتھ مراد کے دستہ فوج پر ٹوٹ پڑے تھے اور اسے مارتے پیچھے کی طرف دھکیل لے گئے تھے۔ روپ راج سنگھ راٹھور نیزہ ہاتھ میں لے کر مراد کے ہاتھی کے قریب آن پہنچا تھا۔ اگر اس کا نشانہ خطا نہ جاتا تو مراد زندہ نہ رہتا۔ نشانہ خطا گیا اور مراد کے محافظوں نے اس جری سپاہی کو اس حد سے بڑھی ہوئی جرأت کی پاداش میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راج سنگھ کی جگہ کئی راجپوتوں نے لی۔ ایک کے بعد دوسرا آیا۔ ان کے نیزے، تیر اور خنجر گھوم گھوم کر اس طرف آئے، مگر مراد چونکہ ہاتھی پر سوار تھا۔ اس لئے راجپوت سوار اس تک نہ پہنچ سکے۔ اس بے بسی کے علی الرغم، راجپوت سواروں نے مراد کو کئی زخم لگائے۔ اس کے مہاوت کو قتل کر دیا اور ہودج کو تیروں سے چھید ڈالا۔ اچانک اورنگ زیب مراد کی مدد کو پہنچا اور راجپوتوں کا سارا زور اپنے اوپر لے لیا۔ اورنگ زیب کے ساتھی سارے کے سارے پٹھان تھے ان میں اور راجپوتوں میں جو لڑائی لڑی گئی وہ دو جماعتوں کی نہیں دو قوموں کی لڑائی تھی۔ دونوں اپنے آقاؤں کے اختلاف کو بھول گئے تھے۔ ان کو صرف یہ یاد تھا، ان میں سے ایک راجپوت ہندو ہیں۔ اور دوسرے پٹھان مسلمان دونوں قومیں بہادری میں مشہور ہیں۔ اس دن دونوں کی کوشش تھی۔ اپنی قوم کو تاریخ کی پیشانی پر بہادر ترین قوم کی سرخی کے ساتھ چپکادیں اور خود موت کے دامن میں جا سوئیں۔ مراد کی جگہ اب اورنگ زیب ہر تلوار کا نشانہ تھا۔

Marfat.com

اورنگ زیب کے قتل کی آرزو ہر راجپوت نے کی اور پورے جوش کے ساتھ ادھر آیا۔ مگر اورنگ زیب کے گرد محافظوں کی جو فوج تھی۔ اس نے اسے رستہ میں ڈھیر کر دیا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جب لڑائی رکی تو اورنگ زیب کے ہاتھی کے قریب ایک ہزار سے زیادہ راجپوت کٹے پڑے تھے۔ اس وقت اگر کوئی شاہجہان بادشاہ کو پکڑ کر اس مقام پر لے آتا اور اس سے کہتا اپنے بڑھاپے کی آنکھ سے اس تماشے کو دیکھو۔ تم نے جو راجپوت اورنگ زیب کی راہ روکنے کے لئے بھیجے تھے وہ اس کی زندگی کا چراغ گل کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اس کوشش میں کوئی کوتاہی نہ کی تھی یہ تو اس اورنگ زیب کی حربی سربلندی تھی کہ اس نے ہر کوشش ناکام کر دی۔ شاہجہان بادشاہ کو ان نعشوں کے علاوہ وہ نعشیں بھی اگر دکھا دی جاتیں جو مراد کے ہودج کے گرد لگی تھیں اور وہ ہودج بھی دکھایا جاتا جو تیروں سے چھلنی تھا۔ اور وہ مراد بھی حضور میں پیش کیا جاتا جس کے جسم پر تین مہلک زخم تھے۔ تو اسے معلوم ہوتا۔ اس نے دارا کو لڑائی کی اجازت دے کر اپنے ان دونوں بیٹوں کی موت کے فرمان پر دستخط فرمائے تھے۔ یہ تو اورنگ زیب موقعہ پر آیا۔ ورنہ مراد ختم تھا۔ اور اس کی نعش چند گھنٹے بعد شاہجہان کی خدمت میں لڑائی کے قیمتی تحفے کے طور پر پیش کر دی جاتی۔

یہ لڑائی جو اس وقت لڑی جا رہی تھی۔ نمائش نہ تھی۔ یہ ہندوستان کی ان خونریز لڑائیوں میں سے ایک بہت ممتاز لڑائی تھی جس نے انسانی خون کے دریا بہا دیئے۔

اورنگ زیب کے پٹھانوں نے اپنے آقا اور مراد کے دفاع میں اس وقت جو

Marfat.com

جدوجہد کی۔ اس نے اس لڑائی کا پانسہ پلٹ دیا۔ دارا کو اپنے ان راجپوتوں اور ان کے سردار چھتر سال پر بڑا ناز تھا۔ یہ سارے کے سارے جب کٹ گئے تو دارا کے دل میں شبہات نے جگہ پالی۔ ان شبہات کے باوجود وہ اپنے مقام سے ہٹ کر ان کی مدد کو آیا۔ مگر جیسے ہی اس کا ہاتھی یہاں پہنچا اورنگ زیب کے توپ خانہ نے اپنا رُخ ادھر کر دیا۔ اور گولیاں ہودج کو گھیرنے لگیں۔

یہ صورت دارا کے لئے بڑی ہی خطرناک تھی۔ اس کے ساتھی اسے بچانے کے لئے چلا اٹھے عالی جاہ ہاتھی چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔

دارا ہاتھی سے کود کر گھوڑے پر بیٹھا۔ دارا کا ہاتھی سے کود کر گھوڑے پر آنا تھا کہ فوج سمجھی سپہ سالار مارے گئے۔ جب سردار ہی مر جائے تو پھر لڑائی کس کے لئے لڑی جائے۔

دارا کی اس بزدلی یا حماقت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ ہر طرف جمی جمائی صفیں بگڑ گئیں اور کچھ ایسا انتشار پھیلا کہ دارا کو بہت پیچھے ہٹنا پڑا۔ دفعتاً خوفناک آندھی اور ریت کے سیلاب نے اس پر خوفناک یورش کی، اس کے جو ساتھی اب تک اسے اپنے گھیرے میں لئے تھے، بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے۔ بہت تھوڑے آدمی اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ دشمن کو شائد معلوم تھا۔ دارا کہاں ہے، اسی وجہ سے توپ خانہ کا رُخ اسی طرف تھا۔

اس کے چند ساتھیوں میں سے ایک اس آگ کا شکار ہوا۔ اگر تھوڑی دیر دارا وہاں اور رکا رہتا تو خود بھی اس آگ کی نذر ہو جاتا۔ اس کے جانثاروں

سلہ عاقل خاں

Marfat.com

نے زبردستی اس کے اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کے گھوڑوں کے رخ آگرہ کی طرف کر دیئے اور پھر اس پر کچھ ایسا خوف چھایا کہ وہ وہ چار میل تک بھاگتا ہی گیا، رستہ میں کہیں نہیں رکا۔

اب میدان اورنگ زیب کے ہاتھ تھا۔ دارا کے جو سپاہی چھوٹے چھوٹے دستوں میں اب تک لڑ رہے تھے۔ دارا کے فرار سے وہ بھی بھاگ اٹھے۔ اورنگ زیب نے اس کامیابی پر اپنی پیشانی خدا کے حضور ٹیک دی۔ وہ جہاں کھڑا تھا وہیں سجدہ میں گر پڑا۔ اور اپنے پروردگار سے عرض کیا۔

"یہ سب تیرا انعام ہے کہ تونے اپنے اس گنہگار بندے کو یہ اعزاز بخشا"

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۱۰۵، ۱۰۷

Marfat.com

فتح کے بعد

عالمگیر نامہ کے بیان کی رُو سے اس لڑائی میں دس ہزار سپاہی کام آئے۔ اسی قدر زخمی ہوئے، باقی نے راہِ فرار اختیار کی۔ گویا دوسرے لفظوں میں ساٹھ ہزار فوج میں سے دس ہزار سپاہیوں نے دارا کے لئے جانیں دیں۔ انیس مسلمان اور نو راجپوت سردار، دارا پر قربان ہوئے۔ اگر شاہجہان ذرا ہمت سے کام لے لیتا تو انسانی خون یوں بے کار ضائع نہ جاتا اور وہ حالات پیش نہ آتے جو چند دن بعد پیش آئے۔

اورنگ زیب اور فریق مخالف میں اب تک دو لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ پہلی لڑائی جسونت سنگھ نے لڑی اور شکست کھائی۔ دوسری لڑائی دارا نے اپنی پوری قوت کے ساتھ لڑی اور ہارا۔ یہ لڑائی شاہجہان کے پائے تخت سے صرف سات میل کے فاصلے پر لڑی گئی تھی۔ اس لڑائی کے انجام نے تخت بھی اور تاج بھی دونوں

Marfat.com

اورنگ زیب کے قدموں میں ڈال دئے تھے۔ اب وہ فاتح تھا، اس نے تلوار کی لڑائی جیتی تھی۔ اور جنگ کے آئین کی رو سے اس کے سامنے کوئی شرط پیش نہ کی جا سکتی تھی۔

شاہجہان، جہاں آرا اور دارا کو یہ اتنی سیدھی سی بات اسی لمحے سمجھ لینی چاہئے تھی۔ جب دارا نے سموگڑھ کے میدان میں دس ہزار نعشیں چھوڑ کر پیٹھ پھیری تھی۔ اگر دارا میں ذرا بھی سمجھ ہوتی تو اسے دہلی بھاگنے کی بجائے شاہجہان کی قبائے پدری کو بوسہ دینا چاہئے تھا۔ اور ایک فریق مخالف کی حیثیت سے نہیں، ایک ہارے ہوئے بھائی کی حیثیت سے اورنگ زیب کے رحم سے اپیل کرنی چاہئے تھی۔

مگر یہ نہیں ہوا۔ دارا سموگڑھ کے میدان سے بھاگ کر اکبر آباد آیا۔ اور باپ سے ملے بغیر زر و جواہر اور اہل و عیال کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھا۔ باپ نے یقیناً اس سے ملنے کی خواہش کی۔ مگر اس نے باپ کی اس کمزور خواہش پر توجہ کئے بغیر دہلی کی راہ لی۔ باپ کی اپنی مرضی یہی تھی۔ اسے ابھی تک دارا کے مستقبل سے مایوسی نہ ہوئی تھی۔ ابھی تک وہ اس غلط فہمی میں تھا۔ کہ مراد اورنگ زیب کی جیتی ہوئی جنگ ہار میں تبدیل کی جا سکتی ہے۔

مؤرخین نے اس مقام پر پہنچ کر بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اور اورنگ زیب کو باپ کا نافرمان اور بھائی کا قاتل ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب کی سواری جب آگرہ کے نواح میں پہنچی تو شاہجہان نے جہاں آرا اور دوسرے صلاح کاروں کے مشورے پر اورنگ زیب

Marfat.com

کے سامنے پدری محبت کا دام پھیلایا، اس نے اپنی علالت، کمزوری اور اورنگ زیب کی خلقی نرمی کی پناہ لی۔ اور فاضل خاں کے ہاتھ اورنگ زیب کے نام ایک طویل مراسلہ بھیجا۔ یہ طویل مراسلہ عاقل خاں نے من وعن اپنی کتاب[1] میں درج کیا ہے۔ اس کی عبارت کچھ اس طرح تھی۔

غرض از تبئیں ایں مقولہ آنکہ تقاضائے باطن ومنتہائے خاطر بہ تماشائے جمال وتقاضائے فرحت د ئے آں فرزند ہوشمند بیدار خرد کہ چراغ ضیا وفروغ افزائے ایں دودمان دولت اقبال است بہ غایت است کہ حوصلہ تقریر وتحریر اندازہ آں را بر نمی تابد[1]

یہ مراسلہ ایک بیمار باپ کا مراسلہ نہیں۔ ایک چالاک بوڑھے بادشاہ کا مراسلہ ہے۔ اس میں اورنگ زیب کی کمزوری پر ہاتھ ڈالا گیا تھا۔ اورنگ زیب نے جب یہ مراسلہ پڑھا، تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس پر بوڑھے باپ کی محبت اور اس کی مہربانیوں نے غلبہ پالیا۔ اس کے جواب میں اس نے جو عریضہ باپ کے نام لکھا وہ اس بیٹے کا عریضہ ہے جس کی سادگی اور معصومیت کی قسمیں فرشتے اور حوریں تک کھائیں اور ششدر ہوں۔

یہ ترکیب کامیاب تھی۔ اورنگ زیب کو اس بوڑھے پہلوان نے چاروں شانے چت کر دیا تھا، اگر شائستہ خاں، شیخ میر اور دوسرے جہاندیدہ سیاست دان اورنگ زیب کے دل ودماغ پر چھائے اس جذبہ کو شبہ کی تلوار سے زخمی نہ کر دیتے

---

[1] عاقل خاں ص ۵۱

Marfat.com

تو اورنگ زیب دوسری صبح اپنے باپ کے حضور حاضر ہوکر آنسوؤں کی ندیاں بہاتا نظر آتا۔

ہمیں علم ہے، اورنگ زیب کو اپنے اس بوڑھے باپ سے والہانہ محبت تھی۔ گو دارا نے باپ اور بیٹے میں ناقابلِ عبور خلیج حائل کر دی تھی اس کے باوجود اورنگ زیب باپ کی محبت سے خالی نہ ہوا تھا۔

وہ رات اورنگ زیب پر بڑی گراں تھی۔ ایک طرف باپ کی محبت تھی دوسری طرف اپنی جان جانے کا اندیشہ تھا۔ شائستہ خاں اور شیخ میر، چھوٹے اور غیر ذمہ دار سیاست دان نہ تھے۔ شائستہ خاں نے اس ممتاز محل کے ساتھ دودھ پیا تھا جس نے اورنگ زیب کو جنا۔ شائستہ خاں نے اورنگ زیب کے بچپن سے لے کر اس وقت تک اس کی راہنمائی کی تھی، ہر نازک موقعہ پر ہاتھ بٹایا تھا۔ یہ شائستہ خاں کسی طرح اور کسی قیمت پر دغا اور فریب کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا اگر یہ بات اورنگ زیب سے کوئی دوسرا کہتا تو اورنگ کبھی اس کا اعتماد نہ کرتا۔

عاقل خاں نے جو ہمارے نزدیک اورنگ زیب کا کوئی اچھا نقاد نہ تھا۔ شائستہ خاں اور شیخ میر پر، خود غرضی، مکاری اور جعل سازی کا الزام[1] لگایا ہے لیکن ایسا کرتے وقت وہ شائستہ خاں کے اونچے کردار اور اورنگ زیب سے گہرے تعلق کو بھول گیا ہے اور اسے یہ خیال نہیں رہا کہ اگر بادشاہت سے قطع نظر کر کے شائستہ خاں اور شاہجہان کو خلاق دنیا سمجھ بوجھ اور سیاست کے ترازو کے دو پلڑوں میں رکھ دیا جاتا۔ تو شائستہ خاں کا پلڑا نیچے سے کبھی نہ اٹھتا اور شاہجہان کے ہلکے پھلکے ہونے کے سبب اس کا ...

[1] عاقل خاں ص ۵۲

Marfat.com

بہت اونچا اُٹھ جاتا۔

اگر عاقل خاں کے دل و دماغ پر شاہجہان کی عظمت و بزرگی حد سے زیادہ غالب نہ ہوتی تو صاف اور کھلے لفظوں میں اورنگ زیب، دارا، شاہجہان اور دوسرے متعلقین کے کردار سے بحث کرتا۔ بیگم جہاں آرا شاہجہان کی خوشامد میں صفحے کے صفحے سیاہ نہ کرتا۔ عاقل خاں، شائستہ خاں اور شیخ میر کے متعلق کوئی سند نہیں ہے اور اس کے ان الفاظ کی کوئی قیمت نہیں کہ باپ اور بیٹے میں ملاقات نہ ہونے کے اسباب میں شائستہ خاں اور شیخ میر کی ذاتی مصلحتیں اغراضِ فاسدہ، سیہ باطنی و بدگوہری بھی تھی[1]

محمد صالح کنبو نے بھی، باپ بیٹے میں ملاقات نہ ہونے پر رنج کیا ہے اور مفسدوں[2] کو اس ناکامی کا سبب قرار دیا ہے۔ اس نے شیخ میر اور شائستہ خاں کا نام نہیں لیا۔

بہ ہر حال دوسرے دن جب فاضل خاں اورنگ زیب کو ساتھ لے جانے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوا تو عاقل خاں کے قول کے مطابق رنگِ محفل کچھ اور تھا۔ فاضل خاں نے گو اورنگ زیب کے دل سے شبہات دور کرنے کی بہتیری کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے لوٹ کر شاہجہان سے ساری بات کہہ دی۔ مگر بوڑھے شاہجہان اور اس کے مشیروں کو ابھی تک بھروسہ تھا۔ وہ اورنگ زیب کو راہ پر لے آئیں گے۔ سفارت کا وزن بڑھانے کے لئے شاہجہان نے اس بار فاضل خاں کے ساتھ خلیل اللہ خاں کو بھی بھیج دیا۔ شاہجہان

---

[1] عاقل خاں ص ۵۷ [2] محمد صالح کنبو ص ۳۰۵

Marfat.com

نے اپنی طرف سے خلیل اللہ خاں کے ذریعہ اورنگ زیب کے دل سے شبہات دور کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی تھی۔ مگر یہ کوشش بہت سخت ناکام ہوئی۔ خلیل اللہ خاں نے اورنگ زیب کے شبہات اور زیادہ بڑھا دیئے[1] اور اورنگ زیب کو یقین ہو گیا کہ وہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دارا کے خفیہ نمائندے اسے کسی غلام گردش ہی میں قتل کر دیں گے[2]

عاقل خاں نے اس مقام پر پہنچ کر خلیل اللہ خاں کے چہرے پر بھی گند اچھالا ہے اور اس کی دیانت پر بھی حملہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ خلیل اللہ خاں ان بزرگ سیاستدانوں میں بہت ممتاز سارے ... دان ہے جن پر شاہجہان نے ہمیشہ بھروسہ کیا۔ خلیل اللہ خاں پیغامبر ہونے کے باوجود جھوٹا اور فریبی نہ تھا۔ جب اورنگ زیب نے اس سے صاف الفاظ میں پوچھا۔

کیا آپ کے خیال میں ہمارا شاہ بابا کے حضور حاضر ہونا ہر قسم کے خطرہ سے خالی ہے؟

خلیل اللہ خاں کا سر جھک گیا اور اس نے جواب دیا۔

عالی جاہ میں یہ کسی طرح کہہ نہیں سکتا۔ محل کا ماحول بہت پراگندہ ہے دارا کی مسلح فوجیں ہر طرف پھیلی ہیں۔ اس عالم میں مجھے خود شبہ ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب فریق ثانی کا اپنا پیغامبر اورنگ زیب سے اس قسم کے شبہات ظاہر کرتا ہے تو اورنگ زیب کو باؤلے کتے نے نہیں کاٹا تھا کہ وہ باپ

---

[1] محمد صالح ص ۳۰۷ - عاقل خاں ص ۵۲، ۵۳

[2] عاقل خاں ص ۵۲، ۵۳۔ [3] عمل صالح کنبو کا بھی یہی انداز ہے عمل صالح ص ۳۰ [4] عاقل خاں ص ۵۳

Marfat.com

کے حضور ان خطرات کی موجودگی میں حاضر ہوتا۔ اس لئے اس نے باپ کو اس کے گرامی نامہ کے جواب میں ایک طویل عریضہ لکھا۔

اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

اما چوں بسبب وقوع بعضے امور یک گونہ حجابے درمیان آمدہ از ملاحظ گرانی طبع اشرف مغلوبِ واہمہ است۔ اگر بحکم مرحمت نامتناہی ابوابِ قلعہ و مداخل و مخارجِ آں رایساں این مرید سپردہ ازیں واہمہ مامن و مطمئن سازند بمقامِ تلافی تقصیر آمدہ بملازمتِ اقدس رسیدہ رضا بہ رضائے اشرف می دہد دامرے کہ موجب استخفاف و تصدیعِ آنحضرت باشد روادارِ آں نمی گردد[1]

یہ خط رقعاتِ عالمگیری کے تقریباً چار صفحات پر پھیلا ہے اور اس کا انداز اس قدر مؤدبانہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ شاہجہان نے اس خط کو کیوں مشتبہ جانا اور کیوں بیٹے کی درخواست مان کر شاہی قلعہ کا نظم و نسق اس کے سپرد نہ کردیا اور پھیلی ہوئی بات کو سمیٹنے کی کوشش نہ کی۔

ہمارا گمان ہے کہ اگر اس وقت بھی شاہجہان ضد سے کام نہ لیتا تو بگڑی بن سکتی تھی اور ممکن ہے دارا، شجاع اور مراد مرنے سے بچ جاتے اور خود وہ نظر بند نہ کیا جاتا۔

رقعاتِ عالمگیری کے اس مکتوب میں قطعاً وہ الفاظ نہیں ہیں جو عاقل خاں نے اورنگ زیب کی طرف منسوب کئے ہیں۔ عاقل خاں نے اس خط کا حوالہ دیتے

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۲۴، ۲۲۳

Marfat.com

ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

درجواب آن حضرت معروض داشت کہ من از بے توجہی حضرت ایمن نیستم مے ترسم کہ بہادر در ہنگام ادراک شرفِ ملازمت اقدس بندگانِ عالی قصدِ من فرمائند۔

عالمگیر نامہ اس قصہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

ومع ہذا ازاں جانب امرے کہ محرک وسلسلہ جنبانِ ملاقات باشد بظہور پیوست لاجرم خدیو دقائق شناس، دانش آئین با وجود ایں مراتب و مقدمات بادی ملازمت شدن را بے لطف دانستہ بحکم تقاضائے حال ترک آں عزیمت کہ قبل ازیں مرکوز خاطر قدسی شیم بود نمودند و چوں در خلل ایں احوال خبر توقف دارا بے شکوہ در دہلی ومراتب فتنہ سگالی او حینا بجہ سمت گذارش یافت بمسامع جاہ وجلال رسید[1] ۔۔۔۔ الخ

دوسرے لفظوں میں عالمگیر نامہ نے صرف اسی بات کو تسلیم کیا ہے کہ ملاقات کے مبادیات طے ہوئے اور اورنگ زیب نے یہ ارادہ کر لیا کہ شاہجہان کے حضور حاضر ہو، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر اس ارادہ کو منسوخ کر دیا۔ اورنگ زیب کے مکتوب اور عالمگیر نامہ ایک ہی بات کے راوی ہیں۔ اس لئے: صولاً اور رواتیاً ہمیں اس باب میں کسی دوسرے کی رائے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور اس لئے نہیں کرنا چاہئے کہ ممکن ہے۔ اورنگ زیب نے جان بوجھ کر ان لوگوں کے نام نہ ظاہر کرنے چاہے ہوں۔ جنہوں نے اسے قلعہ میں تیار ہونے

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۱۲۳

Marfat.com

والی سازش سے آگاہ کیا ہو۔

یہ امر واقعہ ہے کہ شاہی محل میں ایک ماحول یقیناً ایسا تھا جو دارا کے سوا کسی کی برتری تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا، ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی دیانت مشتبہ تھی۔ اور یہی وہ لوگ تھے، جنہوں نے شاہجہان کے دل میں یہ وہم ڈالا کہ مبادا اورنگ زیب کی اطلاع کے بغیر اس کی فوج قلعہ میں گھس آئے اور بادشاہ کی جان پر بن آئے۔

ملا محمد صالح کنبو نے جو شاہجہان کے درباری واقعہ نویس تھے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہتے ہیں،

محض از ملاحظہ آنکہ مبادا مفسدان بے اطلاع بادشاہزادہ والا مقدار خیال اندیشیدہ اندیشۂ فاسد را بخود راہ دہند ابواب قلعہ را مسدود ساختہ حفظ و حراست آں را کہ اہم مہمات بود، بعہدہ دوست خواہاں مقرر نمودند[1]

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی چال چلی گئی تھی، اورنگ زیب کے دشمنوں نے بادشاہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اسے ناکام کرنے یا اس کا سر جھکانے کے لئے یہ آخری وار کیا تھا۔ اورنگ زیب کے سامنے اس وقت دو ہی صورتیں تھیں یا باپ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا اور جیتی ہوئی بازی ہار دیتا یا کوئی ایسی مفاہمت کر لیتا جس سے اسے "دست بالا" نصیب نہ ہوتا۔ دونوں صورتیں اس کے مشن کی ناکامی کا سبب بنتیں۔

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۳۰۸

Marfat.com

ہمیں نہیں معلوم اورنگ زیب کو جب باپ کے اس طریقِ کار کی خبر ہوئی تو اس کے دل پر کیا گزری۔ لیکن عملِ صالح کے بیان کے مطابق اسی رات شاہی فوج کے ایک جمِ کثیر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر گولہ باری بھی ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز و شب کے محاصرہ کے بعد ہی بادشاہ کے بہت سے ساتھی پانی لانے کا بہانہ کر کے قلعہ سے نکل گئے۔ باقی جمعیت کا بھی حال خراب تھا۔ اس لئے اس کی بھی خواہش تھی کہ اورنگ زیب سے مصالحت کر کے اس پریشانی سے نجات پائے۔

محمد صالح کنبو اس دور کا پہلا مصنف ہے جس نے ایک سرکاری واقعہ نویس ہونے کے باوجود اس داستان کو اورنگ زیب کے غصہ کی پروا کئے بغیر، بہت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے یوں ظاہر ہے کہ وہ شاہجہان کا نمک خوار اور ملازم تھا۔ اور اس نے اس حقِ نمک کو خوب ادا کیا ہے ان فتنہ پردازوں کو برا بھلا بھی کہا ہے جنہوں نے بیٹے کو باپ کے حضور نہ آنے دیا۔ وہ دارا کا خیر خواہ بھی تھا۔ اس کے باوجود اس نے اس داستان کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ قابلِ ملاحظہ ہیں:

> ہمیں کہ شب بسر آمد جمع کثیر از ملازمان شاہی پنہانی خود را بپائے حصار رسانیدہ بشغلِ محاصرہ پرداختند از آں رو کہ استحکام آں قلعہ استوار سپہر دار مرتبہ نداشت کہ بہ محض یورش و نقب و ملچار براں دست تواں یافت واز پرانیدن برج و دیوارش کہ بسبب عمق خندق تا بہ آب رسیدہ بود،

لہ عملِ صالح جز سوم ص ۳۸

Marfat.com

تصورِ تسخیر آں در آئینہ خیال صورت تواں بست در پناہ دیوار ہائے
شہر و باغات دور قلعہ در آمدہ رد و بدل توپ و تفنگ درمیاں آوردند
اگرچہ درونیاں نیز بمقام مدافعہ در آمدہ شرطِ ممانعت چنانچہ حق مقام
بود، بجا آوردند اکثری[1] از ناسعادت بنداں کہ ہرگز سینہ سپر تیر قضا نہ
نمودہ و پیوستہ چوں کماں پشت می نمودند تابِ محاصرہ یک شبانہ روز
نیاوردہ خود را بہ بہانہ مدد آب آوردن بیروں انگندند و جمعی کہ ماندہ
بودند نیز چشم از رعایت حق نمک پوشیدہ خواہشمند کہ بوسیلہ امان
وزینہار نہ خواہی بیروں آیند۔

اعلیٰ حضرت باین کیفیت مطلع شدہ ہر چند خواستند کہ آں جماعت ناحق
شناساں از سوئے خاتمت و اظہار نفاق پر رلودہ طریقۂ دفا و وفاق
پسرند اثری بر آں مرتب نشد، لاجرم در مصالحت زدہ فاضل خاں را بار بفرمان
عالی شان فرستادند۔

گویا دوسرے لفظوں میں شاہجہان نے اپنے بے وفا اور ناسعادت مند مشیروں
اور رفقائے کار کے اکسانے پر جس قلعہ کے دروازے بند کئے تھے اسے ایک اچھے
خاصے ہنگامے کے بعد اورنگ زیب کے سپرد کر دیا۔

عملِ صالح کا مصنف کہتا ہے کہ شاہجہان نے اعترافِ شکست کرتے وقت
جو پیغام بھیجا اس کے شروع میں یہ اشعار لکھے تھے۔

خدا یا راست بزرگی و ملک بے انبار　　بدیگری کہ تو بینی بعاریت دادست

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۵۷　　[2] محمد صالح کنبو ۳۰۹

Marfat.com

کلید فتح اقالیم در خزائن اوست کسے بقوت بازوئے خویش نکشادست
گر اہلِ معرفتے دل بآخرت بندی نہ در خرابہ دنیا کہ محنت آبادست
جہاں بر آب نہادست عاقلاں دانند کہ آب نہ جائے قرار بنیادست

یہ خط خاصہ طویل ہے۔ اس سے رنج و غم پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہا ہے ہمیں اعتراف ہے کہ یہ خط اس باپ کا ہے جس کے سینہ میں ہزاروں داغ تھے جیسے زمانے کی ستم ظریفی اور اپنوں کی بے مہری کا گلہ تھا۔ اس خط میں باپ نے اپنے مخصوص انداز میں اورنگ زیب کے طریقِ کار پر اسے ملامت بھی کی تھی اور ایک طرح سے شکوہ بھی کیا تھا، لیکن الفاظ بہت مناسب استعمال کئے تھے۔ عجیب بات ہے اس خط کی جو عبارت محمد صالح کنبو نے لکھی ہے وہ عاقل خاں کی عبارت سے الگ ہے۔

عاقل خاں نے جو خط نقل کیا ہے اس کے الفاظ زیادہ چبھتے ہیں۔

اورنگ زیب نے باپ کے اس خط کے جواب میں جو مراسلہ لکھا، وہ عاقل خاں رازی اور عملِ صالح میں درج ہے۔ افسوس یہ ہے کہ عاقل خاں نے اورنگ زیب کے اس خط کے اصل الفاظ نہیں لکھے۔ گو اس کا مضمون ایک سعادت مند بیٹے ہی کا ہے۔ عملِ صالح میں جو مکتوب درج ہے۔ اُس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

فرمانِ عالی شان کہ از پیشگاہِ عنایت و احسانِ حضرتِ خلیفہ زمین و زماں کعبۂ مرادات دو جہاں شرفِ صدور یافتہ بود۔ در عزیز ترین

لہ عملِ صالح جزو ۳ ص ۳۱۱، ۳۱۲

Marfat.com

پرتوِ درد بر ساحتِ احوال انداختہ افتخار را بجز واتمیاز را تذکرہ گردید ودیدہ بنو بنشیں افزائے سوادش چراغِ نظر برافروخت توتیائے رسائی معرفت و سرمہ بنیال حقیقت درچشم خاطر از سرِ نو سرمایہ مزید تمیز انداخت و ہمگی اندرزہائے مرشدانہ راکہ درضمن آں جریدہ فیض مندرج ومسطور بود از روئے ادب اندیشی وارادت کیشی بسمعِ قبول تلقی نمودہ بشکرانہ دریافتِ ایں سعادتِ عظمیٰ سجداتِ نیاز ادا کردہ حق سپاس ایں اختصاصِ خاص ممتع الدوا قبل از استعدادِ حضور پر نور غائبانہ حتی الامکان بجا آوردہ ۔

یہ خط بعینہٖ فیاض القوانین میں بھی درج ہے اس لئے ہمیں یقین ہے کہ یہی وہ اصلی خط ہے جو اورنگ زیب نے باپ کی خدمت میں بھیجا ۔

اس خط کے آخر میں اس نے باپ سے درخواست کی تھی کہ اگر عالی جناب قلعہ کے دروازے اور مداخل وخوارج اس کے کسی آدمی کے سپرد کردیں تو اس کا دل مطمئن ہوجائے گا ۔ اور خدمتِ عالی میں حاضر ہوکر تلافیِ تقصیرات کرے گا اور کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جو اعلیٰ حضرت کی مرضی کے خلاف ہوگا ۔

محمد صالح کنبو کہتے ہیں کہ محض یہ خط وصول پاتے ہی بادشاہ نے بے رعایت مراسمِ حزم واحتیاط ولوازمِ آگاہی قلعہ خالی کر کے ملازمانِ سرکارِ عالی کے سپرد کردیا اورنگ زیب کے آدمی مداخل ومخارج اور خزانہ وکارخانجات شاہی پر قابض ہوگئے اور انہوں نے بادشاہ کے آدمیوں کی آمدورفت بند کردی ۔

عمل صالح جز ۳ ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴

Marfat.com

اس موقع پر محمد صالح کنبو نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں، ان سے اس کی نمک خواری کی بو آتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اسے بادشاہ کی بے چارگی پر بے حد رنج ہوا تھا وہ کہتا ہے:

وعجب نصیب آں سرورِ سروران زماں کہ بتقدس ذات و صفوت صفات برکتِ لیل ونہار و سرمایہ عشرت روزگار بود، بکمال دشمن کامی دشماتت اعدا نظر بند حوادثِ زمانہ گشت واز بے مہری زمانہ کار بجائے رسید ند جمع شد بد بکشداری آں حضرت تعین گشتہ مدت ہائے بجز خادمہ چند کسی در خدمتِ آں حضرت بہیچ وجہ راہ آمد و شد و روے تردد بل قدرت سخن کردن از دور نیز نداشت۔

یہ قصہ بیان کرتے وقت عملِ صالح کے اس نمک خوار مؤلف نے جو شاہجہان کو برکتِ لیل ونہار اور سرمایہ عشرتِ روزگار سمجھتا تھا وہ روئداد ہضم کر لی ہے، جو اس کے بعد شاہجہان کے محل میں مرتب ہوئی۔ اس روئداد کے چہرہ سے عاقل خاں نے اپنے جراحت بخش انداز کے باوجود پردہ اٹھایا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ باپ نے جب قلعہ اورنگ زیب کے آدمیوں کے سپرد کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ سلطان محمد با ذوالفقار خاں و شیخ میر و بہادر و اسلام خاں بموجب فرمانِ والا بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ ہجری بروز جمعہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ قلعہ کی عمارات اور بروج پر قبضہ کر کے اپنے معتمدین وہاں متعین کر دیئے۔ اس وقت سلطان محمد اسلام خاں کے ساتھ حضورِ اقدس میں حاضر ہوا، کورنش بجا لایا۔

لہ عمل صالح جزء ۳ ص ۳۱۴

Marfat.com

زمیں بوسی کی اور تسلیماتِ عبودیت ادا کیں اور بادشاہ نے خوش ہوکر اپنے پوتے کو جمدہر مرصع عنایت فرمایا۔ دوسرے دن نواب قدسی القاب بیگم صاحب اورنگ زیب سے ملنے کے لئے تشریف لے گئیں۔

عاقل خاں چونکہ دو کشتیوں میں سوار تھا۔ کہتا ہے کہ[1]

باوجودیکہ حضرت بیگم صاحب از ستر معلٰی بداں جا تشریف بردو خبر قرب الوصول علیۃ العالیہ بسمعِ والا شاہی فلک قدر رسیدہ بخلاف قاعدہ معہودہ وقانونِ مستمرہ مراسمِ استقبال وشرائطِ اعزاز واکرام و آداب ادب واحترام اصلاً رعایت نہ یافتہ۔

ہم نہیں کہہ سکتے عاقل خاں بہادر نے یہ کن قواعدِ معہودہ اور قانونِ مستمرہ مراسمِ استقبال وشرائط اعزاز واکرام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جنہیں اورنگ زیب بجا نہ لایا۔ عاقل خاں یہ شکایت کرتے وقت بھول جاتا ہے کہ اب اورنگ زیب شہزادہ نہ تھا۔ اب وہ ہندوستان جنت نشان کا فرمانروا تھا۔ اس نے شاہجہان کا تخت وتاج اور ملت کی سرداری کی عزت تلوار کے زور سے حاصل کی تھی۔ اب اسے یہ بات زیب نہ دیتی تھی کہ اپنے ملنے والوں کے استقبال کے لئے محل کے باہر دروازے پر نکل کر آتا۔ یوں ہی عاقل خاں بہادر چند لفظ آگے بڑھ کر خود ہی کہتے ہیں کہ شاہِ والاجاہ در حرم سرائے ہمایوں بآں کریمہ دودمانِ سلطنت و جہانبانی بآئینِ شائستہ ملاقات کردہ بر مسندِ عزت وکرامت اجلاس داد۔"
یہ آئینِ شائستہ ملاقات کیا تھا۔ عاقل خاں رازی صاحب نے اس کی وضاحت

---

[1] عاقل خاں ص ۵۹، ۶۰

Marfat.com

نہیں کی۔ امر واقعہ ہے کہ بے چارا رازی یا خافی دو کشتیوں میں سوار تھے۔ ان کی رائے دو پلڑوں میں لٹک رہی تھی۔ البتہ رازی کی یہی "ہر جائیت" بعض مواقع پر بہت کام دے جاتی ہے گو اس پر جہاں آرا اور شاہجہان کا نسبتاً بہت زیادہ اثر تھا پھر بھی اورنگ زیب کے ساتھ اس نے چونکہ کافی وقت گزارا تھا اس لئے اس کے متعلق بھی ان جانے بوجھے کلمہ خیر کہہ جاتا ہے۔

بہ ہر حال جہاں آرا بھائی کے پاس آئی۔ اس نے اس کا بہت احترام کیا۔ اور مسندِ عزت پر بٹھایا۔ اس نے باپ کے اشتیاقِ ملاقات کے ذکر کے بعد مدعائے ملاقات بیان کیا۔ بادشاہ کی طرف سے تجویز پیش کی گئی تھی کہ مملکت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ولایتِ پنجاب اور اس سے متعلق علاقے۔ داراشکوہ کو دے دیئے جائیں۔ گجرات مراد بخش کے پاس رہے بنگال حسبِ سابق شجاع کے سپرد۔ دکن سلطان محمد کو دے دیا جائے اور باقی مملکت اور ولایتِ عہد اورنگ زیب کی جھولی میں ڈال دی جائے۔

عاقل خاں رازی کے بیان کے مطابق "بیگم صاحب" نے بادشاہ کی اس تجویز کی خوبیاں اورنگ زیب پر خوب اچھی طرح واضح کیں اور بادشاہ کی خوشنودی کو خوشنودیِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہہ دی۔

یہاں پہنچ کر عاقل خاں کسی قدر تلخی کے ساتھ کہتا ہے کہ بندگانِ حضرت جہاں پناہ نے اس چیز کو ماننے سے پہلو تہی کی اور از خصومت و عناد داراشکوہ شکایت فرمودند و گفت تا مقدمہ او فیصل نہ یابد حصولِ سعادتِ حضور بأشرف تعذر تمام دارد و دریں باب جرأت نمی تواں کرد۔

Marfat.com

پھر عاقل خاں جہاں آرا کی ناکام واپسی پر افسوس کرتا ہے حضرت عصمت قرین حزن واندوہ مراجعت فرمودہ صورت ماجرا در خدمت اشرف اعلیٰ مکشوف گردانید۔

جہاں آرا کو لازمی طور پر اورنگ زیب کے اس انکار سے رنج پہنچا تھا اس لئے کہ اس نے دارا کے ساتھ زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا تھا اور دونوں ذہنی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب تھے یہ تجویز بھی غالباً اسی کی تھی۔ اس تجویز کی ایک شق سے جس میں دکن سلطان محمد کے سپرد کرنے کی شرط لگائی گئی تھی 279

یہ خیال ہوتا ہے کہ شاہجہان اور جہاں آرا نے سلطان محمد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اس تجویز کے ذریعہ اسے غالباً ابھی سے باپ کا ایک مدمقابل بنانے کی کوشش کی تھی۔ عاقل خاں کو یقیناً اورنگ زیب کے انکار سے جہاں آرا جتنا ہی رنج پہنچا لیکن اس نے یہ نہیں سوچا کہ ہر بڑے سیاست دان کی زندگی کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں، اورنگ زیب کی زندگی کے بھی کچھ مقاصد تھے۔ اگر وہ اس تجویز کو مان لیتا تو اس کے مقاصد قطعاً پورے نہ ہو سکتے۔

اس باب میں ہمارا استدلال صرف ایک ہے کہ اورنگ زیب اگر سچا تھا اگر سچ مچ اس نے علم بغاوت اس لئے بلند کیا تھا کہ اس ہندوستان میں اسلام کا بول بالا کرے اور اکبر نے جس غیر اسلامی سیاست کو روشناس کرائے تو اس کا فرض تھا وہ کسی بہن اور باپ کی بات نہ سنے۔ اور اس نے نہیں سنی اور بہن سے صاف اور واضح لفظوں میں کہہ دیا۔ اگر یہ بات ہے تو ہم اعلیٰ حضرت کی

خدمت میں اس وقت تک حاضر نہیں ہوں گے جب تک داراشکوہ کا استیصال نہ کرلیں۔

غضب خدا کا ہندو اور انگریز مؤرخین کے قلم اورنگ زیب پر باپ کی نافرمانی کے الزام لگاتے وقت بالکل نہیں تھکتے۔ انہوں نے اس پر تو دس گز کی زبان طعن کھولی کسی نے باپ سے نہیں کہا کہ اس نے دارا کی متواتر شکستوں اور عدم صلاحیت کے باوجود اس کی محبت کیوں دل سے نہ نکالی۔ یہ کوئی عقل مندی کی تجویز تھی، جو شاہجہان کی طرف سے پیش ہوئی تھی کیا سیاست و ہوش مندی اس بات کی اجازت دیتی تھی کہ ایک سلطنت میں پانچ مستقل اور مطلق العنان بادشاہتیں قائم کردی جائیں چار شہزادوں نے تو یہ تباہی مچائی تھی پانچ مطلق العنان بادشاہ کیا غضب ڈھاتے اور پھر سوچنے کی چیز ہے کہ کیا یہ جائز بات تھی کہ باپ تو ہر بے آئینی اور ناجائز بات کرنے پر مختار ہو، لیکن بیٹے کو اجازت بھی نہ دی جائے کہ وہ حق بات بھی زبان سے کہہ سکے۔

باپ بیٹے کی یہ لڑائی قطعاً غیر آئینی تھی۔ وہ قانون جس کی مدد لے کر جہاں آرا اورنگ زیب کے پاس آئی تھی قطعاً جانب دارانہ تھا اور شاہجہان کو یہ قطعاً حق نہیں پہنچتا تھا کہ ایک جیتے ہوئے بیٹے کے سامنے ایسی کوئی تجویز پیش کرے جو اس کے "حقِ بالا" کو مجروح کردے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اورنگ زیب کتنا مظلوم تھا۔ اسے نہ اس کے باپ نے سمجھا اور نہ اس پر تنقید کرنے والوں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ باپ کی معصومیت کے ڈھول تو پیٹے کسی نے یہ نہ سوچا کہ بیٹے کو اس باپ نے کس مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ اس ملاقات ہی کو دیکھئے عاقل خاں کے بیان کے

Marfat.com

مطابق تین دن تک اورنگ زیب ملاقات نہ کرنے پر بضد رہا لیکن باپ کا اصرار متواتر بڑھا۔ یہاں تک کہ تیسرے دن وہ باپ کے حضور حاضر ہونے کے لئے اپنی جائے قیام سے سوار ہوا۔

جو لوگ رازداں تھے جنہیں معلوم تھا کہ وہاں کیا سازش ہو رہی ہے انہوں نے اورنگ زیب کے اس ارادہ کی بہت مخالفت کی۔ انہوں نے بہت کہا ہم خدام پر رحم فرمائیے اور ملاقات کے ارادہ سے باز آجائیے۔ شائستہ خاں امیر الامرا اور شیخ میر پیش پیش تھے۔ انہوں نے اورنگ زیب پر بہت زور دیا۔

عاقل خاں کہتے ہیں کہ اورنگ زیب متردد تھا کہ بادشاہ کا ایک چیلا اورنگ زیب کے حضور لایا گیا۔ اس کے قبضہ میں شاہجہان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چٹھی برآمد ہوئی۔

عاقل خاں کے الفاظ ہیں۔

فرمانے کہ بندگانِ اعلیٰ حضرت بخطِ مبارک بدارا شکوہ نوشتہ، از روئے اعتماد بکمالِ احتمال و احتیاط بدو حوالہ فرمودہ بودند[1]

اگر یہ چٹھی شاہجہان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہ ہوتی تو احتمال ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ جعل کیا ہو، لیکن اورنگ زیب باپ کے خط کو خوب پہچانتا تھا۔ جعل کی گنجائش نہ تھی۔

چٹھی کے الفاظ تھے۔

دارا شکوہ! لشکرِ خود را جمع کردہ در شاہجہان آباد ثبات قدم ورزد و در آن جا خزانہ و لشکر ثبت دارد و زینہار او از انجا پیشتر نگذرد کہ ما بدولت

---

[1] عاقل خاں رازی ۶۲، ۶۳

دریں جا ہم را فیصل نمائم[1]

عاقل خاں کے سوائے کوئی دوسرا مؤرخ اس کا راوی نہیں ہے۔ اس لئے ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ روایت قطعی صحیح ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں چند باتیں لازمی طور پر غور طلب ہیں۔

پہلی یہ کہ شاہجہان پر دارا کی محبت بے حد غالب تھی اور محمد صالح کنبو کی روایت کی بنا پر اورنگ زیب کے طریق کار نے اسے بے حد رنج پہنچایا تھا۔ اس باب میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا اور جہاں آرا کے الفاظ میں اورنگ زیب کی حرکت، مذہباً اخلاقاً اور قانوناً ناجائز تھی۔ ایسے مجرم کو وہ سزا دے سکتے تھے اور یہ بعید از قیاس نہ تھا کہ وہ اسے سزا دینے کے لئے کوئی چال چلتے جبکہ وہ ایک بار کیا دو بار شاہی فوج کو پورے ساز و سامان کے ساتھ اورنگ زیب کو تباہ کرنے کے لئے مامور کر چکے تھے

دوم یہ کہ

گر یہ بات صحیح نہ ہوتی اور اورنگ زیب کو کوئی ایسا ہی وزنی ثبوت باپ کی بدعہدی کا نہ ہوتا تو وہ ملاقات کی تیاریاں کر کے یوں دفعتاً ملاقات بند نہ کر دیتا۔ اورنگ زیب کے طریق کار میں دفعتاً تبدیلی کی محرک اس قسم کی کوئی سنگین بات ہی ہو سکتی تھی۔ ورنہ آپ نے اورنگ زیب کے پچھلے مکتوب سے اندازہ کیا کہ اس شکر رنجی کے باوجود اس کے دل میں باپ کا کس درجہ احترام تھا اور اس نے باپ کو کن مودبانہ الفاظ میں یاد کیا تھا۔

خافی خاں جیسا مؤرخ راوی ہے کہ اورنگ زیب نے باپ کی خدمت میں جس

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۶۳

Marfat.com

شاہزادہ کو بھیجا اس نے شاہجہان کی خدمت میں پہنچ کر باقاعدہ پانچ سو اشرفی اور چار ہزار روپے نذر گزارے[1] اور شاہزادہ محمد سلطان کو ان کی خدمت میں چھوڑا، تین ہزار اشرفی مقرب خاں کو دی کہ شاہجہان کا علاج کرے۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں۔

ومقرب خاں را برائے معالجہ فردوس آشیانی گذاشتہ سہ ہزار اشرفی عنایت نمودند[2]

ان دونوں باتوں کے پیش نظر ہمارا گمان ہے کہ اورنگ زیب نے قلعہ سے آنے جانے والوں اور بادشاہ کے خدام پر پابندی محض اس لئے لگائی کہ بادشاہ دارا کی حوصلہ افزائی نہ کرسکے۔

اس لئے محمد صالح کنبو یا اس کے بعد آنے والے مؤرخین کی یہ بات قطعاً بے بنیاد ہے کہ اورنگ زیب باپ کی نظربندی میں کسی طرح بھی مجرم ہو سکتا تھا، یقیناً اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نظربندی کے اس دوران میں اورنگ زیب کی طرف سے ملازمین سرکار خصوصاً خواجہ سراؤں اور لونڈیوں باندیوں کے باہر آنے جانے کی سخت نگرانی ہوئی، اس کا سبب گو محمد صالح کنبو نے واضح نہیں کیا، مگر اورنگ زیب کے ذاتی خطوط، اس کی تشریح کرتے ہیں۔

جیسے کہ ہم نے ابھی عرض کیا شاہجہان کا ایک مکتوب بنام دارا شکوہ پکڑا گیا تھا۔ اس کے باوجود شاہجہان نے ہمت نہیں ہاری۔ اور مہابت خاں، شجاع، مراد اور دارا کو بڑی رازداری کے ساتھ خطوط روانہ کئے۔ ہم شاہجہان کو الزام نہیں دیتے۔ اس

[1] [2] خافی خاں دوم ص، ۴۴

Marfat.com

کے دل پر بنی تھی۔ اس کا جان سے پیارا بیٹا، دارا تخت ہی سے نہیں ہر عزت وناموری سے محروم ہو رہا تھا۔ اس کی زندگی خطرے میں تھی۔ اسے اورنگ زیب کے چنگل میں پھنسنے سے بچانا اس کا پدری حق تھا۔ اسی طرح اسے ایک جبری تنزل کے خلاف احتجاج کرنے کا بھی حق تھا، لیکن اس نے اپنا یہ حق جس طرح استعمال کیا۔ ہمیں صرف اس سے شکوہ ہے۔

اس نے دارا کو بچانے کے لئے اورنگ زیب کی زندگی سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ جیسے کہ منوسی کہتا ہے۔ اس نے اورنگ زیب کو اپنے پاس بلانے کے لئے محبت بھرے خطوط لکھے اگر وہ اس کے پاس چلا جاتا تو وہ اسے قتل کرا دیتا۔ اس نے خفیہ طور پر تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ محل میں اس کی محافظ فوج میں متعدد مضبوط اعضا کی تاتاری اور ازبک خواتین تھیں جنہیں ہتھیار استعمال کرنے کی خوب مشق تھی۔ اگر اورنگ زیب قلعہ میں پہنچتا تو یہ عورتیں اسے قتل کر ڈالتیں[1]

منوسی وہ شخص ہے جو دارا کی فوج میں ملازم تھا۔ اور دارا کا متعصب قسم کا طرفدار تھا۔ منوسی کے علاوہ برنیر نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ شاہجہان اس حد تک جانے سے بھی گریز نہ کرتا لیکن جب اورنگ زیب اس کے جال میں نہ پھنسا تو اس نے اپنے خفیہ پیغامبروں کے ذریعہ شجاع، مراد اور مہابت خاں سے سلسلہ جنبانی شروع کیا۔ ہمارے پاس شاہجہان بنام شجاع و مراد کوئی مراسلہ نہیں ہے۔ البتہ خافی خاں نے شاہجہان کا وہ مراسلہ درج کیا ہے جو مہابت خاں کے نام بھیجا گیا تھا۔

[1] STORIA I 291

مہابت خاں کابل کا گورنر تھا۔ یہ وہی سپہ سالار تھا جو بیجاپور کے محاصرہ سے اورنگ زیب کی اجازت کے بغیر آگرہ واپس آگیا تھا۔ اس پر شاہجہان اور دارا کو بے حد اعتماد تھا۔

شاہ جہان نے اسے اس نازک وقت میں پکارا اور لکھا۔

مخلصان عقیدت کیش مہابت خاں بعنائت و توجہات بادشاہانہ مستظہر و مباہی بودہ بداند کہ از ناسازگارے روزگار غدار و شماتت خراسانیاں بدکردار شنیدہ باشد کہ چہ قسم چشم زخم بایں دولت پائدار رسیدہ بے سعادتاں حرام خور چہ سلوک ناہنجار بنمود نہ دمی نمائندہ۔ چوں فرزندِ مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ دریں وقت مخلص دوست اعتقاد کہ نظر بر حکام بد فرجام دنیوی میداختہ جویائے نام و ننگ باشد۔ بغیر ازاں خلف الصدق مہابت خاں یعنی مہابت دریں جہاں فانی نیست لہٰذا درد دل خود را بر روئے کار روانظہار آورد چشم داشت تدارک دارم آں این است و قتیکہ خراسانیاں بر جنت مکانی عرصہ تنگ نمودہ بے اختیار ساختہ بودند آں شیر بیشہ دغا از کجا تا کجا طے منازل نمودہ آں غفراں پناہ را از چنگل دیو سیاراں بر آوردہ روزے چند در اختیار خود داشتہ بر تخت سلطنت و سریر خلافت استقلال بکمال از سرِ نو دادہ بود ایں نیاز مند درگاہ الٰہی را از رویہ و وادئ محنت برآوردہ بعد از قضیہ اں اخواں منزلت بدار السلطنت آوردہ کامروا ساخت الحال معاملہ ازاں مشکل تر روے دادہ وشخص کہ متکفل ایں امر خطیر تواند گردید

Marfat.com

بجز آں امیر با تدبیر سراپا شجاعت دیگرے نیست ۔

دارا شکوہ من بلاہور می رسد از خزانہ در لاہور کمی نیست و آرام واسپ در کابل وافر ومثل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابت او در تزلزل دسرداری ہیچوں شاہجہاں منزوی باشد غرابت دارد، ہمیں کہ آں شیر بیشہ تہوری بالشکر آراستہ عزیمت بکند وجلوہ ریز بلاہور رسیدہ بمدد ورفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ وجزائے اعمال برادرانا برخوردار پردازد وصاحب ثانی زندانی رابرآورد بہ بیند کہ نام نیک بہ از گنج قاروں ومناصب ومتراقب دنیائے دوں چہ قدر حاصل خواہد شد[1]

یہ خانی خاں میں درج مکتوب کی عبارت ہے ۔ اس میں شاہجہان نے یا اس کی طرف سے کسی دوسرے منشی نے مہابت خاں کو دوسرے مہابت خاں جیسا بننے کی تلقین کی ہے اور صاف الفاظ میں ترغیب دی ہے کہ دارا شکوہ کی مدد کو آئے لاہور کے خزانہ میں دولت کی کمی نہیں ہے اور کابل میں آدمی اور گھوڑے وافر ہیں ۔

اس خط کے الفاظ پر غور کیجئے ۔ شاہ جہان دارا کے لئے کس قدر بے چین ہے اور اس کا نام کس پیار سے لیتا ہے ۔ ہم نے پیچھے عرض کیا تھا ۔ وہ باپ تھا اسے دارا سے بے حد محبت تھی ، لیکن اس محبت کے معنیٰ یہ نہ تھے کہ وہ اس کی خاطر باقی شہزادوں کو تباہ کر دیتا ۔ اس نے اپنے اس خط میں مراد اور اورنگ زیب کی تباہی کی آرزو ہی نہیں کی ۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دارا کے مقابلہ میں کسی دوسرے بیٹے کو کوئی حیثیت نہیں دیتا تھا ۔ اور یہی چیز تھی جو

[1] خانی خاں جز دوم ص ۳۶

Marfat.com

اورنگ زیب اور اس میں ذاتی اختلافات کا سبب ہوئی۔ اگر وہ خفیہ خط وکتابت جاری نہ رکھتا، اگر وہ اورنگ زیب کے دل میں نئے شبہات پیدا نہ کرتا۔ اورنگ زیب کے مقاصد سے آگاہ ہونے کے ساتھ ہی ضد سے باز آجاتا تو وہ دارا کو موت سے بچا سکتا تھا۔ مگر بچہ کی احمقانہ ضد کی طرح شاہجہان نے اپنی یہ ضد نہ چھوڑی۔ اور اپنے خواجہ سراؤں کے ذریعہ بیرونی لوگوں سے خط وکتابت سے باز نہ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگ زیب نے اس کے مخصوص خدام کو اس سے جدا کر لیا۔ مثلاً خواجہ وفا، خواجہ وفا کی خود سے دوری شاہجہان کو خوب کھلی اور اس نے ایک عتاب نامہ اورنگ زیب کے نام تحریر کیا۔ اس عتاب نامہ کا اورنگ زیب نے جو جواب دیا۔ اس میں لکھا تھا۔

ایں گنہگار سراسر تقصیر نمی داند چہ چارہ سازد کہ رہگذر ایں قسم امور معاتب نشود۔

ہرگاہ اعلیٰ حضرت بانکہ ایں مرید بکرات ومرات التماس نمودہ کہ راہِ درسالِ نوشت جاتِ شور انگیز فتنہ افزا مسدود گردد، پرتوِ التفات بر ایں معنیٰ نیند صریح فرمودہ باشند کہ او ایں توقع را کہ از پیرِ خود باید داشت ارمانکند وما را تکلیفِ ترکِ ایں شیوہ کہ امکان ندارد نماید" چنانچہ نوشتہ کہ صوری خانم آوردہ بود بداں ناطق است دریں صورت اگر بلوازم احتیاط پرداختہ اسبابِ فساد را برہم نزند وخواجہ سرا ہائے مفتن را کہ نوشت جاتِ غیر مکرر بوساطتِ آنہا بدر میرود

از حضور پر نور و در ندارد و چه کند۔

کاش آنحضرت بریں روم ترحم فرمودہ ایں شغل راکہ ما حصلش جز مزید کلفت و وحشت نیست موقوف می داشتند و مصلحت کار مرعی گشت تا بمقتضائے ضرورت بریں مرید ایں ہمہ اہتمام لازم نمی شد آزادے بانتہا نمی رسید۔

ذرا اندازہ فرمائیے کہ باپ بیٹے کے خلاف، خفیہ خط و کتابت جاری رکھ کر، اس کی حکومت و طاقت کو کمزور کرنے کے درپے ہے اور جب ناچیز بیٹا خفیہ پیغامبروں کو باپ سے دور کر دیتا ہے، تو باپ عتاب نازل کرتا ہے اور وہ جواب میں کس قدر بے چارگی کا اظہار کر کے کہتا ہے۔

عالی جاہ، یہ گنہگار سراسر تقصیر نہیں جانتا کہ کیا طریق کار اختیار کر کے عالیجاد کے عتاب سے بچ جائے۔

اورنگ زیب نے اپنے اس خط میں غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور یہ سچ لکھا ہے کہ شاہجہان اس کی مکرر و سہ کرر درخواست کے باوجود اور اس اقرار کے باوجود کہ وہ خفیہ خط و کتابت نہیں کرے گا، خط و کتابت جاری رکھتا ہے اور اس پر اورنگ زیب باپ کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرتا۔ صرف اس کے ایسے خدام کو اس سے الگ کر لیتا ہے جو اس کے پیغامبر تھے۔

شاہجہان اور اورنگ زیب میں، اس موضوع پر کئی اور خطوط کا تبادلہ بھی ہُوا یہ امر واقعہ ہے کہ شاہجہان اس وقت تک دارا کے اقبال کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا جب تک وہ گرفتار نہیں ہوا اور اس وقت تک اس پر پابندیاں بھی

Marfat.com

لگی رہیں۔ اپنے ان ہی خطوط میں اورنگ زیب نے باپ کو یہ یقین دلانے کی کوشش بھی کی کہ آگرہ آتے وقت اس کا ارادہ یہ قطعًانہ تھا کہ بادشاہِ اسلام سے بغاوت کرے۔

اس نے لکھا، خدا شاہد ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے بھرا ہوا، خیال میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔ آپ کی بیماری کے شروع میں جب بڑے شاہزادے نے جو مسلمان کے ظاہری صفات سے محروم ہے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور الحاد و زندقہ کا علم بلند کردیا تو میں نے اپنے اوپر یہ مذہبی فریضہ عائد کرلیا کہ اسے ناکام بنادوں چونکہ حضور پرنور اس سے بے حد محبت رکھتے تھے اور سیاسی حالات کو نظر انداز کرنے پر تلے تھے اس لئے میں نے ارادہ کرلیا کہ اس کے خلاف جہاد کروں۔

اپنے ان ہی خیالات کا اظہار اس نے اپنے ایک اور مکتوب میں کیا۔

اس نے باپ کو لکھا:

بادشاہ زادہ کلاں در ایامِ بیماری اعلیٰ حضرت استقلالِ تمام پیدا کردہ در ترویج آئین ہنود و کفار و ہدمِ بنیانِ دین اسلام مختار علیہ الصلوٰۃ والتحیہ والسلام کمرِ اہتمام چیست لبتہ، غبارِ الحاد درعرصہ مملکت برانگیختہ و سرشتہ انتظام مہام از دستِ رفتہ کسے را از بندہائے حضور یارائے آں نماندہ کہ صورتِ حال بعرضِ اشرف رساند۔

ایک اور خط میں اس نے اپنے باپ کے نام لکھا۔

بادشاہ زادہ کلاں کہ رنگ از مسلمانی نداشت۔ قوت و استقلال

Marfat.com

تمام پیدا کردہ امارتِ جہاں بانی ظاہری ساخت و برات کفر و الحاد در ممالکِ محروسہ می افراشت۔ درفع ادراکہ عقلاً و شرعاً و عرفاً واجب شدہ بود، بردستِ ہمت شناختہ۔ عزیمتِ ایں حدود نمود۔[1]

اورنگ زیب نے اپنے اس خط میں باپ سے شکایت کی ہے۔

آپ کی خواہش ہے کہ فرعون مش شہزادہ پھر سے برسرِ اقتدار آجائے اور الحاد و دہریت کو فروغ دے۔ مگر میں ایسا نہ ہونے دوں گا۔ میں نے ضرورتاً حکومت کے بارِ گراں کو اٹھالیا ہے۔ تاکہ دین متین رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج اور رعایا کی پرداختِ احوال کروں۔

ان ہی خیالات کا اظہار اس نے ایک اور مکتوب میں کیا اور باپ کو لکھا کہ:

"میری دلی خواہش تھی کہ میں اعلیٰ حضرت کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں، محض آپ کا نائب بن جاؤں، لیکن چونکہ انتظامِ اضلاع مملکت اور احوال رعیت نیابت میں بخوبی انجام نہیں دیئے جاسکتے، اس لئے میں نے مصالح ملک و ملت کی خاطر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔"

---

[1] برقعات ص ۲۲۳

Marfat.com

غرض ان خطوط میں اورنگ زیب نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ باپ کو خود سے راضی کرلے۔

باپ سے اس نے اپنے گناہوں اور لغزشوں پر ہزار ہزار معافی چاہی اور جب باپ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں اسے لکھا اس نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔

اپنے ایک عریضہ میں، اس نے اس خوشی کا اظہار کیا ہے۔

والا فرمان عاطفت عنوان کہ در جواب عریضہ ایں مرید صادر شدہ بود در اسعد ساعات عز ورود ارزانی داشت داز وصول نوید عفوت وتقصیرات جہاں نشاط وانبساط اندوختہ بہ لطف مرشد خطا بخش عذر پذیر امیدوار تر گردید

المنۃ للہ تعالیٰ کہ اعلیٰ حضرت بمقتضائے انصاف وقدردانی عفورا برانتقام ترجیح دادہ ایں سراپا گناہ را از گرداب اندوہ وملال نجات بخشیدند۔

یہ جھوٹے الفاظ نہیں ہیں۔ یہ اس کے دلی تاثرات کے ترجمان ہیں۔ اور یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ اسے باپ کے حضور سے معافی ملنے پر بے اندازہ خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اورنگ زیب کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ اس نے اپنے اس خط میں جو کچھ لکھا، وہ جھوٹ نہیں تھا۔

اپنے اس خط میں وہ جھوٹ کی مذمت خود کرتا ہے۔

خدائے غیب داں کہ اورا بکذب و دروغ گواہ گرفتن نزد اہل اسلام کفر

Marfat.com

ودر جمیع ملل و ادیان مذموم است میدانند" کہ ایں مرید تجویز و ارتکاب خلاف مرضی بر طبع مقدس اراضی نبودہ و نیست۔

اورنگ زیب کے الفاظ پر غور فرمایئے۔ وہ کہتا ہے خدا کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا یا اسے جھوٹ پر گواہ بنانا، مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے اور تمام مذاہب میں مذموم ہے۔ اتنی بڑی بات کہنے کے بعد وہ خدا کو شاہد رکھ کر اقرار کرتا ہے کہ وہ بادشاہ کی مرضی مقدس کی مخالفت کرنے پر راضی نہ تھا۔ یہ صرف مصلحتِ ملک و ملت تھی۔ یہ الحاد و زندقہ کی ترویج کو روکنا تھا کہ وہ آگے آیا اور زمامِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

بہرحال باپ بیٹے میں جو خط و کتابت بعد میں ہوئی، اس سے دونوں ایک دوسرے سے قریب آگئے تھے۔ اور وہ تلخی ختم ہو گئی تھی جس نے شاہجہان کو اورنگ زیب سے خفیہ طور پر انتقام لینے پر مائل کیا تھا۔

Marfat.com

قصّہ مراد

نربدا پار کرنے سے پہلے یا برہان پور کے دورانِ قیام میں، دونوں بھائیوں میں جو معاہدہ ہوا تھا۔ ہم نے اسے پیچھے نقل کیا ہے۔ یہ بڑا سنگین معاہدہ تھا۔ اورنگ زیب نے اسے مشروط رکھا تھا کہ مراد کسی لمحہ کسی وقت اور کسی آن بھی ایسی حرکت نہ کرے گا جو دونوں کی یک جہتی و اتحاد کے منافی ہو۔ وہ اس کے دشمنوں کو دشمن سمجھے گا اور اس کے دوستوں کو دوست، اور اگر اس نے اس بات کا لحاظ رکھا تو اورنگ زیب اسے پہلے سے بھی زیادہ عزیز رکھیگا۔ اور اس کی عنائتیں دن بدن اس پر بڑھتی جائیں گی۔

ہمارا خیال ہے کہ جب یہ معاہدہ مراد کے پاس پہنچا تو غالباً اس نے ان کی شرطوں پر غور نہیں کیا۔ یا اس نے اسے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی اور محض ایک رسمی سی بات سمجھ کر آگرہ تک بڑھتا رہا۔ یہ امر واقعہ ہے مراد

Marfat.com

جیسے آزاد منش آدمی کے لئے اس قسم کے سنگین معاہدوں کی پابندی یوں بھی یوں بھی مفت کی دردسری تھی۔ جو شخص محض آب و ہوا کی عدم موافقت کی بنا پر بلخ کی مہم سے باپ کی اجازت کے بغیر واپس آسکتا تھا۔ جسے عواقب کی قطعاً پروا نہ تھی۔ جو باپ کی بیماری کو بہانہ بنا کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر سکتا تھا جو روپے کی کمی دور کرنے کے لئے سورت کے سوداگروں سے جبراً سات لاکھ روپیہ چھین سکتا تھا۔ اس سے اس قسم کے سخت معاہدہ کی پابندی کی توقع بعید از قیاس تھی اور حق بات تو یہ ہے کہ گو اس نے وقتی طور پر اورنگ زیب کے دامن سے وابستگی قبول کر لی تھی، لیکن اس نے اپنے مزاج اور اپنی حرکات و سکنات پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا پسند نہ کیا تھا۔ وہ اب بھی ویسے ہی بے راہ رو تھا، جیسے پہلے تھا۔ بلکہ سموگڑھ کی فتح کے بعد اس کے دماغ میں پہلے سے کہیں زیادہ تعلّی آ گئی تھی۔ اور اس کو کچھ ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ دونوں لڑائیاں اس کی بہادری کے سبب جیتی گئی تھیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اس نے بڑی جرأت دکھائی تھی۔ اور بہادری سے لڑتا ہوا زخمی بھی ہوا تھا۔ لیکن اس کے معنیٰ یہ نہ تھے کہ وہ خود کو اس معاہدہ سے آزاد کر لیتا۔ جو اس میں اور اورنگ زیب میں ہوا تھا۔ بلکہ اگر وہ دانا و بینا ہوتا، تو اپنی حرکات پر پہلے سے زیادہ قابو پاتا۔ اور اس بات کی کوشش کرتا کہ اس کے کسی فعل یا عمل سے کسی قسم کی بے راہ روی کا احتمال پیدا ہو۔

یہ یقیناً صحیح ہے کہ جب پہلی اور دوسری فتح کے بعد امرا اور سرداران لشکر نے

Marfat.com

اورنگ زیب کو اپنی عقیدتوں کا مرکز بنایا۔ تو اس کے دل میں شاہجہان کے بیٹے ہونے کے سبب ایک طرح کا اشتعال پیدا ہوا، لیکن احتیاط اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ اس اشتعال کو دباتا۔ اور اورنگ زیب سے پہلے سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتا۔ لیکن بے چارے میں چونکہ احتیاط نام کو نہ تھی اس لئے سموگڑھ کی فتح نے اس کے دماغ کو پر لگا دے اور سوچنے لگا، کہ اورنگ زیب کی بجائے اگر وہ ساری فوج اور امرار سرداران کی عقیدتوں کا مرکز بنتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ یقیناً یہ ایک بشری خواہش تھی۔ یقیناً شاہجہان نے مؤرخ معصوم کی روایت کے مطابق اس کی اس خواہش کو ایک خفیہ خط لکھ کر اکسایا تھا۔ لیکن وہ اگر ثابت قدم رہتا تو غالباً اس کا وہ انجام نہ ہوتا جو ہوا۔

معصوم کہتے ہیں کہ شاہجہان جب اورنگ زیب کو راہ پر لا نہ سکا تو اس نے مراد کے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے اسے اورنگ زیب کے دامن سے نوچنے کی کوشش کی۔ اور اسے ایک خفیہ خط لکھ کر لالچ دیا کہ اگر وہ اورنگ زیب کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ اسے ہندوستان کا بادشاہ بنا دیگا۔

ہم نہیں کہہ سکتے، شاہجہان کہاں تک سچا تھا، لیکن مراد کے لئے یہ پیشکش بہت وزنی تھی، اس نے اورنگ زیب کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ اس سے گجرات چھن رہا تھا۔ اور اورنگ نے اس کی جگہ اسے پنجاب، ماورائے پنجاب اور کشمیر و سندھ کی بادشاہت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ شاہجہان نے اس کے سامنے اس سے بڑا منصب پیش کیا تو وہ اپنے کردار کی کمزوری کے سبب ڈگمگا گیا۔

Marfat.com

معصوم کہتا ہے یہ خط جو شاہجہان نے اس کے نام لکھا۔ مراد نے فطری بے پروائی کی وجہ سے کسی کتاب میں رکھ دیا جو بعد میں پکڑی گئی اور خط اورنگ زیب کے پاس پہنچ گیا۔

خط کا مضمون یقیناً تصدیق طلب تھا۔ کوئی عینی شاہد ایسا موجود تھا جو اس بات کی تصدیق کر سکتا کہ مراد نے اس خط کے جواب میں بادشاہ کو ہاں لکھ بھیجی تھی۔ لیکن اس کی بعض حرکات نے چونکہ اس کی بے راہ روی کی چغلی کھائی تھی۔ اس لئے اورنگ زیب اس کی طرف سے بڑی حد تک مشتبہ ہوا۔

اورنگ زیب کے دل میں، مراد کی طرف سے سب سے پہلا اشتباہ اس وقت پیدا ہوا جب اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر مراد کی فوج آگرہ شہر میں گھس گئی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اور خزانہ شاہی لوٹ لیا۔

محمد صالح کنبو، مراد کی اس حماقت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

چنانچہ بعد از میسر آمدن فتح اکبر آباد مبلغ کلی سرکار عالی گرفتہ بصرفہ بیہرزد بمردم می داد و نوکران قدیم وجدید نالائق خود را انخطا بہا و منصب ہائے عالی نامزد نمودہ بہ تہائے والا کہ بمراتب از پایہ قدر و منزلت ایشاں برتر بود، ہر چند محض نامی بود نامی میگردانید۔

عالمگیر نامہ کے مصنف نے مراد پر ان الزامات کے ساتھ ساتھ ایک اور الزام بھی لگایا ہے کہ اس نے اورنگ زیب کے بہت سے سپاہیوں کو زیادہ تنخواہیں دے کر اپنی فوج میں داخل کر لیا تھا۔ یہ ایک ایسی بے ہودگی تھی جسے کسی نوع برداشت نہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر اس کے بعض احمق ساتھی، اورنگ زیب کی برتری کی مثالیں اس

Marfat.com

کے سامنے رکھ کر اسے حد سے زیادہ اشتعال دے رہے تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب جب دارا کی سرکوبی کیلئے اکبرآباد سے چلا تو مراد اس کے ساتھ روانہ نہیں ہوا۔

عاقل خاں کہتے ہیں اورنگ زیب کو رستہ میں معلوم ہوا کہ مراد کی فوج نے اس کے ساتھ کوچ نہیں کیا۔ یہیں اسے یہ خبر بھی دی گئی کہ ابراہیم خاں ولد علی مردان خان اورنگ زیب کی ملازمت چھوڑ کر مراد کے دامن سے منسلک ہو گیا ہے اس نے اورنگ زیب کی دیکھا دیکھی اپنے اُمرا کو بنیس ہزاری اور پندرہ ہزاری مناصب عطا کئے ہیں اور اس وقت اس کی فوج میں بئیس ہزار سپاہی جمع ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر اورنگ زیب بہت پریشان ہوا لیکن اس نے کوئی یک طرفہ رائے قائم کرنے کی بجائے مراد کی طرف اپنا آدمی بھیجا اور روانہ نہ ہونے کی وجہ دریافت کی ادھر سے جواب آیا روپیہ نہ ہونے کے سبب فوج پریشان ہے۔

اورنگ زیب نے جیسے ہی بات سنی بیس لاکھ روپے بھجوا دیے اور کہلوایا سردست اس رقم کو کافی سمجھئے اور جیسے کہ آپ نے طے کیا تھا کہ خزائن و غنائم کا ایک ثلث آں برادر کو ملے گا، اس کے مطابق انشاء اللہ باقی بعد میں ارسال ہوگا۔ جب دارا شکوہ کی مہم اختتام کو پہنچے گی، آپ کو پنجاب کشمیر و کابل کی سلطنت و جہانبانی ارزانی ہوگی اس لئے دل کو ڈھارس دیجئے اور جلدی تشریف لائیے۔

عاقل خاں کا بیان ہے سلطان مراد بخش فی الجملہ تسلی و تسکین یافتہ از اکبرآباد طبل کوچ فرو کوفت و یک کروہ عقب تر از اردوئے معلی معسکر و الا منزل گزید۔

عاقل خاں کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد بخش کا دل ابھی صاف نہیں ہوا تھا اور اگر اس کا دل صاف ہوتا تو وہ اورنگ زیب کی فوج سے اتنے فاصلہ

Marfat.com

پر نہ رہتا اگر وہ رہا بھی تو جب متھرا کے قریب پہنچ کر دونوں فوجیں رکیں تو مراد کو ایک کروہ کے فاصلے پر چھاؤنی نہیں ڈالنی تھی۔ اس کے معنیٰ تو یہ تھے کہ ابھی وہ اورنگ زیب سے خوش نہیں ہوا۔ ابھی اس کے دماغ میں پہلے سا فتور موجود تھا۔ اس سے کچھ اور بھی حرکات ایسی سرزد ہوئی تھیں جن سے اس کی بددلی ظاہر ہوتی تھی۔ اس وجہ سے اورنگ زیب کے مشیروں نے خلوت میں اورنگ زیب سے مراد کی حرکات وسکنات کی شکایت کی اور نزاکتِ وقت کی بنا پر درخواست کی کہ مراد کو مقید کر دیا جائے۔

عاقل خاں کا بیان ہے کہ اورنگ زیب نے مشیرانِ ریاست کی اس شکایت کو سنا۔ اور مراد کو اپنے حضور بلا بھیجا۔ مراد نے اس بلاوے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور یوں اورنگ زیب کو یقین دلا دیا کہ اس کے دل میں تو فتور موجود ہے، یہ امرِ واقعہ ہے کہ مراد معاہدہ سے ہٹ چکا تھا۔ اس نے دوستی و مودت اور یکجہتی واتحاد کے رشتے کو اپنی کئی حماقتوں کے سبب قریب قریب توڑ دیا تھا۔ اگر وہ اس وقت اورنگ زیب کے پہلے بلاوے پر ہی اس کے پاس آجاتا تو ہمیں یقین ہے اورنگ زیب کی تشویش میں اضافہ نہ ہوتا۔ اور وہ اسے کبھی مقید نہ کرتا۔ مراد کے بارے میں اس کی نیت خراب ہوتی تو سموگڑھ کی فتح کے بعد ہی جب اس کی برتری تسلیم کر لی گئی تھی وہ مراد سے آنکھیں پھیر لیتا۔ اس نے قطعاً مراد سے آنکھیں نہیں پھیریں۔ اس کے زخموں پر آپ مرہم پٹی کی، اس کے لئے آنسو بہائے اور اپنے زانوؤں پر اس کے سر کو کتنی دیر تک رکھے رہا۔ اس سے زیادہ محبت کا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

اگر مراد شہزادہ سلطان محمد کی طرح اپنی حرکات وسکنات پر قابو رکھتا، اور جیسے کہ اورنگ زیب نے اس پر یک جہتی واتحاد کے معنیٰ واضح کرتے وقت کہا تھا ہر لمحہ، ہر آن اور ہر جگہ یہ یاد رکھے گا کہ ہمارا کام ایک ہے ہمارے دشمن ایک ہیں اور دوست ایک اور کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کیجئے گا جس سے اس رشتہ کی کڑیاں کمزور پڑ جائیں۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرتا جس سے کسی قسم کی بے راہ روی کا احتمال ہوتا تو اورنگ زیب کبھی اس سے مشتبہ نہ ہوتا۔ غور کیا جا سکتا ہے کہ اس کی یہ حرکت کس قدر بری تھی، کہ اس نے ابھی سے اورنگ زیب کے احکام کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ ابھی سے سر میں غرور بھر لیا تھا۔ حالانکہ یہ وہی مراد تھا جس نے اپنے خطوط میں کوئی نوس دفعہ یہ اقرار کیا تھا، کہ بندہ آپ کے حکم اور مشورہ کے بغیر قطعاً کوئی کام نہیں کرے گا۔ اس وقت جب دارا کی فوج راجہ جسونت سنگھ کی قیادت میں اس کے باغی سر کو کچلنے کے لئے اجین پہنچ چکی تھی وہ اورنگ زیب کے ہر حکم اور ہر اشارہ پر سر جھکانے کو فخر سمجھتا رہا۔ لیکن اب اس میں اتنی خود سری آگئی تھی۔ یہ بات سچ مچ کس قدر مخدوش تھی، اگر اورنگ زیب ابھی سے اس کا تدارک نہ کرتا تو یہ فتنہ قیامت ہو جاتا۔

عاقل خاں راوی ہے[1]۔ کہ اورنگ زیب نے کئی محبت بھرے پیغامات کے بعد مراد کو اپنے پاس آنے پر آمادہ کیا۔ عاقل خاں نے مراد کی صاف دلی وصفائے باطنی کو اورنگ زیب کے بلاوے پر اس سے ملنے کے لئے آنے کی وجہ قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مراد بڑا سادہ دل اور بے وقوف تھا، لیکن اس کا تردد

---

[1] عاقل خاں ص ۶۷ - ۶۸

Marfat.com

ظاہر کرتا ہے کہ اس کے دل میں شبہات موجود تھے اور وہ یقین باقی نہ رہا تھا جو ہر دوستی اور رفاقت کی بنیاد ہوتا ہے۔ اگر اورنگ زیب کے نامہ بر اسے اورنگ زیب کی پریشانی کن علالت کی اطلاع نہ دیتے، تو وہ شاید اورنگ زیب تک آنے کی تکلیف گوارہ نہ کرتا۔

عاقل خاں ہی راوی ہیں کہ بادشاہ کے ایک ملازم نورالدین نے، مراد کو خبر دی کہ اورنگ زیب اچانک بیمار ہو گئے ہیں اور ان کے پیٹ میں سخت تکلیف ہے۔ مراد یہ بات سنتے ہی گھوڑے پر بیٹھا اور اڑتا ہوا اورنگ زیب کے خیمہ تک آیا۔ اورنگ زیب نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا، خوب تعظیم کی، بڑے احترام سے پیش آیا۔ اور اپنے خیمہ کے اندر لے گیا، محبت اور پیار کی باتیں کیں۔ ماحضر منگوایا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد بساطِ استراحت بچھوائی اور مراد کو قیلولہ فرمانے کی رائے دی۔ مراد لیٹ گیا، ہتھیار اتار دیئے۔ اور بے فکر ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا آنکھیں بند کرنا تھا کہ اورنگ زیب کے آدمیوں نے چپکے سے وہاں پہنچ کر اُس کے ہتھیار لے لئے۔ خود اورنگ زیب اندر کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اس کے اشارہ سے یہ ساری کارروائی ہوئی۔ ہتھیار اٹھا لئے گئے تو شیخ میر، اور بعض دوسرے جو موقعہ کے منتظر تھے آگے آئے اور سادہ دل مراد کو گرفتار کر لیا۔

مراد نے حواس باختہ ہو کر اس گرفتاری پر بڑا سخت احتجاج کیا۔ وہ وعدے وعید یاد دلائے جو دونوں میں ہوئے تھے۔

اورنگ زیب اس وقت پس پردہ تھا۔ اس نے پردے کے پیچھے سے

Marfat.com

اس احتجاج کا جواب دیا اور مراد سے کہا:

چوں ازاں برادرِ عزیز دریں ایام اداہائے خارج از رشاد کہ دراں مظنۂ فتنہ وفساد وموجب ضرر بادو بے اطمینانی خلائق وخرابی بلاد بود بظہور می رسید وبواسطہ اغوا واضلال ونادانی وپست فطرتی موذی طینتے چند کہ در حواشیِ بساطِ دولتِ شما بودند باد نخوت وغرور درسرِ آں پیچیدہ ندکہ اربابِ بصیرت وہوش ازمشاہدۂ آں حال تخلل بنیان جمعیت عباد اللہ درپایۂ دہن وفتور امورِ مملکت متیقن گشتہ اند لاجرم بواسطہ صلاحِ مزاجِ آں برادر ومصلحتِ ملک وملت روزے چند آں برادر را پادر دامانِ صبروسکون وآرام پیچیدن وبگوشہ جمعیت وحضور بساطِ اقامت افگندن وازوردسری کن مکن فارغ بودن وازکشاکشِ زمانہ وارستن لازم گردید سوالاخدا نکند کہ درحق آں نورِدیدہ سلطنت وجہاں بانی امرے کہ موجبِ خطرِ جانِ عزیزش بود در خاطرِ خطیر خطور کند[1]

یہ باتیں کرنے کے بعد اورنگ زیب نے مراد کو یقین دلایا، کہ بحمد اللہ، آپ سے جتنے بھی عہد وپیمان ہوئے ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی فتور پیدا نہیں ہوا اور جانِ برادر امانِ الٰہی میں مسئون ومامون ہیں۔ اس لئے دانائی اس میں ہے کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو اخیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو اشر لکم کے مصداق، آپ خاموشی سے اس ابتلا کو برداشت[2] کرلیں"۔

ہمیں نہیں معلوم، مراد نے اورنگ زیب کی اس یقین دہانی پر کیا رویہ اختیار

[1-2] عاقل خاں ص ۷۰

کیا۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مراد کو یوں گرفتار کیا گیا۔ گرفتاری کے بعد اسے اسی وقت ایک ہاتھی پر سوار کر کے، دلیر خاں اور شیخ میر کی حراست میں شاہجہان آباد بھیج دیا گیا۔ اس کے بعض وہ ملازم بھی گرفتار کر لیے گئے جو اس کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔

اس روز اس اتنے بڑے واقعہ کی خبر، مراد کی فوج تک نہ پہنچ سکی، اور جب پہنچی تو مراد کہیں کا کہیں پہنچایا جا چکا تھا۔

مراد کے گرفتار ہوتے ہی اس کے بیس ہزار کے بیس ہزار نیزہ باز اور تلوار کے دھنی سپاہی بغیر کسی شور اور ہنگامے کے اورنگ زیب کی ملازمت میں آ گئے اور کسی ایک فرد نے بھی احتجاج نہیں کیا۔

اورنگ زیب کی اس دانائی اور حکمت عملی نے جو کوتاہ فہم مؤرخین کے نزدیک دھوکے اور فریب کا نام پاتی ہے۔ اتنے بڑے خطرے کو مٹا دیا۔

Marfat.com

تاج پوشی

مراد کی گرفتاری اور اس کی فوج کی اطاعت کی خبریں دارا کو کئی دن پہلے مل چکی تھیں۔ اورنگ زیب کی فتح مند سواری جب دہلی کے رُخ چلی تو دارا دہلی سے بھاگ اٹھا۔

گویا اورنگ زیب کے ترکش دانش و عقل سے جو تیر چلا اس نے بیک وقت دو فتنے چھید ڈالے۔ مراد بھی کٹ کر گرا اور دارا کے حوصلے بھی شکست ہو گئے۔ ورنہ یہ بدیہی بات تھی کہ دارا دہلی میں اپنے بیس ہزار نئے سپاہیوں کے ساتھ اورنگ زیب کا استقبال کرتا۔ دہلی سے دارا کا فرار گویا تخت اور تاج سے فرار تھا۔ یہ تیسری شکست تھی جو مغل سلطنت کے اس پایہ تخت میں بدنصیب دارا کے حصہ میں آئی اس سے اورنگ زیب اور اس کی فوج کے ہر فرد کو یقین ہو گیا کہ دارا میں مقابلہ کی سکت باقی نہیں رہی۔ اس اعتماد کی بنا پر دہلی میں تین روز قیام کے

Marfat.com

بعد چوتھے دن جمعہ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۹ھ ہجری کو اورنگ زیب نے تخت پر قدم رکھے اور شاہی تاج پہنا۔

تاج پہننے کی یہ رسم گو بہت سادگی کے ساتھ ادا ہوئی مگر اس سادگی میں بھی جہانگیر و ہمایوں کا سا وقار تھا۔

عاقل خاں کا بیان ہے۔ اس دن شریف و رزیل اور چھوٹے بڑے نے جھولیاں بھریں۔ خزانوں کے منہ کھل گئے اور غریبوں اور محتاجوں کی مرادیں بھر آئیں۔

اس تاریخ سے ہندوستان کی تاریخ ایک نئے باب میں داخل ہوتی ہے۔ اور اورنگ زیب کی سیرت کا ایک بڑا پہلو دنیا کے سامنے آتا ہے اورنگ زیب کی اس تاج پوشی پر اعتراض کرنے والے پہلے سے کئی گز لمبی زبانوں کے ہتھیار لے کر میدان میں اترے ہیں۔ ان کا ہر احتجاج بجا، ان کا ہر اعتراض درست، مگر انہوں نے باپ کی زندگی میں اورنگ زیب کی تخت نشینی کو ناقابلِ معافی جرم قرار دیتے وقت یہ نہیں سوچا، کہ قلعہ آگرہ کے سقوط اور شاہجہان کی نظر بندی سے مقصود، محض جنگ ہتسائی نہ تھی اس سے منشا اس حکومت کا قیام تھا، جس کے خواب اورنگ زیب نے چودہ سال کی عمر میں دیکھنے شروع کئے تھے۔ اور ہر بار اللہ کے سامنے پیشانی جھکاتے وقت دعا کی تھی:

"پروردگار مجھے باپ کا تخت اور تاج عطا کر، تاکہ میں اس ہندوستان میں تیری منشا اور تیری مرضی کی حکومت قائم کروں۔ تیرے بندوں سے انصاف کروں، تیری مخلوق کی پریشانیوں کو دور کروں اور انہیں وہ کچھ دوں جس کے وہ مستحق ہیں۔"

Marfat.com

اس نے سارے جھگڑے اسی لئے مول لئے تھے۔ اگر اسے یقین ہوتا کہ شاہجہان کے بعد دارا تخت کا وارث نہ بنے گا، تو وہ نہ باپ کو نظر بند کرتا اور نہ دارا سے جنگ کرتا۔

اس نے دارا کو شکست دی، باپ کو نظر بند کیا۔ محض اس لئے کہ باپ کے تخت پر قدم رکھے اور اپنے بڑے مشن کی تکمیل کرے۔ شاہجہان یقیناً ابھی زندہ تھا، اور اس کی موجودگی میں عام شاہی دستور کی رُو سے اسے تخت نشین نہ ہونا چاہیئے تھا، مگر شاہی دستور اور ضوابط خدائی قانون نہیں ہیں۔ وہ نہ انسانی فلاح کے قانون ہیں اُن کی پابندی صالح افراد نے کبھی بھی ضروری نہیں سمجھی۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بت پرست باپ کے مسلک سے انحراف کر کے خدا اور عوام کے دربار میں اونچا نام پایا تو اورنگ زیب پر باپ کی زندگی میں اقتدار کی چادر اوڑھنے پر اعتراض کرنے والے یقیناً احمق ہیں۔ جہاں کہیں بھی مشن پیشِ نظر ہوتے ہیں، وہاں رسم و رواج اور سابقہ دستور کام نہیں آتے۔ وہاں پرانی قدر ٹوٹتی ہے۔ اور اس کے توڑنے والے مجرم نہیں قومی ہیرو بنے ہیں۔

اورنگ زیب بھی ہیرو تھا کہ اس نے ایک ذلیل رسم کو توڑا، اور ایک ناکارہ محض بوڑھے باپ کے سر سے تاج اتار کر اپنی جوان پیشانی کی رونق بڑھائی جب تک باپ میں اس تاج کو پہننے کی تھوڑی بہت بھی صلاحیت رہی۔ اورنگ زیب نے اس تاج کی طرف کبھی گستاخی کی نگاہ نہیں کی۔ کبھی اس ہیرے کی چمک دھندلانے کی کوشش نہیں کی جو اس تاج کی زینت تھا۔

عاقل خاں، برنیئر اور منوسی تینوں اس باب میں متفق ہیں کہ اس آخری بیماری کے

Marfat.com

سبب شاہجہان، ہر اقتدار کھو چکا تھا۔ اس کی حیثیت محض ایک چلتی پھرتی نعش کی تھی۔ جب تک اورنگ زیب دکن سے نہیں چلا تھا۔ اس نعش کی حرکات وسکنات کا موجب دارا تھا۔ شاہجہان میں تو اتنی سکت بھی نہ رہی تھی کہ وہ آپ اپنے ہاتھ سے فرمان لکھتا۔ وہ آپ اپنے لئے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے لئے جگہ کا انتخاب کرتا۔

برنیر کے الفاظ ہیں:

"یہ وقت[1] شاہجہان پر بڑا نازک تھا۔ بیماری کی تکلیفوں اور مصائب کے علاوہ، وہ داراشکوہ کے پنجہ میں بری طرح پھنسا تھا۔"

شاہجہان کو دارا کا یہ پنجہ یقیناً برا نہ معلوم ہوا۔ اس لئے کہ اس کے سامنے پچھلی روایاتِ شاہی تھیں کہ بڑا بیٹا تخت کا وارث ہوتا ہے، مگر جب یہ پنجہ بدلا اور دارا کی جگہ اورنگ زیب نے لے لی۔ تو باپ کے کلیجے پر سانپ لوٹ گئے۔ اس نے شکووں اور شکایتوں کے انبار لگا دیئے۔ ذہین جہاں آرا نے ان شکووں کو بڑی مؤثر زبان بخشی۔ مگر ان میں حقیقت و واقعیت کچھ نہ تھی۔ محض ایک غلط ضد تھی۔ محض ایک ہٹ دھرمی تھی۔ محض دارا کی غلط حمایت تھی۔ اگر یہ حمایت آگرہ قلعہ کے محاصرہ کے وقت بھی چھوڑ دی جاتی اور جہاں آرا، فاضل خاں اور شاہجہاں چیخ چیخ کر اورنگ زیب کے کانوں

---

[1] سفرنامہ برنیر جلد پہلی ص ۶۱

Marfat.com

کے پردے نہ پھاڑ دیتے، تو شاہجہان کی نظر بندی کبھی عمل میں نہ آتی اور اورنگ زیب کی قبائے تقدس پر یہ چھینٹے کسی کو بھی نظر نہ آتے۔

مخالفین کا سب سے بڑا اعتراض اورنگ زیب پر یہ ہے کہ اس نے باپ کی زندگی میں تاج پہنا اور تخت پر قدم رکھے، لیکن اگر اورنگ زیب اتنی جدوجہد کے بعد تخت پر نہ بیٹھتا باپ کے حضور حاضر ہو کر یہ تخت پیش کر دیتا تو اس سے زیادہ احمق کوئی اور نہ ہوتا۔ اگر اسے ایسا ہی کرنا تھا تو اس نے پھر یہ فتنے کیوں اٹھائے۔

اورنگ زیب نے یہ تخت صرف اس لئے حاصل کیا تھا کہ اس پر خود بیٹھے۔ بوڑھے باپ یا دارا، شجاع اور مراد میں سے کسی کو اس پر بیٹھنے نہ دے کہ اس پر بیٹھے بغیر اس کی زندگی ادھوری تھی، اس کا مشن نامکمل تھا۔ ہمیں بے حد افسوس ہے، کہ آج تک اورنگ زیب کے حامیوں نے مخالفین کے اس اعتراض پر بغلیں کیوں بجائیں۔ صاف صاف کیوں نہیں کہا۔

یقیناً اورنگ زیب نے باپ سے تخت چھینا۔ اس کے سر سے تاج نوچا کہ بڑھاپے نے اسے تاجداری کے قابل نہ رہنے دیا تھا۔ بیماری نے اس کی تمام صلاحیتیں اس سے چھین لی تھیں۔

زندگی میں معمولی سے معمولی کام کو انجام دینے کے لئے صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں بانی جہاں گیری اور شاہجہانی کے لئے تو بڑی صلاحیتوں، بڑی دانائیوں اور بڑے ہی اونچے اور مضبوط کردار کی ضرورت ہے۔ اور یہ کردار نہ شاہجہان، نہ دارا نہ شجاع اور نہ مراد

Marfat.com

کے پاس تھا۔ یہ سب اس عظمت سے محروم تھے۔ سب محض نقال اور تماشائی تھے۔ محض بیرونی پردے تھے، خول تھے۔

ہمارے نزدیک اورنگ زیب کی عظمتوں میں سے یہ ایک بڑی عظمت ہے کہ اس نے ان نقالوں اور پردوں کے خلاف جنگ کی اور اپنے قومی بازوؤں کے بل پر ان کو شکست دی۔

Marfat.com

دارا اور شجاع کا انجام

عین اس لمحے جب دہلی میں اورنگ زیب کی رسم تاج پوشی منائی جا رہی تھی بدنصیب دارا لاہور میں اپنے پاؤں جمانے کی فکر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیس ہزار سپاہی، منوں سونا اور جواہرات تھے۔ دہلی سے بھاگتے وقت وہ لال قلعے کے سارے خزانے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ ان خزانوں کی مدد سے اس نے لاہور پہنچ کر نئی سپاہ بھرتی کی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لاہور کو مرکز بنا کر اورنگ زیب سے ایک اور بڑی لڑائی لڑنا چاہتا تھا۔ اس نے بادشاہی فوج کو روکنے کے لئے جو پیش بندیاں کیں ان سے بھی اس کے اس ارادہ کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر جب اورنگ زیب کی سواری دہلی سے لاہور کی طرف بڑھی۔ تو دارا کو پھر فرار کی سوجھی۔ وہ دہلی کی طرح لاہور سے بھی بھاگا اور ملتان آن کر دم لیا۔ جو سپہ سالار

Marfat.com

قوتِ ارادی سے محروم ہو جاتا ہے اس کی سپہ دل چھوڑ دیتی ہے۔ دارا کی بھی سپاہ کا یہی عالم تھا۔ اس میں سے بہت کم ایسے تھے جنہیں دارا پر اعتماد ہو۔ وہ سارے کے سارے دارا کی طرح بد دل تھے۔ ان میں سے کئی نے لاہور اور ملتان کے درمیانی سفر میں دارا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دارا جب بھاگتا ہوا ملتان پہنچا تو اس کی جمعیت کئی ہزار کی تعداد میں کم ہو چکی تھی۔ اور اس وقت جب اورنگ زیب کی سواری لاہور سے ملتان کی طرف بڑھی، اور دارا ملتان سے بھی بھاگا تو اس کے کئی اور ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ حیرت ہوتی ہے کہ احمق دارا نے کابل کی طرف بھاگنے کی بجائے سندھ کا انتخاب کیوں کیا۔ اگر وہ لاہور سے کابل کی طرف بھاگتا تو بڑی دانائی بات ہوتی۔ کابل میں مہابت خاں موجود تھا۔ یہ خود دارا کو بھی معلوم تھا کہ مہابت خاں اپنے وقت کا ایک بڑا سپہ سالار تھا اور یہ وہی تھا جو اورنگ زیب سے کٹ کر دارا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دہلی آیا تھا۔

دارا کی بدنصیبی کے سوا اسے اور کیا کہا جائے کہ اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی چلائی اور سندھ کے جنگلوں میں خاک چھاننے کو کابل میں پناہ لینے پر ترجیح دی۔

اپنی طرف سے دارا نے کابل کی بجائے سندھ کا انتخاب کر کے ایک بڑی عقل مندی کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سندھ کے رستہ راجپوتانہ میں داخل ہو کر شجاع اور سلیمان شکوہ سے جا ملے گا۔ شجاع اور اس میں ... خفیہ خط و کتابت ہو رہی تھی۔ دونوں بھائیوں میں یہ بات طے ہو گئی تھی

Marfat.com

کہ دونوں اورنگ زیب کے خلاف متحدہ محاذ بنائیں گے۔ خدا کی شان پہلے کے دشمن اب دوست بن گئے تھے۔ دارا وہی شخص تھا جس نے تھوڑی مدت پہلے شجاع پر لشکر کشی کی تھی۔ اور اسے بنگال سے نکال دینے کے لئے سلیمان شکوہ کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجی تھی۔ یہ تو اورنگ زیب نے تختہ اُلٹ دیا ورنہ شجاع دارا کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوتا۔

بہرحال اب صورتِ حال پہلے سی نہ رہی تھی۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان کی نظر بندی اور مراد کی گرفتاری نے شجاع کے دل پر بہت اثر کیا تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر جذباتی شہزادہ تھا۔ کثرتِ شراب نوشی نے اسے محض جذباتی بنا دیا تھا۔ باپ کی نظر بندی اور مراد کی گرفتاری سے اسے ڈر پیدا ہوا کہیں اورنگ زیب کے ہاتھوں اس کا انجام بھی یہی نہ ہو۔ اس ڈر کو جہاں آرا اور داراشکوہ کے خفیہ پیغامات نے بہت بڑھایا۔ اور اس نے طے کر لیا۔ اورنگ زیب کے رحم وکرم کا سہارا لینے کی بجائے اپنی دنیا آپ بنائے۔

عالمگیر نامے کے مصنف نے شجاع کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے اسے بہت مطعون کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک معمولی اور بدیہی سی بات تھی کہ شاہجہان کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے شجاع کو بھی وہی حق حاصل تھا جو اورنگ زیب کو تھا۔ اور یقیناً شجاع کا بھی جی چاہتا تھا باپ کے تخت پر بیٹھے۔ اس کا خروج ایک طبعی خروج تھا۔ گو اس میں خطرات بہت زیادہ تھے، مگر فوائد بھی کچھ کم نہ تھے۔

شروع شروع میں شجاع کی نقل وحرکت کی اطلاعیں پوشیدہ رہیں لیکن جب وہ پٹنہ پہنچا تو اورنگ زیب کے خیر خواہوں کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ ان کے

Marfat.com

نامہ بر تیز دوڑتے اورنگ زیب کو خبردار کرنے کے لئے بڑھے

اورنگ زیب اس وقت ملتان میں تھا۔ جب یہ نامہ بر اس کے پاس پہنچے خبر کم تشویشناک نہ تھی۔ اس نے دارا کے تعاقب کے لئے شیخ میر اور دوسرے سپہ سالاروں کو پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ٹھٹھہ روانہ کیا اور خود لاہور واپس ہوا۔ تین دن لاہور ٹھہر کر وہ دہلی آیا۔ چار دن یہاں رُکا پھر قنوج کی طرف بڑھا۔ اس اثنا میں شجاع بنارس، جون پور اور الٰہ آباد پر قبضہ کر چکا تھا۔

جس وقت اورنگ زیب قنوج پہنچا تو الٰہ آباد شجاع کے پاس تھا۔ الٰہ آباد کے گورنر نے دارا کی خفیہ ہدایات اور شجاع اور دارا میں کسی مضبوط سمجھوتہ کی بنا پر الٰہ آباد شجاع کے حوالے کر دیا تھا۔ شجاع جب تک الٰہ آباد نہیں آیا تھا۔ الٰہ آباد پر دارا کے ایک نمک خوار سید کاسو کا تسلط تھا[1] اور خانِ دوراں اس کا محاصرہ کئے تھے۔ شجاع کے آتے ہی پانسہ پلٹا، خانِ دوراں ڈر کر کورہ چلے گئے۔ اور اورنگ زیب کا انتظار کرنے لگے۔

قنوج سے اورنگ زیب کی فوجیں سیدھی کورہ کھام پور آئیں۔ پچھلی کامیابیوں کی بنا پر شجاع کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اورنگ زیب کی فوجیں کورہ کھام پور پہنچ گئیں تو وہ بھی الٰہ آباد سے چل کر وہاں آیا اور اورنگ زیب کی چھاونی سے تین کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔

راجہ جسونت سنگھ کا ذکر پیچھے کیا جا چکا ہے۔ یہ وہی راجپوت سردار تھا

---

[1] عاقل خاں ص ۸۲

Marfat.com

جس نے دارا کی طرف سے اورنگ زیب کی راہ روکی تھی۔ اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس لڑائی میں بھی وہ شریک ہوا۔ البتہ جس صبح شجاع اور اورنگ زیب کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آنے والی تھیں جسونت سنگھ نے آدھی رات[1] کے قریب غداری کی۔ اپنے دس ہزار سپاہی لے کر چھاؤنی سے نکلا، شہزادہ سلطان محمد کے گروہ کے خیمے لوٹ لئے کئی مغل سپاہیوں کی گردنیں کاٹیں۔ اور خوفناک زلزلے لہراتا پیچھے ہٹ گیا۔

عاقل خاں نے اس واقعہ کو بڑا ہولناک ظاہر کیا ہے اور اس کے اثرات بد کے شمار میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ راجہ جسونت سنگھ کی اس غداری سے شاہی فوج کے وقار پر کافی برا اثر پڑا مگر اس بلند مرتبت بادشاہ نے اس خبر کو سن کر صرف ایک جملہ کہا:

"اس کا وجود اور عدم وجود ہمارے نزدیک یکساں ہے۔"

جسونت سنگھ نے اپنی طرف سے کاری وار کیا تھا۔ اس نے شاہ کی ہمتیں توڑنے اور فوج میں بددلی پھیلانے کی جو تدبیر ممکن تھی کر لی تھی۔ لیکن جب شجاع اور اورنگ زیب کی فوجیں ایک دوسرے سے دوچار ہوئیں۔ اس وقت پتہ چلا کہ اورنگ زیب کے نزدیک سچ مچ جسونت سنگھ کا وجود اور عدم وجود یکساں تھا۔ اس دن دونوں فوجوں میں جو لڑائی

---

[1] خافی خاں جلد دوم ص ۵۱۔۵۳ عالمگیر نامہ ص ۲۵۳۔۲۵۶

Marfat.com

ہوئی، اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ اورنگ زیب پہاڑوں سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہے۔ شہزادہ سلطان محمد، ذوالفقار خاں اور بہادر خاں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ دشمن کی صفیں اُلٹ ڈالیں۔ اورنگ زیب نے اس دن جس ہنرمندی، دانائی اور ثباتِ قدم کا ثبوت دیا۔ وہ اپنی مثال آپ تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا شجاع کے ساتھیوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ جم کر لڑ سکتے عین لڑائی کے وقت مکرم خاں اور اس کی جماعت شجاع سے کٹ کر اورنگ زیب سے آن ملی اور رہی سہی کسر پوری ہوگئی۔ شجاع صورتِ حال دیکھ کر بھاگا اور بنگال کی راہ لی[1] اور دنیا نے ایک دفعہ پھر جان لیا کہ مغل شہزادوں میں صرف اورنگ زیب ایسا تھا جو قوت و طاقت اور عقل و دانش کے اعتبار سے سب سے فائق تھا۔

عاقل خاں درباری شاعروں ایسا مورّخ ہے۔ عالمگیر نامہ کے مصنف اور خافی خاں میں بھی یہ جوہر مشترک ہے۔ ان تینوں نے اس لڑائی کی تفصیل لکھتے وقت اورنگ زیب کی خوب قصیدہ خوانی کی ہے۔ وہ اورنگ زیب کے ملازم تھے۔ قصیدہ کہنا ان کا کام تھا۔ اس کے باوجود یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اورنگ زیب کی جگہ اگر کوئی اور بڑے سے بڑا سپہ سالار ہوتا تو جسونت سنگھ کی اس غداری کے سبب حوصلے ہار دیتا۔ اور پھر ایسے عالم میں جب کہ فوج کی جمعیت کا ایک غالب حصہ دل چھوڑ چکا تھا۔ ہمیں ایسا

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۲۹۳-۲۹۴-۲۶۵-۲۶۶ عاقل خاں ص ۹۳

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے۔ جسونت سنگھ نے جب یہ حرکت کی، اسے وہ حادثہ یاد نہ رہا تھا۔ جو اورنگ زیب کو چودہ سال کی عمر میں پیش آیا تھا جس شہزادہ نے کم عمری کے عالم میں فیل مست سے ہار تسلیم نہ کی۔ وہ شجاع سے کس طرح مرعوب ہوسکتا تھا۔ اسے جسونت سنگھ کی غدّاری کیسے متزلزل کرسکتی تھی۔

احمق جسونت سنگھ جس طرف بڑھا یہ خبر ساتھ لیتا گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر دہلی اور لاہور تک جا پہنچی۔ جسونت سنگھ کی اس غدّاری نے پوری قلمرو میں ایک بے چینی دوڑا دی تھی۔ لیکن یہ تاثر صرف چند دن رہا۔ جب فتح و کامرانی کی خبریں ملک میں پھیلیں لوگوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ پوری سلطنت کے ایک ایک حصّہ میں لوگوں نے اس طرح خوشیاں منائیں جیسے ہر شخص کے ہاں اولادِ نرینہ پیدا ہوئی تھی۔

اورنگ زیب کی ذات کے لئے یہ فتح کچھ کم مسرت بخش نہ تھی فتح پاتے ہی حسبِ عادت وہ ہاتھی سے اترا اور زمین پر گر کر اپنی پیشانی خدائے بزرگ و برتر کے حضور جھکا دی۔ کتنی دیر تک زار زار روتا رہا۔ اور جب سر اٹھایا تو اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ یہ وہ شخص تھا جسے انگریز اور ہندو مؤرخین نے دھوکے باز اور مکّار کا خطاب دیا ہے۔ کارلائل کے انداز میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر اورنگ زیب دھوکے باز تھا تو دنیا کے تختہ پر کسی ایمان دار اور مخلص شخصیت نے جنم نہیں لیا۔

غنائم کے شمار اور فتح کی خوشی منانے کے بعد اورنگ زیب نے سلطان محمد کو شجاع کے تعاقب میں بھیج کر خود اکبر آباد کی راہ لی۔ باری کے مقام پر دلیر خاں

Marfat.com

شیخ میر اور صف شکن خاں نے حاضری دی یہ لوگ دارا کے تعاقب میں گئے تھے۔ یہی خبر لائے کہ دارا ٹھٹھہ کے راستے راجپوتانہ میں داخل ہو کر اجمیر پہنچ چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ خبر پاتے ہی اجمیر کا رُخ کیا۔

دارا سچ مچ احمد آباد سے ہوتا، اجمیر آن رُکا تھا۔ اس کے ساتھ گجرات کا صوبیدار شاہنواز خاں بھی تھا۔ دارا کی سواری احمد آباد اس وقت پہنچی تھی، جب ابھی شجاع اور اورنگ زیب میں لڑائی نہ چھڑی تھی جسونت سنگھ کی غداری کی خبر جب مشہور ہوئی تو دارا کو ایسا لگا جیسے آسمان کے چہرے سے بادل چھٹ گئے ہیں۔ وہ بڑے حوصلوں کے ساتھ احمد آباد سے چل کر گجرات کی طرف بڑھا۔ وہ ابھی رستہ میں ہی تھا جب راجہ جسونت سنگھ کے پیغامبر دوستی کا پیغام لے کر اس کے پاس آئے۔ دارا کے دل میں امید کے چشمے پھوٹ نکلے۔ اور وہ اس جسونت سنگھ سے ملنے کے لئے تیز تیز چلتا مارواڑ کی طرف لپکا[1]۔ ادھر میدانِ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا شجاع نے شکست کھائی۔ اور راجہ جے سنگھ نے اپنے طور پر جسونت سنگھ کو متنبہ کیا۔ احمق ہوتے ہو جو چڑھتے آفتاب سے منہ موڑ کر ڈوبتے تارہ کا سہارا لے رہے ہو۔ وہ تو چراغ سحری ہے جس کی طرف تم لپکے ہو۔ شجاع کی شکست کے بعد جسونت سنگھ کی کھوپڑی کے دروازے کچھ کچھ کھل گئے اس نے جے سنگھ کی اس تنبیہہ پر غور کیا تو اسے یہ ایک بہت ہی واضح حقیقت معلوم ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں راجپوت

---

[1] عاقل خاں ص ۸۱، ۸۲ — عالمگیر نامہ ص ۳۰۰۔ ۳۰۹۔ ۳۱۲ — خافی خاں جلد دوم ص ۲۵۔ ۶۲

Marfat.com

بات کے دھنی ہونے تھے۔ مگر یہ جسونت سنگھ تو کچھ عجیب قسم کا گرگٹ تھا۔ ہر لمحہ رنگ بدلتا۔ بے چارا دارا اس کے وعدوں پہ یقین کر کے اس کی طرف لپکا چلا آرہا تھا کہ اس گرگٹ نے پھر رنگ بدلا اور دارا کو کہلا بھیجا۔ ہمارے پاس نہ آئیے یہ پیغام بھجوا کر آپ پیچھے ہٹ گیا۔ دارا کے لئے یہ ایک بڑی ہی ہولناک خبر تھی، اس بے چارے کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو کئی نادر تحائف دے کر جسونت سنگھ کے پاس بھیجا۔ لیکن جسونت سنگھ کے تیور بدلے ہوئے تھے سپہر شکوہ سے کہنے لگا۔

بابا سے کہنا میرے لئے جہاں پناہ کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دینے کا حوصلہ نہیں ہے۔

سپہر شکوہ نے بڑی خوشامد کی مگر جسونت سنگھ کا جواب نہ بدلا۔

دارا مجبوراً اجمیر میں داخل ہوا۔ وہاں کا حاکم تربیت خاں بھاگ کر، اورنگ زیب کے پاس پہنچا۔ اورنگ زیب نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ جس وقت اس کی فوج اجمیر کے قریب پہنچی، بدنصیب دارا بیٹھلی کے قلعہ اور مدار کے درمیان ایک فصیل باندھ کر ایک بار پھر قسمت آزمائی کے لئے تیار تھا۔ دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی۔ عدد انداز خاں نے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ لڑائی کا آغاز کیا۔ وہ اپنے ان سپاہیوں کے ساتھ ٹیلے پر چڑھا۔ دارا نے قراول خان کو مقابلہ میں بھیجا۔ لڑائی بڑے زور سے ہونے لگی۔ دوپہر کے قریب بہادر خاں توپ خانہ کے ساتھ آن پہنچا۔ پھر اورنگ زیب خود تشریف لایا۔ اس کا آنا تھا کہ لڑائی نے ایک خوفناک بھٹی کی صورت اختیار کر لی۔ یہ بھٹی شام تک بڑے

Marfat.com

زور سے چلی۔ دوسرے دن پھر پہلے سا عالم نظر آیا۔ دونوں طرف کے توپ خانے آگ برسا رہے تھے۔ اس عالم میں دوپہر ہوئی، دوپہر کے بعد لڑائی اور بھی تیز ہوگئی۔ گو سورج غروب ہونے پر سپاہیوں نے ہتھیار روک لئے مگر توپ خانے رات بھر گرجتے اور آگ برساتے رہے۔ تیسرے دن لڑائی نے نئی صورت اختیار کی۔ شیخ میر، دلیر خاں، شائستہ خاں کے صاحبزادے اور راجہ جے سنگھ اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ میدان میں اترے اس دن پہلے ہی حملہ میں پہاڑ کا مورچہ سر ہوا۔ شائستہ خاں کے صاحبزادوں نے اس دن بڑی ہمت کی۔ دلیر خاں راجہ جے سنگھ اور شیخ میر سب سے بازی لے گئے۔ لڑائی نے بہت زور پکڑا۔ شام ہوتے ہوتے شیخ میر اس دنیا سے سدھار گئے۔ دلیر خاں نے اس کا بدلہ شاہ نواز خاں سے لیا۔ شاہ نواز خاں کی موت دارا کی شکست کی تمہید بنی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ ڈوبتا سورج اپنے ساتھ دارا کے نصیب بھی لے ڈوبا۔ شاہ نواز کی موت کیا ہوئی دارا کی ساری فوج منتشر ہوگئی[1] کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں اندھیرے میں بھی لڑیں۔ لیکن یہ لڑائی کچھ ایسی تھی جیسے ایک پنڈ چھڑائے اور دوسرا لپٹتا چلا جائے۔ اورنگ زیب کے سپاہی لپٹ رہے تھے اور دارا کے ساتھی پنڈ چھڑا رہے تھے۔ یہ اندھیری رات تھی۔ اندھیرا ستار العیوب ہوتا ہوتا ہے۔ بیچارے دارا کو اس اندھیرے میں لپٹے لپٹے پھر ایک

---

[1] خافی خاں جزو دوم ص ۷۰۰-۷۰۱۔ عاقل خاں ص ۸۰-۸۸ عالم گیر نامہ ص ۳۱۹ ۳۱۸

Marfat.com

بار راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔

اس نے اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کیا اور گجرات کی طرف بھاگا۔ عاقل خاں کا بیان ہے۔ دارا متواتر تین دن تک بھاگتا چلا گیا۔ کہیں بھی ڈر کے مارے رکا نہیں۔ اس کا ڈر غلط نہ تھا۔ بہادر خاں اور راجہ جے سنگھ بیس ہزار سواروں کے ساتھ اس کے تعاقب میں تھے۔ جسونت سنگھ نے دارا سے جو بے وفائی کی تھی اس کے صلے میں اسے گجرات کی صوبیداری عطا ہوئی۔

اس دوران میں شہزادہ سلطان محمد میر جملہ کے ساتھ الہ آباد سے ہوتا ہوا اور اس پر قبضہ کرتا شاہ شجاع کے تعاقب میں بڑھا چلا گیا تھا۔ دارا کی طرح شجاع کے حوصلے بھی ماند پڑ گئے تھے۔ اس کے بھاگنے کے انداز بھی دارا ایسے ہی تھے جیسے جیسے شہزادہ سلطان محمد آگے بڑھتا شجاع پیچھے ہٹتا جاتا۔ شہزادہ سلطان محمد کی سواری جب پٹنہ آئی تو شجاع نے مونگیر میں پناہ لی۔ مونگیر پہنچ کر شجاع نے ذرا ہمت کی اور شاہی فوج کی پیش قدمی روکنے کے لئے ہر تدبیر کر لی۔ مگر شاہی فوج کے سر پر اقبال کا سایہ تھا۔ وہ عام راہ سے ہٹ کر کھڑک پور کی طرف سے ہوتی مونگیر آن پہنچی۔ شاہی فوج یہاں آئی تو شجاع نے یہاں سے بھی پسپائی اختیار کی۔ اور کو ہی پہنچ گیا۔ شاہی فوج پیچھے پیچھے چلی یہ راہ جس پر وہ روانہ ہوئی۔ گھنے جنگلوں اونچی، نیچی پہاڑیوں اور ویرانوں میں سے ہو کر آگے بڑھتی اس لئے اسے بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بادشاہ کی نگران آنکھ چونکہ ان کی راہ نمائی کر رہی تھی، اس لئے وہ ان مصیبتوں کو بڑی خوش سے

Marfat.com

برداشت کرتے خواجہ کمال کی جاگیر میں آن پہنچے۔

جس وقت یہ فوج یہاں پہنچی، اس وقت دارا شکوہ اجمیر کے نواح میں آچکا تھا۔ اور افواہیں شہرت پکڑ رہی تھیں کہ دارا کے نصیب پھر چمک اٹھے ہیں۔ افواہیں گو بے بنیاد تھیں، لیکن پھر بھی شاہی فوج پر ان کا کافی اثر پڑا، چار ہزار کے قریب سپاہی، شاہی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ افواہیں محض بے بنیاد تھیں۔ جب ادھر سے اورنگ زیب کی فتح و کامرانی اور دارا کی نامرادی کی مصدقہ اطلاعیں پہنچیں، تو فوج کی پریشانی دور ہوگئی۔ اور فوج ہولے ہولے پوری ترتیب کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ دونوں فوجوں میں کئی بار معرکے بھی ہوئے، لیکن ہر بار شاہی فوج جیتی۔ یہاں تک کہ سلطان محمد نے باپ سے غداری کی اور ایک رات اپنے خواص کے ساتھ شاہی چھاؤنی سے نکل کر چچا کے پاس جا پہنچا[1] شہزادہ سلطان محمد کی اس غداری نے گو شاہی فوج پر بہت برا اثر ڈالا، مگر میر جملہ یا خان معظم کے سبب حالات پھر قابو میں آگئے۔ میر جملہ نے بنگال کی تاریخ میں بڑا نام پایا ہے، اسے جو عظمت یہاں نصیب ہوئی۔ یہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آئی۔

جب تک شہزادہ سلطان محمد شاہی فوج میں موجود تھا اعلیٰ کمان اس کے ہاتھ میں تھی۔ خان معظم یا میر جملہ کی حیثیت ایک تجربہ کار اور بوڑھے مشیر کی تھی۔ فوج کی نقل وحرکت کی ذمہ داری سلطان محمد پر تھی۔

---

[1] عاقل خاں ص ۹۶ عالمگیر نامہ ص ۱۱-۲۱۰

Marfat.com

سلطان محمد کے جاتے ہی یہ بوجھ میر جملہ کے آزمودہ کار کندھوں پر آن پڑا اور گو اس کا مقابلہ دو شہزادوں سے تھا، گو اس کے مقابلہ میں شاہ شجاع اور شہزادہ سلطان محمد تھے، لیکن میر جملہ نے اپنی ہوش مندی دانائی اور سیاستدانی سے اس طرح کام لیا کہ دونوں بری طرح ناکام ہو گئے۔ سلطان محمد اس ناکامی سے متاثر ہو کر بہادر خاں کے ذریعہ پھر شاہی فوج میں آن ملا۔ بے وقوف سمجھا تھا باپ اسے معاف کر دے گا۔ لیکن یہ باپ وہ نہ تھا جو ایسی خطائیں معاف کر دے۔ اس نے حکم دیا سلطان محمد کو ہمارے حضور پیش کرو جب قیدی شہزادہ اورنگ زیب کے حضور لایا گیا۔ تو اسے بھی وہی سزا ملی جو مراد کو ملی تھی۔ گوالیار کے قلعے میں اسے بھی عمر بھر کے لئے نظر بند رہنا پڑا[1]

یہاں اورنگ زیب کی سیرت کا ایک اور گوشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جن لوگوں نے اس پر باپ اور بھائیوں سے بدسلوکی کا الزام لگایا ہے انہیں اس واقعہ پر انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔ خاص طور پر مراد کا معاملہ، ایک بار پھر پیش نظر رکھ کر اس کا مقابلہ سلطان محمد کے انجام سے کرنا لازمی ہے۔ مراد سے بھی غداری کی غلطی سرزد ہوئی تھی، اس نے بھی دشمن سے ساز باز کر کے اورنگ زیب کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اورنگ زیب نے اسے جو سزا دی۔ وہی سزا سلطان محمد کے حصے میں آئی۔ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ مؤرخین مراد کے ساتھ بدسلوکی کو سلطان محمد کے معاملہ

---

[1] عاقل خاں ص ۱۰۵

Marfat.com

جتنی حیثیت دیتے ، مگر ظالموں نے یہ نہیں کیا سلطان محمد کے ساتھ جو ہوا اسے تو معمولی واقعہ سمجھا ، مگر مراد کے قصتے کو وہ شہرت دی کہ زمین آسمان چیخ اٹھے ،

یہ نہ انصاف ہے اور نہ مؤرخانہ دیانت ہے ۔ مؤرخانہ دیانت کا تقاضا تھا کہ دونوں واقعات کو ایک ساتھ رکھ کر ان کے اسباب پر غور کیا جاتا ،

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اورنگ زیب کے نزدیک مشن ہر رشتے اور ہر تعلق سے زیادہ اہم تھا ۔ وہ ہندوستان میں ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا جس کی بنیاد عوام کی فلاح و بہبود پر رکھی جاتی ۔ ایسی حکومت کے قیام کی راہ میں باپ ، بھائی اور بیٹے کی رکاوٹ ناقابلِ برداشت تھی ۔ یہ خونی رشتے یقیناً قابلِ احترام تھے ، لیکن اس وقت تک جب تک وہ مشن کی تکمیل میں سدِ راہ نہ بنتے ۔

سلطان محمد اورنگ زیب کا عزیز ترین بیٹا تھا ۔ اس سے اورنگ زیب کو وہی محبت تھی ۔ جو شاہجہان کو دارا سے تھی ۔ شاہجہان کے پیش نظر کوئی بڑا مقصد نہ تھا ۔ کوئی اونچا مشن نہ تھا ، محض رشتہ ، محض محبت ہی سب کچھ تھی لیکن اورنگ زیب کے نزدیک اصل چیز مشن تھا ، رشتہ اور خونی تعلق ثانوی حیثیت رکھتا تھا ۔

سلطان محمد کا مسئلہ یوں ہی بیچ میں آن پڑا ، بات شجاع اور میر جملہ کی ہو رہی تھی ۔ میر جملہ نے شجاع کے مقابلہ میں جس ہنرمندی اور دانائی سے کام لیا ۔ اس سے شجاع کے حوصلے بری طرح ٹوٹ گئے ۔ اور آخر میں وہ وقت آیا ۔ جب شجاع

ﻟﻪ عاقل خاں ص ۹۶ تا ۱۰۳ - ۱۰۴

Marfat.com

کو بنگال چھوڑنا پڑا۔

عاقل خاں کا بیان ہے وہ حج کے ارادہ سے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں، اس نے آسام کے جنگلوں میں بڑی ناکامی اور بے لبسی کی موت پائی۔ عملِ صالح کے مصنف محمد صالح کے بیان کے مطابق شجاع کے بارے میں کسی کو صحیح طور پر کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ خافی خاں نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے[1]

شجاع نے اپنی موت آپ پسند کی، بدنصیب دارا جنگل میں بھاگتا ہوا پکڑا گیا اور دہلی لایا گیا۔ اس کی نمائش ہوئی اور پھر ذلت کی موت مرا۔ اس سے تو بہتر تھا وہ بھائی سے لڑتا ہوا میدانِ جنگ میں کام آتا۔ مگر نہ بہادر تھا نہ عقل مند۔ فقیروں اور سنیاسیوں کی صحبت میں رہ کر وہ بہادری، خودداری اور غیرت کے چلن بھول گیا تھا۔ بزدلوں کو ہمیشہ ذلت کی موت نصیب ہوئی ہے۔ دارا کو بھی یہ موت نصیب ہوئی تو اس پر نہ شور مچانے کی گنجائش ہے اور نہ شکوہ کی۔ وہ اپنے اعمال اور افعال و حرکات، عادات و اطوار اور مزاج کے سبب اس موت کا مستحق تھا۔

برنیئر، منوسی، ایشوری داس اور سرکار نے اس کی موت کی داستان بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ یہ تفصیل محض اس لئے دی گئی ہے کہ اورنگ زیب

---

[1] عمل صالح جز سوم عالمگیر نامہ ص ۵۱۶ خافی خاں جز دوم ص ۱۱۰

Marfat.com

رسوا ہوا اور اس کی عظمت کی چادر پر داغ ہی داغ دکھائی دیں۔ مگر یہ لوگ بھول گئے کہ دارا نے سموگڑھ کی شکست کے بعد تخت و تاج پر قبضہ پانے کے لئے کتنی شدید جدوجہد کی تھی۔ وہ کس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری جگہ سے تیسری جگہ بھاگا بھاگا پھرا، کیسے کیسے دشوار گزار راستوں سے گزرا محض موت سے ڈر کر ہی نہیں، اس خواہش کی بنا پر کہ کسی نہ کسی طرح تخت و تاج پالے۔

بعض ہندو اور انگریز مؤرخین نے اورنگ زیب پر طعن کیا ہے کہ اس نے اسے زندہ کیوں نہیں رکھا۔ جبکہ بے چارے نے اس سے زندہ رہنے کی درخواست کی تھی اور یقین دلایا تھا کہ وہ بادشاہت کے حصول کے لئے آئندہ کوئی کوشش نہیں کرے گا۔

دارا کی یہ درخواست رقعاتِ عالمگیری میں درج ہے۔ اس کے الفاظ تھے۔

بھائی صاحب من، بادشاہ من!

خیالِ بادشاہی اصلاً در دلِ نماندہ بشما و فرزندان شما مبارک وفکر کشتنِ من بخاطر مبارک ناحق است۔ اگر یک حویلی قابلِ سکونت و کنیز کے از کنیزانِ مخصوص، برائے خدمت عنایت شود، بگوشہ عافیت در دعاکے آں صاحب اشتغال نمائم۔[1]

یقیناً اس درخواست کے الفاظ دل پر بہت اثر کرتے ہیں خصوصیت سے

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ص ۳۰، ۳

Marfat.com

اس زمانہ جمہوریت میں، جب سیاسی قیدیوں کو حکومت وقت نظر بند کرکے ان کے ساتھ بڑا ہی شریفانہ سلوک کرتی ہے۔ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اورنگ زیب اگر دارا کو معاف کر دیتا تو یہ ایک بڑی بات ہوتی۔ یقیناً عفو کو نظام اخلاق میں سزا وانتقام پر ترجیح دی گئی ہے۔ لیکن قانون کی نگاہ، عفو پر ہمیشہ سزا کو مقدم رکھتی ہے۔ اگر دارا مجرم تھا۔ اگر دارا میں وہ عیوب تھے جو اورنگ زیب نے اس کی طرف منسوب کئے تھے، تو اس کو سزا دینا ضروری تھا۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے ملحد کی سزا قتل ہے۔ اگر دارا سچ مچ ملحد تھا تو اس کا قتل لازمی تھا۔ یوں بھی مفسدین کے لئے اسلام میں کوئی رحم نہیں ہے۔ اورنگ زیب نے بھی اس کی سزا یہی تجویز کی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سخت سے سخت مخالفین کو فتح مکہ کے وقت معاف فرما دیا[1]۔ اور اس طرح ایک غیر معمولی مثال دنیا کے سامنے رکھی تھی۔ اگر اورنگ زیب حضورؐ کی پیروی کرتا، تو دارا کو معاف کر دیتا، مگر اس نے اسے معاف نہیں کیا۔ اور قتل کرا دیا۔

عمل صالح کے مصنف نے دارا کی موت پر بہت آنسو بہائے ہیں۔ اس کی آنکھیں اس وقت بھی بہی تھیں جب دارا پکڑا ہوا دہلی آیا تھا۔ اور اورنگ زیب کے حکم سے اس کو ہاتھی پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا گیا تھا۔ دارا کے بعد اس کے بیٹے سلیمان شکوہ کی باری آئی۔ عمل صالح کے بیان سے

---

[1] طبری، ابن ہشام اور ابن اثیر (فتح مکہ)

[2] عمل صالح جزء سوم ص ۲۴۳

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان شکوہ کی موت میں اورنگ زیب کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ جیل کے پہرہ داروں نے اس غریب کو مارنے میں سعی کی تھی۔ اور اس کی موت کو اجلِ طبعی ظاہر کر کے مراد بخش کے پہلو میں دفن کر دیا تھا[1]

---

[1] عمل صالح جزء سوم ص ۳۲۵

Marfat.com

مُراد کا انجام

مراد کا قصہ، دارا شکوہ اور سلیمان شکوہ کی نسبت زیادہ الجھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ مراد کو گرفتار کرتے وقت اورنگ زیب نے اسے جان کی امان دی تھی اور خدا کو شاہد جان کر کہا تھا[1] برادر عزیز کی جان کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔

یہ امر واقع ہے کہ اورنگ زیب نے گو اس غیر محتاط شہزادہ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر رکھا تھا۔ لیکن اس نظر بندی کے باوجود اسے تمام سہولتیں حاصل تھیں۔ اسے باقاعدہ پنشن ملتی۔ یہ اتنی ہوتی کہ خافی خاں کے بیان کے مطابق، نصف میں مراد کے تمام اخراجات پورے ہو جاتے

---

[1] عاقل خاں رازی ص ۷۰

Marfat.com

آدھی رقم سے ایک لنگرخانہ چلتا، جس سے ان مفلسوں کو کھانا دیا جاتا۔ جو دربائے حصار قلعہ فقیر بنے بیٹھے تھے، اس لنگرخانے سے گوالیار کے اس قلعہ کے اس پاس سے گزرنے والے مسافروں کو بھی کھانا کھلایا جاتا۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں:

وآں چہ برائے خرچ آں گرفتار دوام اجل مقرر کردہ بودند نصف آں را، طعام پختہ، بجمعی از مغلاں کہ دربائے حصار قلعہ فقیر شدہ نشستہ بودند و مغلانی کہ مسافر وارد می شدند میخوارندند[1]

غالباً لنگرخانہ سے ان فقیروں کو کھانا کھلانے کا کام متواتر تین سال سے جاری تھا۔ لطف کی بات ہے کہ یہ فقیر کون تھے۔ جنہیں اورنگ زیب کے دیئے ہوئے روپے سے روزانہ کھانا کھلایا جاتا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مراد کے بہت وفادار خادم تھے۔ ان میں خافی خاں مؤرخ کے والد بزرگوار بھی تھے۔ اور اس سازش میں شریک تھے جو نہ جانے کب سے وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ سازش یہ تھی کہ مراد کو کسی وقت پہرہ داروں کی غفلت کے سبب قلعہ سے نکال لیا جائے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سازش کی پشت پر دربار شاہی کے مغل امرا میں سے کتنے لوگ تھے۔ لیکن اگر یہ سازش کامیاب ہو جاتی۔ تو ایک دوسرا فتنہ پیدا ہوتا، اور ہزاروں اشخاص کی جانیں ضائع ہوتیں۔

---

[1] خافی خاں جزو دوم ص ۵۶

Marfat.com

خافی خاں کے بیان کے مطابق، ایک رات کو جبکہ تمام دنیا سو چکی تھی مراد کو اطلاع دی گئی کہ فرار کی گھڑی آپہنچی۔ قلعہ کی فصیل پر کمند پھینکی گئی جس کے ذریعہ مراد کو نیچے اترنے کے لئے کہا گیا۔ اس فرار کے وقت مراد جیسے سادہ دل شہزادے سے یہ گوارا نہ ہوسکا کہ وہ اپنی جان سے زیادہ عزیزہ محبوبہ سوسن بائی کو ملے بغیر اتنا بڑا اقدام کرے۔

جب اس نے اسے جگا کر اپنے ارادہ سے آگاہ کیا تو وہ ضبط نہ کرسکی، چیخ چیخ کر رونے لگی۔ شاید بہادر نہ تھی محض جذباتی تھی کہ شوہر کی زندگی کی خاطر جذبات دبا نہ سکی۔

سوسن بائی کے چیخنے سے پہرہ دار بیدار ہو گئے۔ انہیں سوسن بائی کے اس طرح رونے پر سخت شبہات پیدا ہوئے۔ اسی وقت مشعلوں کی آگ اگلتی زبانیں فضا میں ہر طرف سانپوں کی طرح لہرانے لگیں۔ قلعہ کی ایک ایک جگہ دیکھی گئی۔ دیواروں کے ایک ایک چپہ پر نظر ڈالی گئی، تو ایک مقام پر کمند لٹکی دکھائی دی[۱]

ہم سازش کرنے والوں پر الزام نہیں دیتے، لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ صبر سے کام لیتے اور مراد کا ذاتی کردار سلجھ جاتا تو ہمیں امید تھی مراد رہا کر دیا جاتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح شہزادہ محمد معظم کو کئی سال کی قید کے بعد رہائی[۲] بخشی گئی تھی۔

ان احمق لوگوں نے اس طرح کی کوشش کر کے۔ مراد کے حق میں کانٹے

---

[۱] خافی خاں جز دوم ص ۱۵۷ [۲] احکام عالمگیری ص ۲۱

Marfat.com

ہوئے اور اس کی ذات سے متعلق نئے شبہات پیدا کر دیئے۔

خافی خاں یہ داستان لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے سیدھا اور واضح اقدام کرنے کی بجائے الجھا ہوا رستہ اختیار کیا۔ اور بعض ہوا خواہوں کی رہنمائی پر علی نقی کے بیٹوں کو اس بات پر آمادہ کیا وہ بڑے قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کریں۔ بڑا بیٹا تو اس بات پر آمادہ نہ ہوا البتہ چھوٹے بیٹے نے دعویٰ دائر کر دیا۔

خافی خاں کے علاوہ عملِ صالح کے مصنف نے بھی اس قصہ کو کسی قدر مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

چوں عقل با صلاح فاسد و رفع مفاسد حکم می فرماید در مفتیِ شرح ارتکاب ضرر خاص بجہت اکتساب نفع عام تجویز می نماید[1] جرم پسران علی نقی را کہ مدعی خون پدر بودند ہمراہ خواجہ بہلول بگوالیار فرستادہ بدو امر فرمودند کہ بعد از ثبوت شرعی مراد بخش را بقصاص رسانند[1]

قاضی صاحب گوالیار تشریف لے گئے۔ شہزادہ پر جرح کی، شہزادہ نے جواب میں ان سے کہا۔ بادشاہ اگر اپنے وعدوں کا خیال رکھ کر مجھ نامراد کے خون سے پرہیز کرتے تو ان کی سلطنت و دولت کو کوئی نقصان

---

[1] عملِ صالح جزو سوم ص ۳۴۲

Marfat.com

نہ پہنچتا، اگر خواہ ناخواہ، بادشاہ کی مرضی یہ ہے کہ اس ضعیف کا وجود بے سود درمیان میں نہ رہے تو اس قسم کے آدمی کے خون کو بہانہ بنانے سے کیا فائدہ[1]

بہر حال قاضی صاحب نے مراد پر جب جرح کی تو اس نے علی نقی کے قتل سے انکار نہیں کیا اور امرِ واقعہ ہے کہ مراد نے علی نقی کو قتل کیا تھا۔ اور علی نقی بڑا متقی اور پرہیزگار تھا۔ اور اسلامی قانون کی رو سے قتل ثابت ہو جانے پر قصاص لازم آجاتا ہے[2]

لیکن ہمیں خود یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ علی نقی کے وارث کوئی چار سال کے بعد اپنے باپ کے خون کے دعویدار کیوں ہوئے، اگر بادشاہ چاہتا تو شرعی حیلہ میں پناہ لے سکتا تھا۔ اسلام میں قصاص میں خون بہا بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ اگر مراد کو مارا نہ جاتا تو اورنگ زیب کے دامن پر یہ سرخ دھبہ نہ پڑتا۔ یہ محض، جذباتی جرح ہے۔ اورنگ زیب اپنے معاملات کو ہم سے بہتر سمجھتا تھا۔ اور وہ چونکہ شرعی نقطہ نگاہ سے امام تھا۔ اس لئے اسے ملت کی بھلائی کے لئے ایسے افراد کے قتل کی اجازت تھی۔ جن سے فتنہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہوتا۔

---

[1] عمل صالح جز سوم ص ۴۰ ۳-۴۴ ۳   [2] قرآن حکیم آیتہ قصاص

Marfat.com

شاہجہان کی موت

ہم نے پیچھے عرض کیا تھا باپ بیٹے کی خط وکتابت نے دونوں کے درمیان کی خلیج بڑی حد تک پاٹ دی تھی۔ بیٹا باپ سے بعض باتوں میں مشورہ بھی لیتا خود شاہجہان بھی کبھی کبھی اورنگ زیب کو مشورے دیتا رہتا۔ شاہجہان کی آخری زندگی گو ایک بوجھل غم میں بسر ہوئی۔ لیکن اسے ایک سکون میسر تھا کہ اس کے بچوں میں سے ایک بچی جہاں آرا ہر لمحہ اس کے پاس رہتی تھی۔

عمل صالح کے مصنف نے شاہجہاں کی اس المناک زندگی پر بڑا ہی مؤثر تبصرہ کیا ہے ہم اسے دہرانا نہیں چاہتے۔ تلخی بڑھے گی۔

بہر حال یہ زندگی اس بادشاہ کی زندگی تھی جسے بڑھاپے میں ایک بہت شاندار زندگی گزارنے کے بعد ایک طرح سے نظر بند رہنا پڑا تھا۔

ہم اس باب میں اورنگ زیب کی صفائی پیش نہیں کریں گے۔ اس نے

Marfat.com

بوڑھے باپ کو نظر بند کیا۔ اس لئے کہ اس کے خیال میں ملک و ملت کے حالات کا تقاضا یہی تھا۔

اپنے ان خطوط میں جو شاہجہان نے اورنگ زیب کے نام لکھے تھے۔ بیٹے سے کافی شکوے کئے تھے۔ مگر ان شکووں کے جواب میں، اورنگ زیب نے باپ سے بار بار ایک ہی بات کہی تھی کہ ملت کے مفاد کا تقاضا یہی ہے کہ آپ نظر بند رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دو ہی صورتیں عملی تھیں، ایک یہ کہ یا اورنگ زیب بادشاہت کرتا یا شاہجہان۔ شاہجہاں بادشاہت کرتا تو لازمی طور پر اورنگ زیب کی حیثیت کچھ نہ ہوتی۔

اورنگ زیب نے تخت کو زینت بخشی تو شاہجہان کی شاہی ختم ہوگئی۔

زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے آج جو بادشاہ ہیں۔ کل وہ فقیر ہوجاتے ہیں۔ دارا شجاع اور مراد بے چارے پہلے شہزادے تھے۔ پھر ان کی حالت کتنی مایوس کن ہوگئی تھی۔ ان سب کے مقابلے میں شاہجہان کی حالت بہت بہتر تھی۔ وہ اس وقت بھی باپ تھا۔ نظر بندی کے باوجود اورنگ زیب اسے اعلیٰ حضرت اور حضور پُرنور کہہ کر خطاب کرتا اور اسی طرح دوسرے شہزادے جب بھی اس کے حضور باریاب ہوتے۔ ویسے ہی رسوم ادا کرتے جو پہلے ادا کئے جاتے۔

Marfat.com

یہ تو قدرت اسے زندگی میں کوئی سزا دینا چاہتی تھی کہ وہ کوئی آٹھ سال تک زندہ رہا۔ اس کی موت چھبیس رجب ۱۰۷۶ھ ہجری کو اس کے عزل کے کوئی آٹھ سال بعد واقع ہوئی۔

وہ پہلے ہی کی طرح بارہ رجب ۱۰۷۶ھ ہجری کو سوموار کے دن بیمار پڑا۔ وہی بیماری تھی جو پہلے ہوئی تھی۔ اورنگ زیب کو جیسے ہی اس بیماری کی اطلاع ہوئی، اس نے یہ خبر بڑی پریشانی کے ساتھ سنی، اور حکیم مومن کو فوری احکام بھیجے کہ اعلیٰ حضرت کی صحت یابی کے لئے پوری کوشش کرے۔

یہ حکم بھیجنے کے ساتھ ہی، اس نے آگرہ جانے کی تیاریاں شروع کیں۔ عالمگیر نامہ[1] کے بیان کے مطابق شاہی قلعہ کے منتظمین کو ہدایات دے دی گئی تھیں کہ بادشاہ کے سفر کے انتظامات مکمل رکھیں، لیکن بعض ضروری امور ایسے تھے کہ ان انتظامات میں کئی دن لگ گئے اس تاخیر کی بنا پر اورنگ زیب نے سب سے بڑے بیٹے محمد معظم کو حکم دیا، اڑتا ہوا آگرہ جائے اور دادا کی خدمت میں حاضر ہو ۲۲ رجب کو محمد معظم دہلی سے آگرہ کے لئے روانہ ہوا۔

خافی خاں کا بیان، اس روایت سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ خافی خاں کہتا ہے کہ بادشاہ نے شہزادہ کو بہت تیز رفتاری سے آگرہ پہنچنے کا حکم اس

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۲۶

Marfat.com

وقت دیا جب اسے خبر ملی کہ شاہجہان کی حالت بہت خراب ہے۔
خافی خاں کے الفاظ ہیں :

درہمیں آوان معروض گردید کہ تغیر تمام بحال صاحب قرآن بہم رسیدہ وکار نزدیک بانتقال روضۂ جاودانی کشیدہ، ہماں روز پادشاہزادہ محمد معظم رابطریق ایلغار و استعجال برائے عیادت و دریافت احوال مرخص فرمودند ہنوز بادشاہ زادہ در راہ بود کہ خبر رحلت آں بادشاہ نیکو سیر ازیں زنداں سرائے بے اعتبار فانی بدار القرار جاودانی کہ اواخر رجب المرجب ۱۰۷۶ھ مطابق سال ہشتم جلوس جہاں راپدر دونمود بعرض رسید۔
از شنیدن این خبر ملالت اثر کوہ غم و الم دنیا و آخرت در دل آن پادشاہ حق آگاہ را یافت۔

شاہجہان کی موت نے وہ سارے ہنگامے سلادے جو اس کی زندگی میں اورنگ زیب کی وجہ سے اٹھے تھے۔ شاہجہان، بڑا اچھا اور بہت نرم مزاج بادشاہ تھا۔ لیکن ملت کی راہ نمائی کے لئے اس کی نہیں، اورنگ زیب کی ضرورت تھی۔

Marfat.com

نیابتِ الٰہی

Marfat.com

Marfat.com

یہ مسند

یہ مسند جس پر اورنگ زیب نے اتنی دشواریوں اور مشکلوں سے دوچار ہونے کے بعد قدم رکھا، اس کے آبا واجداد کے لئے پھولوں کی سیج تھی۔ مگر اس حساس اور فرض شناس فرمانروا نے اس مسند کو کانٹوں کی سیج بنالیا تھا۔ اس نے اس پر اس لئے قبضہ نہ کیا تھا کہ تعیش کی زندگی گزارے۔ اس نے اس کی طرف اس لئے ہاتھ بڑھائے تھے کہ اس تک پہنچے بغیر وہ ملت کی کوئی صحیح خدمت انجام نہ دے سکتا تھا۔ اس نے اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے مغل فرمانروا کو حکومت کرتے دیکھا نہ تھا۔ وہ ابھی دس سال کا بھی نہ ہوا تھا جب اچھے جہانگیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور شاہ جہان نے باپ کی جگہ لی تھی۔ دس سال کی عمر سے لے کر انچاس سال کی عمر تک۔ اس نے جس انداز حکومت کو رائج دیکھا۔ یہ وہ انداز نہ تھا جو اس کے مذہب یا اس کے ہادی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعارف کرایا تھا۔

Marfat.com

یہ انداز شاہی تو اس انسانیت کی توہین تھی، جس کی تبلیغ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

خافی خاں، عاقل خاں محمد صالح کنبو اور دوسرے مؤرخین نے جس شاہ جہان کو تقدس و نور کا پیکر قرار دیا ہے۔ وہ بھی اس اندھیرے میں مبتلا تھے۔ جو ملوکیت نے اس عالم میں پھیلا رکھا ہے۔ یہ مغل پادشاہی یا دوسری پادشاہیاں قطعاً اسلام کے مقاصد کے منافی تھیں۔ اسلام کسی ملوکیت کو جائز نہیں رکھتا۔ وہاں کسی فرد واحد کے لئے شاہی مخصوص نہیں ہے۔ کوئی باپ مرنے سے پہلے انسانوں کے کسی خاص گروہ چھوٹے یا بڑے مختصر یا طویل کو، اپنی مرضی سے، اپنی کسی اولاد کی ملکیت میں دینے کا قطعاً کوئی حق نہیں رکھتا۔ اسلام میں حکومت وسیادت صرف اس کو نصیب ہو سکتی ہے۔ جسے رائے عامہ اپنے میں سے سب سے زیادہ صالح سمجھ کر چنے یا امیر وقت، اپنی موت سے پہلے، اپنے صحیح وجدان، تجربہ اور رائے عامہ کے استصواب کے بعد کسی ایک صالح ترین فرد ملت کا انتخاب کر سکتا ہے[۱]

جس طرح اسلام میں اللہ کے نزدیک اکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اسی طرح مسند امارت پر بیٹھنے کا حق دار صرف وہ ہے جو اپنے کردار اور عمل صالح کے سبب ملت کے تمام افراد میں سے سب سے زیادہ اونچا ذہین و فہیم اور دور اندیش ہو۔

---

[۱] احکام السلطانیہ الماوردی (خلافت کا استحقاق)

Marfat.com

صرف دو طریقے ہیں جو اسلام کے نزدیک انتخابِ امیر میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ فاروق اعظم نے اپنے جانشین کے تقرر کے وقت یہی بات قوم سے کہی تھی، انہوں نے فرمایا تھا۔ میرے سامنے دو مثالیں موجود ہیں[۵] ایک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنہوں نے اپنے خلیفہ کا انتخاب نہیں کیا۔ انتخاب کے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ پھر مسلمانوں نے عام چناؤ سے آپ کے جانشین کا انتخاب کیا، دوسری مثال جناب ابوبکر صدیق کی ہے انہوں نے اپنے جانشین کو چنا، جناب فاروق نے ایک نئی راہ تجویز کی۔

ملت کے سب سے اونچے، سب سے بالا، سب سے زیادہ ذہین، نیکوکار اور بھروسے کے قابل چھ افراد کے ذمہ یہ خدمت لگا دی کہ وہ اپنے میں سے جسے چاہیں انتخاب کر لیں۔

ملت کے ایک گروہ نے، ان کی خدمت میں درخواست پیش کی ہم چاہتے ہیں آپ اپنے بیٹے کو ہمارا امیر نامزد کر دیجئے۔ حضرت فاروق رضؓ نے ان لوگوں کو ڈانٹا، یہ کبھی نہیں ہوگا۔ اسلام میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے، اور اس باب میں اس قدر سختی کی کہ اپنے بیٹے کو جو ملت کے سب سے زیادہ قابل چھ افراد میں سے تھے۔ حکم دیا تم دوسروں کے لئے رائے دے سکتے ہو، لیکن اپنا نام امیدواروں میں شامل نہیں کر سکتے۔[۶]

---

[۵] ابن خلدون جزء ثانی فاروق کی شہادت۔

[۶] ابن خلدون۔ جزء دوم واقعاتِ شہادت فاروق رضؓ۔

Marfat.com

اس بنیادی تعلیم کی بنا پر، ہمارے نزدیک، کوئی بھی مسلمان خاندان اس بات کا مجاز نہ تھا۔ کہ حکومت وسیادت کو محض اپنے خاندان تک محدود رکھے کسی بادشاہ کو خواہ وہ شاہ جہاں ہوتا یا جہانگیر، ملت کا امیر چننے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب کو بھی شاہ جہاں کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے، شریعت کی طرف سے اس بات کا حق نہ تھا کہ وہ تخت پر بیٹھتا۔ البتہ ملت کے ایک صالح فرد ہونے کے لحاظ سے، اسے اس جدوجہد کی اجازت ضرور تھی۔

لیکن اس کے آباواجداد خصوصیت سے اکبر کو تو قطعاً اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ شاہی تخت پر ایک دن کے لئے بھی بیٹھتا۔

Marfat.com

اکبر، حقدار نہ تھا:

لوگوں نے اسے ہمایوں کے بیٹے اور بابر کے پوتے ہونے کی حیثیت سے جس تخت پر بٹھایا تھا۔ وہ جبراً حاصل کیا ہوا تخت تھا۔ اگر وہ ملت کا ایک صالح اور امیر ہونے کے قابل فرد ہوتا۔ تو یقیناً اس کی ذاتی حیثیت قابل تسلیم تھی۔ لیکن ہمارے نقطۂ نگاہ سے اور تاریخ کی اس شہادت کے سبب جو ہم تک پہنچی ہے۔ اکبر ملت کا صالح فرد نہ تھا۔ نہ اس کے پاس علم ہی تھا، اور نہ نیکوکاری ہی تھی۔ نہ اس کا عمل صحیح تھا۔ اور نہ عقیدہ درست تھا۔ اس نے ہندوستان میں جس قسم کی حکومت کی بنا رکھی تھی، وہ قطعاً غیر اسلامی تھی۔ اگر اسلام دینِ الٰہی ہے اگر محمد مصطفےٰ ؐ کا تجویز کردہ نظامِ حیات انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔ تو اس کی رو سے اکبر جیسا بدعقیدہ شخص تخت کا حقدار نہ تھا، ایسے شخص کا وجود گمراہی اور تباہی کا سبب تھا۔ چہ جائیکہ وہ مسلمانوں کا امیر بنتا۔

Marfat.com

اس احمق اکبر نے اسلام کے آئین وضوابط کے بنیادی امور پر حملے کئے۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مقابلہ میں ایک نیا دین بنایا ایسا دین، جو محض تخریبی تھا۔

اس نے ہندوؤں میں برتری حاصل کرنے کے لئے خود کو کرشن گوپال کے بھروپ میں ظاہر کیا۔ اور ہندوؤں کے ایک خاص گروہ کو مجبور کیا۔ کہ دوسرے بتوں کی طرح اس کی بھی پرستش کیا کریں۔ ہر صبح ہندوؤں کا ایک گروہ اس کے حضور حاضر ہوتا۔ اور اس بتِ اکبر کی پوجا کرتا، جو ہبل اور لات وعزیٰ کی حیثیت حاصل کر گیا تھا۔ وہ خود کو خدا کے اوصافِ جمیلہ کا حامل سمجھتا۔ اس نے بعض بدعقیدہ علما سے یہ فتویٰ جبراً حاصل کیا تھا کہ اکبر کا فرمان خدائی فرمان ہے اور اس کی اطاعت لازمی اور مخالفت دنیوی اور اخروی عذاب کی موجب ہے[1]

ملا عبدالقادر بدایونی نے جو اکبر کے دربار سے متعلق تھے، لیکن وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اکبر کی حرکاتِ قبیحہ کے چہرہ سے پردہ اٹھایا ہے ملا صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ کہ اکبر کو اسلام سے اس درجہ نفرت تھی کہ اس نے محض اسلام کی ضد کے لئے اپنے حرم اور قلعہ کی دیواروں کے اندر سؤروں کے ریوڑ پال رکھے تھے اور ہر صبح ان کی زیارت اس طرح کرتا جیسے یہ ایک مذہبی فریضہ تھا۔

---

[1] منتخب التواریخ ۲، ۲۸۰

Marfat.com

۲۔ اس نے نماز۔ روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ممانعت کردی تھی۔ نہ وہ خود نماز پڑھتا نہ اپنے ماننے والوں کو پڑھنے دیتا۔ وہ نماز کی بجائے دن میں چار دفعہ سورج کی پرستش کرتا۔ سورج پوجا کے وقت، وہ سورج کے ایک ہزار ایک ہندی ناموں کا ورد کرتا۔ اسے یہ تک برداشت نہ ہوا کہ سنہ ہجری ہی کو رائج رہنے دے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اکبر کے اس دینِ الٰہی کے محرک شیخ مبارک اور ان کے دو بیٹے، ابوالفضل اور فیضی تھے۔

خصوصیت سے ابوالفضل اور فیضی نے جاہل اکبر کے ذہن کو بے حد متاثر کیا تھا۔ صاحبِ ماثر الامرا، شیخ عبدالنبی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں، کہ شروع شروع میں اکبر اسلام کا بے حد احترام کرتا۔ وہ شیخ صاحب سے حدیثیں سننے کے لئے ان کے مکان پر جایا کرتا۔ شیخ صاحب کی ترغیب سے اکبر ایک اچھا خاصا مذہبی فرمانروا بن گیا تھا۔ مگر جب ابوالفضل اور فیضی صاحبان آئے، انہوں نے جاہل اکبر کے ذہن کو اسلام سے دور ہٹا دیا۔ شیخ عبدالنبی پر بھی زوال آیا اور اسلام کے ساتھ بھی خطرناک حد تک زیادتی کی گئی۔

ابوالفضل اور فیضی یقیناً بڑے ذہین اور طباع تھے، لیکن ذہین ہونا اور چیز ہے اور مسلمان ہونا قطعاً اور۔

ان دونوں کی صحبت اور تعلیم سے اکبر، الحاد کی طرف بڑھا۔ نہ صرف ملحد ہی بنا اس نے نمرود کی طرح ایک طرح سے خدائی کا دعویٰ کیا۔ جیسے کہ ہم نے ملا بدایونی کے حوالہ سے لکھا، ظالم، معبود بن کر بیٹھتا، لوگوں سے کہتا میری پوجا کرو۔ اور خود سورج کی پرستش کرتا۔ ہندو اور انگریز مؤرخین نے

Marfat.com

اسے مغل بادشاہوں میں سب سے بڑا مغل قرار دیا ہے۔ یقیناً ہمیں اس سے اختلاف نہیں ہے، لیکن اس بڑائی کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے کہ ہلاکو اور چنگیز کی تھی۔ ہلاکو نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور مسلمان قوم پر ادبار نازل کیا۔ اکبر نے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک ایسے خوفناک الحاد کی تحریک چلائی۔ جس نے ان کے ایمان کو کند چھری کے ساتھ ذبح کر دیا۔

ظالم اس جہل کے باوجود جس سے وہ متصف تھا۔ خود کو، امام مجتہد اور خلیفہ برحق بھی سمجھتا۔ ظالم نے اپنے دور کے علماء سے زبردستی فتوے لے لیا تھا، کہ مجتہدین میں جو مسئلہ مختلف فیہ ہو، اس کا فیصلہ بادشاہ اپنی رائے سے کر سکتا ہے۔ اور بادشاہ کا فیصلہ ماننا ثواب کا کام ہے۔ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک نے۔ علما کے اس احمقانہ فتویٰ کی بڑی سخت مخالفت کی اور اس جبری فتویٰ کو قبول نہیں کیا۔[1]

شیخ عبدالنبی کی مخالفت بہت وزن رکھتی تھی۔ وہ سلطنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اکبر نے راہ ہموار کرنے کے لئے انہیں حج پر بھیج دیا اور حکم دیا اس وقت تک واپس نہ آئیں جب تک اس سے اجازت نہ حاصل کر لیں۔[1]

شیخ صاحب کو باہر بھیج کر، اکبر نے اسلام کی جڑوں پر خوب خوب

---

[1] ماثر الامرا جلد دوم ص ۵۶۲

کلہاڑے چلائے، شیخ صاحب برداشت نہ کر سکے، وطن آئے کہ اکبر کے پھیلائے ہوئے کفر کے خلاف جہاد کریں۔ بے چارے اسی جرأت کے سبب قید ہوئے اور پھر ابوالفضل کے ہاتھوں موت کے دامن میں جا سوئے[۱]

اکبر نے اس دور کے علمائے حق کے ساتھ جو زیادتیاں کیں، ماثرالامرا میں ان کی تفصیل ملتی ہے۔

اکبر، اس دور کا سب سے بڑا دشمن اسلام تھا۔ اس نے اسلام کی جڑوں پر کلہاڑا چلایا، اور محض اپنی جہالت اور سیاسی اغراض کے سبب، اسلام اور مسلمان علماء کو رسوائی بخشی۔ اکبر کے اس طریق کار کے خلاف علمائے حق نے جہاد کے فتوے دیے۔

حضرت ملا محمد یزدی، محمد معصوم کابلی، معصوم خاں فرخ آبادی، میر حضر الملک نیابت خاں اور کئی دوسرے علما نے اکبر کے خلاف جہاد کیا۔ اکبر کی فوجوں نے ان علماء پر بہت سختیاں کیں اور ان کے ساتھیوں کو مروا ڈالا۔ خود ان کو اکبر نے جونپور سے فیروزآباد منگوایا۔ اور پھر ایک کشتی میں سوار کرا کر دریا میں ڈبو دیا۔ بنگال کے قاضی یعقوب کا بھی یہی حشر ہوا۔ ہندوستان کے تمام دوسرے علما اور فقہاء بھی زیر عتاب آئے۔ ان میں کئی مروا دیئے گئے۔ اور کئی کو جلا وطنی کی سزا دی گئی[۲]

اکبر اس درجہ گستاخ اور غیر ذمہ دار فرمانروا تھا کہ اس کے سامنے، اس

---

[۱] ماثر الامرا جلد دوم ص ۲۲۵۔۲۲۵ [۲] تاریخ بدایونی ص ۲۸۵

Marfat.com

کے چھیتے قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو غلیظ غلیظ گالیاں دیتے اور وہ خاموشی سے سنتا رہتا۔ ابوالفضل کی جسارت تو اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ بعض علما کی کتابوں کو قرآن سے بہتر سمجھتا[1] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر پھبتیاں کستا۔

ہم جانتے ہیں کہ اکبر کی ان حرکات کا مقصد ایک تو یہ تھا کہ اکبر اپنی جہالت کے باوجود وقت کا سب سے بڑا انسان مان لیا جائے۔ دوسرے، ہندو خصوصیت سے راجپوت اس کے ہو جائیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ہندوؤں میں اس نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کر لی تھی، لیکن مسلمان علما اور خواص کا ایک بڑا طبقہ اس سے متنفر ہو گیا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس تنفر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ جو اصحاب تفصیل چاہیں ملا صاحب کی کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

ہم نے اکبر کا ذکر محض اس لئے کیا کہ پڑھنے والے جان سکیں کہ اکبر قطعاً مسلمان نہ تھا۔ خود اسے اس بات کا اقرار تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، وہ شخص جو مسلمان نہ ہو جو ہبل ولات وعزیٰ کی طرح اپنی پوجا کرائے۔ جو پرلے درجہ کے جاہل ہونے کے باوجود، امام برحق اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے، ملت اسے کبھی اپنا مذہبی رہنما بنانے پر آمادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور کے مسلمانوں نے اسے اپنا رہنما نہ مانا۔

---

[1] ماثر الامرا جز دوم ص ۳۸۵، ۳۸۶

Marfat.com

یہ الگ بات تھی کہ وہ فرمانروا تھا، ویسا ہی فرمانروا جیسے کہ دوسرے جابر غیر مسلم فرمانروا تھے۔

ہم اس تلخ نوائی پر معافی چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اسلامی آئین کی رُو سے اکبر جیسے عقاید باطلہ رکھنے والے شخص کو قطعاً امیر نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ یوں جبراً تو یزید بھی برسر اقتدار آیا تھا۔ یوں جبراً تو ہلاکو خاں نے بھی مسلمانوں پر حکومت کی تھی۔

Marfat.com

اورنگ زیب اکبر کی ضد تھا

اگر اکبر اتنی بے ہودہ روش اختیار نہ کرتا، تو ہمیں یقین ہے، وہ سارے واقعات رونما نہ ہوتے جو اورنگ زیب کے وقت در پیش آئے اورنگ زیب قطعاً اکبر کی ضد تھا۔ اور قدرت نے ہی نہیں ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے اس لئے آگے بڑھایا تھا کہ وہ اکبر کے تخت پر بیٹھ کر اکبر کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق بنے اور ہندوستان کے مسلمانوں میں حیاتِ نو پیدا کرے۔

ہم نے پیچھے اورنگ زیب کے خیالات سے بحث کرتے وقت یہ حقیقت واضح کی تھی، کہ اورنگ زیب نے جب اپنے باپ کے مسلک کے خلاف بغاوت کی۔ تو اسے کامیاب بنانے والے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ مسلمانانِ ہندوستان اب یہ کسی طرح برداشت نہ کر سکتے تھے کہ ان کی تقدیر ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ جو اکبر کی طرح اسلام کا مخالف ہو۔

Marfat.com

جو وہی طریق کار اختیار کرے جو اکبر نے کیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکبر کے خلاف سوائے جہانگیر کی بغاوت کے کوئی دوسری بڑی بغاوت نہیں ہوئی۔ بے چارے علما نے جو بغاوت کی تھی، وہ کوئی بڑی بغاوت نہیں تھی۔ ان کے ماننے والوں نے، محض چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں اکبر کے خلاف احتجاج کیا تھا، لیکن اس حقیقت کے باوجود مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کے دل اکبر سے متنفر ہو چکے تھے، اگر اکبر کا جانشین جہانگیر بھی اس مسلک کا پابند ہوتا جس کا آغاز اکبر نے کیا تھا، تو مسلمانوں کی نفرت حکمران خاندان کے خلاف پہلے سے زیادہ پھیل جاتی۔ جہانگیر گو آزاد خیال تھا۔ لیکن اس نے کسی وقت اور کسی لمحہ، اس قسم کی بے راہ روی نہیں دکھائی۔ اس نے گو اعلانیہ شراب پی، لیکن اس میں وہ الحاد قطعاً نہ تھا جو اکبر میں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ نفرت کسی قدر بٹ گئی۔ شاہ جہان کے زمانہ میں یہ نفرت اور بھی کم ہوئی۔ اس لئے کہ شاہ جہان باپ دادا کے مسلک سے قطعاً ہٹا ہوا تھا۔ گو اس کا کردار انقلابی نہ تھا، گو ہم اس کے کردار کو ایک صالح مسلمان کا کردار نہیں کہہ سکتے، تاہم وہ ایک خاص نظریہ کا حامل مسلمان فرمانروا یقیناً تھا، لیکن ایسا فرمانروا جسے ملت امام نہ مان سکتی تھی جس کے سیاسی نظریے خالص اسلامی نہ تھے۔

ملت شاہ جہان کے زمانہ میں بھی ایک ایسے مرد مسلمان کی آمد کی منتظر تھی جو اسلام کے احیا کا سبب بنے۔ اور جب اورنگ زیب کی صورت میں ملت کو ایسا فرد مل گیا، تو اس نے اسے نہ صرف اپنا فرمانروا مان لیا۔

Marfat.com

اس سے اس طرح محبت کی جس طرح اس نے پہلے مقدسین سے کی تھی۔

ہمارے نزدیک اکبر کے پھیلائے ہوئے الحاد و بے دینی اور غلط سیاست کو اورنگ زیب عالمگیر ایسے وجود کے سوا کوئی دوسرا مٹا نہ سکتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس مردِ مجاہد نے جب ملّت کی امامت اپنے ہاتھ میں لی، تو وہ اسلام کے تمام تقاضوں سے باخبر تھا۔ اور جانتا تھا کہ ملت کی امامت کے فرائض کیا ہیں۔ مغل بادشاہوں میں وہ پہلا فرمانروا ہے جس کو یہ احساس ہوا کہ شاہی خزانوں میں جو کچھ جمع ہے، اس کے مالک بادشاہ نہیں، عوام ہیں۔ شاہی جواہرات اور مال و متاع عوام کی ملکیت ہیں۔ اس نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار اپنے اس خط میں کیا جو اس نے باپ کے نام شاہی جواہرات کی واپسی کے متعلق لکھا تھا۔

اس نے لکھا:

"خزائن و اموالِ ملاک، وسلاطین بر مصالح ملک و ملّت است، نہ ملک و میراث۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی شہادت کے بعد، جتنے مسلمان بادشاہ موروثی حق کی بنا پر برسرِ اقتدار آئے، ان میں سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کوئی دوسرا ایسا نہ تھا جسے یہ احساس ہو کہ بادشاہوں کے خزانوں میں جو کچھ ہے اس کے مالک بادشاہ نہیں عوام ہیں، یہ سب کچھ ان کا ہے، جن پر بادشاہ حکومت کرتے ہیں۔

لے رقعات عالمگیری ص ۲۲۴ / ۱۳۰

Marfat.com

ابوعبید کی روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہی خزانہ کی طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہتے یہ تمہارا مال ہے اسے لے جاؤ۔[1]

ہمیں اعتراف ہے کہ اورنگ زیب نے باپ سے گستاخی کی۔ دارا، مراد، شجاع اور ان کے بعض بچوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ لیکن اس کے سوا کون دوسرا ایسا بادشاہ تھا۔ جس نے شاہی خزانوں پر قبضہ پاکر، انھیں عوام کی امانت سمجھا۔ کون ایسا تھا جس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے، جو اور مکی کی خشک روٹی کھائی۔ اس لئے کہ وہ عوام کی دولت میں خیانت کو سب سے بڑا جرم سمجھتا تھا۔ وہ اپنے روزینے کے لئے ہر روز قرآن کی کتابت کرتا اور اس طرح حلال روزی کماتا۔

کیا، اورنگ زیب پر باپ سے گستاخی اور برادرکشی کا الزام دینے والے ہندو اور انگریز مؤرخین نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا کی، کہ اورنگ زیب نے اپنے باپ اور بھائی سے جو لڑائی لڑی، وہ وراثت پر قبضہ کرنے کے لئے نہیں محض اس لئے لڑی کہ عوام کے غصب کئے ہوئے حقوق ان کو دلوائے۔

ہندو اور انگریز مؤرخین کو یہ حقیقت معلوم نہیں ہے کہ گو اسلام میں یقیناً رشتہ داروں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے، لیکن ایمان و اسلام کا مسئلہ جب بیچ میں آن پڑتا ہے، تو اسلام پر باپ بیٹے بہن اور بھائی

---

[1] کتاب الاموال جلد دوم ابوعبید ص ۲۰۱

Marfat.com

سب کو قربان کر دینا ضروری ہوجاتا ہے۔ اسلام میں سچے ایمان کی پہچان یہی ہے صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے مجھے اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ جانا، اس کا ایمان ناقص ہے۔

جنگ بدر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بیٹے عبدالرحمان نے اپنے باپ سے کہا۔

اے باپ تو میرے تیر کی زد پر کئی بار آیا، لیکن میں نے تجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا اور نشانہ کا رخ پھیر لیا۔[1]

ابوبکر رضؓ نے جواب دیا:

خدا کی قسم اگر تم میرے تیر کی زد پر ایک بار بھی آتے تو میں کبھی اپنا رُخ نہ پھیرتا۔ تجھے قطعاً مار دیتا۔

اسلام میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جنگِ بدر اور احد میں مسلمان فرزندوں نے کافر باپوں کے خلاف تلوار اٹھائی۔ حضرت عکرمہ رضؓ بن ابی جہل نے باپ کے خلاف جنگ کی۔ ابنِ دہبل نے باپ کے خلاف جنگ ہی نہیں کی، ایک عظیم الشان محاذ بنا کر باپ کے کئے ہوئے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔[2]

اورنگ زیب کو یہ سب کچھ معلوم تھا، کہ اسلام میں ایسی گھڑیاں بھی آتی ہیں، جب بیٹے کو باپ کے خلاف اور بھائی کو بھائی کے مقابل ہونا پڑتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان

Marfat.com

جن لوگوں کو عقیدہ و ایمان کی عظمت کا احساس ہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ ایمان کے مقابلہ میں تمام رشتے ہیچ ہوتے ہیں۔ اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں، کہ اورنگ زیب نے باپ سے گستاخی کی تو ایمان و اسلام کی خاطر، اگر اس نے دارا کو رسوائی بخشی اور موت کے دامن میں سلایا تو اسلام و ایمان کی خاطر، مراد کے گلے پر کند چھری پھروائی تو ایمان و اسلام کی خاطر اس کا ایمان تو اس قدر مضبوط تھا کہ اس نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو محض اس لئے نظر بند کر دیا تھا کہ اس کے وجود سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھنے اور مسلمانوں کے خون کے ناجائز بہنے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔

لوگ اورنگ زیب کو وہمی کہتے ہیں اور اس کے وہم کو ان تمام حرکات کا ذمہ دار ٹھیراتے ہیں، لیکن امرِ واقعہ ہے کہ اس نے یہ سارے کام اس لئے کئے کہ اس کے عقیدہ کے مطابق شاہ جہان، دارا سے ہم نوائی کر کے الحاد و زندقہ کی سرپرستی کرنا چاہتا تھا اور اس نے ملت کے خزائن پر جبراً قبضہ کر رکھا تھا۔

Marfat.com

میزانِ عمل

اسلام میں دو ہی چیزیں سب سے بڑی سند ہیں صحتِ عقیدہ اور عملِ صالح، اورنگ زیب کے عقیدہ کے بارے میں ہم نے جو اشارات پیچھے کئے ہیں اس کی صحت سے کسی کو مجالِ انکار نہیں۔ اور اس کا عمل، تو اس دور میں اپنی مثال آپ تھا۔ اپنوں ہی نے نہیں غیروں نے بھی، اس بات کی داد دی کہ یہ انسانوں میں سے مکمل انسان اس درجہ نیک تھا کہ نہ صرف نماز و عبادات کی پابندی کرتا۔ بلکہ جون، جولائی کی سخت گرمی میں روزے بھی رکھتا۔

برنیر[1] کہتا ہے کہ اورنگ زیب کی حکومت کے پانچویں سال کا رمضان

---

[1] برنیر سفرنامہ ص ۱۲۳

Marfat.com

جب آیا تو دہلی میں غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔ لیکن اورنگ زیب اپنی کمزوری کے باوجود، دن بھر روزہ رکھتا۔ اور حکومت کے سارے کام کاج بھی کرتا۔ اور شام ہوتی، تو درویشوں اور دنیا سے بے زار فقیروں کا سا کھانا کھاتا جس میں جوار مکئی کی خشک روٹی ہوتی¹ اور رات بھر عبادت کرتا۔ اور کبھی اگر نیند اس کی آنکھوں پر غلبہ پالیتی تو وہ جیسے ہی جاگتا گھبرا کر پھر عبادت کرنے لگتا۔ وہ اپنے رب کے حضور یہ ثبوت دے رہا تھا، کہ پادشاہت نے اس کے ایمان والیقان میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں کی۔

برنیر کہتا ہے کہ اس پادشاہِ دہلی نے یوں مہینہ بھر روزے رکھ رکھ اور رات رات بھر عبادت کر کر، اپنی صحت بگاڑلی اور خوفناک بیمار پڑا، عالمگیر نامہ کے مصنف نے اس علالت کی تفصیل کئی صفحات میں بیان کی ہے۔

مگر برنیر کے الفاظ بڑے موثر ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی بیماری کے دوران میں کیا مجال تھی کہ حکومت کے کسی کام میں کوئی رخنہ پڑا ہو۔ کہیں کسی قسم کا انتشار پیدا ہوا ہو۔ شاہجہان کی بیماری کی طرح، اس کی بیماری کی خبر کہیں چھپائی نہ گئی۔ پورے ملک کو معلوم تھا کہ وہ بیمار پڑا تھا۔ لیکن کسی کا جی نہ چاہا کہ شرافت وانسانیت کے اس پتلے کے خلاف کسی قسم کا کوئی ہنگامہ کرے۔

برنیر نے دانش مند خاں کے الفاظ دہرائے ہیں کہ

اپنی بے پناہ قوت ایمان کے بل پر اورنگ زیب نے بیماری پر فتح پائی۔

---

¹ ماثر عالمگیری ص ۵۰۵

Marfat.com

لیکن کیا عجیب کردار تھا کہ صحت پلٹتے ہی پھر عوام کی خدمت میں لگ گیا۔
ماثرِ عالمگیری میں اورنگ زیب کے ذاتی کردار سے متعلق ایک مختصر بیان درج ہے۔ ہم ذیل میں اس کا ملخص پیش کر رہے ہیں تاکہ پڑھنے والے جان سکیں کہ مردِ غازی کا عمل کیا تھا۔

باقتضائے سعاداتِ فطری در مراتبِ دینی بہ کمالِ رسوخِ انصاف داشتند۔

وہ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی اپنے اوپر ضروری سمجھتا عموماً وضو سے رہتا۔ اور کلمۂ طیبہ اور دوسرے اذکار ادعیہ ماثورہ پڑھتا رہتا۔ فرض نماز اوّل وقت میں ادا کرتا۔ کوشش کرتا کہ مسجد میں یہ فریضہ ادا کرے۔ وہ جماعت کی پابندی ضروری سمجھتا محض فرائض ہی نہ پڑھتا، تمام سنتیں اور نوافل کی پابندی بھی کرتا، عام مہینوں میں ہر ہفتے تین نفل روزے رکھتا دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو لازمی طور پر روزے سے ہوتا۔ رمضان کے مہینے کے روزے بڑی پابندی سے رکھتا، جاگنے کی راتوں کو رات بھر عبادت کرتا۔ یہ راتیں مسجد کے مقصورہ میں کاٹتا۔

آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف میں بیٹھتا، گو حج کے لئے نہیں جا سکا تھا۔ لیکن دل میں بڑی تڑپ تھی کہ حج کے لیئے جائے

صاحب ماثرِ عالم گیری کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے کبھی ذاتی غصے اور استیلائے نفس کی خاطر نہ کسی فردِ نوعِ انسانی کو قتل کیا اور نہ کوئی آبادی ویران کی۔

Marfat.com

ہرگز باقتضائے قوتِ غضبی و استیلائے نفس بانہدام و تخریب بنائے حیاتِ فردے از افرادِ نوع انسانی حکم نمی فرمودند[1]

اورنگ زیب کو ہر قسم کی لغویات اور لہو و لعب کی چیزوں سے نفرت تھی۔

اورنگ زیب نے کبھی کسی وقت بھی نہ خلوت میں اور نہ جلوت میں، کوئی ریشمیں یا سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا لباس زیب تن کیا[2] بہت سادہ لباس پہنتا جس میں پیوند لگے ہوتے۔

عدل و انصاف کا اس قدر دلدادہ تھا کہ روزانہ تین دفعہ اور کبھی دو دفعہ کچہری لگا کر بیٹھتا۔ ہر ایک کو اجازت تھی کہ اس کچہری میں آن کر بڑے سے بڑے امیر اور حاکم اعلیٰ کے خلاف اپنی شکایات پیش کرے۔ استغاثے لائے ایسے لوگوں کو اس کی کچہری میں آنے سے قطعاً کوئی روک نہ سکتا تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ مستغیث کو اس کے حضور پہنچنے سے منع کرے۔ اورنگ زیب ہر ایک کی شکایت سنتا، اور اس سے پورا انصاف کرتا۔ دوران استغاثہ میں اگر کسی شاکی سے کوئی بات سخت بھی نکل جاتی یا وہ گستاخی بھی کرتا تو اورنگ زیب کی پیشانی پر کوئی بل نہ پڑتا۔ رعایا کے جو افراد اورنگ زیب کو اس وقت سخت الفاظ کہتے۔ اورنگ زیب انہیں برداشت کرتا۔ وہ کہتا اس قسم کے الفاظ سننے سے نفس کو تحمل کی عادت پڑتی ہے[3]

---

[1] ماثر عالم گیری ص ۵۲۶ [2] ماثر عالمگیری ص ۵۲۷ [3] ایضاً

Marfat.com

اورنگ زیب کوئی ایسا کام نہ کرتا جس سے عام مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا۔

ہر قسم کے بدمعاش، چور، اچکے، لٹیرے اور جرائم پیشہ، دارالخلافت سے نکال دیئے گئے تھے۔ تمام مملکت کے ہر اطراف میں، یہ فرمان جاری کر دیا گیا تھا کہ کوئی حاکم کسی مجرم یا جرائم پیشہ کو پناہ نہ دے۔

ہر حاکم صوبہ، ضلع، تحصیل کو حکم تھا کوئی فیصلہ ایسا نہ کریں جو شریعت کے خلاف ہو، کسی ایسے عمل کے ارتکاب کی جرأت نہ کریں۔ جسے شریعتِ اسلامیہ ناجائز سمجھتی ہو۔

اس نے دارالخلافہ اور مملکت کے دوسرے صدر مقامات میں سرکاری خرچ سے ایسے متعدد محتاج خانے کھول رکھے تھے جہاں کمزوروں، اپاہجوں اور دوسرے معذوروں کو روزانہ دونوں وقت اچھی اور عمدہ قسم کی خوراک بہم پہنچائی جاتی۔ اس نے ہر کہیں اور ہر جگہ سرائیں بنوا دی تھیں، کہ مسافر وہاں مفت آرام کریں۔ ان سے کسی قسم کا کوئی خرچ وصول نہ کیا جاتا۔ مملکت کے ہر حصہ میں بنی ہوئی مساجد کی حفاظت و نگرانی اورنگ زیب نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ ہر مسجد کی ترمیم و مرمت حکومت کے خزانے سے کی جاتی۔ پورے ملک کی ہر مسجد کے امام اور مؤذن کو اس کے علاقے کے شاہی خزانے سے مقررہ تاریخ پر تنخواہ مل جاتی۔ اس کام پر خزانہ ہر سال بہت بڑی رقم صرف کرتا۔

پوری مملکت کے مدرسوں اور تعلیمی اداروں کے اخراجات شاہی خزانہ سے ادا

Marfat.com

ہوتے، کہیں کوئی عالم ایسا نہ تھا جسے بھوکا رہنا پڑتا۔ حکومت ان سب کو تنخواہ دیتی[1]

یہی نہیں مملکت کے ہر حصہ میں تعلیم مفت دی جاتی، ہر طالب علم کو نہ صرف کتابیں مفت ملتیں۔ اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کھانے پینے اور لباس کے تمام اخراجات اورنگ زیب کا خزانہ ادا کرتا[2]

عدالتوں پنچائتوں اور عوام کے دوسرے اختلافات کو حل کرنے کے لئے، اورنگ زیب نے ہندوستان کے بہت ممتاز اور مشہور علمائے قانون کو جمع کرکے ایک "تعزیراتِ ہند" تیار کرائی۔ یہی تعزیرات' فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے[3]

اورنگ زیب کو اپنی رعایا کا اس درجہ خیال تھا کہ اس نے تمام امرائے سابقہ کی غصب کی ہوئی متروکات، جائدادیں اور اموال، ان کے ورثا کو واپس کر دیئے، اور ہر جگہ فرمان بھجوا دیئے کہ کوئی سرکاری عامل کسی کی جائداد و مال کو غصب نہ کرے، اور اس باب میں شریعتِ اسلامیہ کے احکام کی سخت پابندی کی جائے[4]

اورنگ زیب کے کمالاتِ کسبیہ ہیں سے تتبع علوم دینیہ بھی تھا۔ وہ قرآن تفسیر، حدیث و فقہ کی کتابیں بڑی دلچسپی سے پڑھتا، امام حجۃ الاسلام محمد غزالیؒ اور دوسرے بزرگوں کی کتابیں بھی اس کے زیر مطالعہ رہتیں، وہ اپنے وقت کو

---

[1] [2] مآثرِ عالمگیری ص ۵۲۶ [3] [4] مآثرِ عالمگیری ص ۵۳۱

Marfat.com

تعیش اور عورتوں اور شراب کی صحبت میں بسر نہ کرتا۔ وہ عبادت وریاضت اور مطالعہ کے سوا کوئی دلچسپی نہ رکھتا۔

اورنگ زیب نے ایک حاکم کی جو صفات اپنے باپ کو اپنے ایک مکتوب میں لکھی تھیں وہ خود ان تمام سے متصف تھا۔

اس نے عوام کی بھلائی کے لئے ہر مقام پر سرکاری لنگر کھولے، کسانوں اور کاشتکاروں کو بڑی بڑی رقمیں عطا کیں کہ ان کی حالت سنور سے، ایک وہ زمانہ تھا کہ اسے پچاس ہزار کی رقم کسانوں کو دینے کے لئے بادشاہ سے اجازت لینی پڑی تھی۔ اب وہ خود اجازت دینے والا تھا۔ اس نے کسانوں کو خوب خوب تقاوی دیں، کہ وہ اپنے کاروبار کو چلا سکیں۔

اس کی تاج پوشی کے وقت تک عوام ٹیکسوں اور محصولوں کے بوجھ تلے دبے تھے۔ ان کی خوراک، ان کے لباس، ان کی آمدورفت اور جانور تک محصول سے آزاد نہ تھے، مغل بادشاہوں کے محلوں اور تعیش کے اخراجات ان محصولوں اور ٹیکسوں سے پورے ہوتے۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی ان مغل بادشاہوں کے خلاف ایک ردِ عمل تھی، اس نے تخت نشینی کے وقت جو فرامین جاری کئے ان میں ان ٹیکسوں کی معافی بھی تھی، خافی خاں نے اسی ٹیکسوں اور محصولوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہیں اس عوامی بادشاہ نے موقوف کیا۔

ہر قسم کی بیگار، غلہ کی آمدورفت۔ بیلوں کی خرید وفروخت، نقل وحمل دوکانوں، مکانوں، سڑکوں اور راہوں کے ٹول اور محصول اٹھا دیئے۔

Marfat.com

عوام سے تعلق رکھنے والی جو چیز بھی تھی خصوصاً خوراک ہر قسم کے محصول سے آزاد کر دی گئی۔[1]

بڑے شہروں میں خصوصاً[2] آگرہ، دہلی، لاہور اور برہان پور میں جو چیز بھی باہر سے آتی۔ اس پر محصول لگتا۔ بعض سڑکیں ایسی تھیں، بعض پہاڑی علاقے ایسے تھے۔ جہاں راہ داری اور پنڈاری قسم کی چنگیوں کا رواج تھا۔ صرف راہ داری سے حکومت کو پچیس لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی تھی۔ دوسرے محصولوں کو اگر شامل کر لیا جائے تو سوا کروڑ روپے کی آمدنی کے محصول' اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے بعد معاف کر دیئے۔

موجودہ دور میں اس قسم کے محصول بہت عام ہیں، کوئی شہر ایسا نہیں جہاں گھی، غلے، سبزیاں اور پھل، چنگی اور محصول کے بغیر آتے جاتے ہوں۔ ہر ایک کو معلوم ہے یہ عوام کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ ان پر ٹیکس لگانے کے معنی عوام پر بوجھ ڈالنا ہے۔ اورنگ زیب عوامی بادشاہ تھا۔ جَو اور مکی کی روٹی کھانے والے اور ننگی زمین پر سونے والے اس تاجدار کو عوام کی ہر پریشانی اور اضطراب کا احساس تھا۔ اس نے اپنی ساری قلمرو میں سے کھانے پینے کی ہر چیز سرکاری چنگی اور محصول سے آزاد کر دی۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں، ہر علاقہ اور ہر صوبہ میں کھانے پینے کی چیزیں آزادانہ آنے جانے لگیں۔

---

[1] مآثر عالمگیری ص ۲۱ [2] خافی خاں جزو دوم ص ۸۰، ۸۸، ۸۹ عالمگیر نامہ ص [illegible]

Marfat.com

یہ وقت عوام پر کافی نازک تھا۔ تخت نشینی کے سلسلہ میں جو لڑائی ابھی ابھی ختم ہوئی تھی۔ اس کا اثر عوام کی اقتصادی زندگی پر کافی پڑا تھا۔ اورنگ زیب نے تمام محصول معاف کر دیئے اور غلہ کی آمد و رفت اور نقل و حمل آزادی سے شروع ہوئی، تو عوام نے گھی کے چراغ جلائے۔ اور اس شخص کے حق میں دعائیں کیں جس نے ان کے دکھ کو محسوس کیا تھا۔ محض شاہی علاقے ہی اس کے کرم سے فیض یاب نہیں ہوئے، دیسی ریاستوں اور جاگیرداروں سے بھی اورنگ زیب نے عوام کو یہ سہولتیں دلوائیں۔ ان کو فرداً فرداً لکھا عوام کو اس بوجھ سے نجات دے دیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہر جگہ اس فرمان کی تعمیل نہیں ہوئی، لیکن ملک کے اکثر حصے کو اس سے فائدہ پہنچا۔ خوراک کے علاوہ، تمباکو، میلوں، تہواروں اور اس قسم کی دوسری تقریبات کو بھی سرکاری محصول سے آزادی دے دی گئی۔[1]

خدا اپنے بندوں کی فلاح چاہتا ہے۔ اور جو انسان اس کی نیابت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اسے بھی انسان کی فلاح عزیز ہوتی ہے اورنگ زیب بھی نیابتِ الٰہی کا مدعی تھا۔ اسے بھی انسان کی فلاح بے حد عزیز تھی۔ اورنگ زیب کے نزدیک جہاں انسانی فلاح میں عوام کی اقتصادی ترقی شامل تھی، جہاں عوام کے لباس و خوراک کے سلسلہ میں آسانیاں بہم پہنچانا ضروری تھیں، وہاں وہ اس ضابطہ کی پابندی بھی ناگزیر جانتا تھا۔ جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی ہدایت پر ترتیب دیا تھا۔

Marfat.com

تمام ایسی باتیں جو اسلامی روح کے خلاف تھیں، تدریجاً بند ہوئیں مثلاً اورنگ زیب کے زمانہ تک شاہی دربار بڑے بڑے موسیقاروں گویوں اور گانے والیوں سے بھرے تھے۔ شاہی خزانے سے انہیں ہر مہینے گراں قدر مشاہرے دیئے جاتے۔ موسیقی کو انسانی زندگی سے جو گہرا رابطہ ہے، اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن مغل دربار نے اس میں جو غلو کیا تھا۔ اس سے ریاست کی اخلاقی حالت پر بہت برا اثر پڑ رہا تھا۔ شروع شروع میں اورنگ زیب نے موسیقاروں کی حوصلہ افزائی میں کمی اور عدم دلچسپی کو کافی سمجھا۔ لیکن بعد میں اپنی حکومت کے گیارھویں سال میں، اس نے موسیقی کو دربار سے قطعاً خارج کر دیا۔ اور ایک ہزار کے قریب موسیقاروں اور گویوں کی تنخواہیں بند کر دیں۔ اس کے خلاف ایک عام احتجاج ہوا۔ موسیقاروں میں ایک گروہ مسخروں اور بھانڈوں کا بھی تھا۔ ان سب نے مل کر بادشاہ کو متاثر کرنے کے لئے ایک بڑے جلوس کے ساتھ بیس فرضی جنازے کندھوں پر لادے۔ اور عین اس وقت جب بادشاہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آیا تھا۔ روتے پیٹتے اور ماتم کرتے مسجد کے سامنے سے گذرے۔ بادشاہ نے حقیقت حال دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ موسیقی کا جنازہ ہے، جسے یہ لوگ اٹھائے لے جا رہے ہیں۔ بادشاہ قطعاً متاثر نہ تھا۔ اس کی حکمتِ عملی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور اس نے ان لوگوں کو کہلوا دیا۔ موسیقی کے اس جنازے کو ذرا اچھی طرح اور احتیاط سے دفن کریں۔ کہیں پھر زندہ نہ ہو جائے۔

Marfat.com

وہ ایک سچا مسلمان تھا۔ اسلام موسیقی کی سرپرستی کو اس حد تک جائز تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں جہاں عوام کے اخلاق اس سے متاثر ہوں۔ اس میں شبہ نہیں صحابہ کے دور میں کچھ ایسی باندیاں یقیناً تھیں جو خوش الحانی سے گاتیں۔ یہ بھی ثبوت موجود ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب اپنی لے پالک انصار یہ بچی کا نکاح کیا۔ تو اس لڑکی کی ہم قبیلہ نوجوان لڑکیوں نے گیت گائے۔ حدیث میں وہ واقعہ بھی درج ہے جب حضور مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور انصاری لڑکیوں نے طلع البدر علینا من ثنیات الوداع[۲] کا مشہور گیت گایا۔ ایسی چند مثالیں اور بھی ہیں، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کی ایک باندی اپنے وقت کی بہترین موسیقار تھی، مگر یہ انفرادی واقعات ہیں، ان سے موسیقی کا جواز یقیناً مترشح ہوتا ہے مگر اسلام نے موسیقی کی سرپرستی نہیں کی اور نہ رسول اللہؐ نے اسے اسلامی آداب و معاشرت کا جزو قرار دیا ہے۔ دوسرے ادیان کی طرح اسلام کی عبادات، موسیقی سے قطعاً پاک ہیں اور کوئی ایسی تقریب مثال کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی جبکہ رسول اللہؐ نے موسیقی کی حوصلہ افزائی کی ہو موسیقی تعیش کے لوازمات میں سے ایک لازمہ ہے۔ یہ ایک قسم کی لذت ہے۔ اس کے حصول کی اجازت دی جا سکتی ہے، لیکن محض اس وقت جبکہ

---

[۱] خافی خاں جزو دوم جلوس سال دوم کے واقعات

[۲] طبری ابن اثیر۔ سیرت ابن ہشام (حضور مدینہ تشریف لائے)

Marfat.com

عوام کے اخلاق و آداب کے متاثر ہونے کا امکان نہ ہو۔

جو صورتِ حال اورنگ زیب کے وقت مسلمانوں کی ہو رہی تھی۔ وہ کسی طرح بھی قابلِ برداشت نہ تھی، اورنگ زیب نے اس صورتِ حال کو بدلنے کے لئے موسیقی کو دربار سے خارج کر کے اور اس کی ممانعت کے احکام جاری کر کے عوام کے اخلاق کو سنوارنے کی ایک بہت مبارک جدوجہد کی۔ یہ جدوجہد ویسی ہی تھی۔ جیسی کہ اس نے ملک کی پیشہ ور عورتوں کو حکماً شریف مردوں سے نکاح کرنے کے پابند بنا کر کی۔

گیارھویں جلوس تک یہ رسم چلی آرہی تھی کہ تاج پوشی کی سالگرہ پر بادشاہ سونے اور چاندی میں تولا جاتا۔ جس سال موسیقی دفن ہوئی۔ اسی سال سے یہ غیر اسلامی رسم بھی بند کر دی گئی۔

اکبر کے زمانہ سے ایک عام طریقہ رواج پا گیا تھا کہ جو کوئی بھی دوسرے سے ملتا، ہاتھ پیشانی پر رکھ کر سلام کرتا یا اس کا جواب دیتا۔ یہ گو غیر مضر رسم تھی۔ لیکن بہرحال اسلامی نہ تھی۔ اورنگ زیب نے اسے بھی بند کر دیا اور عوام کو حکم دیا۔ ایک دوسرے سے جب ملیں تو سلام علیکم کہیں۔

اورنگ زیب کے وقت تک زائچہ نکالنے اور نجوم کی مدد سے اپنی قسمت جاننے کا رواج بہت عام تھا۔ اس کی پہلی اور دوسری تاج پوشی کے وقت نجومیوں نے ستاروں کے حساب سے تاج پوشی کی گھڑی متعین کی تھی۔

اسلام نے ستاروں سے انسانی زندگی کی وابستگی کو کوئی مقام

Marfat.com

نہیں دیا۔ یہ محض اوہام ہیں۔ اسلام ایک ٹھوس حقیقت ہے، حقیقتیں اوہام کی حوصلہ افزائی نہیں کیا کرتیں۔ اورنگ زیب نے اپنی حکومت کے اکیسویں سال اس حقیقت کے سامنے سر جھکایا اور نجومیوں اور رمالوں کو بھی دربار سے خارج کر دیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا، ان اوہام سے نجات پالیں۔

Marfat.com

جشنِ تاج پوشی

اب تک تاج پوشی کی رسم ہر سال منائی جاتی رہی تھی۔ گو ہر سال اس کی شان و شوکت گھٹتی گئی تھی۔ گیارھویں سال میں تو محض ایک نشان کی صورت اختیار کر گئی، محض بادشاہ تخت پر بیٹھتا۔ تھوڑی دیر کے لئے بینڈ باجا بجتا۔ اور خوشبوئیں تقسیم ہوتیں، اس سے سات سال بعد تو بادشاہ جس تخت پر تشریف فرما ہوا وہ ایک بہت سادہ سی چوکی تھی، شاہی محل سے شاہی لوازمات پہلے ہی دن سے غائب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پہلے سونے اور چاندی کے قلم دوات استعمال ہوتے۔ بادشاہ نے یہ فضول خرچی بھی بند کر دی مغل دربار کے امراء ریشم و کمخواب کے انگرکھے اور عبا پہنا کرتے چونکہ ریشم کا استعمال مردوں کے لئے جائز نہ تھا۔ اس لئے اورنگ زیب نے درباریوں کے لباس کو بھی بدل دیا اور حکم دیا سوتی، سلک یا اون کے لباس کے سوا کوئی دوسرا

Marfat.com

لباس استعمال نہ کریں۔

دربار عام میں سونے اور چاندی کے جو بیل بوٹے بنے تھے۔ ان کو بدل ڈالا گیا۔ سونے چاندی کے تمام برتن ٹکسال میں پہنچے اور سکوں میں تبدیل ہوئے۔

گیارھویں سن جلوس میں درشن کی رسم بھی بند کر دی گئی۔ اس غیر اسلامی رسم سے انسانیت کی توہین ہوتی تھی اور ایک طرح سے ہندوؤں سے تشابہ تھا۔ شروع میں اورنگ زیب نے عوام کی جہالت اور عدم صلاحیت کے سبب اس رسم کو جاری رکھا۔ وہ ہر صبح اپنے آبا و اجداد کی طرح شاہی جھروکے میں آیا اور ہزاروں مشتاقان دید کو درشن دیئے۔ مگر اس کے خلاف اس کا دل ہمیشہ کڑھا۔

جشن تاج پوشی کے سلسلہ میں اورنگ زیب نے جو تبدیلیاں کیں وہ کسی قدر تفصیل کی محتاج ہیں۔ گو اورنگ زیب عملاً اس وقت تخت پر بیٹھا جب وہ داراشکوہ کو شکست دینے کے بعد پہلی بار دہلی میں داخل ہوا، اس کی یہ تاج پوشی بہت معمولی قسم کی تھی۔ اس وقت اس نے گو امرا پر انعام و اکرام کی بارش کی، امرا کو مناصب عطا کیے۔ ترقیاں دیں۔ مآثر عالم گیری کی روایت کے مطابق، ذی قعد ۱۰۶۸ھ ہجری کا ایک مبارک جمعہ تھا جب اورنگ زیب کی تاج پوشی کی رسم، دہلی کے باہر کے ایک باغ اعزآباد میں انجام پائی۔ جلوس کے دن بادشاہ نے شہزادوں، امرا اور منصب داروں اور دوسرے لوگوں کو انعامات عطا کیے۔

غور طلب بات ہے کہ اس جلوس کی تاریخ نصحائے تاریخ نے کیا

Marfat.com

خوب نکالی تھی۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامرِ منکم۔

ماثرِ عالم گیری کے بیان کے مطابق یہ تقریب بہت مختصر تھی۔ البتہ اگلے سال جب بادشاہ تخت پر بیٹھا تو اس وقت پورے دارالخلافہ نے ڈھائی مہینہ تک خوشیاں منائیں۔

لیکن اس امر کے باوجود یہ جشنِ تاج پوشی پہلے مغل بادشاہوں کے جشنوں سے بہت مختلف تھا۔ اس کا پہلا امتیاز تو یہ تھا کہ اس کا آغاز مقدس ماہِ رمضان سے ہوا، جبکہ اورنگ زیب نے دشمنوں پر پہلی فتح پائی تھی۔ دوسرا امتیاز یہ تھا کہ اورنگ زیب نے شمسی اور غیر اسلامی تاریخ کی بجائے اسلامی تاریخ اختیار کی۔ تیسرا امتیاز یہ تھا کہ اورنگ زیب نے نوروز کی بدعت منسوخ کر دی۔ مغلوں نے بادشاہانِ عجم کی پیروی پر نوروز کو روزِ نشاط و جشن قرار دیا تھا۔

صاحبِ عالم گیر نامہ کہتے ہیں۔

رفع آں بدعت ستمرہ کہ از آثارِ عجم و آثارِ عجم و اطوارِ مجوس ست از ضروریاتِ دین پروری و لوازم شریعت گستری شمردہ، حکم فرمودند کہ من بعد از رسم مبتدع منسوخ باشد و بجائے جشن نوروزی ہر سال در ماہ فرخندہ رمضان کہ غرہ آں شہر کرامت بہر مبتدائے سنال مجدد از سنین ایں دولت میمنت قرین ست و جلوس عالم را نیز دوم بارہ بر سریرِ اقبال و اورنگ استقلال در آں ماہِ خجستہ فال واقع شدہ بچندیں جہت اولیائے ایں سلطنت ابد

Marfat.com

مدت مبارک و است جشنِ بادشاہانہ و بزمی خسروانہ ترتیب ہند[1]
یہ مغل بادشاہوں کے جشن ہائے تاج پوشی میں پہلا جشن تھا جس میں احتساب منع منہیات و مسکرات کا محکمہ قائم ہوا۔

اِس جشن کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ بادشاہ نے اس روز تیس ہزار روپیہ علما اور صالحین میں تقسیم کیا[2]

تیسرا جشن تاج پوشی بھی ۲۴ رمضان المبارک سے شروع ہوا خافی خاں کے بیان کے مطابق دربار شاہی کچھ اس طرح آراستہ ہوا تھا کہ نمونہ رضوانِ گردید۔ اس موقعہ پر درباری گویوں اور گانے والیوں نے اپنے فن کے کمالات دکھاتے۔ اور انعامات پائے۔ خوشحال خاں کلاونت کو سات ہزار روپے ملے، دوسرے امرا، فضلا اور صلحا نے اپنے حسب رتبہ مراد پائی، کچھ لوگوں کے مناصب میں اضافے ہوئے۔ کچھ کو ہاتھی ملے اور کچھ کے حصہ میں جواہرات آئے۔ یہ جشن متواتر دس شوال تک چلا[3]

لیکن اگلے سال ۲۴ رمضان کی بجائے عید کے روز سے جشن کا آغاز ہوا۔ ماثرِ عالم گیری میں اس تبدیلی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> اگرچہ روزِ سریر آرائی۔ بیست و چہارم رمضان است و سالِ گذشت، درآں روز آغاز جشن شدہ لیکن ازانجا کہ ہم گناں را از

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۳۹۰-۳۹۱ [2] عالمگیر نامہ ص ۴۰۱

[3] خافی خاں جزدوم ص ۱۰۷، ماثرِ عالمگیری ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، خافی خاں ص ۱۰۸

Marfat.com

رہگذرِ رسوم بمراسم انبساط رغبتے نمی باشد آغازِ ایں جشن از روزِ عیدقرار دادہ استردادِ مدت تا دہ روز مقرر فرمودند۔

گو ہمارے نزدیک، جشن منانے کی یہ رسم قطعاً غیر اسلامی تھی، لیکن اورنگ زیب نے ہر سال اس غیر اسلامی رسم میں کچھ نہ کچھ تبدیلیاں کیں۔ گیارھویں جلوس کے وقت اس نے دو بہت بڑے اقدام کئے۔ اس جشن میں اس نے گانے والوں اور گانے والیوں کو شریک نہ ہونے دیا اور انہیں دربار سے قطعاً خارج کر دیا۔

اس جشن کے موقعہ پر اس نے راہ داری اور چنگی کی ممانعت بھی کی تھی۔

ماثرِ عالم گیری میں گیارھویں سنہ جلوس کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے۔ اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ اس جلوس میں جو یکم شوال سے شروع ہوا، بادشاہ نے حسبِ سابق انعامات بخشے، لیکن موسیقاروں کو مجرے کی اجازت نہ دی۔

ماثرِ عالم گیری نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ازانجاکہ ایں برگزیدہ دیں یاور را بالطبع بہ مراسم لہو ونشاط رغبتے نیست، واز داد پرستی فرصتِ توجہ بمراتب بزمِ طرب نہ حکم شد۔ سرآمدِ اربابِ نشاط خوشحال خاں و بسرام خاں درس بین و دیگراں بمجرئی می آمدہ باشند وبتقدیم رسومِ غنا نپردازند رفتہ رفتہ بالکلیہ ممنوع شد۔

Marfat.com

اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بادشاہ کی تاج پوشی کی سالگرہ سنہ ۲۱ سالِ جلوس تک برابر منائی جاتی رہی۔ البتہ یہ قطعاً صحیح ہے کہ ہر سال جب رمضان المبارک کی چوبیسویں تاریخ آتی۔ دربار پر ایک مسرت چھا جاتی۔ مثلاً سال شانزدھم جلوس کا ماہِ رمضان جب آیا۔ تو مآثرِ عالمگیری کے قول کے مطابق مسلمانوں نے اس کو خوش آمدید کہا۔ اورنگ زیب نے ہمیشہ کی طرح دن کو روزہ رکھا اور رات کو خوب عبادت کی۔ عید کے دن سے تخت نشینی کی رسم منائی گئی۔ اور حسبِ سابق لوگوں پر انعامات کی بارش کی گئی[1]۔

غرۂ شوال فرخندہ فال با جبینے کشادہ در وئے تازہ خیاز قدوم عید سعید آورد کوس کرنائی شادی و صدائے مبارک بادی بر در دولت سرائے خدیو جہانیاں سامعہ افروز آسمانیاں شد۔ بائینِ معہود خاص و عام و غسل خانہ را ازیں بستند

اس کے بعد صاحبِ مآثر عید کی نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کرتا ہے اور کہتا ہے[2]۔

کہ دوسرے دن بادشاہ دربارِ خاص و عام میں تخت پر بیٹھے اور لوگوں کو نوازشات سے مالامال کیا۔ یہ قطعاً بے انصافی اور غلط بیانی ہوگی اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ اورنگ زیب کا دربار ایک بادشاہ کا دربار

---

[1] مآثرِ عالمگیری ص ۱۱۸   [2] ایضاً ص ۱۲۲

نہ تھا۔ وہ یقیناً بادشاہ تھا۔ وہ خود کو ان القاب کا مستحق سمجھتا۔ جن سے اس کے آباؤاجداد کو مخاطب کیا جاتا۔ وہ دربار لگا کر بیٹھتا۔ شاہی محلوں میں رہتا۔ گو وہ قصیدے نہ سنتا۔ گانے سے شوق نہ فرماتا۔ اس کے دربار میں جب کوئی پیغامبر یا سفیر پیش ہوتا۔ تو اس کی سادگی کو دیکھ کر یقیناً متحیر ہوتا، لیکن دربار کی شان و شوکت اس تحیر کو دور کر دیتی۔

اورنگ زیب کی خلوت یقیناً ایک صوفی، زاہد خشک اور عابد کی خلوت تھی۔ لیکن اس کا ظاہر ایک مسلمان بادشاہ کا ظاہر تھا۔ ذاتی طور پر ہمیں اورنگ زیب سے بھی شکایت ہے کہ اس نے یہ ظاہری آداب بھی کیوں ترک نہ کئے۔ کیوں اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے طریق کار کی پابندی نہ کی۔ کیوں شاہزادوں کی شہزادگی عمومیت میں نہ بدل دی۔ کیوں محمد اعظم و کام بخش کو شہزادوں کی طرح پالا، کیوں اس تصنع اور ملمع کو نہ اتار پھینکا۔ اور کیوں، اس شخصی حکومت کو جمہوریت میں تبدیل نہ کر دیا وہ اگر اپنی زندگی ہی میں ملت کے کسی بہت ہی صالح فرد کو ملت کی امامت کے لئے چن کر آئندہ کے لئے امیر کی منظوری اور عدم منظوری کا حق ملت کے سپرد کر دیتا۔ تو ملت اسے اپنا ایک ایسا محسن مان لیتی، جس کی مثال مادرِ گیتی کبھی کبھی پیدا کرتی ہے۔

عالمگیر نامہ اور ماثرِ عالمگیری میں بادشاہ کی سرگرمیوں کی روئداد شروع سے لے کر آخری صفحہ تک جس انداز میں قلمبند کی گئی ہے۔ وہ اس بات کی قوی دلیل ہے۔ کہ اورنگ زیب ابھی بادشاہ تھا۔ ابھی وہ حصور پذیر ابھی اس کی نظر نظرِ آنور تھی، ابھی وہ عالی تابان کوکب سپہر سلطنت تھا۔

ابھی وہ شہزادوں اور دوسرے امرا کو خلعت ہائے فاخرہ عطا کرتا، انہیں جواہرات موتی اور مطلاً و مسجع ہودجوں والے ہاتھی بخشتا۔ ابھی وہ ایسی ایسی تلواریں اپنے پاس رکھتا، جن کی قیمت بیس بیس ہزار روپیہ ہوتی[1] وہ شہزادوں کو ساٹھ ساٹھ ہزار روپے کی قیمت کے سرپیچ اور بارہ بارہ لاکھ روپے نقد دیتا۔ ابھی اس میں ایک ایسی لچک موجود تھی۔ جو اس قسم کے الفاظ کو برداشت کر لیتی۔

جلوس مسعود، ایں افزائے اورنگ خلافت و کشورستانی در اسعد اوقات و ایمن ساعات کہ جامع برکات و کونی و الٰہی و حاوی میامن ارض و سماوی بود اتفاق افتادہ ۔۔ ۔۔ ۔۔

حضرت شہنشاہی، کہ ذاتِ قدسی، ملکاتش مصدر اعطاف الٰہی۔ منبع الطاف نامتناہی است[2]

بہ پیش گاہ حضور لامع النور ؛

کہ از پیش گاہ فضل و احسانِ نامتناہی بآں سزاوار سریر شہنشاہی و شائستہ اورنگ گیتی پناہ پناہی[3]

عالم گیرنامہ ۱۱۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جہاں کہیں بھی بادشاہ کا ذکر ہے اور تقریباً ہر صفحہ پر بادشاہ کا ذکر آتا ہے۔ اسے ایسے ہی الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ جو قطعاً غیر اسلامی ہیں۔

---

[1] ماثر عالم گیری ص۲۰۷ [2] ص ۲۸ [3] ماثر عالم گیری ص۲ [4] عالم گیر نامہ ص۱۰۶۴

Marfat.com

اس لئے ہمارے خیال میں اورنگ زیب ایک ایسا بادشاہ تھا جس نے بادشاہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمانوں کا خیرخواہ اور خدمت گزار بنانے کی پوری کوشش کی۔ ہم نے پیچھے، اورنگ زیب کی زندگی پر ایک مختصر سا تبصرہ کیا ہے۔ محض اس لئے کہ اندازہ ہو سکے کہ شاہجہان کے اس بیٹے نے تخت کی طرف بڑھتے وقت جس بات کا دعویٰ کیا تھا، آیا محض وہ دعویٰ ہی تھا یا اس نے، اسے عملی صورت بھی دی۔ عام مؤرخین اور رواداری کے مبلغ ہمیں معاف فرمائیں کہ ہماری پوری تاریخ میں خلافت راشدہ۔ عمر بن عبدالعزیز، مہدی، کسی حد تک ہارون و مامون، صلاح الدین ایوبی اور زین العابدین نے انسانی، خدمت اور عوام کی فلاح و بہبود کا جو معیار قائم کیا تھا۔ اس پر اورنگ زیب سو فی صدی پورا اترا ؛

Marfat.com

Marfat.com

نظم و نسق

Marfat.com

Marfat.com

بنیادی تبدیلی

اورنگ زیب تک ہندوستان کے ان مسلمان تاجداروں کی حکمت عملی جو وقتاً فوقتاً ہندوستان کے تخت پر بیٹھے، تقریباً یکساں تھی محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، قطب الدین ایبک، بلبن، محمد تغلق، فیروز شاہ، علاؤ الدین خلجی، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہان قریب قریب ایک طرح کے مطلق العنان فرمانروا تھے۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح اسلامی نظامِ حکومت کا پابند نہ تھا۔ یقیناً ان میں بعض اچھے لوگ تھے۔ اسلام نے ان کے ذہنوں پر اچھا خاصا اثر کیا تھا۔ لیکن ان کا طریقِ حکومت یا ان کی حکومت کا نظم و نسق، اسلامی نظام نہ کہا جا سکتا تھا۔ وہ سب کے سب مطلق العنان بادشاہ تھے۔ اور انہوں نے اپنے طور پر ہندوستان کی رعایا کو قابو میں کرنے کے لئے ایسے نظام تجویز کئے تھے جن سے ان کی مطلق العنانی بھی قائم رہ سکتی تھی اور وہ ظالم بھی نہیں کہے جا سکتے تھے۔ سوائے محمد تغلق

Marfat.com

اور علاؤالدین خلجی کے، عوام نے کسی دوسرے بادشاہ کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ خصوصیت سے قطب الدین ایبک اور فیروز شاہ سے، تو عوام بے حد خوش رہے مغلوں سے جس بہادر شیر شاہ نے، حکومت کی باگ ڈور چھینی تھی: وہ ایک طرح سے عوام کا نمائندہ تھا اس کے دور میں عوام کو جو سہولتیں پہنچیں، عوام کے ساتھ جس قدر شرافت برتی گئی: انہیں جس جس طرح خوش حال بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ وہ اپنی مثال آپ تھیں۔

اکبر نے مفت کی شہرت کمائی ہے۔ یہ شیر شاہ سوری تھا جس کے بنائے ہوئے نظام پر اکبر نے اپنے بندوبست اراضی کی بنیاد رکھی، یہ شیر شاہ سوری تھا جس نے کاشتکاروں کی زندگی کا معیار اوپر اٹھانے کے لئے، ایک عجب جدوجہد کی تھی۔ یہ وہی تھا جس نے ان کے کاندھوں پر رکھے ملوکیت کے ناقابلِ برداشت بوجھ کو زمین کی ازسرِنو پیمائش کر کے ہلکا کیا اور انہیں جو صدیوں سے زندگی کی ہر لذت سے محروم تھے: ہر نعمت عطا کی۔

شیر شاہ سوری اس پورے دور میں اپنے نظم و نسق کے لحاظ سے سب سے بالا فرمانروا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شیر شاہ سوری بھی مسلمان بادشاہ ہونے کے باوجود، اس نظام شرعی کا تابع نہ تھا، جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کی رہنمائی میں، انسانیت کے لئے مرتب کیا تھا: تاہم شیر شاہ سوری ہندوستان کے تمام مسلمان بادشاہوں میں اس اعتبار سے بے حد ممتاز رہے کہ اس نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ایک منظم جدوجہد کی۔ اگر اس اونچے بادشاہ کی عمر اس سے بے وفائی نہ کرتی تو وہ عوام کی خوشحالی کے لئے ایک

Marfat.com

ایسا نظام رائج کر جاتا جس سے عوام کے دکھ بہت حد تک مٹ جاتے شیر شاہ کی موت اور اس کے جانشینوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہمایوں پھر ہندوستان آیا، اور اس کی اچانک موت پر اکبر نے اس کی جگہ لی۔ اکبر شروع شروع میں، جب تک ابوالفضل اور فیضی کے زیر اثر نہیں آیا، اسلام کے نظام حیات ہی کو اپنے لئے وجہ سعادت سمجھتا رہا۔

بہ ہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ اکبر نے اپنی دہریت اور بے راہ روی کے باوجود، بندوبست اراضی میں بے حد دلچسپی لی، اور شیر شاہ سوری کے نظام کار کو تکمیل تک پہنچایا۔

ہم اس موضوع پر آگے چل کر کھل کر بحث کریں گے۔ یہاں صرف یہ کہنا مقصود تھا کہ ہندوستان میں محمود غزنوی کی آمد سے لے کر شہنشاہ جہان کی معزولی تک جو نظام رائج تھا، وہ قطعاً شخصی حکومت و اقتدار کا مظہر تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اچھے بادشاہوں کے سبب ملوکیت کے ظالمانہ پنجہ کی گرفت کچھ زیادہ سخت نہیں ہوئی۔

یہ نظام حکومت جو ہندوستان میں رائج تھا۔ اس کی تقسیم حسب ذیل کی جا سکتی ہے۔

۱۔ **بادشاہ**: حاکم اعلیٰ تھا اور اپنے سوا کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہ تھا۔ حکومت کے تمام شعبوں کی نگرانی اس کی ذات سے متعلق تھی۔ اس کے فرمان اور فیصلے آخری ہوتے۔ اس کی مرضی، مرضی مولا سمجھی جاتی تھی۔ وہ ظل اللہ کہا جاتا۔

Marfat.com

اور عمل صالح کے بیان کے مطابق[1] اس کی ذات ہر تقدس اور ہر نور کی مظہر ہوتی، اس کا فیصلہ فیصلۂ خداوندی ہوتا۔ وہ عقلِ کل سمجھا جاتا[2]...... پوری سلطنت میں نہ کسی عالم نہ کسی مفتی، نہ کسی عاقل و دانا کو اس بات کا اختیار تھا کہ بادشاہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی اقدام کرے۔ اگر علما بادشاہ کے کسی فیصلہ کے خلاف آواز اٹھاتے تو انہیں جلاوطنی کی سزا دی جاتی۔ ان کے گلے کاٹ دیئے جاتے اور ان کی جائدادیں چھین لی جاتیں۔ اکبر تو مذہبی معاملات میں بھی آخری حجت تسلیم کیا گیا تھا۔ بادشاہ کی ذات کسی جرح کی پابند نہ تھی۔ وہ ہر فیصلہ سے بالا، اور ہر قانون سے مستثنیٰ تھا۔

۲۔ **وزرا:** یقیناً بادشاہ اپنی سہولت کے لئے وزرا کا انتخاب کرتا۔ یہ لوگ عام رعایا اور بادشاہ کے مابین واسطہ ہوتے۔ یقیناً وہ بادشاہ کو ریاست کے اکثر مسائل میں مشورے دیتے۔ ان وزرا میں سے بعض نے بڑی شہرت پائی۔ جیسے ابو الفضل، فیضی، راجہ ٹوڈرمل، بیربر، شیخ عبد الغنی، عبد الرحیم خان خاناں، سعد اللہ خاں، میر جملہ، جعفر خاں، اسد خاں اور اس طرح کے دوسرے وزرا، بے حد مقبول وزرا تھے، لیکن ان

---

[1] عمل صالح جز سوم "شاہ جہان کی علالت" کے باب میں

[2] اورنگ زیب کا ایک مکتوب بنام شاہ جہان رقعاتِ عالمگیری ص ۲۸۲

[3] ماثر الامرا جز دوم "تذکرہ شیخ عبد النبی" تاریخ بدایونی ص ۲۸۴، ۲۸۵ منتخب التواریخ جز ۲۸۰

Marfat.com

وزرار کی حیثیت بھی، مغل بادشاہوں کے رحم وکرم کی محتاج تھی، مغل بادشاہ جب بھی چاہتے، ان میں سے ہر ایک کو گرفتار کرسکتے تھے۔ کوئی قانون ایسا نہ تھا جو ان کو اس بات پر مجبور کرے کہ ان ماخوذ وزرار پر کھلی عدالتوں میں مقدمے چلائیں۔ شریعتِ حقہ اسلامیہ بھی، بادشاہ کی مرضی کے خلاف ان وزرائے عالی مقام کو پناہ نہ دے سکتی تھی۔

عبدالرحیم خان خاناں نے کتنا عروج پایا، لیکن کتنا رسوا ہوا، کیسی کیسی ذلت اٹھائی[1] میر جملہ کو شاہ جہان نے محض اس لئے معزول کر دیا تھا کہ دارا نے اس کے خلاف ایک معمولی سی شکایت کی تھی[2]

مغل وزیر اعظم کا عہدہ گو بہت بڑا عہدہ تھا، لیکن اس کی حیثیت صرف اتنی تھی کہ وہ بادشاہ کے فرامین کو عملی جامہ پہنائے۔ یاد ہوگا سعد اللہ خاں کو جب قندھار بھیجا گیا۔ تو بے چارے کو اتنا اختیار نہ تھا کہ بادشاہ کی مرضی کے خلاف ایک نیا مورچہ بھی قائم کرسکے۔ وہ ایک ایک بات اور ایک ایک عمل سے بادشاہ کو آگاہ کرتا[3]

لیکن اورنگ زیب نے اپنے زمانہ میں جہاں اور بہت سی چیزیں بدلیں وہاں وزرائے اعظم کو بھی زبان دے دی۔

---

[1] ماثر الامرا جز ۲ " عبدالرحیم خان خاناں

[2] عملِ صالح جز ۲ " میر جملہ کی معزولی "

[3] عملِ صالح جزدوم " قندھار کی مہم "

Marfat.com

وزراء کا عمل دخل

یقیناً یہ صحیح ہے کہ اورنگ زیب پر قاضی عبدالوہاب اپنی موت کے وقت تک اچھی طرح غالب رہے۔ اس کے باوجود اورنگ زیب اپنے وزراء کا بے حد احترام کرتا خصوصیت سے جعفر خاں اور اسد خاں تو بے حد محترم و معزز رہے۔ یہ دونوں شرافت و نجابت کے پیکر تھے۔

ان دونوں سے پہلے، اورنگ زیب، میر جملہ کا منتظر رہا۔ میر جملہ پر اسے اس درجے اعتماد و بھروسہ تھا کہ اس نے وزارت عظمیٰ کے منصب کو کئی سال تک خالی رکھا، اور انتظار کرتا رہا کہ میر جملہ بنگال سے واپس آئیں اور اس منصب پر فائز ہوں، مگر میر صاحب کی موت نے اورنگ زیب کی یہ دلی حسرت پوری نہ ہونے دی۔ جب تک میر صاحب تشریف نہیں لائے۔ رائے رگوناتھ کھتری، مالیات کا کام کرتے رہے، اورنگ زیب ان

Marfat.com

ان سے بہت خوش تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ کوئی چار سال تک ۱۰۷۳ھ تک دیوانِ مالیات کے فرائض انجام دیتے۔ ۱۰۷۳ھ میں میرجملہ اور راجہ رگھوناتھ دونوں اس دنیا سے رخصت ہو گئے، تو اورنگ زیب نے جعفر خاں کا انتخاب کیا۔ جعفر خاں اورنگ زیب کے خالو تھے۔ آصف خاں کی ایک ذہین بہن فرزانہ بیگم مشہور بہ بی بی جیو، ان سے بیاہی گئی۔ ظاہر بات ہے کہ شاہجہان کو اس قریبی رشتہ کے سبب جعفر خاں بہت عزیز تھے۔ اس لئے بادشاہ نے ان پر بڑی عنایات کیں، انہیں پانچ ہزاری منصب ذات اور سہ ہزار سوار عنایت فرمایا۔ پنجاب کی صوبہ داری دی۔ پھر خلیل اللہ خاں کی جگہ میر بخشی عطا فرمائی۔ خاں کا جب انتقال ہوا، تو شاہ جہان آباد ان کو دیا۔ پھر ٹھٹھہ کی صوبیداری سے نوازا۔ آخر میں میر جملہ کو وزارتِ عظمیٰ سے ہٹا کر شاہ جہاں نے انہیں یہ منصب عطا کیا۔ گو شاہجہان ذاتی طور پر ان پر بہت مہربان تھا۔ لیکن انقلاب کے بعد جب دارا نے شکست کھائی اور اورنگ زیب آگرہ پہنچ کر دارا کی حویلی میں اترا، تو عمدۃ الملک جعفر خاں پورے لوازماتِ وزارتِ عظمیٰ کے ساتھ اس کے پاس آ گئے۔

وپس از جنگ دارا شکوہ چوں باغ نور منزل مضرب خیام عالمگیری گشت جعفر خاں کہ در خدمتِ اعلیٰ حضرت ماندہ بود با سایر بندہائے پادشاہی بہ سعادتِ زمین بوس فائز شد[1]

---

[1] ماثر الامرا جزو اول ص ۵۴۳

Marfat.com

صاحبِ مآثر الامرا کے اس بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جعفر خاں دوسرے ذہین و طباع سیاست دانوں کی طرح درپردہ، اورنگ زیب کے حامیوں میں سے تھے۔ اورنگ زیب کی ذہانت اور دوسرے اوصافِ جمیلہ نے جعفر خاں کو دارا کی نسبت زیادہ متاثر کیا تھا۔ اگر وہ دارا کے ہمدرد ہوتے اور شاہجہاں کو اس کے موقف میں صائب سمجھتے تو یقیناً اس کے ساتھ آخر وقت تک رہتے۔ سموگڑھ کی لڑائی کے اختتام کے فوراً بعد ان کا اورنگ زیب کے پاس آجانا اس امر کی قوی دلیل تھا کہ وہ اورنگ زیب کے معتمدین میں سے تھے۔ پھر اورنگ زیب نے ان کے آتے ہی، انہیں مالوہ کا صوبہ دار مقرر کر دیا تھا[۱] یہ تقرر بھی اس بات کا ثبوت تھا کہ اورنگ زیب کو ان پر بہت بھروسہ تھا۔

اورنگ زیب نے جب انہیں مالوہ کی صوبیداری عطا کی، تو انہیں چھ ہزاری منصب ذات اور چھ ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ رکھنے کی قوت بھی بخشی۔

فاضل خاں کی موت کے بعد جو بہت تھوڑے دن وزیر اعظم رہے تھے۔ وزارتِ عظمیٰ کے منصب کے لئے ان کا انتخاب ہوا[۲]۔ ۱۰۷۳ھ ہجری میں، انہوں نے یہ منصب سنبھالا اور رعیت کی فلاح و بہبود کے لئے بڑے کام کئے۔ صاحبِ مآثر الامرا نے ان کی نیک نفسی اور خیر اندیشی کی بڑی تعریف کی ہے[۱]۔

---

[۱] مآثر الامرا جز اول ص ۵۳۳

Marfat.com

سٹوریا جزء ثانی میں لکھا ہے کہ جعفر خاں وزیرِ اعظم ہونے کے باوجود اس درجہ باادب تھے کہ معمولی سے معمولی آدمی کو جناب کہہ کر مخاطب کرتے تھے[1] جب انہوں نے وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھالا، تو وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ لیکن بڑھاپے کے باوجود انہوں نے اس منصب کی لاج رکھ لی۔ اور جوانوں کی طرح ریاست کی بہتری اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کیا۔

جعفر خاں در امرائے متاخرین بہ نیک نفسی و خیر اندیشی شہرۂ آفاق بود، و بجمائم شمائل و شرائف خصال اتصاف داشت۔ خوش صفتی و عالی دماغی او زبان زدِ خاص و عام است[2]:

اورنگ زیب ان کا اس درجہ احترام کرتا کہ کئی بار ان کے مکان پر پہنچا اور اکثر و بیشتر انہیں اپنے ہاں مدعو کیا۔ جعفر خاں وزیرِ اعظم کے ساتھ ساتھ بیرونی سفیروں کو اپنے حضور طلب کرنے کے بھی مجاز تھے۔ ان کی موت کے بعد، اورنگ زیب نے، دو آدمیوں کو یہ منصب عظمیٰ دینا چاہا۔ ایک میر جملہ کے بیٹے محمد امین کو اور دوسرے اپنے ایک خالو اسد خاں کو۔ محمد امین میں بڑے سیاست دان ہونے کے باوجود کچھ ذاتی نقائص بھی تھے۔ اس کا مزاج ذرا تلخ تھا۔ اور اس ریاست کے وزیرِ اعظم کے مزاج میں کسی طرح کی تلخی قابلِ برداشت نہ تھی جو عوام کے نمائندے کہلا

---

[1] سٹوریا جزء دوم صفحہ ۱۵۶۔ [2] مآثر الامراء جزء اول ص: ۵۲۶

قائم ہوئی تھی۔

اورنگ زیب کوئی دو سال تک اس تذبذب میں رہا۔ پورے دو سال اس نے اپنی وزارت کا منصب خود ہی سنبھالا، اور غالباً یہی وجہ تھی، کہ کثرتِ کار کے سبب وہ سخت بیمار پڑا، اور ناچار اسے، اپنے کام کو ہلکا کرنے کے لئے ایک وزیر کا انتخاب کرنا پڑا۔ اس کی نگاہ پھر پھر کر، اسدخاں پر پڑی، جسے اس نے جعفرخاں کی موت کے بعد، اور سال بیزدہم میں نیابت وزارت کا منصب عطا کیا تھا، اس وقت اسے خنجر مرصع اور دو بڑے پان بھی اپنے ہاتھ سے عطا کئے تھے۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جو بادشاہ کی طرف سے اس نوجوان امیر کو نصیب ہوا، نہیں کہا جا سکتا کہ تین سال بعد یعنی شانزدہم جلوس میں اس نے اس عہدہ جلیلہ سے کیوں استعفیٰ دیا۔ اس کے بعد اس نے کونسی شاہی خدمت انجام دی۔ صاحب مآثرالامرا نے اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ البتہ انیسویں سال جلوس میں اسے وزارتِ عظمیٰ کا منصب عطا کیا گیا یہ منصب عطا کرتے وقت اورنگ زیب نے اسے جواہرات سے مزین قلم دوات بھی عطا کی۔ اس تاریخ سے لے کر، اپنی موت تک وہ وزیرِ اعظم رہا، وہ ایک رشتہ سے اورنگ زیب کا خالو بھی تھا۔ اورنگ زیب کی ایک خالہ اس سے بیاہی تھی۔ اس نے اورنگ زیب کے زمانہ میں کئی فوجی مہمیں بھی انجام دیں، خصوصاً گولکنڈہ اور بیجاپور کی مہموں میں خاص سرگرمی دکھائی۔ یہی وجہ تھی کہ سال پچیسویں جلوس

Marfat.com

میں فتح بیجا پور کے بعد بادشاہ نے اسے مسندِ وزارت، باتکیہ گاہِ زربفت عطا کی اور اس کے منصب کو مستقل کر دیا۔[1]

پھر گلکنڈا کی فتح جب ہوئی تو چھ ہزاری سے ہفت ہزاری بنا دیا۔ ۴۳ھ جلوس میں، اسے حیدر آباد کے نظم و نسق کو سنوارنے کی ذمہ داری بھی تفویض ہوئی۔

اس کے اقبال کو پر لگ گئے تھے، وہ شاہزادوں تک کو اپنے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کرناٹک کے ایک قلعہ کے محاصرہ کے وقت جب اورنگ زیب کے محبوب بیٹے کام بخش نے، اس سے کسی بات میں اختلاف کیا، اور ایک طرح سے حکم عدولی کی تو اس نے اس کے گھر میں گھس کر اسے گرفتار کر لیا۔ اور قید ہی کے عالم میں اسے بادشاہ کے حضور بھیج دیا۔

نہیں کہا جا سکتا کہ شہزادہ کام بخش نے اسد خاں کے متعلق بادشاہ کے کان بھرے تھے، یا کوئی دوسری بات ایسی ہوئی تھی۔ جس سے اورنگ زیب نے اسد خاں کے اس فعل کو "حد سے تجاوز" کے مصداق سمجھا اور اسے اپنے حضور فوراً بلا بھیجا۔

---

[1] مآثر الامراء جز اوّل ص ۳۱۰

Marfat.com

صاحب ماثرالامرا کا بیان ہے۔

روز ملازمت چوں بسلام گاہ رسید۔ تلف خاں داروغۂ خواصاں قریب استادہ بود آہستہ خواند۔

درعفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

بادشاہ فرمودند کہ بجا خوانید اجازت قدم بوس دار و عفو عواطف ساختند،

Marfat.com

روح بدلی :

گو اورنگ زیب کے زمانہ میں وزراء کے بعد عہدوں کی تقسیم پہلے جیسی تھی مثلاً دیوان بخشی۔ قاضی القضاۃ، دیوان خاصہ اور دیوانِ تن اور ان سے نچلے عہدیدار سب پہلے ہی کی طرح اپنے اپنے مناصب کے ذمہ دار رہتے۔ دیوان کے فرائض بھی وہی تھے۔ جو پہلے دیوانوں کے تھے۔ بخشی بھی وہی کام کرتا۔ جو پہلے بخشیوں کے ذمے تھے۔ البتہ چونکہ ریاست کے نگران کی اپنی ذہنیت، پہلے بادشاہوں کی ذہنیتوں سے مختلف تھی۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر کام بدلا ہوا ہے اور ہر بات پہلے سے مختلف ہے۔

ریاست کے یہ تمام عمال، لفظاً اس وقت بھی بادشاہ کے سامنے جوابدہ تھے بادشاہ ان کا نگران تھا لیکن درحقیقت وہ سب کے سب شریعت

Marfat.com

اسلامی اور قانونِ الٰہی کے پابند تھے۔ کوئی حاکم اعلیٰ اور ادنیٰ، اس بات کا مجاز نہ تھا کہ شریعت کے سوا، کسی اور کا پابند ہو، خود بادشاہ کی مجال نہ تھی کہ کوئی عالم شریعت کا کوئی مسئلہ اس کے سامنے پیش کرے اور وہ اس کے ماننے سے انکار کر دے۔ جب بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی بات، اس کے سامنے کہی گئی، اس کا سر اس کے سامنے جھک گیا۔ پوری ریاست اسلامی ضابطہ کی پابند تھی۔ اسی لئے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہوئی کہ تمام ریاست کے حکام اعلیٰ اور عدالتوں کے پاس اس کے نسخے پہنچا دیے جائیں تاکہ وہ ان نسخوں کے بموجب فیصلے دیں۔

Marfat.com

عدل وانصاف

اس بنیادی تبدیلی نے در اصل پوری ریاست کے چلن ہی کو بدل ڈالا تھا۔ اب قاضی القضاۃ وہ نہ تھے جن کی بات علاؤ الدین خلجی ٹال سکتا۔ اب قاضی القضاۃ کا حکم ہی حکم ناطق تھا۔ بادشاہ کی مرضی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ شریعت ہی اصل الاصول اور منبع احکام تھی۔ فتاویٰ عالمگیری کی اشاعت سے پہلے البتہ، عدالتیں کسی قدر تشویش میں رہتیں۔ اسلامی فقہ چونکہ بعض مسائل میں مختلف فیہ ہے اس لئے کبھی کبھی ایک ہی جرم کی سزا، مختلف عدالتیں مختلف دے دیتیں۔ فتاویٰ عالمگیری نے یہ نقص بھی دور کر دیا۔

گو شرعی نقطۂ نگاہ سے بادشاہ امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے، ہر مقدمہ کی اپیل سننے کا مجاز تھا۔ مگر چونکہ اورنگ زیب کو

Marfat.com

ہر مسئلہ کی شرعی حیثیت معلوم نہ ہوتی۔ اس لئے وہ لازمی طور پر قاضی القضاۃ سے مشورہ لیتا، اسی طرح تمام صوبوں کے گورنر، اس بات کے پابند تھے کہ مقدمات کی شرعی نوعیت معلوم کرنے کے لئے اپنے ہاں کے بڑے قاضیوں سے استصواب کریں۔ ہر شہر اور ہر قصبہ میں حکومت کی طرف سے عوام کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی مقرر کئے گئے تھے۔

مرات احمدی کے بیان کے مطابق، اورنگ زیب نے ایک فرمان کے ذریعے تمام گورنروں کو حکم دیا تھا، کہ وہ اپنے ہاں کی تمام عدالتوں کے مقدمات کی روئداد سے باخبر رہیں۔ ہر مہینہ تمام عدالتیں انہیں اپنے ہاں کے مقدموں کی روئداد بھیجیں۔ اور گورنر اپنے طور پر ان کی تحقیقات کریں۔ اور اگر ماخوذ لوگ مجرم نہ ہوں، تو انہیں فوری رہائی دیں۔ اور جن مقدمات میں غیر ضروری تاخیر ہو رہی ہو، انہیں جلد فیصل کرائیں [1]

ہر تحصیل میں، لازمی طور پر ایک قاضی بیٹھتا۔ جہاں عوام اپنے مقدمات اس کے حضور لاتے۔ ایک ضلع میں کم سے کم تین قاضی ضرور عدالت کرتے۔ قاضی کی مدد کے لئے ایک ایک مفتی، مقرر ہوتا، اس مفتی کا کام یہ تھا کہ شرعی نقطۂ نگاہ معلوم کرنے میں قاضی کی راہ نمائی کرے [2]

عدالتوں کے علاوہ، اورنگ زیب نے ایک دیوان مظالم بھی قائم کیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ مظالم اور مقدمات کی اپیلیں سنے۔

---

[1] مرات ص، ۲۸۲ [2] مرات ص ۳۷۱

Marfat.com

قاضی اور دیوانِ مظالم کے حکام اورنگ زیب کی طرف سے اس بات کے پابند تھے کہ عوام کی تمام شکایات سے اورنگ زیب کو آگاہ کریں کہیں کسی قسم کا تساہل یا غفلت نہ برتیں[1] جب کبھی اورنگ زیب کو خبر ملی، کہ اس کے کسی کارندے نے رعایا کے افراد پر زیادتی کی، وہ نہ صرف اس کی تلافی کرتا، سرکاری حکام کو سزائیں دیتا۔

مرأت میں ایک قصہ بیان ہوا ہے کہ خواجہ عبداللہ قاضی القضاۃ نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ احمد آباد کی عدالت کے چپراسی، راہ گیروں سے زبردستی روپیہ وصول کرتے ہیں۔ بادشاہ نے دیوان کو حکم دیا۔ ان لوگوں کو کڑی سزا دے۔

قاضیوں کے اختیارات کافی وسیع تھے۔ وہ اپنے علاقہ میں امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار بھی ہوتے۔ وہ رعایا کے مقدمات بھی سنتے اور بیت المال کی نگرانی بھی کرتے۔ غریبوں کو کپڑے تقسیم کرنے کا کام بھی ان ہی کے سپرد تھا۔

املاک کے تبادلوں، اور تمسکوں اور بیع ناموں کی تصدیق بھی قاضیوں کے ذمہ ہوتی۔

اورنگ زیب کی طرف سے ہر قاضی کو حکم تھا کہ وہ ہفتہ میں پانچ دن عدالت کرے۔ چھٹے دن، گورنر کے حضور حاضر ہو، اور جمعہ کے دن چھٹی کرے۔

---

[1] مآثرِ عالمگیری ص۶۰۸ ' مرأت ص۳۱۹

Marfat.com

مرأت کے بیان کی رُو سے، ہر قاضی، لازمی طور پر، سورج طلوع ہونے کے ایک گھنٹہ بعد کچہری لگانا اور دوپہر تک نمازِ ظہر تک مقدمات سننا۔ اورنگ زیب عدالتوں کی اس درجہ نگرانی کرتا تھا کہ کیا مجال کہ مملکت کا کوئی قاضی سیدھی راہ سے ہٹنے پاتا۔ ہر مقدمہ کے فیصلہ پر، مدعی اور مدعی علیہ کو گورنر اور بادشاہ کے حضور اپیل کرنے کا اختیار ہوتا۔ قاضی کے فیصلہ کے خلاف، مدعی یا مدعی علیہ گورنر تک پہنچتے اور گورنر کے فیصلہ کے خلاف بادشاہ کے حضور آتے۔ بادشاہ ہر ہفتہ دس اپیلوں کی سماعت کرتا۔ اس کے علاوہ وہ ہر ہفتہ ایک دن جملہ شکائتیں سنتا۔ قاضی القضاۃ اور کئی دوسرے علما موقعہ پر اس کے ساتھ موجود ہوتے تاکہ اسے قانونی مدد دیں۔[1]

اورنگ زیب کو انسانی زندگی کی قدر و قیمت اس قدر عزیز تھی کہ کوئی قاضی، کسی بھی مجرم کو اس وقت تک پھانسی نہ دے سکتا یا قتل نہ کر سکتا جب تک بادشاہ سے تین بار اس کی منظوری نہ لے لیتا۔ قتل انسانی بادشاہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم تھا۔ وہ خود بھی انسانی قتل سے حد درجہ پرہیز کرتا۔ اسی لئے اس نے قاضیوں کو اس باب میں محتاط رہنے کی ہدایات دی تھیں، اور کوئی قاضی کسی ملزم کو بادشاہ کی اجازت کے بغیر پھانسی دینے کا مجاز نہ تھا۔ اس سے بادشاہ کا مقصود یہ تھا کہ قاضی کسی موقعہ پر بے احتیاطی سے انسانی خون بہا نہ سکیں۔[2]

---

[1] مرات ص ۳۸۱ [2] مرات مرات ص ۳۱۷ [3] ماثر عالمگیری ص ۲۰۴

بادشاہ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کو اس درجہ عزیز رکھتا، کہ بیرونی لوگوں کو بھی اس کی اس خصوصیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک سیاح اونگٹن نے اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی۔ یہ بادشاہ کے انصاف کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے۔

اس کے ہاں بکری اور شیر ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں، اورنگ زیب کے حضور ایک کمزور سے کمزور کی آواز اس طرح پہنچ سکتی ہے۔ جس طرح ایک بڑے امیر کی آواز[1]

اونگٹن نے یہ سنی سنائی بات نہ کہی تھی۔ درحقیقت اورنگ زیب کے انصاف کا یہی عالم تھا۔ احکام عالمگیری میں حمید الدین نے اورنگ زیب کے انصاف کے بارے میں ایک مثال دی ہے۔ حمید الدین صاحب کہتے ہیں کہ اورنگ زیب کی ایک خالہ۔ اسدخاں وزیر اعظم سے بیاہی تھی — اسدخاں کا ایک نواسہ، مرزا تفخر تھا، اس کے بارے میں اورنگ زیب کو اطلاع ملی کہ اس نے ایک ہندو مسافر کی نئی نویلی دلہن پر قبضہ کر لیا ہے، ڈولی اپنے گھر میں اتار لی ہے اور غریب ہندو کو دھتکار دیا ہے۔ مرزا، وزیر اعظم کا نواسہ اورنگ زیب کی خالہ زاد بہن کا بیٹا تھا۔ اس کے باوجود اورنگ زیب کی محافظ سپاہ نے، مرزا تفخر کے گھر پہنچ کر شور مچایا۔ عورت تو انہیں واپس مل گئی، مگر وہ مطمئن نہ ہوئے اور نا قل جا

---

[1] سٹوریا جزو دوم ص ۴۲۱، برنیر ص ۲۶۳، سٹوریا جزو دوم ص ۴۱۵، اونگٹن کا سفر نامہ سنہ ۱۶۸۹ء ۱۲

Marfat.com

نے جو دہلی کا حاکم تھا، یہ روئداد بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ اِدھر سے بادشاہ کا فرمان، وزیر اعظم کے نام جاری ہوا کہ وزیر اعظم، عاقل خاں کو حکم دیں کہ وہ اس بے ہودہ آدمی کو، دہلی کے قلعہ میں بند کر دے، اور اگر اُس کی ماں، اپنے بیٹے کی حد سے زیادہ محبت کے سبب، اس سے الگ نہ رہ سکے تو اسے بھی بڑے احترام کے ساتھ پالکی میں بٹھا کر قلعہ میں پہنچا دیا جائے۔

عاقل خاں کو بادشاہ کی طرف سے یہ ہدایت بھی دی گئی تھی کہ وہ قمرالنساء بیگم کے لئے، قلعہ میں رہنے کے لئے ایک بہت خوبصورت مکان کا انتظام کر دیں۔ کیونکہ وہ میری خالہ کی بیٹی ہیں اور مجھے ان کی ہر طرح کی خاطر منظور ہے۔ مگر جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی اصلاح نہ کر سکے تو دوسرے والدین کیا کر سکیں گے۔

لیکن یہ میرا فرض ہے۔ خدا کی طرف سے کہ میں اپنی رعایا کو ظلم و تشدد سے بچاؤں۔ پچاس آدمی، اس ذلیل آدمی کے مکان کو ہر وقت محاصرہ میں رکھیں تاکہ یہ چوہے کی طرح نکل نہ بھاگے۔

بادشاہ کے خط کے الفاظ تھے۔

ان نابکار و آں ضائع روزگار و ئیس اشراز را در قلعہ بردہ قید نمایند۔ و اگر والدہ اش از شدتِ محبّت کہ با پسر دارد جدائی اختیار نتواں کرد بناظر حکم رساند کہ چندول قمرالنساء بیگم را بردہ بحرمت تمام او را در قلعہ اور دہ بالسپرش نگاہ دارد[1]

---

[1] احکام عالمگیری ص۵۸

Marfat.com

عمدۃ الملک وزیرِ اعظم نے یہ فرمان بھی وہاں بھیج دیا۔ اور اپنی طرف سے الگ خط لکھا جس کے الفاظ یہ تھے :

برادرِ مشفق مہربانِ من بر محبت قدیم کہ از عہد اعلیٰ حضرت فیما بین است توقع نسیت عمومی بالتفاخر فاجراست، اگر خواجہ سرا را فرستادہ او را بحضور خود طلب نمود بنجاہ چوب خار دار نہ زنند فی الجملہ تسکین و آرام در باطن محبت مواطنِ ایں برادر خواہد شدہ خار ہائے چوب ہائے محل خار خار دِل ایں مودت منزل را بر آرد[1]

یہ تھی وہ ذہنیت جو اورنگ زیب نے اپنے عمال و وزرا میں تخلیق کی تھی اگر یہ واقعہ شاہجہاں یا کسی دوسرے دور میں وقوع میں آیا ہوتا تو وزیرِ اعظم قطعاً اسے دبا دیتے۔ ہم معافی چاہتے ہیں کہ مراد کا قصہ ایک بار پھر چھیڑنے کو جی چاہ رہا ہے۔ اورنگ زیب کی جگہ جس مراد کو لینے کی خواہش ہوئی تھی۔ اس کے دماغ کی کیفیت یہ تھی کہ جب گوالیار کے قلعہ میں قاضی صاحب نے اس سے علی قلی وزیرِ اعظم گجرات کے قتل کا محاسبہ کیا۔ تو اس نے جواب دیا تھا۔ اس کے خون کی اتنی حیثیت نہیں کہ ہم سے اس کا قصاص لیا جائے[2] ایک مراد تھا اور ایک اورنگ زیب اور اس کے وزرا تھے۔

جیسے کہ ہم نے پیچھے اسد خاں کے بارے میں لکھا ہے کہ اُس نے

---

[1] احکام عالمگیری ص۵۹ [2] خافی خاں جزء ۲ ص۱۸

Marfat.com

کام بخش کو اس کے مکان میں گھس کر گرفتار کیا تھا۔ حالانکہ کام بخش نے باپ کے حضور اسد خان کی چغلی کھائی تھی، لیکن باپ نے اسد خان سے کوئی باز پرس نہیں کی۔

اس اسد خاں نے اورنگ زیب کے دور میں بڑی حیثیت حاصل کی تھی۔ اس نے اورنگ زیب کے لئے گلکنڈا، بیجاپور اور دوسرے محاذات پر فوجوں کو لڑایا۔ وہ محض قلم ہی کا دھنی نہ تھا تلوار کے کرتب بھی جانتا تھا۔ بادشاہ نے اسے کئی خطابات دیئے۔ امیرالامرا اور نظام الملک آصف جاہ اس کے نام نامی کے ساتھ لکھا جاتا۔

اسد خاں اپنے فرائض کو جس طرح نباہتا۔ اس کی ایک مثال ہم نے پیچھے درج کی تھی کہ کس طرح اس کی بیٹی کے اکلوتے بیٹے افتخار نے ایک ہندو کی بیوی کو ڈولی سے نکلوا لیا تھا اور کس طرح اس نے عاقل خاں کو لکھا۔ اس بدمعاش کے جسم پر پچاس کوڑے مارو، ایسے کوڑے جن سے کانٹے اٹھے ہوں۔

ہمارا مقصود، اورنگ زیب کے وزرا کی سوانح حیات بیان کرنا نہیں ہے۔ ہم نے یہ چند باتیں محض اس لئے قلم بند کی ہیں کہ پڑھنے والے اندازہ کر سکیں کہ اورنگ زیب کے دور میں اس کے بڑے وزرا کی کیا حیثیت تھی۔ وہ انتظامی معاملات میں اورنگ زیب کے معاون و مددگار تھے۔ ان کو کچھ چھوٹے عملہ کے عزل ونصب کا بھی اختیار تھا اور وہ ہر بات میں مشورے بھی دیتے، لیکن آخر کار وہ بادشاہ

Marfat.com

کی مرضی کے پابند تھے۔ بادشاہ کی مرضی کے بغیر وہ کوئی بڑا کام نہ کرسکتے تھے۔ خصوصیت سے، حکومت کی حکمت عملی میں انہیں قطعاً کوئی دخل نہ تھا، یہ حکمتِ عملی اورنگ زیب نے خود وضع کی تھی۔

کسی وزیر کی مثال تو اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے البتہ ایک بڑے صوبیدار مہابت خاں کا ایک مکتوب ہمارے سامنے ہے۔ اس مہابت خاں نے، اسی اسد خاں وزیر اعظم کے تقرر پر اورنگ زیب کے نام لکھا:

اعلیٰ حضرت نے اس کل کے بچے کو وزیر اعظم بنا دیا ہے۔ وزارت عظمیٰ کے منصب پر اس نا معقول آدمی کے تقرر کے نتائج سے آپ ابھی سے آگاہ ہوگئے ہوں گے[1] گو

گو مہابت خاں کی یہ غلط رائے تھی۔ مگر اورنگ زیب نے اسے جواب میں کوئی سرزنش نہیں کی۔

اورنگ زیب کے قاضیوں میں سے قاضی عبدالوہاب، شیخ الاسلام، سید ابو سعید، خواجہ عبداللہ، محمد اکرم اور ملا حیدر نے بڑا نام پیدا کیا۔

قاضی عبدالوہاب، اورنگ زیب کے پہلے قاضی القضاۃ تھے۔ ان کے دادا شیخ طاہر، گجرات کے رہنے والے تھے۔ کئی سال تک حرمین شریفین میں رہے۔ اور شیخ علی متقی کی خدمت میں رہ کر بہ وہ کمال حاصل کیا جو

---

[1] سرجدوناتھ سرکار جز ۳-۸۰

علمار کی محفل میں عزت بخشتا ہے۔

ماثرالامرار کا بیان ہے۔ "شیخ صاحب تقویٰ و طہارت اور علمِ حدیث و فقہ میں یگانہ روزگار تھے"[1]

جب وطن لوٹے تو چونکہ ان کی برادری شیعہ تھی اور بدعات کی عادی تھی۔ اس لئے شیخ صاحب بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے قسم کھالی کہ اس وقت تک سر پر عمامہ نہ باندھیں گے جب تک اپنی قوم کی تمام بدعات دور نہ کردیں گے۔ ایک بار بادشاہ گجرات آیا۔ شیخ صاحب سے ملا، اور یہ عہد اپنے اوپر لیا کہ وہ ان کی قوم سے بدعات دور کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔ چنانچہ عزیز کوکہ کو حکم ہوا، شیخ صاحب کی مدد کریں۔

قاضی عبدالوہاب اپنے دادا کی طرح علم فقہ و اصول میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ شاہ جہاں کے زمانے میں پٹن کے قاضی رہے تھے۔ جب شاہزادہ اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا تو قاضی صاحب اس کے پاس آئے۔ وہ ان سے اس قدر متاثر ہوا کہ تخت پر بیٹھتے ہی قاضی صاحب کو قاضی القضاۃ مقرر کردیا۔

قاضی صاحب کی مرضی اور مشورہ کے بغیر اورنگ زیب کوئی کام نہ کرتا۔ قاضی صاحب بادشاہ پر اس درجہ غالب تھے کہ بعض فوجی مہموں میں بھی بادشاہ ان ہی سے استصواب کرتا۔

---

[1] ماثرالامرا جزا اول ص ۲۳۵

Marfat.com

ماثرالامرا کے الفاظ ہیں۔

درکمال استقلال و غایت نفاذ حکم و نہایت اعتبار و اقتدار اشتغال داشت و ایں امر چنانچہ از قاضی مذکور قسمتی شد از پیش نیاں کسے را بایں استقلال نہ شد۔ چہ مزاج پادشاہی آں ہمہ مصروف شد۔ پاس امور دینیہ بود کہ نظم و نسق مملکتِ بدیں وسعت جز بحدود و سیاست شرعیہ بکار نمی رفت۔

شیخ صاحب کی موت کے بعد، ان کے بیٹے شیخ الاسلام نے جو شیخ صاحب سے کہیں زیادہ متقی پرہیز گار تھے، ان کی جگہ لی۔ شیخ الاسلام اس اس قدر متقی تھے کہ انہوں نے باپ کے ترکہ میں سے جو ایک لاکھ اشرفی سے بھی زائد تھا، ایک پائی نہ لی۔ ساری دولت لوگوں میں تقسیم کردی۔

شیخ الاسلام کو باہمی مصالحت اس قدر پسند تھی کہ مدعی اور مدعا علیہ خواہ گواہ لے بھی آتے تو بھی وہ فیصلہ نہ دیتے۔ اور لوگوں سے کہتے، آپس میں مصالحت کرلو۔

وہ اپنے عہدہ پر کچھ زیادہ دن متمکن نہیں رہے۔ بڑے خدا پرست تھے۔ اس کام کو بھی خدا پرستی کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور حج کو چلے گئے۔ بہت دنوں کے بعد واپس آئے۔ لیکن بادشاہ تک نہ پہنچ سکے رستہ ہی میں مرگئے۔

Marfat.com

سید ابوسعید، قاضی عبدالوہاب کے داماد تھے، شیخ الاسلام کی جگہ ان کو ملی تھی۔ لیکن وہ چونکہ اچھے اور ذمہ دار آدمی نہ تھے۔ اس لئے معزول ہوئے۔ ان کی جگہ ملا حیدر نے لی۔

Marfat.com

دیوان :

وزرا کے بعد دیوان مغل حکومت کا سب سے بڑا عہدیدار تھا۔ تمام صوبے، اپنے ہاں کے مالیہ کے کاغذات اور دوسرے امور اس کے حضور پیش کرتے۔ صوبے براہ راست اس سے خط و کتابت کرتے۔ حتیٰ کہ صوبوں کے گورنروں کو مالی معاملات میں، بات چیت کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ صوبوں کے دیوان، اس بات کے مجاز تھے، کہ صوبے دار کو بتائے بغیر اپنے ہاں کے کاغذات مرکز کے دیوان کو ارسال کر دیں۔

اپنے ایک خط میں اورنگ زیب نے جب کہ وہ دکن کا صوبیدار تھا۔ دکن کی پیداوار کے بارے میں باپ کو جو اطلاعات دی تھیں۔ ان میں یہ بھی درج کیا تھا کہ یہاں کے دیوان صاحب نے آپ کے

Marfat.com

ہاں کاغذات بھیج دیئے ہیں۔ اور یہ کام دیوان کا ہے کہ وہ پیداوار کے بارے میں مرکز کو اطلاع دیا کرے۔[1]

"پرداختِ مہماتِ پرگنات بعہدہ دیوانیاں است"

بہرحال دیوان ہی ایک ایسا بڑا عہدیدار تھا، جس کا اقتدار تمام سلطنت پر حاوی تھا۔ عموماً وزیرِ اعظم، ریاست کا بڑا دیوان ہوتا تمام مالیات کی نگرانی اسی کے سپرد ہوتی۔ یہ تمام دوسرے دفاتر کا محاسبہ اور جانچ پڑتال بھی اسی کے ذمہ تھی۔ صوبوں کے بڑے عہدیداروں سے جو درخواستیں آتیں، ان کو بادشاہ کے حضور وہی پیش کرتا۔

بڑے دیوان کے تابع دو اور دیوان تھے۔ ایک دیوانِ تن، اور دوسرا دیوانِ خاصہ۔ دیوان تن، فوج کے علاوہ، تمام سرکاری عمال کی تنخواہیں ادا کرتا نیز بادشاہ کے حضور جاگیروں اور تمام ایسی زمینوں کے کاغذات پیش کرتا جو ریاست کی طرف سے لوگوں کو مفت دی گئی تھیں منصب داروں کے معاملات بھی اس کے ذریعے بادشاہ تک پہنچتے۔ وہی بادشاہ کے فرمان بھی لکھتا وہی معاش کے کاغذات پر بادشاہ کی منظوری لیتا۔ وہی بادشاہ کے احکام ریاست کے طول و عرض میں پھیلاتا۔

دیوانِ خاصہ، صوبیداروں، فوجداروں، امینوں، اور دوسرے دیوانی عمال کی تقرریاں کرتا۔ گو بڑی تقرریاں، بادشاہ کی منظوری اور حکم کے بغیر نہ ہو سکتی

---

[1] رقعاتِ عالمگیری ۱۰۹، ہ ۔ ۱۶

Marfat.com

تھیں، لیکن چھوٹے عہدے عموماً وہی پُر کرتا۔

دیوانِ خاصہ کے ذمے بادشاہ زادوں، بیگمات اور دوسرے افرادِ خاندان شاہی کی جائدادوں اور تنخواہوں کا اہتمام بھی تھا۔ وہی راہداریاں جاری کرتا اور پروانے عطا کرتا۔ بادشاہ کی خدمت میں مالیات اور پیداوار کے متعلق جو روئداد پیش کی جاتی۔ وہ بھی دیوانِ خاصہ ہی تیار کرتا۔ وہی زمین کی پیمائش کراتا، مالیہ کی تشخیص، معافیوں اور تقاوی کی سفارش بھی اس کے ذمہ تھی۔ ہر صوبے میں الگ الگ دیوان مقرر تھے جن کی نگرانی بڑے دیوان کے ذمہ تھی۔[1]

---

[1] مغل ایڈمنسٹریشن ص۳۰ سے لے کر ص۴۷ تک

Marfat.com

میر بخشی

جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا کہ اورنگ زیب کے زمانے میں وزیر اعظم، دیوان اور قاضی القضاۃ سب سے بڑے عہدے دار تھے۔ ریاست کے نظم و نسق میں ان کا بہت دخل تھا۔ ان تین بڑے عہدوں کے علاوہ ایک اور بڑا عہدہ بھی تھا، جسے میر بخشی گیری کہا جاتا۔

اس عہدیدار کے ذمے فوجوں کی بھرتی، منصب داروں یا بڑے فوجی افسروں کی نگرانی، فوج محافظ کی بھرتی اور اُس کی نگہداشت۔ فوج کی تنخواہوں کا حساب رکھنا، لڑائیوں پر فوجیں بھیجنا۔ اور بعض دفعہ مہمیں سرانجام دینا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں اس منصب نے مزید احترام پایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اورنگ زیب کے حسنِ انتخاب نے بعض بڑے آدمی اس کام کے لئے چُنے۔

Marfat.com

ان میں محمد امین خاں، دانشمند خاں، لشکر خاں، سربلند خاں،
روح اللہ خاں، ہمت خاں، اشرف خاں، بہرہ مند خاں، اور نصرت جنگ
میر بخشی بہت ممتاز تھے۔ یہ سب کے سب اپنے وقت کے بہت دانا
محتاط اور فرض شناس حکام تھے یہ عملاً خزانہ کی نگرانی کرتے۔
محمد امین خاں میر جملہ کے صاحب زادے تھے، یہ وہی تھے جن کی وجہ
سے اورنگ زیب نے گلکنڈا پر چڑھائی کی تھی۔ شاہجہان کے زمانے ہی
میں انہیں تین ہزاری منصب مل چکا تھا اور وہ عملاً، اپنے باپ
کی جگہ امورِ وزارت انجام دینے لگے تھے۔ چونکہ اورنگ زیب کے
خیر خواہ تھے، اس لئے شاہ جہان نے میر جملہ کی معزولی کے بعد ان
سے نیابت چھین لی تھی۔ لیکن مالی معاملات میں ان کی مہارت کے
سبب میر بخشی گیری کا عہدہ عطا کر دیا تھا۔ مگر دارا شکوہ انہیں اچھا نہ
سمجھتا تھا۔ اورنگ زیب کی فوج کشی کے بعد انہیں نظر بندی کی سزا
دی۔ سموگڑھ کی لڑائی کے بعد وہ بھاگ کر، اورنگ زیب کی خدمت میں
پہنچے۔ اورنگ زیب نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں چہار ہزاری منصب بخشا
اور میر بخشی گیری کا عہدہ پھر سے عطا کیا۔ جنگِ برادران میں انہوں نے
بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس سال پنج ہزاری منصب
پر سرفراز ہوئے۔ پانچویں سال جلوس میں اورنگ زیب نے انہیں شش ہزاری
منصب عطا کیا۔ دسویں سال جلوس میں وہ لاہور کے صوبیدار بنائے گئے
پھر کابل کا صوبہ بھی ان کی تحویل میں دے دیا گیا۔

Marfat.com

ان میں چونکہ انتظامی صلاحیتیں بہت تھیں اور بادشاہ انہیں بہت چاہتا تھا اس لئے اس نے انہیں اپنا وزیر اعظم بنانا چاہا۔

ماثر الامرا کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی بد دماغی کے سبب کچھ ایسی شرطیں عائد کیں کہ بادشاہ رنجیدہ ہوا اور انہیں یہ منصب نہ دیا۔

ان میں، غرور بے حد تھا۔ اس کے باوجود ماثر الامرا کے بیان کے مطابق وہ بڑے با اصول صاحب دیانت و راستی تھے۔

" ہر چند خاں مذکور تکبر و خود آرائی بافراط داشت۔ اما در دیانت و راستی از یکتایان روزگار بود، و بجیر سگالی و نیک سنجی می کوشیدہ۔"

محمد امین خاں کے بعد دانش مند خاں نے ان کی جگہ لی۔

دانش مند خاں ایران کے رہنے والے تھے، علوم متداولہ عقلیہ اور نقلیہ میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ اورنگ زیب کی ملازمت میں آنے سے پہلے، شاہجہان کے زمانے میں، عہدہ میر بخشی گیری تک پہنچ چکے تھے۔ سہ ہزاری اور ہشت صد منصب حاصل تھا، مگر غالباً داراشکوہ نے ان کی صلاحیتوں کا اندازہ نہ کیا تھا کہ مستعفی ہوئے۔ اور دہلی ہی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

ماثر الامرا کے مصنف نے دانش مند خاں کے علم و فضل کی بڑی

ماثر الامرا جز ۳، ۶۱۴، ۶۱۵ ماثر الامرا جز ۳۔ ۶۲۰

Marfat.com

تعریف کی ہے۔ نیز ان کی دیانت اور نیک نفسی کو بھی بہت سراہا ہے۔ ماثر الامرا کے مصنف کے خیال میں وہ علم و فضل کے لحاظ سے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ہم پلہ تھے۔ اپنے علم و فضل کے ساتھ ساتھ نظم و نسق سلطنت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس لئے بادشاہ نے انہیں دارالخلافہ کی صوبیداری بھی بخشی تھی۔ میر بخشی گیری کا عہدہ پہلے سے ان کے پاس تھا۔

ان کی موت کے بعد لشکر خاں، پر بادشاہ کی نگاہ اٹھی، وہ ملتان کے صوبیدار تھے۔ لشکر خاں میں بھی وہی خصوصیتیں تھیں جو اورنگ زیب کے نزدیک ریاست کے عمال میں ہونی ضروری ہیں۔ عمر رسیدہ آدمی تھے ہر خدمت کو خدمت سمجھ کر کرتے تھے۔

لشکر خاں کے بعد جن بزرگوں نے اس منصب کو زینت بخشی ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کی دینداری اور احساسِ فرض پر شبہ کیا جا سکے۔

ماثر الامرا جلد دوم ص ۳۲ جلد سوم ص ۱۷۱

Marfat.com

صدر الصدور:

خصوصیت سے جن بزرگوں نے صدر الصدور کا عہدہ پایا، وہ تو اپنے کردار کی پختگی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ یہی وہ لوگ تھے، جن کے ذریعہ علما کو وظائف ملتے۔ مساجد اور درس گاہوں کی نگرانی ہوتی۔ اور غریب اور مستحقین کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ صدر الصدور کا محکمہ پوری مملکت تک پھیلا تھا۔ صوبوں اور اضلاع کے عہدیدار صدر کہلاتے۔ ان کے وہی کام تھے جو صدر الصدور کے ذمے تھے۔

فرق صرف اتنا تھا کہ صدر الصدور ان سب کی نگرانی کرتا۔ اور جو مسائل مرکز سے متعلق تھے۔ انہیں بادشاہ کے گوش گزار کرتا۔

چونکہ اورنگ زیب نے ریاست کو ایک دینی ریاست بنا دیا تھا۔

Marfat.com

اس لئے صدروں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ وہ ایک طرح سے، مساجد، دینی درس گاہوں اور دوسرے اداروں کے ذریعہ، عوام کے اخلاق کو سنوارنے کی کوشش کرتے۔ گو عوام کو نیک چلنی کی دعوت دینے والا ایک مستقل ادارہ' ادارۂ احتساب کے نام سے قائم کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس ادارہ کے ذمہ عوام کی ہنگامی اصلاح تھی صدروں کا کام عوام کے ذہنوں کی صحیح نشوونما تھی۔ وہ درس گاہوں کے ذریعہ عوام کے بچوں کے ذہنوں میں اسلام سے محبت اور اچھی زندگی گزارنے کی لگن پیدا کرنے کے ذمہ دار تھے۔

اورنگ زیب نے وقتاً فوقتاً جن بزرگ علما کو یہ بڑا منصب سونپا ان میں پہلے سید ہدایت اللہ تھے۔

سید صاحب، جہانگیر بادشاہ کے زمانے کے ایک ممتاز عالم سید احمد قادری کے بیٹے تھے۔ شاہجہان کے منظورِ نظر تھے۔ اورنگ زیب نے تخت پر بیٹھنے کے بعد ان کا منصب بحال رکھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے نقطۂ نگاہ سے وہ اس منصب کو صحیح طور پر انجام نہ دیتے تھے۔ اس لئے انہیں تھوڑی مدت بعد معزول کر دیا اور ان کی جگہ شیخ میرک ہروی کو دی جو اپنے وقت کے ایک بڑے عالم و فقیہ تھے۔ شاہجہان کے زمانے میں شاہی خاندان کے استاد تھے۔ دارا شکوہ اور دوسرے شہزادوں کو پڑھایا تھا۔

Marfat.com

اورنگ زیب ان سے بہت متاثر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سال دوم جلوس میں اس نے انہیں سیّد ہدایت اللہ کی جگہ یہ بڑا منصب عطا کیا۔

لیکن اورنگ زیب کا مقصود شیخ میرک بھی پورا نہ کر سکے۔ اس لئے اس نے ان کی جگہ قلیچ خاں خواجہ عابد کو دی۔ جو نہ صرف ایک بہت بڑے عالم تھے۔ بڑے پرہیزگار و متقی بھی تھے۔

وہ اورنگ زیب سے اس وقت ملے جب وہ دکن سے آگرہ کی سمت یلغار کر رہا تھا۔ وہ ان سے مل کر اس قدر خوش ہوا کہ انہیں سہ ہزاری و پنج صد منصب عطا کر کے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کو شکست دینے کی خوشی میں اس نے ان کے منصب میں اور اضافہ کیا اور چہار ہزار دو ہفت صد بنا دیا۔ سال چہارم میں، انہیں صدارت کا منصب بخشا۔ وہ تقریباً چھ سال صدر الصدور رہے۔ پھر اجمیر کے صوبیدار بنائے گئے، اجمیر کے بعد صوبہ ملتان کے ناظم مقرر ہوئے کئی فوجی خدمات بھی انجام دیں۔

پچیسویں سال جلوس میں پھر یہی منصب پایا۔ عجیب بات ہے کہ خواجہ صاحب بہت بڑے صاحبِ علم و زہد ہونے کے باوجود بہت بہادر بھی تھے۔ کئی فوجی مہمیں سر کی تھیں۔

ماثر الامرا جز ۳ "میرک"

ماثر الامرا جز ۳ ۔ صد ۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲

Marfat.com

ان ہی کی طرح اورنگ زیب نے اس منصب کے لئے جن بزرگوں کا انتخاب کیا، وہ انتہائی موزوں و مناسب لوگ تھے خصوصیت سے شیخ صفدر اور محمد امین تو اپنی مثال آپ تھے۔ بادشاہ ان سے بہت خوش تھا۔ اور انہوں نے اپنے منصب کا پورا احترام کیا تھا۔ ان لوگوں کی وجہ سے تعلیم خوب پھیلی اور مساجد کی نگرانی بہت اچھی طرح ہوئی۔

Marfat.com

احتساب :

عوام کے اخلاق کو سنوارنے کے لئے اورنگ زیب نے جو کام محتسبوں کے ذریعے لیا وہ اس کے سوا تھا۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ ذمہ داری اپنے اوپر لی یہ صرف اورنگ زیب تھا جس نے بادشاہت کا منصب پانے کے بعد رعایا کے کردار و اخلاق کو سنوارنے کے لئے ان پر محتسب بٹھائے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب کو یہ کیا حق تھا کہ رعایا کے اخلاق پر احتساب بٹھائے۔ ان پر نماز روزہ اور دوسرے نیک کاموں کے لئے جبر کرے اور شراب و بھنگ پینے اور اس طرح کے دوسرے جرائم کے ارتکاب سے روکے۔ لیکن یہ اعتراض اس قسم کا ہے جس طرح کے وہ اعتراضات

Marfat.com

تھے کہ اورنگ زیب نے باپ کی موجودگی میں تخت پر کیوں قدم رکھے۔

قانونِ اسلامی کی رو سے مسلمان امیر کے فرائض میں یہ فریضہ بھی ہے، کہ وہ نیکی کی اشاعت اور برائی کا انسداد کرے۔ جبکہ اورنگ زیب نے ملّت کی امارت قبول کی تھی تو یہ اس کا فریضہ تھا کہ وہ عوام کو برائیوں سے روکے۔

اورنگ زیب نے اس فریضہ الٰہی کی تعمیل کے لئے جو احتساب قائم کیا شریعت کے منشا کے موافق تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شریعت کے نقطۂ نگاہ سے وہ بڑا مجرم ہوتا۔

عاقل خاں رازی کے بیان کے مطابق اورنگ زیب نے یہ محکمہ قائم کرکے، ان بدکرداروں، بدراہوں اور بدعقیدہ لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، جو سیدھی راہ سے ہٹ چکے تھے۔ اور بدچلنی اور گمراہی پھیلا رہے تھے۔ اورنگ زیب کے محتسب ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے، وہ گلی گلی پھرتے، کوچہ کوچہ جاتے، چھپ چھپ کر لوگوں کے گناہوں کا جائزہ لیتے۔ منڈیوں میں سودے ہوتے دیکھتے، اور فریب کاروں پر مقدمے چلاتے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اورنگ زیب نے محکمہ احتساب قائم کرکے گو عوام کو جبراً نماز پڑھوائی۔ گو جبراً سچ بلوایا، گو جبراً جھوٹ بولنے اور فریب دینے سے روکا، گو جبراً شراب پینے اور زنا کرنے سے باز رکھا، لیکن یہ جبر کتنا پیارا تھا، جس نے نیکی کا سر اونچا ہوا اور بدی

Marfat.com

سرنگوں ہوئی۔

نیکی کی اشاعت دنیا کے ہر مذہب میں سب سے بڑا کام ہے اگر اسے کوئی جبراً بھی عام کرے۔ تو یہ انسانیت کی ایک بڑی خدمت ہے اور اورنگ زیب کے محتسب تو بڑے مستعد تھے۔ ان کی نگاہ سے کوئی برائی چھپ نہ سکتی، کوئی شرابی، کوئی زانی، کوئی بدمعاش اور چور ان کے کوڑے سے محفوظ نہ رہ سکتا۔

اورنگ زیب کے حکم سے شراب، بھنگ، جوا، زنا اور فاحشہ عورتوں کی خرید و فروخت قطعاً ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔ جو لوگ اس ممانعت کا لحاظ نہ رکھتے انہیں کڑی سزائیں دی جاتیں۔

عالمگیر نامہ کے مصنف احتساب کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

> کہ یکے از فضلائے پایہ سریر اعلیٰ کہ بہ صفت تدین مسلمانی وسمت فقاہت و مسئلہ دانی موسوم باشد، بخدمت احتساب منصوب سازند تا خلائق از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شرب خمر و خوردن بھنگ و بوزہ و سائر مسکرات و مباشرت فواحش و زانیات منع و زجر کردہ حتے المقدور از قبائح اعمال و شنائع افعال باز دارد[1]

خافی خاں کا بیان گو مختصر ہے، مگر اس نے بھی احتساب کو بڑی

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۳۹۱، ۳۹۲ خافی خاں جزو دوم ص ۸

Marfat.com

اہمیت دی ہے۔ اور اس کام کے اجرا کو بادشاہ کی دینداری قرار دیا ہے۔

بادشاہ نے اس عظیم الشان کام کی نگرانی جس عالم کے سپرد کی تھی وہ ملا عوض وجیہہ تھے، جو توران کے رہنے والے تھے، اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اورنگ زیب نے جب ان کا تقرر کیا، تو انہیں ایک ہزار سوار عطا کئے۔ نیز ۱۲ منصب داروں اور احدیان کو ہدایات دیں کہ امورِ احتساب میں ملا صاحب کی امداد و اعانت کریں۔

عالمگیر نامہ کی رو سے ملا صاحب کو ایک ہزار سوار اس لئے دیئے گئے تھے، کہ اگر بعض اشرار، بدمعاش اور جوئے باز سرکشی و نادانی سے کام لیں تو یہ سوار ان کا سر کچل سکیں۔

احتساب کے اس محکمہ کے حدود محض دارالخلافہ تک محدود نہ تھے، اس کا دائرہ عمل پورے صوبہ جات اور تمام اطراف و ممالکِ سلطنت تک وسیع تھا۔ اور اس سے پوری مملکت، ظاہری جرائم سے پاک ہوگئی تھی۔ ہر جگہ شریعت کے احکام کی پابندی کی جاتی۔ اور کسی جگہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا تھا۔ جو شریعت کو چیلنج کر سکتا یا جس میں اتنا حوصلہ ہوتا کہ شریعت کے احکام کی علی الاعلان مخالفت کرے۔

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۳۹۱، ۳۹۲ خافی خاں جزدوم ص ۸

Marfat.com

محتسب کے فرائض میں صاحب مرأت نے، ایک اور بات بھی شامل کی ہے ۔ اس کا کام یہ بھی تھا کہ مقروضوں کو قرض کی ادائگی پر مجبور کرے ۔ ان کے قرضے بیباق کرائے ۔ نیز شہریوں کو ان کے فرائض سے آگاہ رکھے ۔ انہیں صاف رہنے پر مجبور کرے ۔ اور انہیں اس بات کی اجازت نہ دے کہ وہ ایک دوسرے کو تنگ کریں ۔

Marfat.com

برید یا ڈاک :

اللہ امیر معاویہؓ پر رحم کرے۔ وہ اسلام میں پہلے شخص تھے، جنہوں نے برید کا سلسلہ قائم کیا۔ مغل جب ہندوستان آئے تو انہوں نے اخبار رسانی یا ڈاک لانے، لے جانے کے لیے، اسی ترقی یافتہ انداز کو اختیار کیا جسے بنو امیہ نے بنو عباس کو ورثہ میں عطا کیا تھا۔ اور بنو عباس نے آگے سلجوقیوں ال بویہ پھر ترکوں اور مغلوں کو بخشا۔

اورنگ زیب سے پہلے یقیناً، برید کا یہ سلسلہ، پوری مملکت میں قائم تھا۔ لیکن رقعات عالم گیری کے رقعات اورنگ زیب بنام شجاع

عالمگیر نامہ صفحہ ۳۵۲ ۔ مغل نظم و نسق صفحہ ۳۰ ۔ ... ات صفحہ ۳۵۰ ، ۳۵۱

[2] دیکھئے میری کتاب تہذیب و تمدن اسلامی جزء دوم ۔ "امیر معاویہ"

Marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان کے زمانہ میں مرکز سے لے کر صوبوں کے صدر مقامات تک تو ڈاک، ہر ہفتہ آتی جاتی۔ لیکن کوئی ایسا مسلسل رشتہ قائم نہ تھا۔ جو مرکز کی خبریں مملکت کے ہر حصہ میں چند دن کے اندر اندر پہنچا دے۔

مثلاً شاہجہان کی بیماری کے وقت جب اورنگ زیب، مراد اور شجاع نے دارا کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنایا تو ان تینوں صوبوں کے مابین ڈاک کا کوئی مناسب وموزوں انتظام نہ تھا۔ اس لئے اورنگ زیب نے شجاع سے درخواست کی تھی۔ بنگال سے لے کر گجرات تک ڈاک کی چوکیاں قائم کی جائیں۔

یہ اقتدار حاصل کرنے سے پہلے کی بات تھی، اورنگ زیب نے تخت پر قدم رکھنے کے بعد خود اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد کی۔ حیدرآباد دکن سے شاہی خطوط صرف چھ دن میں دہلی پہنچ جاتے تھے۔

ہر چار اور پانچ کوس کے فاصلہ پر، حیدرآباد سے دہلی آنے والی سڑک پر ڈاک چوکیاں قائم تھیں۔ ڈاک کے گھوڑے ان چوکیوں پر ہر وقت تیار رہتے۔ جن کے گلوں میں گھنٹیاں بندھی ہوتیں۔ حیدرآباد دکن سے جو ڈاکیہ روانہ ہوتا وہ چھ کوس کے فاصلے پر گھوڑا بدل لیتا۔ جہاں وہ خود تھک جاتا وہاں اس کی جگہ دوسرا سوار لے لیتا۔ پوری مملکت میں سرکاری

Marfat.com

یا غیر سرکاری چھٹیوں کی ترسیل اسی طرح ہوتی۔

جس طرح[1]، بنوامیہ یا بنو عباس کے زمانے میں، اس محکمہ کے تین شعبے تھے، اسی طرح اورنگ زیب کے زمانہ میں بھی اس کے تین ہی شعبے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اورنگ زیب نے ہر ضلع اور ہر صدر مقام کو ایک یونٹ کی حیثیت دے دی تھی۔

مثلاً صوبہ دہلی کے تمام اضلاع اور اہم شہروں، اور دیہات کے وقائع نویس، ہرکارے اور خفیہ نویس، ایک یونٹ شمار ہوتے۔

ہر صوبے کے کارکن صاحب البرید کے ماتحت تھے۔ تمام صوبوں کے اصحابِ برید کی نگرانی بھی ایک ہی شخص کرتا۔ البتہ درباری وقائع نویس براہِ راست بادشاہ کے ماتحت تھے۔

اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں اس قدر مستعدی سے کام لیا کہ ہر صوبہ کی خبریں، اسے ہر ہفتہ موصول ہوجاتیں اور وہ پوری سلطنت کی جزئیات سے ہر وقت آگاہ ہوتا۔ جن صوبوں میں شاہزادے نیابت کے فرائض انجام دیتے، وہاں بھی اورنگ زیب کے وقائع نویس متعین ہوتے اور سرکاری معاملات کے علاوہ، وہ اورنگ زیب کو شہزادوں کی خلوت کی محفلوں سے بھی آگاہ کرتے رہتے۔

---

[1] تاریخ العرب۔ جزدوم "برید"

Marfat.com

عجیب اتفاق ہے کہ بنوامیہ اور بنو عباس کے دَور میں، برید کے محکمہ اور اس کے کارکنوں کے جو فرائض تھے۔ ان میں اورنگ زیب کے زمانے میں سرِ مو کوئی فرق نہ آیا تھا، یہ غالباً خارج از بحث بات سمجھی جائے گی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت امیر معاویہ، عبدالملک، ولید بن عبدالملک اور ہارون و مامون کے دَور میں اس محکمہ نے جو ترقی کی۔ وہ اسے اکبر اعظم کے دَور میں بھی نصیب نہ ہوئی۔

Marfat.com

فوج :

ہر متمدّن اور بڑی حکومت اپنے دفاع کے لئے ، مضبوط سے مضبوط فوج کا اہتمام کرتی ہے اورنگ زیب کی فوج بھی ، بڑی مضبوط اور منظّم تھی ۔

برنیر[1] اور منوسی نے ، اورنگ زیب کی پیادہ اور سوار فوج کی تفصیل پیش کی ہے[2]
برنیر کا بیان ہے کہ اورنگ زیب کی سوار فوج پینتیس تیس ہزار کے قریب تھی ۔ اور پیادہ فوج دو اور تین لاکھ کے درمیان تھی ۔ منوسی نے پیادہ فوج کا ایک قطعی اندازہ پیش کیا ہے ۔ اس کے بیان کی رو سے کل فوج دو لاکھ نوے[3] ہزار تھی ۔

---

[1] برنیر ۲۱۹ [2] منوسی جزء دوم ص ۴۱۳ ، ۴۲۱

Marfat.com

لیکن ہمارے اندازے کے مطابق، اورنگ زیب کی سوار فوج پچاس ہزار سے بھی زائد تھی۔ اس لئے کہ عمل صالح، خافی خاں اور عاقل خاں کے بیانات کی رُو سے اورنگ زیب نے جب جسونت سنگھ سے لڑائی کی تو اس کے ساتھ تیس ہزار سوار تھے[1]۔

عاقل خاں راوی ہیں کہ مراد پر جب اورنگ زیب نے قبضہ پایا تو اس کے بیس ہزار سپاہی اورنگ زیب سے آن ملے۔ اگر آغاز میں اورنگ زیب کی سوار فوج پچاس ہزار تھی۔ تو لازمی طور پر ان دنوں جب اس نے سارے ہندوستان کو ہلا ڈالا تھا۔ جب اس نے بیجاپور، گلکنڈا اور مرہٹوں کے خلاف بیک وقت لڑائی کی طرح ڈالی تھی۔ اس کی سوار فوج ایک لاکھ سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اور یہ فوج ہر اسلحہ سے مسلح تھی۔ اورنگ زیب چونکہ ایک بہت بڑا سپہ سالار تھا، اس لئے اس کی فوج نظم ونسق کی بے حد خوگر تھی، اورنگ زیب نے، اسے چونے گچ دیوار کی صورت دے دی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب کے زمانے میں بھی مغل فوج کی ہیئت ترکیبی وہی تھی جو اس کے باپ شاہجہان، جہانگیر، اور اکبر کے عہد میں تھی۔ اس کے چار بڑے عنصر تھے۔

۱۔ دخیلی ۲۔ خارجی، ۳۔ منصداروں کی بھرتی کی ہوئی اور احدی

---

[1] عاقل خاں ص ۲۰

Marfat.com

پہلی اور چوتھی فوجیں، براہِ راست مرکز کے ماتحت تھیں۔ یہ دونوں فوجیں مرکز کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہ تھیں۔

نمبر ۲ اور ۳ گو مرکز کے ماتحت تو تھیں اور مرکز کے بلاوے پر حاضر ہونے پر بھی مجبور تھیں، لیکن ان میں اور مرکز میں ایک واسطہ حائل تھا۔

منصب داروں کی فوج۔ منصب داروں کے ماتحت ہوتی۔ وہی اس کو بھرتی کرتے۔ وہی انہیں اپنی جاگیروں کی آمدنی سے تنخواہیں ادا کرتے۔ اور وہی لڑائی کے وقت انہیں اپنی قیادت میں دشمنوں سے لڑاتے۔

منصب داروں پر سپاہیوں کی بھرتی اور فوج کو ہر آن مستعد رکھنے کے لئے پابندی لگائی گئی تھی کہ وہ ہر سال اپنے سپاہیوں کو ملاحظہ کے لئے پیش کیا کریں۔ نیز گھوڑوں کو داغ کرائیں۔ اورنگ زیب نے اپنے رقعات بنام شاہجہان میں دکن کے ان ہی لوگوں کی سفارش کی تھی اور کہا تھا کہ ان کی جاگیروں سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی کہ اپنے منصب کے مطابق فوج تیار رکھیں[1]۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ اورنگ زیب ان لوگوں کو احتساب و معائنہ سے قطعاً معاف رکھنا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ منصب داروں کو اتنی آمدنی لازمی ہونی چاہئے جس سے وہ اپنے عہدے کے مطابق فوج بھرتی کر سکیں۔

منوچی کے بیان کی رو سے، ہر منصب دار اس بات کا پابند تھا کہ

---

[1] رقعات عالمگیری دکن کے زمانہ میں شاہجہان کے نام خطوط

Marfat.com

اپنے منصب کی ایک چوتھائی فوج، ہر وقت مسلح رکھے، مثلاً ۴ ہزاری منصب دار پر قطعاً لازم تھا کہ اس کے پاس ایک ہزار سوار ہوں۔

اور یہ ایک ہزار مختلف قوموں سے ہوں یعنی مثلاً ۲۵۰ پٹھان، اتنے ہی مغل، اتنے ہی راجپوت، سید اور شیخ ہوں۔

یہ چاروں سپاہی پیشہ قومیں تھیں۔ اور ان کے آدمیوں کو بھرتی کر کے ان میں فوجی روح قائم رکھنا مطلوب تھا۔

منصب داری فوج کی نسبت خراجی فوج، مرکز سے زیادہ فاصلہ پر تھی۔ یہ وہ فوج تھی جو ماتحت ریاستوں میں حسب حیثیت موجود ہوتی۔ مرکز جب چاہتا۔ اس فوج کے ایک حصہ کو اپنی امداد پر بلا لیتا۔ خراجی ہونے کے سبب ریاست کے حکمران کو حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں، گو ایسے راجوں کی تعداد کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔ لیکن پھر بھی کئی رجواڑے اورنگ زیب کو خراج ادا کرتے۔

Marfat.com

تنخواہ :

جیسے کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ سپاہی جو منصب داروں کے ماتحت ہوتے انہیں منصب دار اپنی جاگیروں سے تنخواہ ادا کرتے۔ وہی ان کے رکھ رکھاؤ کے ذمہ دار تھے۔ اسی طرح، خراج ادا کرنے والے راجپوت بھی اپنے سپاہیوں کو خود تنخواہ دیتے۔ مرکز، صرف اس سپاہ کو تنخواہ دیتا، جو براہِ راست اس کے ماتحت تھی۔ اورنگ زیب سپاہیوں کی آسائش کا بہت خیال رکھتا تھا۔ جب دکن کے دوران قیام میں شاہجہان نے، سپاہیوں کی تنخواہ بیس سے پندرہ روپے ماہوار کردی، تو اورنگ زیب نے باپ کے اس طریق کار کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا۔

اس نے باپ کو لکھا تھا:

Marfat.com

کر آپ نے سپاہیوں کی تنخواہ بیس سترہ اور پندرہ روپے کردی ہے۔ یہ تنخواہ بہت کم ہے۔ اگر ان کی تنخواہ کم ہوگئی، تو یہ بےچارے کیا کھائیں گے اور گھوڑوں کی رکھوالی کس طرح کریں گے[1]

گو ہمیں کوئی مزید ایسی شہادت میسر نہیں آئی جس سے ہم اندازہ کرسکیں، کہ اورنگ زیب نے اقتدار پانے کے بعد، سپاہیوں کی تنخواہ میں کیا اضافہ کیا تھا۔ البتہ بڑے افسروں کی تنخواہیں متعین تھیں۔ کوئی یک ہزاری تھا کوئی دو ہزاری کوئی سہ ہزاری، چار ہزاری جیسے جیسے یہ لوگ، اچھے کارنامے انجام دیتے، ان کے مناصب میں اضافہ ہوتا جاتا۔

اس دور کے پچیس یا بیس روپے ماہوار، اچھی خاصی تنخواہ تھی جس میں ایک سپاہی خوب گزر کرلیتا تھا جب کہ ایک روپے کا غلہ۔ ایک مختصر سے خاندان کے لئے پورے مہینہ تک کفایت کرسکتا تھا۔

---

[1] رقعاتِ عالمگیری صد ۱۱۶ $\frac{9}{15}$

Marfat.com

توپ خانہ

جو سپاہی توپ خانے میں کام کرتے ان کی تنخواہ ۳۲ روپے ماہوار تھی۔ اورنگ زیب سے پہلے شاہی توپ خانہ میں غیر ملکی بھی ملازم تھے، مگر اورنگ زیب نے ان کی تعداد بہت کم کر دی۔ اور انہیں بھی سوائے ماہرین کے ۳۲ روپے ماہوار تنخواہ دی۔

اورنگ زیب کا توپ خانہ اپنے وقت کا بہترین توپ خانہ تھا۔ ایک تو اس وجہ سے کہ شاہجہان کا سارا توپ خانہ اس نے ورثہ میں پایا تھا۔ دوسرے میر جملہ نے کرناٹک میں جو بہترین توپ خانہ ترتیب دیا تھا وہ بھی اسی کے حصہ میں آیا تھا[1] خود اس نے آپ بھی

---

[1] عمل صالح جزو ۳ میر جملہ کی گرفتاری خافی خاں جزو ۲ "میر جملہ کی گرفتاری"

Marfat.com

نئی توپیں ڈھلوائی تھیں۔ شاہی کارخانے، ہر قسم کی توپیں بنانے کا کام کرتے تھے۔ مثلاً جب اورنگ زیب نے باپ کے حکم سے دوسری بار قندھار پر چڑھائی کی، تو عمل صالح اور بادشاہ نامہ کے بیان کے مطابق بیس نئی توپیں شاہی کارخانوں میں ڈھالی گئی تھیں[۱]۔ جن میں کئی بڑی توپیں تھیں اور کئی چھوٹی۔

---

[۱] عمل صالح جزء ۲ قندھار کا محاصرہ، بادشاہ نامہ جزء ۲ یہی باب؛

Marfat.com

بحری بیڑہ

منوسی کے بیان کے مطابق، اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ ایک مضبوط بحری بیڑا ترتیب دے۔ گو اس کی یہ خواہش اچھی طرح پوری نہ ہو سکی تھی۔ پھر بھی میر جملہ کی توجہ سے، ایک بحری بیڑہ تیار ہو گیا تھا۔ میر جملہ پہلے سپہ سالار تھے جنہوں نے بنگال کے دوران قیام میں دس لاکھ روپے کے خرچے سے، ایک مضبوط بحری بیڑہ تیار کیا۔ شائستہ خاں نے جب ان کی جگہ لی، تو اس کو اور ترقی دی، شائستہ خاں کے زمانہ میں مغل بیڑے میں تین سو جنگی کشتیاں تھیں۔ ان کے علاوہ سورت بندر میں ایسے کئی بڑے تاجر موجود تھے۔ جن کے پاس تین سو سے لے کر

لہ منوسی جز ۳، ۴۵-۴۶-۴۷۰

Marfat.com

آٹھ سو ٹن کے تجارتی جہاز، سینکڑوں کی تعداد میں موجود رہتے۔ وہ دنیا بھر کے ساحلوں کا سفر کرتے اور ہر جگہ کا سامان ہندوستان لاتے اور یہاں کا سامان وہاں پہنچاتے۔

سر ولیم فاسٹر کے بیان کے مطابق سورت کے تاجروں کی تجارت کسی طرح بھی اس وقت کی ایسٹ انڈیا کمپنی سے کم نہ تھی[1]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ تجارتی جہاز جو سورت سے روانہ ہوتے، ان کی شکل و صورت کچھ بھدی سی تھی۔ لیکن وہ حجم میں برابر ہوتے۔ ان جہازوں کے حجم کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہر جہاز میں ستّرہ سو ملاح اور سپاہی ہوتے۔ ان پر توپیں بھی لگی ہوتیں کہ خطرہ کے وقت اپنا دفاع کر سکیں۔

دکن کے سدی یعقوب نے جو ایک بڑا ماہر جہاز ران تھا، اور جس کے پاس ایک مضبوط بیڑہ تھا۔ اس دور میں بڑی شہرت پائی۔ اس شخص نے اورنگ زیب کی سرپرستی اور امداد پر بمبئی کے انگریزوں سے ایک بہت ہی کامیاب لڑائی لڑی تھی۔ یہی سدی یعقوب تھا، جس نے انگریزی بحری بیڑہ کا منہ توڑ دیا تھا۔ اس نے بمبئی پہنچ کر انگریزوں کا محاصرہ کیا، اور اس قدر بم باری کی کہ انگریزوں نے سرِ اطاعت خم کر دیا تھا[2]

---

[1] A NEW ACOUNT OF THE EAST

[2] مغل ایڈمنسٹریشن

Marfat.com

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں ہندوستانی جہازوں کی بناوٹ ویسی نہ تھی جو انگریزی جہازوں کی ہوتی۔ انگریزی جہازوں کی توپیں بھی کسی قدر بہتر ہوتیں اور اس کا سبب یہ تھا، کہ مغل حکومت نے بحری بیڑہ کو ترقی دینے پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی تھی جیسے کہ ہم نے عرض کیا، جب اورنگزیب نے صورتِ حال سے متاثر ہوکر اسی پر توجہ کی، تو وزیر اعظم راضی نہ ہوئے

Marfat.com

صوبے

اورنگ زیب کے زمانہ میں مملکت حسب ذیل صوبوں پر مشتمل تھی۔

اکبر آباد، شاہجہان آباد، لاہور، ملتان، کشمیر، کابل، احمد آباد، الٰہ آباد اجمیر، اورنگ آباد، بہار، برار، اڑیسہ، اودھ، مالوہ، خاندیش، بنگال، بیدر اور بیجاپور۔

صوبہ کا سب سے بڑا حاکم صوبیدار کہلاتا۔ اورنگ زیب کے باپ کے زمانہ میں عموماً بڑے صوبوں کی حکومت شاہزادوں کے سپرد تھی۔ اورنگ زیب نے یقیناً شہزادوں کو یہ خدمت سونپی، مگر کوئی تخصیص نہ رکھی۔ شہزادے بھی صوبیدار بنے اور دوسرے زعما نے بھی یہ مسند سنبھالی اور شہزادوں جیسے اختیارات سے نوازے گئے۔

صوبیدار اپنے صوبے کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہوتا۔ امن وامان کے

Marfat.com

قیام کے علاوہ صوبہ میں متعین تمام فوجوں کی نگہداشت بھی اس کے سپرد ہوتی۔ وہی اپنے صوبہ سے متعلق اور ماتحت ریاستوں سے خراج وصول کرتا۔ وہی عدالتوں کی نگرانی کرتا۔ ہر مہینہ دو دفعہ وہ صوبہ کے نظم و نسق اور اپنی کارگزاری کی روئداد بادشاہ کی خدمت میں ارسال کرتا۔ اندرونی معاملات نظم و نسق میں بادشاہ بہت کم مداخلت کرتا، البتہ شریعت کی خلاف ورزی اگر کہیں ہوتی تو صوبیدار کی جواب طلبی لازمی تھی۔

کسی صوبیدار یا اس کے ماتحت عدالت کو اس بات کی اجازت نہ تھی کہ شریعت کے منشا کے بغیر کسی شہری کو نظر بند کر سکے۔

کلماتِ طیبات کی رُو سے اورنگ زیب نے ہر صوبہ کے قاضیوں اور صوبیداروں کو اس بات سے آگاہ کر رکھا تھا کہ شریعت کی اجازت اور منشاء کے بغیر کسی کو قید نہ کیا جائے اور نہ صوبیدار اور اس کے ماتحت کوتوال کسی آزاد شہری کو چوری، نقضِ امن عامہ اور ڈکیتی و بلوہ کے جرائم کے بغیر قید کریں۔[1]

تمام عدالتوں کی اپیلیں سننے کا حق ہر صوبیدار کو حاصل تھا۔ صوبیدار بڑے قاضی کی مدد سے ان اپیلوں کو سنتا۔ اگر فیصلوں میں کوئی شرعی نقص باقی رہ جاتا تو ان کے فیصلے مسترد کر دیتا۔

صوبہ مختلف سرکاروں یا ضلعوں پر بٹا تھا۔ اورنگ زیب کی طرف سے

---

[1] کلماتِ طیبات ص۹۲

Marfat.com

ہر صوبیدار پر لازم تھا کہ وہ ہر ضلع کے انتظام کے لئے مستعد اور نیکوکار اشخاص متعین کرے۔ ہر ضلع اور اس کے بڑے شہروں میں امن عامہ کے تحفظ کے لئے کوتوال مقرر کئے جاتے۔ کوتوال کے ماتحت پولیس کی ایک خاص جمعیت ہوتی۔ شہر کے ہر حصہ میں پولیس چوکیاں بنی تھیں۔ ہر چوکی میں ایک سوار اور بیس سپاہی متعین تھے۔ جن کی نگرانی ایک سربراہ کے ذمے ہوتی۔ یہ سربراہ اس محلہ یا علاقہ کے امن عامہ کا محافظ تھا۔ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کا حق غصب کرنے اور باہم جھگڑنے سے روکتا۔ نیز انہیں خلافِ شریعت باتیں کرنے سے منع کرتا۔ چوروں اور لٹیروں کی گرفت کرتا، اور کوتوال کے حضور پیش کرتا۔ یہی سربراہ اس بات کی نگرانی بھی کرتا کہ کسی محلہ میں شراب نہ بیچی جائے۔ اور نہ پی جائے۔ کوئی فاحشہ عورت، کہیں چھپ کر، اپنا پیشہ جاری نہ رکھے، اور اگر کوئی ایسی عورت موجود ہو یا کوئی شراب پیئے تو اسے پکڑ کر کوتوال کے سامنے لائے۔

ہر کوتوالی میں شہر کے ہر حصہ میں بسنے والے ہر فرد کی کتابِ عمل موجود رہتی۔ کوتوال مسافروں اور اجنبیوں کی حرکات وسکنات کی نگرانی بھی کرتا۔ نیز یہ دیکھتا کہ شہر کے ہر فرد کی آمدنی اور خرچ کیا ہے اور آیا وہ اپنی آمدنی سے زائد تو خرچ نہیں کرتا۔ اگر خرچ کرتا ہے تو یہ مزید روپیہ کہاں سے آتا ہے۔

Marfat.com

نیز کوتوال کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ وہ بازاروں میں منڈیوں میں پہنچے اور قیمتوں کا موازنہ کرے۔ تاکہ کوئی دوکاندار کسی گاہک کو لوٹنے یا دھوکہ دینے نہ پائے۔ کوتوال کے خفیہ کارکن منڈیوں اور بازاروں میں ہر وقت موجود رہتے اور کوتوال کو ناجائز سودوں سے آگاہ کرتے رہتے۔ کوتوال کے ذمے اورنگ زیب کی طرف سے یہ ذمہ داری بھی عائد تھی کہ کوئی شخص منڈی سے اپنی ضرورت سے زائد غلہ یا دوسرا سامان خریدنے نہ پائے تاکہ ذخیرہ اندوزی کا امکان باقی نہ رہے۔ نیز کوئی تاجر کم نہ تولے یا کم نہ ناپے۔

کوتوال، ہر چوری اور ڈاکہ کا ذمہ دار سمجھا جاتا۔ یا تو وہ چور کو پکڑ کر عدالت میں پیش کرتا ورنہ اس سے ہرجانہ وصول کیا جاتا۔ کوتوال کا یہ کام بھی تھا کہ کوئی شہری بے کار نہ رہنے پائے۔ کوتوال شہر کی صفائی کا ذمہ دار بھی تھا۔ اس کے ذمہ راستوں کی بھی حفاظت تھی۔ نیز پانی پینے کے کنوؤں کی دیکھ بھال بھی اس کے سپرد تھی۔ عورتوں کے لئے جو کنوئیں مخصوص تھے۔ ان پر عورتوں کے سوا اگر کوئی دوسرا پانی بھرتا تو اسے مجرم سمجھا جاتا۔

کوتوال کی ذمہ داریوں میں جیل کی نگرانی بھی تھی۔ ہر شہر کی جیل کا وہ محافظ تھا۔ عدالتوں میں جن مجرموں پر مقدمات چلائے جاتے وہ اس کی تحویل میں رہتے۔ اس کے ماتحت ایسے لوگوں کو عدالتوں میں پیش کرتے اور تا فیصلہ مقدمہ ان کے ذمہ دار ہوتے۔

Marfat.com

جن مجرموں کو قید کی سزا دی جاتی۔ وہ بھی اس کی ذمہ داری پہ جیل میں زندگی گزارتے۔ متمول اور صاحب حیثیت قیدی اپنے کھانے ولباس کے آپ کفیل ہوتے۔ سرکار کی طرف سے انہیں کچھ نہ دیا جاتا، البتہ مفلس قیدیوں کے اخراجات کی کفالت حکومت آپ کرتی۔

Marfat.com

فوجدار :

جس طرح کوتوال شہر کے امن و امان کا ذمہ دار تھا، اس طرح فوجدار پورے ضلع میں امن و امان قائم رکھنے، عوام کی ضروریات و حاجات کی کفالت کرنے اور ان کی شکایات کے تدارک کا ذمہ دار بنایا گیا ہے[1]۔

سڑکوں کی حفاظت بھی اس کے ذمہ تھی۔ گزرگاہوں پر چلتے وقت اگر کوئی مسافر لٹ جاتا تو کوتوال کی طرح فوجدار یا مجرم کو پکڑ کر اس سے مال وصول کرتا یا اس کا ہرجانہ ادا کرتا[1]۔

---

[1] : کوتوال کے فرائض: مراتِ احمدی ص ۳۰۵۔ منوسی جز دوم ص ۴۲۰، ۴۲۱
مرات ۱۲۸–۱۶۰ مغل ایڈمنسٹریشن ۱۴۷۔ سٹیڈیز آف مغل انڈیا ۲۶۱

Marfat.com

فوجدار کے ماتحت مختلف تھانے ہوتے یہ تھانے یا تو ہر پرگنے میں قائم کیئے جاتے یا دو تین چھوٹے پرگنوں پر مشتمل ہوتے، تھانہ دار اپنے تھانے کے دیہات میں امن و امان قائم رکھنے اور عوام کی دیکھ بھال کے ذمہ دار تھے، ان کا کام یہ بھی تھا کہ مجرموں اور سخت گیر لوگوں کی نگرانی کریں، نیز تحصیلداروں کو سرکاری مطالبات وصول کرنے میں مدد دیں۔ تھانیداروں کے علاوہ پرگنہ میں سرکاری طور پر دو چوہدری مقرر تھے۔ یہ چوہدری امنِ امان قائم رکھنے میں تھانیداروں کی مدد کرتے ان کے علاوہ ہر گاؤں میں عوام میں سے ایک چوہدری ضرور چنا جاتا۔ یہ چوہدری سرکار کی نمائندگی بھی کرتا، اور عوام کی بھی۔ سرکار اپنی خدمات کے عوض اسے کچھ زمین مفت دے دیتی۔

چوہدری کے علاوہ زمینوں کی پیمائش یا سرکاری لگان کی وصولی کے لئے ہر گاؤں میں ایک ایک پٹواری ہوتا۔ ان کے فرائض وہی تھے، جو آج کے پٹواریوں کے ہیں۔ البتہ اتنا فرق ضرور تھا کہ آج کل کے پٹواری سرکار سے تنخواہ پاتے ہیں، اس وقت کے پٹواریوں کو وصول شدہ مالگزاری پر کمیشن ملتا۔

کئی گاؤں سے مل کر ایک ذیل بنتا۔ ذیل کا نگران ذیل دار ہوتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کل کا نظام ہے۔ یہ نظام قریب قریب

ل؎ منوسی جلد دوم ص ۴۵۰ - ۴۵۱

Marfat.com

وہی ہے، جو مغل دور میں قائم تھا۔

لیکن اس نظام میں اور اورنگ زیب کے نظام میں ایک بنیادی فرق ضرور تھا۔ اورنگ زیب کا کوئی عامل، کوئی پٹواری یا مقدم اسلام کے قوانین سے سرمو انحراف کا حق نہ رکھتا۔

Marfat.com

Marfat.com

اورنگ زیب اور ہندو

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ جزیہ اور خراج

ہندو اور انگریز مورخین نے جہاں اورنگ زیب و باپ کا باغی اور بھائیوں کے قتل کا مجرم ٹھہرایا ہے۔ اس پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے ساتھ انتہائی مظالم کئے اور انہیں ذمیوں کی حیثیت دے کر ایک قسم کا غلام بنا دیا۔

سر جدو ناتھ سرکار نے اس پر اکتفا نہیں کیا ذمیوں سے اس کے سلوک پر بھی جرح کی ہے۔ کہتے ہیں:

A non-Muslim, therefore, cannot be a citizen of the State, he is a member of a depressed class. His status is a modified form of slavery. He

Marfat.com

lives under a contract with the State for the life and property that are grudgingly spared to him by the Commander of the faithful he must undergo political and social disabilities and pay a commutation money.

ہم نے اپنی کتاب تہذیب و تمدن اسلامی کے حصہ اوّل میں جزیہ اور اہل ذمہ سے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہاں بھی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

امام الماوردی صاحب احکام السلطانیہ مدعی ہیں کہ جزیہ اصل میں گزیت تھا۔ نوشیرواں کے عہد میں، فوجیوں امراء درباریوں، خاندانی لوگوں اور راہبوں کے سوا باقی تمام رعایا پر یہ عاید کیا گیا تھا۔

چونکہ سرجدوناتھ سرکار کو مسلمانوں کی پچھلی تاریخ کا علم نہیں ہے اس لئے انہوں نے غیر مسلم رعایا یا جزیہ و خراج دینے والوں کو ایک قسم کا غلام قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس صفحۂ ارض پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اپنی رعایا کے ساتھ، انتہائی رواداری اور شرافت کا سلوک کیا۔ اس نے یقیناً غیر مسلم رعایا پر خراج یا جزیہ عائد کیا۔ خراج ان غیر مسلموں پر لگایا جو کاشتکار رہتے۔ جزیہ کے پابند وہ لوگ قرار دے گئے جو ایک طرح کی شہری زندگی گزارتے تھے۔

Marfat.com

اسلام میں پہلی خراجی زمین، خیبر کے چراگاہ، کھیت اور باغ ہیں خیبر میں سارے کے سارے یہودی آباد تھے۔ رسول اللہ نے جب ان کی مسلسل مخالفت کے سبب ان پر چڑھائی کی تو یہودیوں نے لڑائی کے بعد شکست کھائی، اور بڑی ذلت کے ساتھ حضور سے معافی چاہی حضور نے انہیں معاف کردیا اور ان کی درخواست پر ان کی زمین کو خراجی زمین قرار دے کر، ان ہی کے کہنے پر انہیں بٹائی پر دے دیا۔ طے یہ ہوا تھا، کہ آدھی پیداوار وہ لیں گے اور آدھی پیداوار مسلمانوں کو دیں گے[1]

قاضی ابو یوسف نے، اپنی کتاب، کتاب الخراج میں خیبر کے یہودیوں سے کئے گئے معاہدہ کی تفصیل پیش کی ہے۔

یہ اسلام کا پہلا خراج تھا جو اس نے مفتوحہ قوم سے وصول کیا۔ قاضی ابو یوسف اور بلاذری فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ کی طرف سے عبداللہ بن رواحہ ہر سال فصل کٹنے کے وقت خیبر پہنچتے۔ اپنے سامنے پیداوار کے دو حصے کرتے اور یہودیوں کو اختیار دیتے کہ وہ جو حصہ چاہیں لے لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریق کار سے دو باتیں سامنے آئیں۔ مفتوحہ قوموں کی زمین ان کے پاس ہی رہنے دی گئی۔ نصف پیداوار خراج کی شرح مقرر ہوئی۔ یہ شرح بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن

---

[1] کتاب الاموال، جز اول ص ۵۶۔ ۵۷

Marfat.com

خیبر کے یہودیوں کی دشمنی اور مخالفانہ سرگرمیوں کے پیش نظر یہ شرح بھی بہت غنیمت تھی، یہ لوگ اسلام کے کٹر دشمن تھے، اسلام نے ان پر فتح پانے کے باوجود انہیں معاف کیا۔ یہ اسلام کا بڑا احسان تھا، مزید احسان یہ تھا کہ ان سے ان کی زمینیں نہیں چھینیں اور ان ہی کے پاس رہنے دیں۔

بہرحال اسلام میں پہلا خراج خیبر، فدک اور تیماء کی زمینوں سے لیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا کوئی موقعہ پیدا نہیں ہوا، عراق اور شام کے کچھ حصے ان کے زمانہ میں فتح ہو چکے تھے۔ مگر ابھی خراج کی کوئی باقاعدہ تشخیص نہ کی جا سکی تھی، کہ حضرت ابوبکرؓ اس دنیا سے رخصت ہوگئے حضرت فاروقؓ کے زمانہ میں عراق کی فتح کی تکمیل کے وقت سب سے پہلے یہ بنیادی سوال اٹھا کہ مفتوحہ زمین کس کی ملکیت سمجھی جائے، آیا اس کی مالک غیر مسلم رعایا ہو یا اسے ریاست اپنے قبضہ میں لے کر اپنی فوج اور امرائے سلطنت میں بانٹ دے یہ ایک قدیمی رسم تھی۔ یہ فاتحان عالم کا بہت پرانا دستور تھا کہ وہ مفتوحہ زمین پر قبضہ کر لیتے اور اسے اپنے امراء میں بانٹ دیتے۔ یہ ظالمانہ رسم اور یہ غیر انسانی دستور، اسلام کے منشا اور اس کی تعلیم کے قطعاً خلاف تھا۔ اسلام کمزوروں اور مظلوموں

۱؎ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج ص ۱۴۰ - ۱۵
کتاب الاموال ص ۵۷ - ۵۸

کو ان کے حقوق دلانے کے لئے آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسلمان فوج کی طرف سے قدیم رواج کے تابع مفتوحہ زمینوں پر قبضہ کرنے اور انہیں بانٹ دینے کا مطالبہ حضرت فاروق رضؓ کی خدمت میں پیش ہُوا، تو انہوں نے اس مطالبہ کو جائز نہ سمجھا، اس مسئلہ پر کچھ صحابہ کی رائے حضرت فاروق رضؓ سے مختلف تھی، خاص طور پر جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور جناب بلال رضؓ فوج کے مطالبہ کو مان لینے پر سخت اصرار کر رہے تھے۔ کئی دن تک حضرت فاروق رضؓ اور ان میں اختلاف جاری رہا، مسئلہ بہت اہم تھا، شوریٰ کے بغیر اس کا فیصلہ مناسب نہ تھا، حضرت فاروق رضؓ نے دس انصار اور اسی قدر مہاجر اکابر صحابہ کو طلب کیا اور ان کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا، دو یا تین دن تک یہ بحث چلی، حضرت فاروق رضؓ کا استدلال اتنا قوی تھا، کہ کسی کو مجالِ انکار نہ رہی اور یہ مسئلہ طے پا گیا کہ زمین ان کے مالکوں کے پاس رہنے دی جائے[1]۔ حضرتِ فاروق رضؓ نے اس سلسلہ میں جو کلیہ بنایا وہ یہ تھا کہ زمین عراق کے کاشتکاروں کی ملکیت ہے، یہ ان ہی کے قبضہ میں رہے گی، وہی ان کے جائز او حقیقی مالک ہوں گے۔

یہی کلیہ مصر، شام اور دوسرے مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کے متعلق قائم کیا گیا

---

[1] کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۲۲۳ رکتاب الاموال ص ۲۰، ۲۸
کتاب الخراج ابی یوسف ص ۱۱، ۱۵

Marfat.com

اس قانون کو جامعیت دینے کے لئے حضرت فاروق رض نے تمام ممالک مفتوحہ کے والیوں کے نام احکام جاری کئے، کہ کوئی مسلمان غیر مسلم کاشتکاروں سے ان کی زمین نہ خریدے اور اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جائے۔

جہاں کہیں کاشتکار فوج کشی کے سبب اپنے علاقوں سے بھاگ گئے تھے۔ انہیں بڑی محبت و جستجو سے واپس بلایا گیا۔ انہیں ان کی زمینیں دی گئیں، اور ان کو اپنی حفاظت میں لے لیا گیا، امام ابو یوسف نے ایک کاشتکار کا ذکر کیا ہے، جس نے اس قانون اور حضرت فاروق رض کے طریق کار سے شہ پاکر ان کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔

اس شخص کا بیان تھا کہ حضرت عمر رض کی ایک فوج اس کے کھیتوں میں سے گزری، اور کھیت تباہ ہو گئے، حضرت فاروق رض نے اس کے دعوے کو تسلیم کر لیا اور اسے دس ہزار درہم ہرجانہ کے طور پر ریاست کے خزانہ سے ادا کر دیئے[1]

ملکیت کا مسئلہ طے ہوا تو حضرت فاروق رض نے اپنے طریق پر، عراق کی چپہ چپہ زمین، کی پیمائش کرائی، دو ماہر اور ایماندار مسلمانوں کو اس خدمت پر مامور کیا، امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ جو لوگ اس کام پر مقرر کئے گئے۔ انہوں نے ایک ایک ٹکڑے زمین کو خود ناپا اور یوں ناپا جیسے ریشم کو ناپا

---

[1] کتاب الخراج ابی یوسف ص ۴۴. ص ۲۱

جاتا ہے، ناپنے کا پیمانہ، حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے بنا کر ان لوگوں کے سپرد کیا اور حکم دیا پوری دیانت داری مدِ نظر رکھی جائے، کئی مہینوں کی مسلسل اور بہت سخت محنت کے بعد، زمین کی پیمائش مکمل ہوئی، عراق کی ساری زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری، ان میں جو ٹکڑے پہلے دور میں معبدوں یا بادشاہوں اور خانقاہوں کی ملکیت تھے، وہ اسلامی ریاست کی ملکیت قرار پائے، لیکن باقی ساری زمین ان کے اصل کاشتکاروں کے سپرد کر کے ان سے کہا گیا، ہمیں صرف لگان دو، جو لگان تجویز ہوا۔ اس کی شرح یہ تھی۔

انگور فی جریب دس درہم، نخلستان آٹھ درہم، تل آٹھ درہم، ترکاری تین درہم۔ روئی پانچ درہم، جَو ایک درہم، گیہوں دو درہم۔

اگر فصلیں نہ ہوتیں، یا فصلوں کو کوئی نقصان پہنچ جاتا، یا زمین قابلِ کاشت نہ ہوتی تو کوئی لگان نہ لیا جاتا، جب کبھی لگان مدینہ آتا۔ حضرت فاروقؓ دس نیکوکار معتمد اور اونچے اخلاق کے اشخاص کو اپنے پاس بلاتے اور ان سے قسمیں لیتے، لگان کی وصولی میں کوئی سختی اور کوئی بددیانتی تو نہیں ہوئی[1]

عراق میں جو لگان تشخیص ہوا۔ وہی مصر میں ممکن نہ تھا، یہاں کی

---

[1] کتاب الخراج ابی یوسف ص ۲۰-۲۱
الخطیب جزاول ص ۱۰-۱۱

Marfat.com

زمین یوں تو بڑی زرخیز تھی۔ مگر پیداوار کا انحصار دریائے نیل کی طغیانی پر تھا، اس لئے حضرت عمر فاروق رضؓ نے حکم دیا۔ ہر فصل کی پیداوار کا اندازہ، مقامی لوگ آپ پیش کریں، اس میں پوری چھان بین کی جاتی، قصبوں اور دیہات کے لوگ، مل کر جو اندازہ مقرر کرتے اسے قبول کر لیا جاتا۔ وصولی میں نہ سختی کی جاتی اور نہ ظلم، حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے عامل مصر عمرو بن عاص کو حکم دے رکھا تھا۔ خبردار کسی پر سختی نہ ہو، کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔

عمرو بن عاص نے انتہائی دیانت داری سے، ہر جگہ کے کاشتکاروں سے مشاورت اور پیداوار کے صحیح اندازے کے بعد خراج کی رقم تشخیص کی تھی۔ یقیناً کاشتکاروں نے کہیں کہیں کم اندازے پیش کیے، انصاف اور نرمی کے پیش نظر یہ اندازے جائز مان لئے گئے۔

جہاں تک زمین کی ملکیت کا تعلق تھا شام، مصر، عراق اور دوسرے مفتوحہ علاقے برابر تھے۔ البتہ لگان کی تشخیص میں یکسانیت نہ قائم کی جاسکی۔ شام میں قریب قریب وہی لگان بحال رہا جو رومیوں کے وقت سے چلا آتا تھا، البتہ خراج وصول کرنے والوں کو تاکید کر دی گئی تھی کہ خراج کی متعینہ رقم یا جنس وصول نہ کریں، کاشتکاروں سے نہ رشوت لیں اور نہ ان پر کوئی اور بوجھ ڈالیں۔

اسلام سے پہلے ان تمام علاقوں میں یہ رسم عام تھی، کہ حاکم جماعت کے افراد جب چاہتے کاشتکاروں سے زبردستی غلہ وصول کرتے

Marfat.com

، یہ بھی ایک بڑا ظلم تھا۔ یہ بھی کاشتکاروں کی حق تلفی تھی، اسلام نے اسے بھی منسوخ کیا، اگر غلہ لیا گیا تو اس کی جائز قیمت ادا کی گئی، کسی قسم کی نہ رعایت لی گئی۔ اور نہ اپنے حاکم ہونے سے فائدہ اٹھایا گیا البتہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرت فاروق رض نے شام کے رومیوں اور عراق کے ساسانیوں سے وہ زمین چھین لی جو ان کے بادشاہوں نے اہل آبادی سے چھین کر ان کو دی تھی۔ یہ زمین حضرت فاروق رض نے مقامی کاشتکاروں کے سپرد کر دی، اور اسے ان کی ملکیت قرار دے دیا۔ حسن المحاضرہ کے مصنف کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رض کو معلوم ہوا کہ شریک غطفی نے مصر میں ان کی ممانعت کے باوجود کسی کاشتکار سے زمین خرید لی تب تو حضرت فاروق رض نے اسے مدینہ طلب کیا، بہت سخت ڈانٹا اور فرمایا تمہیں ایسی سزا دوں کہ دنیا کو عبرت ہو۔

زمیوں سے خراج کی وصولی میں جو طریقہ خلافت راشدہ میں اختیار کیا گیا، وہ انتہائی شریفانہ تھا۔

امام ابو عبید، کی روایت ہے کہ حضرت علی رض جب اپنے کسی عامل کو خراج کی وصولی کے لئے باہر بھیجتے تو اس سے کہتے، کاشتکاروں کے بیل، ان کے گھر کا سامان اور ان کی خوراک کا غلہ قرق نہ کرنا۔ انہیں کوئی سزا نہ دینا۔ ان کی

لے کتاب الاموال ص ۸۰

کتاب الخراج یحیی بن آدم ص ۱۶۸ - ۱۶۹

Marfat.com

ضرورت سے جو بچے وہی وصول کرنا[1]

سرحد و ناتھ سرکار کو اسلام کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا اس لئے انہوں نے یہ غلط بیانی کی، اے کاش کوئی ان سے کہہ سکتا کہ ہمارے خلفائے اربعہ میں حضرت علیؓ بھی تھے جنہوں نے فتویٰ دیا تھا۔ الناس کلھم عیال علی الخراج انہوں نے الناس کا لفظ استعمال کیا تھا اور الناس میں ذمی بھی آتے ہیں اور مسلمان بھی، گویا دوسرے لفظوں میں حضرت علیؓ نے اسلامی بیت المال میں مستحق ذمیوں کا حق لازم کر دیا۔

باقی رہا جزیہ مسلمانوں نے اس سلسلہ میں بھی کبھی سختی نہ کی کبھی ذمیوں کو پریشان نہیں کیا حضورؐ نے اپنے زمانہ میں صرف اہل نجران سے جزیہ لیا، اور جزیہ کے عوض ان کے جان و مال کی حفاظت کی۔ فتوح عراق و شام میں مسلمانوں نے یقیناً، ذمیوں یا مفتوحین سے جزیہ وصول کیا۔ لیکن یہ جزیہ محض اس لئے لیا کہ اس کے بغیر کوئی مستقل حکومت قائم نہ رہ سکتی تھی۔ ہر حکومت کو اپنے نظام کو قائم رکھنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دنیا کے ہر دور میں عوام نے ان اخراجات کی کفالت کی ہے۔ ہر دور میں حکومت نے عوام سے ٹیکس وصول کئے ہیں اسلام نے اگر ایسا کیا تو اسے نامنصف نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام نے یہ ٹیکس محض غیر مسلموں سے ہی نہیں مسلمانوں سے بھی وصول کئے۔

---

[1] ابو عبید کتاب الاموال ص ۲۷۰ - ۲۷۱

Marfat.com

اسلام چونکہ لڑائی کی بجائے صلح پسند کرتا تھا۔ اس لئے اس نے ہمیشہ لڑائی پہ صلح کو ترجیح دی۔ جزیہ کا تعین محض اس لئے ہوا کہ مفتوحہ آبادی اسلام کے ساتھ ایک پختہ معاہدہ میں بندھ جائے۔ اس وجہ سے ہر لڑائی سے پہلے مسلمانوں نے مقابل فوجوں کے سامنے دو ہی باتیں رکھیں۔

جب جناب خالدؓ بن ولید نے عراق کی سرزمین میں قدم رکھا تھا، تو ہرمز کو پیغام بھیجا تھا، اسلام لے آؤ یا جزیہ دو، اسلام لاؤ گے تو تم بھی ہمارے بھائی بن جاؤ گے، جزیہ دو گے تو ہم تمہارا ذمہ لے لیں گے۔

یہی الفاظ حضرت نعمانؓ بن مقرن نے یزدجرد سے کہے تھے، جب وہ سفارت لے کر اس کے پاس گئے تھے۔

طبری نے تصریح کی ہے آذربیجان کی فتح کے وقت جب وہاں کے لوگوں سے مصالحت ہوئی، تو یہ شرط کی گئی، کہ وہ جزیہ دیں گے۔ اور اس کے بدلہ میں مسلمان انہیں امن دیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔

رسول اللہ کے زمانے میں جزیہ فی کس ایک دینار[۱] مقرر ہوا تھا۔ مقریزی اور کتاب الخراج کے بیانات وضاحت کرتے ہیں کہ مصر کے لوگوں پر دو دینار فی کس جزیہ لگایا گیا۔

ماوردی نے احکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ فقہا نے جزیہ کی مقدار

---

[۱] بلاذری نے تبادلہ وجوش کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضور نے وہاں کے اہل کتاب پر ایک دینار فی کس جزیہ لگایا تھا۔ ماوردی احکام السلطانیہ (باب ثالث)

Marfat.com

میں اختلاف کیا ہے امام ابو حنیفہ کا خیال ہے کہ جزیہ کی تین صورتیں ہیں۔ مالداروں سے ۴۸ درہم درمیانہ درجہ کے لوگوں سے چوبیس درہم اور عام لوگوں سے بارہ درہم سالانہ امام شافعی کم سے کم مقدار ایک دینار قرار دیتے ہیں، اور آخری مقدار کو امام کی مرضی کے تابع سمجھتے ہیں، امام ماوردی اور تمام دوسرے فقہا اور علماء کے نزدیک عورتوں اور بچوں پر جزیہ لگانا جائز نہیں ہے، جزیہ صرف ان ہی پر عائد ہوتا ہے جو لڑنے کی ہمت رکھتے ہوں اور جنہوں نے لڑائی کے بدلے میں صلح پسند کی ہو۔ قرآن حکیم نے جہاں جزیہ کا حکم دیا ہے وہاں لڑنے والوں ہی کا ذکر کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور یوم آخرہ پر ایمان نہیں رکھتے، جو خدا اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، جو اللہ کے دین حق میں شامل نہیں ہوتے، یہانتک کہ وہ جزیہ دیں[۱]۔ گویا جزیہ ان ہی لوگوں پر عائد کیا جاسکتا ہے، جن سے لڑائی ضروری ہے اور جو لوگ لڑ نہیں سکتے، وہ جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔

کتاب الخراج میں امام ابو یوسف جزیہ سے مستثنیٰ لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، بچے (بیس برس سے کم کے) اور پچاس سال سے زائد عمر کے بوڑھے مفلوج، اندھے، دیوانے، مفلس اور عورتیں جزیہ سے بری ہیں[۲]۔

جن لوگوں کے پاس دوسو درہم نہ ہوتے، یعنی جو لوگ صاحب نصاب نہ

---

[۱] قرآن حکیم، آیات جزیہ۔ [۲] کتاب الخراج ص ۴

Marfat.com

ہوتے وہ جزیہ ادا کرنے کے مکلف نہ ہوتے، دوسروں لفظوں میں جس قسم کے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض نہ تھی ویسی ہی طرح کے غیر مسلم ذمیوں پر جزیہ بھی ضروری نہ تھا، ایسے لوگ بھی جزیہ سے مستثنیٰ تھے، جو اسلامی فوج میں کوئی خدمت انجام دیتے، آذربیجان اور بعض دوسرے معاہدوں میں اس امر کی تصریح کردی گئی تھی کہ اگر کسی وقت ذمیوں سے فوجی خدمت لی گئی تو ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔

اور ایسی کئی مثالیں پیش آئیں۔ جب ذمیوں نے فوجی خدمت انجام دی تو ان سے جزیہ نہ لیا۔

جو لوگ جزیہ ادا کرتے، اسلامی حکومت، ان کی جان، ان کے مال اور ان کے گرجوں اور شہروں کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ایک درسہولت بھی دیتی، ان کے جو افراد مفلس اور بوڑھے محتاج ہوتے، بیت المال ان کو گزارہ دیتا، تاریخ طبری کتاب الخراج اور مقریزی میں یہ ذمہ داری قبول کرنے کے سلسلہ میں، اس بوڑھے یہودی کا قصہ بیان کیا گیا ہے، جو ایک بار مسجد کے دروازے پر بھیک مانگ رہا تھا حضرت عمر فاروق رض اس کی حالتِ زار سے بے حد متاثر ہوئے۔ نہ صرف اس کی تنخواہ مقرر کی بلکہ ریاست کے طول وعرض میں احکام بھیج دیئے [1] مفلس اور محتاج ذمیوں کو بیت المال سے تنخواہیں دی جائیں۔

---

[1] احکام السلطانیہ (باب ثالث) کتاب الخراج ص ۸۸

Marfat.com

جو لوگ جزیہ ادا کرنے کے اہل نہ ہوتے، ان پر جزیہ ادا کرنے کے لئے جبر نہ کیا جاتا، ایک بار ایسا ہوا تو حضرتِ فاروق رض نے سختی کرنے والوں کو بہت ڈانٹا، فقہائے نے تصریح کی ہے کہ جزیہ نہ ادا کرنے پر اسلامی حکومت ذمیوں کو مارنے یا تکلیف دینے کی قطعاً مجاز نہیں ہے، یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے ذمیوں پر جو جزیہ لگایا، یہ بالکل ویسا ہی گزیت تھا، جیسا نوشیرواں کے عہد میں فوجیوں، امراء، درباریوں، خاندانی لوگوں اور راہبوں کے سوا باقی رعایا کے ہر فرد پر لگایا گیا تھا۔

مسلمانوں نے یہ کوئی نئی بات پیدا نہ کی تھی، مسلمان ذمیوں کی حفاظت کرتے، ان کے لئے سڑکیں بناتے، ان کی عبادت گاہوں کی نگرانی کرتے، انہیں بیرونی حملہ آوروں سے بچاتے، اندرونی ڈاکوؤں لیٹروں، راہ زنوں اور ظالموں کو ان پر ظلم کرنے سے باز رکھتے۔

اس کے علاوہ ان کے تجارتی کاروانوں، ان کی دوکانوں، ان کی منڈیوں، ان کے مالوں اور جائدادوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دیتے اور جو حکومت بھی، عوام کے اتنے سارے کام کرے گی، وہ یقیناً اس بات کی حق دار ہوگی، کہ وہ رعایا سے کوئی ایسی رقم وصول کرے جو اس کے اخراجات کی کفالت کر سکے، اس کا نام زکوٰۃ رکھ لیجئے، یا جزیہ۔

یہ ہر متمدن اور مہذب حکومت کا ایک لازمی اور ضروری حق ہے، جسے کسی طرح ناجائز، نامنصفانہ اور نامناسب نہیں کہا جا سکتا، البتہ اگر کوئی حکومت، اپنے اس حق کی وصولی کے وقت، شرافت کے تقاضوں کو

Marfat.com

نظر انداز کر جاتی ہے تو اسلام اس کی اس تعدّی کو جائز نہیں سمجھتا۔

جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا۔ سر جدو ناتھ سرکار اسلام کی تعلیمات سے چونکہ قطعاً نا آشنا تھے اس لئے ان کے نزدیک جزیہ و خراج ایک ظالمانہ فعل تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

'Theretore the growth and progress of non-Muslims, even thus continued is in compatible with the basie principles of a Muslim State. The literal interpretation of the Quranic law sets up a chronic antagonism between the rulera and the ruled, which has in the broken up every Islamic State with a contosite population.

یہ کہنے کے بعد سرکار نے اورنگ زیب کی حکومت کی ناکامی کی مثال دی ہے۔ ہم اورنگ زیب کی ناکامی یا کامیابی کے مسئلہ پر آگے چل کر بحث کریں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کریں گے کہ سرکار کا یہ خیال محض ان کی جہالت کی پیداوار تھا۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں ذمیوں کو کیا حقوق حاصل تھے تو وہ یہ بات کبھی نہ کہتے۔

ہم نے پیچھے جزیہ و خراج پر بحث کرتے ہوئے دو مثالیں دی تھیں کہ کس طرح حضرتِ فاروقؓ کے حسنِ سلوک کے سبب ایک ذمی نے ان پر دس ہزار درہم کا دعویٰ کیا۔ اور حضرتِ فاروقؓ نے کس طرح اس کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا۔ اور کوئی جرح نہ کی۔

Marfat.com

ہم نے ایک مثال اور دی تھی کہ فاروق رضؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا اور پوچھا، بھیک کیوں مانگ رہے ہو، اُس نے کہا، نہ کھانے کو ہے اور نہ جزیہ ادا کرنے کو، اس وقت انہوں نے تمام عمالِ حکومت کو لکھا، ذمیوں کو بیت المال سے تنخواہیں دیا کریں خود اس ذمی کی تنخواہ بھی مقرر کر دی۔

یہ مثالیں خلافتِ راشدہ کی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ذمیوں کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا گیا۔ اس کی بنا پر وہ اتنے جری اور دلیر ہو گئے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مطالبہ کیا کہ وہ مسجد انہیں واپس کر دی جائے، جو ولید نے ان کے کنیسا یوحنا کی جگہ پر تعمیر کی تھی۔ جناب عمرؒ نے یہ مطالبہ مان لیا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ عیسائیوں کو اپنے اس مطالبہ کی بے ہودگی کا بعد میں احساس ہوا اور انہوں نے کئی دوسرے گرجے لے کر مصالحت کر لی[1]

امام ابنِ کثیر ہی کا بیان ہے، کہ ولید بن عبد الملک[2] نے کنیسا یوحنا کے آدھے حصّہ کو عیسائیوں سے خریدنا چاہا۔ تو انہیں ایک لاکھ دینار اور کئی جاگیریں بدلے میں پیش کیں، مگر وہ رضامند نہ ہوئے۔ اپنے معاہدے اٹھا لائے۔ اور ولید کو ان معاہدوں کے احترام میں خاموش ہو جانا پڑا، لیکن جب ان کے ایک حاجب نے حضرت خا[لد] بن ولید

---

[1] ابنِ کثیر جزء ۹ ص ۸۸-۱۰۱ [2] ابن کثیر جزء ۹ "جامع ولید"

Marfat.com

کے معاہدے کے پیش نظر، دمشق کے آدھے حصہ کی پیمائش کی تو کنیسا یوحنا اس سے خارج پایا تو ولید کو جرأت ہوئی کہ مسجد کی تعمیر کرے[1]

یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام نے ذمیوں کو جو آزادی عطا کی وہ کسی دور میں انہیں نصیب نہ ہوئی۔

جیرہ کی مثال، طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر میں موجود ہے کہ مسلمانوں نے جب اس پر قبضہ کیا، اور وہاں کچھ مہینہ تک قیام کیا۔ تو حیرہ کے عیسائی ان پر جان چھڑکنے لگے تھے۔ اور جب ایرانیوں کی موج در موج افواج کے اجتماع کے سبب انہیں حیرہ چھوڑنا پڑا، تو عیسائیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ شہر کے دروازے کھول کر روتے ہوئے انہیں رخصت کرنے آئے اور دعائیں مانگیں وہ جلد لوٹ آئیں، یہ دعائیں انہوں نے اس لئے مانگی تھیں کہ ان سے پہلے ایران میں جن لوگوں کی حکومت تھی۔ وہ ان کے ہم قوم ہوتے ہوئے ظالم تھے۔

اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ مثالیں مسلمان مؤرخین کی ہیں، اس لئے ہم ایک انگریز مؤرخ کی شہادت بھی دیں گے۔ یہ مورخ مشہور مستشرق پروفیسر اسکاٹ ہیں: ان کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے اندلس میں یہودیوں کو اس قدر سہولتیں دی تھیں جو کبھی کسی دور میں انہیں میسر نہ آئی تھیں۔ وہ خود کو مسلمانوں کا ہم پلہ سمجھتے۔ ان کے محل عالی شان ہوتے، جواہرات کے ڈھیروں کے ڈھیر

---

[1] تاریخ ابن کثیر جز ۹ ابن جبیر ابن الفقیہ ' جامع ولید '

[2] ملاحظہ ہو۔ ابن اثیر، طبری (جیرہ پر قبضہ اور انخلا)

Marfat.com

ان کے گھروں میں لگ گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے سبب علوم و فنون میں بے حد ترقی کر لی۔

حضرت امیر معاویہ کے طبیب عیسائی تھے۔ ان کا ایک گورنر عیسائی تھا۔ اور وہ اس پر بہت مہربان تھے[۱]

اندلس کے طبیبوں میں پندرہ سے زیادہ ایسے طبیب تھے جو عیسائی اور یہودی تھے۔ اور مسلمان بادشاہ ان کا بہت احترام کرتے۔

ہارون کا محبوب طبیب جبرائیل تو اتنا بڑا آدمی تھا۔ کہ ہارون اور برمکی اسے کئی لاکھ روپے سالانہ تنخواہ کے علاوہ کروڑوں روپے انعام میں دے چکے تھے[۳]

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلامی اسٹیٹ نے ہر دور میں ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اس نے ہر دور میں ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کیا، اور کبھی اور کسی لمحہ انہیں ناواجب تکلیف نہیں ہونے دی۔

الماوردی، ابویعلیٰ، یحییٰ بن آدم، ابویوسف اور ابوعبید سارے کے سارے اس روایت کے راوی ہیں۔

[۴] وتجب معاملة اهل الجزية باللطف وان لا يحملوا فوق طاقتهم

[۱] سکاٹ تاریخ اندلس باب (اندلس کے یہودی) [۲] حتی تاریخ العرب" امیر معاویہ جزدوم

[۳] ابن ابی اصیبعہ عیون الدینار " جبرائیل" حتی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

[۴] الماوردی ص ۱۳۹۔ ابویعلیٰ ص ۱۳۹۔ یحییٰ ابن آدم ص ۲۷۔ ابویوسف کتاب الخراج ص ۱۲۲۔ الطبری اختلاف الفقہا ص ۲۰۹

Marfat.com

تعجب ہوتا ہے کہ اس صورت حال کے بعد سرجدو ناتھ سرکار کو کیس طرح حق پہنچا کہ وہ اسلامی سٹیٹ کو اتنا ظالم سمجھیں کہ غیر مسلموں کی زندگی اس کے ماتحت دوبھر ہو جائے۔ ہم نے یہ مختصر سی بحث اس لئے ضروری سمجھی کہ سرجدو ناتھ سرکار کے تعصب کو واضح کر سکیں اور بتا سکیں کہ انہوں نے جب ہر اسلامی ریاست کے تحت غیر مسلموں کی ترقی ناممکن قرار دے دی تھی۔ تو اورنگ زیب کو وہ کس طرح معاف کر سکتے تھے جبکہ اس کی حکومت شخصی تھی۔ ہمیں افسوس ہے کہ سرجدو ناتھ سرکار نے اس سلسلہ میں عربی کتابوں سے رجوع نہ کرنے کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی مرتّب کی ہوئی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام تک کو دیکھنا گوارہ نہ کیا ورنہ انہیں جزیہ کے معنی سمجھنے میں قطعاً غلطی نہ لگتی۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں جزیہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے ایک فاضل انگریز نے لکھا ہے۔

According to Arab view the jazyah was a pole-tax.

پروفیسر آرنلڈ نے اس موضوع کی کچھ زیادہ وضاحت کی ہے وہ فرماتے ہیں :

This tax was not imposed on the Christians (as some would have us think), as a penalty for their refusal to accept the Muslim faith but was paid by them in common with the other Zimmis whose religion precluded them from serving in the army in return for the protection secured for them by the arms of the Musalmans.

Marfat.com

اس کے بعد فاضل انگریز نے الحیرہ کی وہی مثال دی ہے جسے ہم پیچھے درج کر چکے ہیں۔ فاضل مصنف کا بیان ہے کہ الحیرہ والوں نے جب جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ تو یہ شرط لگا دی تھی، کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے۔

حقیقت بالکل یہی تھی اور یہی سبب تھا کہ جب جناب ابو عبیدہؓ کو الحیرہ چھوڑنا پڑا تو انہوں نے جزیہ میں جو رقم وصول کی تھی۔ وہ ساری کی ساری حیرہ والوں کو لوٹا دی اور فرمایا ہم نے یہ اس وعدہ پر لی تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے، لیکن چونکہ اب ہم تمہاری حفاظت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اس لئے یہ رقم تمہیں واپس دے رہے ہیں[1]

یہ تھا وہ جزیہ جو اورنگ زیب نے اپنی حکومت کے تیئسویں سال اپنی حکومت میں بسنے والے ذمیوں پر عائد کیا۔ پروفیسر سرکار تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے پہلے تمام مسلمان بادشاہ ہندوستان کے تمام ذمیوں یعنی غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرتے رہے۔ اکبر نے یہ رسم بند کر دی تھی۔ سرجدو ناتھ سرکار کے نزدیک یہ اکبر کی رواداری تھی۔ ہمارے نزدیک یہ اس کی بے دینی اور عیاری تھی۔ جو اس تخفیف کی محرک ہوئی۔

اورنگ زیب چونکہ صاف دل تھا اس لئے اس نے کسی سیاسی کرتب

---

[1] طبری فتح عراق الحیرہ سے ابو عبیدہ کی واپسی۔ فتوح البلدان بلاذری (یہی باب)

[2] ماثر عالمگیری ص ۱۷۴۔

کو کامیابی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اس نے اسلام کے احیار کی خدمت اپنے ذمہ لی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے ہر وہ بات کی جس سے اسلامی نظام حیات کا احیا ہوتا۔

ماثرِ عالم گیری کے بیان کے مطابق اورنگ زیب نے غیر مسلموں پر جزیہ عائد کرنے کا فرمان، ربیع الاول ۱۰۸۹ھ ہجری میں جب کہ وہ اجمیر سے دارالسلطنت پہنچا، جاری کیا۔ اس کے الفاظ ہیں:

وچوں ہمگی ہمت حق طویت خدیو دین پرور شریعت گستر مصروفِ ترویج شرائع اسلام وتخریبِ مراسم کفر وظلام است بدیوانیانِ عظام حکمِ قضا امضا شرفِ صدور یافت از غرہ ماہ مذکور مطابق فرمانِ واجب الاذعان حتّٰی یعطوا الجزیہ عن یدٍ وھم صاغرون، موافق روایاتِ شرعیہ از ذمیان حضور وصوبجات جزیہ بگیرند وبعضے از فضلائے عصر کہ بحلیہ دیانت آراستگی دارند بہ تمثیتِ ایں امر مہم مامور گردیدند۔

اس روایت کی رو سے اورنگ زیب نے قرآن کے حکم کے پیش نظر اور شریعت کے قانون کو رواج دینے کی خاطر جزیہ کا فرمان جاری کیا اور اس کام کے لئے دیانت دار فضلائے عصر کا انتخاب کیا۔

ماثر عالمگیری کا بیان بہت مختصر ہے، اس کی وضاحت کے لئے ہم خافی خاں کی مدد لیں گے۔

لے ماثرِ عالم گیری ص ۱۷۴

Marfat.com

خافی خاں کے بیان کی رو سے بادشاہ نے جزیہ کا فرمان اس وقت دیا جب وہ اجمیر کے ہندو زمینداروں کی سرکشی دبانے کی خاطر اجمیر گیا تھا۔ خافی خاں کے الفاظ میں صورت یہ ہوئی تھی۔

وحکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف نفاذ یافت کہ برائے منکوب ساختن کفارہ تفریق مطیع الاسلام از دارالحرب جزیہ از ہنود بگیرند واخذ آں بکل صوبجات صادر گردید۔

خافی خاں ہی کے بیان کی رو سے جب جزیہ کے عائد ہونے کی خبر پھیلی تو لکھوکھہا ہندو احتجاج کے طور پر بادشاہ کے جھروکے کے سامنے آن پہنچے بہت شور مچایا۔ پھر جمعہ کے دن، جبکہ بادشاہ کی سواری جمعہ مسجد کی طرف جارہی تھی۔ پہلے سے بھی موثر احتجاج کیا اور جمعہ مسجد سے لے کر شاہی قلعہ تک آدمی ہی آدمی جمع ہو گئے۔ بادشاہ کی سواری کو راہ تک نہ مل سکی۔

یہ سب بادشاہ سے کہنے آئے تھے کہ جزیہ نہ لگائیے اور قرآن کے ایک قانون کا نفاذ نہ کرے، لیکن اس نے ان کی بات نہ سنی اور ان کے احتجاج کی پرواہ نہیں کی۔

خافی خاں ہی کے بیان کے مطابق بادشاہ نے یہ فیصلہ اجمیر کے راجاؤں کی سرکشی کے بعد کیا تھا۔ نیز اس سے پہلے، ہندوؤں کے ایک گروہ ستنامیوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تھی[2]۔

---

[1] خافی خاں ص ۲۵۵ [2] خافی خاں جزدوم ص ۲۵۲ [3] ماثر عالمگیری ص ۱۷۴

Marfat.com

اس کے علاوہ تاریخ دانوں کو معلوم ہے کہ سیواجی اور اس قماش کے تمام ہندو اورنگ زیب کے خلاف تھے۔ یہ صرف ہندو تھے، جنہوں نے اورنگ زیب پر دارا کو ترجیح دی تھی۔ لیکن اورنگ زیب کی شرافت ملاحظہ کیجئے کہ اس نے برابر بائیس سال تک ان پر کوئی سختی نہ کی، ان کے ساتھ ہر طرح سے شریفانہ برتاؤ کیا۔ لیکن جب وہ کھلی دشمنی پر امادہ ہو گئے اور برابر کئی بغاوتیں کیں تو اس نے قرآن سے مدد لی۔ اور ان پر جزیہ عائد کیا جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا، ہندوؤں کی چھپی دشمنی جزیہ لگتے ہی ظاہر ہو گئی پہلے انہوں نے دہلی میں اس کا مظاہرہ کیا۔ پھر دکن میں طوفان اٹھایا۔ خافی خاں ہی راوی ہیں کہ برہان پور کا کوئی قصبہ اور گاؤں ایسا نہ تھا، جہاں ہندوؤں نے جزیہ وصول کرنے والوں سے لڑائی نہیں کی۔

کفارِ بلدہ و پرگنات در ادائے جزیہ بسیار بسختی با منصوب کردہ
بادشاہی پیش می آمدند[1]

اس کے باوجود اورنگ زیب کا مسلک وہی تھا جو شریعت نے اس کے سامنے رکھا تھا یعنی کہ جزیہ کی وصولی میں سختی نہ کی جائے۔

وتجب معاملۃ اھل الجزیہ باللطف وان لا یحملوا فوق طاقتہم[1]

پروفیسر سرکار تو کہتے ہیں کہ اورنگ زیب جزیہ کی وصولی میں سختی کرتا تھا۔ مگر اورنگ زیب سے دلی بغض رکھنے والے اور اس دور کے مشہور مؤرخ خافی خان کا بیان ہے کہ

---

[1] الماوردی ص۱۳۹۔ یحییٰ ابن آدم ص۲۷۔ ابو یوسف ص۱۲۲ [2] خافی خاں جلد دوم ص۲۷۵

امانت خاں جب دکن کے دیوان تھے تو انہوں نے بارہ لاکھ روپے، دکن کے لوگوں کو جزیہ کی بقایا رقم سے معاف کر دئے تھے۔ جب اورنگ زیب دکن آیا اور امانت خاں نے اس کی خدمت میں حسابات پیش کئے اس نے ان کی بہت تعریف کی تو انہوں نے کہا:

مثلِ من خائن دیگرے نخواہد بود کہ ہر سال چندیں لک روپیہ مال، ولی نعمت برعایا و عمال باقی دارند معاف می نمائیم۔ وامید عفو از پادشاہ خطابخش جرم پوش دارم فرمودند ما معاف نمودیم ومیدانیم کہ شما خزانۂ دنیا و آخرت مارا معمور میسازید۔

شرم کا مقام ہے کہ سر جدو ناتھ سرکار نے اورنگ زیب پر تنقید کرتے وقت مراد کے معاملات میں خافی خاں کی روایات تو نقل کرلیں لیکن اس کی اس خوبی کا ذکر خافی خاں سے نہ سنا۔

یہ کتنی بڑی بات ہے جو اورنگ زیب نے امانت خاں سے کہی۔ اس نے کہا۔ میاں معافی کا ہے کی، ہم تو تمہارے شکر گزار ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ تم نے ہماری دنیا و آخرت سنوار دی۔ سرکار کو معلوم ہے کہ امانت خاں نے جن لوگوں کو ہر سال کئی کئی لاکھ کی معافیاں دی تھیں وہ ہندو تھے۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہندو تھے، لیکن غریب تھے۔ اورنگ زیب نے ان پر واجب سرکاری لگان کی معافی کو دنیا و آخرت کی سرخروئی قرار دیا ہے۔

کیا اس مثال کی موجودگی میں دنیا کا کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اورنگ زیب ظالم اور متعصب تھا اور اس نے ہندوؤں

Marfat.com

اور دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ مذہب کی بنا پر سختی کی تھی۔ ایسی کئی اور مثالیں بھی موجود ہیں جب اورنگ زیب نے کئی اور مستحقین کو بھی معافیاں دیں۔ اور جب کبھی اسے بتایا گیا کہ لوگ جزیہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں تو اس نے انہیں معافی دے دی۔ مثلاً حیدر آباد کے لوگوں کے بارے میں ایک سال اس سے کہا گیا کہ ان کی مالی حالت عمومی طور پر خراب ہے تو اس نے نہ صرف انہیں جزیہ ہی معاف کر دیا۔ ان سے کسی قسم کا کوئی محصول سال بھر تک وصول نہیں کیا گیا[1]

سچ پوچھا جائے تو جزیہ کی وصولی کے معاملہ میں اورنگ زیب نے وہی حکمت عملی اختیار کی تھی جس پر خلافت راشدہ میں عمل ہوا۔ صاحب مرات راوی ہیں کہ اگر جزیہ ادا کرنے والے کی آمدنی میں کسی وجہ سے تخفیف ہوئی۔ مثلاً وہ چھ مہینہ تک بیمار رہا تو اس سے جزیہ وصول نہیں کیا گیا۔ یہ بھی کبھی نہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں دو سال کا جزیہ وصول کرنے کے لئے اورنگ زیب کے آدمی آن پہنچے ہوں۔ بلکہ جزیہ کی وصولی میں ہر ممکن سہولت برتی گئی۔

جزیہ کی فرضیت کی حیثیت قطعاً زکوٰۃ کی سی تھی۔ جس طرح زکوٰۃ پورا سال گذرنے کے بعد اور ایک خاص رقم جمع کرنے پر وصول کی جاتی۔ اسی طرح جزیہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ جزیہ صرف ان لوگوں سے لیا جاتا۔ جو سال بھر اپنے اور اپنے بچوں کے اخراجات پورے کر لینے کے بعد ۵۲ روپے

---

[1] فتوحات ص ۱۱۱ [2] مرات ص ۳۲۱

Marfat.com

جمع کر سکتے اگر کسی کے پاس پچاس روپے بھی سال کے بعد جمع ہوتے تو اس سے جزیہ نہ لیا جاتا۔ اس دور میں جب کہ ایک مختصر خاندان پندرہ روپے ماہانہ میں خوب گزر کر لیتا۔ یہ ۵۲ روپے کی رقم اچھی خاصی تھی۔ اور اس میں سے بارہ درہم اسٹیٹ کو دے دینے سے عوام پر کوئی بوجھ نہ پڑ سکتا تھا۔

سر جدو ناتھ سرکار ہی کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے زمانہ میں جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی۔

امرا پر ۴۸ درہم۔ اوسط درجہ کے لوگوں پر ۲۴ درہم اور عوام پر ۱۲ درہم یہ وہی شرح تھی جو حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں مقرر کی گئی تھی۔ اور جس پر فقہائے امت کا ایک طرح سے اتفاق ہے[1]

سرکار اس جزیہ کو ظلم قرار دیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ طریق انسانیت کو فروغ دینے کے لئے بہت ضروری تھا اور اورنگ زیب جیسے مسلمان فرمانروا کے لئے لازم تھا، کہ دولت کو ایک ہاتھ میں جمع نہ ہونے دے۔

اگر زکوٰۃ علمائے مغرب کے نزدیک، ایک اچھا معاشی فعل ہے تو کیا سبب ہے کہ جزیہ کو ویسا ہی فعل نہ سمجھا جائے۔

یہ کتنی بڑی ناانصافی تھی کہ مسلمان تو ہر سال اپنی آمدنی کا ۲½ فی صد حصہ، ریاست کے سپرد کریں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر

---

[1] الماوردی' جزیہ کی رقم' کتاب الخراج قاضی ابو یوسف کنز العمال " جزیہ "

Marfat.com

فوجی خدمات بھی انجام دیں۔ لیکن غیر مسلم نہ تو فوجی خدمات انجام دیں اور نہ ریاست کو اپنے اموال میں شریک کریں۔

خود سرکار ہی کا بیان ہے کہ تمام وہ غیر مسلم جو کسی نہ کسی طرح سرکاری ملازمت میں تھے۔ خواہ سپاہی تھے یا دوسرے کارکن اورنگ زیب نے انہیں جزیہ کی ادائیگی سے معاف کر رکھا تھا[۱] کیا یہ رواداری نہ تھی۔ سرکار کے الفاظ ہیں:

All government officials were exempted from the tax.

گو سرکار نے، یہ اعتراف ایک خاص غرض کے ماتحت کیا ہے، لیکن اس کو معلوم نہیں کہ یہ اورنگ زیب کی ایجاد نہ تھی۔ یہ سنتِ فاروق رض تھی۔ حضرت فاروق رض ان ذمیوں کو جو سرکاری کام کرتے جزیہ سے معاف کر دیتے تھے[۲]

یہ محض رواداری تھی۔ ایسی رواداری جس کی مثال پہلے کہیں موجود نہ تھی۔ حالانکہ مسلمان سپاہیوں کو زکوٰۃ کسی صورت میں معاف نہ کی گئی۔

کنز العمال میں عطایا کے باب میں ایک روایت درج ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رض انہیں تنخواہ دیتے تو پوچھتے کیا تم

---

[۱] سرکار جز ۳ ص ۳۰۷

[۲] کتاب الخراج اور ابو عبید کتاب الاموال (جزیہ سے استثنا)

Marfat.com

نے زکوٰۃ دے دی۔ اگر جواب نفی میں ملتا تو وہ زکوٰۃ کی رقم تنخواہ سے کاٹ لیتے ہیں[1]

مسلمانوں کو جو رعایت میسر نہ تھی۔ وہ نیک دل اورنگ زیب نے حضرت عثمانؓ کی پیروی میں سرکار کے ہم قوم ہندوؤں اور دوسرے مذہب کے لوگوں کو مہیا کی۔ اورنگ زیب پر اور مسلمانوں پر یہ ظلم ہے کہ ان کی اس روش کے باوجود مخالفین انہیں ظالم کہیں۔

دنیا بھر کو معلوم ہے کہ اورنگ زیب کے زمانے میں اور اس سے قبل ہندوستان کے ہندوؤں میں ایک بڑی جماعت ایسی تھی، جس کے خزانے روپے سے بھرے تھے، کیا اس جماعت سے حکومت کے نظم و نسق اور دوسرے نیک کاموں کے لئے کوئی رقم لینا ظلم تھا۔

اگر ہم اس سلسلہ میں موجودہ زمانہ کو پیش نظر رکھیں، اور اورنگ زیب کے زمانے کے محصولوں اور آج کے محصولوں کا موازنہ کریں، تو ہماری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ اورنگ زیب نے تخت پر بیٹھنے کے بعد، عوام کی تمام ضروریا ۔ کی چیزوں اجناس، غلہ، اور دوسری لازمی اشیاء پر سے ہر محصول قطعاً اڑا دیا تھا۔

خافی خاں نے ایسے اسی محصولوں کے نام لئے ہیں جو پہلے زمانہ میں رائج تھے۔ مگر اورنگ زیب نے عوام کی سہولت کے لئے انہیں

---

[1] کنز العمال "عطایا"

Marfat.com

اٹھالیا اور عوام کی دولت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ اس معافی میں ہر کوئی شریک تھا۔ ہندو بھی اور مسلمان بھی عیسائی بھی اور یہودی بھی خصوصیت سے ہندوؤں کو کئی محصول معاف ہوئے[1]

مثلاً منوسی جو اورنگ زیب کا سخت مخالف تھا۔ کہتا ہے کہ اورنگ زیب سے پہلے تمام وہ ہندو جو مقدس مقامات کی زیارت کو جاتے فی کس سوا چھ روپے حکومت کو ادا کرتے اورنگ زیب نے یہ محصول بھی معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ بدھوں کے ہر "پگوڈا" پر ایک خاص رقم بطور محصول عائد تھی' اورنگ زیب نے یہ رقم بھی معاف کر دی۔ اس کے علاوہ گنگا میں مردوں کی ہڈیاں بہانے پر بھی ایک محصول عائد تھا۔ اورنگ زیب نے اس کی بھی معافی دی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس طرح پچیس تیس لاکھ روپے سالانہ کے محصول اورنگ زیب نے معاف کئے۔ اس کے مقابلہ میں اسے جزیہ سے جو آمدنی ہوئی وہ اتنی نہ تھی۔

ہمارے خیال میں یہ مسلمانوں پر صریحاً ظلم ہوتا کہ ان سے تو ہر سال زکوٰۃ لی جاتی۔ اور ہندوؤں یا دوسرے غیر مسلموں کو قطعاً معاف رکھا جاتا۔

منوسی کی روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس کے خیال سے اورنگ زیب نے جزیہ اس لئے بھی لگایا تھا، کہ خزانہ کی حالت اچھی نہ تھی۔

---

[1] خافی خاں جزو دوم صہ ۸

Marfat.com

فرض کیجئے کہ اس دور میں بہت مالدار ہندوؤں کی جماعت ایک لاکھ تھی۔ ہر مالدار ہندو سے جس کی سالانہ بچت تمام اخراجات نکال کر کوئی تین ہزار روپے یا تین لاکھ یا تین کروڑ تھی۔ اسے اس رقم میں سے ریاست کو ۱۲ روپے دینے میں کیا عذر تھا، جبکہ ریاست اس کے لئے سڑکیں بناتی۔ امن وامان قائم رکھتی۔ اس کے مال کو چوری ہونے سے بچاتی۔ اور بدمعاشوں کو اجازت نہ دیتی کہ اس کی جان ومال سے الجھیں۔ ہم نے پیچھے ایک ہندو شوہر کی مثال پیش کی تھی کہ وزیر اعظم کے نواسے اور اورنگ زیب کی خالہ زاد بہن کے بیٹے نے ایک معمولی سے ہندو راہ گیر سے بے انصافی کی اور اس کی بیوی اس سے چھین لی۔ اورنگ زیب نے نہ صرف اس کی بیوی اس سے واپس دلائی، اس کی ماں سمیت اسے قید کر دیا۔ اور سخت سزا دی۔ اورنگ زیب کی پولیس کئی مہینوں تک اس مجرم کی نگرانی اور اس ہندو کی حفاظت کرتی رہی۔ کیا اتنی بڑی خدمت ۳ روپے سالانہ کے بدلے میں کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔

سر جدوناتھ سرکار نے شاید موجودہ دنیا کے ٹیکسوں، محصولوں اور چالانوں پر نگاہ نہیں کی۔ یہاں زندگی کی ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ کھانے پر، کھانے کے سامان پر، سبزی اور ترکاری پر، تمباکو پر، کپڑے پر، جوتے پر، غرض ہر اس چیز پر موجودہ حکومتیں ٹیکس لیتی ہیں جو عوام کی روزمرہ کی ضروریات میں شامل ہے۔ بیچارے اورنگ زیب نے تو سارے ٹیکس معاف کر دیئے تھے۔ صرف اس شرعی ٹیکس کو جاری کیا اور وہ بھی تخت پر

Marfat.com

بیٹھنے کے بائیس سال بعد اور ہندو اور بعض انگریز مؤرخ چیخ اٹھے کہ اورنگ زیب نے قیامتیں برپا کر دیں۔ ہم نے پیچھے عرض کیا ہے جزیہ صرف ان لوگوں پر لگا۔ جو سال میں اتنا روپیہ کما تے کہ سارے اخراجات پورے کرنے کے بعد ۵۲ روپے بچا لیتے۔

دنیا کا کون نظام ایسا ہے جو عوام کی دولت میں شریک نہیں ہوا، سرکار نے ہمارے سامنے ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جبکہ اورنگزیب کے کسی آدمی نے اس باون روپے سے کم پونجی میں سے ۴/- روپے وصول کئے ہوں۔

اس دور کی متمدن ریاستیں عوام کی پونجی سے بڑے سے بڑا حصہ لینے کی عادی ہیں ہنگامی اوقات میں تو بعض حکومتیں اپنی رعایا کی ساٹھ فی صد آمدنی کی مالک بن جاتی ہیں۔ اور کیا وہ اورنگ زیب جس نے ہر سال عوام کو پچیس لاکھ روپے معاف کئے، اتنا بھی حق دار نہ تھا کہ اپنی غیر مسلم رعایا سے ملک کے نظم و نسق، امنِ عامہ کے قیام اور اپنی سرحدوں کی حفاظت نیز اس غیر مسلم رعایا کے تحفظ و بقا کے لئے اس کے مالداروں سے ۱۲/- روپے، اس کے درمیانہ درجہ کے لوگوں سے ۶/- اور اس کے عوام سے ۳/- روپے سالانہ لیا کرے۔

پھر منوسی کی اگر روایت تسلیم کر لی جائے تو اورنگ زیب نے جزیہ جب نافذ کیا تو اس کے خزانہ کی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ متواتر مہموں نے اس کی مالی حالت خراب کر دی تھی۔ اور یہ ضروری اور لازمی بات تھی کہ

Marfat.com

وہ اپنی امن پسند اور لڑائی میں شریک نہ ہونے والی رعایا پر کبھی کچھ نہ کچھ ذمہ داری عائد کرے۔ ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ اورنگ زیب نے جزیہ صرف ان ہی غیر مسلموں پر عائد کیا، جن سے فوجی خدمت نہیں لی۔ اور جن لوگوں سے کسی قسم کا بھی سرکاری کام لیا، انہیں اس جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا۔ گو یہ جزیہ ایک شرعی حیثیت رکھتا تھا، لیکن اس کی ایک سیاسی اور مالی حیثیت بھی تھی۔

اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں اتنی شرافت برتی کہ جو لوگ یک مشت ۱۲/۳ روپے ادا نہ کرنا چاہتے، انہیں سال میں چار دفعہ کوئی بارہ بارہ آنے ادا کرنے کی اجازت دے دی اور کھاتے پیتے لوگوں کو اس رقم کا ادا کرنا کچھ تکلیف دہ نہ تھا۔

بہرحال اورنگ زیب نے جزیہ لگایا اور ہندوستان کو ناراض کر لیا۔ سرکار کا بیان ہے کہ سیواجی نے جزیہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اورنگ زیب کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ خدا کی نگاہ میں سب انسان برابر ہیں، لیکن اورنگ زیب نے یہ نصیحت بھی نہ سنی۔ حیرت ہوتی ہے کہ سرکار نے اس سیواجی کو تو انسانیت کا مبلغ قرار دیا ہے جس کا کام لوٹ مار کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ جو ہمسایہ ریاستوں پر حملہ کرتا اور ان کے خزانوں کو لوٹتا اور ان کے جانوروں کو ہنکالے جاتا رہا۔

سرکار کی نگاہ میں سیواجی تو ہیرو تھا، مگر اورنگ زیب مجرم تھا۔ اس لئے کہ اس نے قرآن کے فیصلے اور شریعت اسلامیہ کے ایک ضابطہ کو عملی جامہ پہنایا۔

Marfat.com

سرکار کی نگاہ میں اورنگ زیب مجرم ہے، مگر ہماری نگاہ میں اورنگ زیب قطعاً ملزم نہیں ہے۔ اس نے وہی کیا جو علمائے نے اسے سمجھایا یا جو قرآن و تاریخِ اسلام و فقہ نے اسے راہ بتائی۔

جزیہ کا تعین اورنگ زیب نے نہیں کیا تھا۔ یہ اسلام اور خلفائے راشدین کا فیصلہ تھا۔ یہ فقہائے امت کی رائے تھی۔ اور یہ رائے اس لئے تھی کہ اسلامی ریاست جزیہ کے بدلہ میں غیر مسلم رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرتی۔

Marfat.com

محصول :

سرکار کو شکایت ہے کہ اورنگ زیب نے محاصل میں بھی تخصیص برتی۔ اور ہندوؤں کے سامانِ تجارت پر مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ محصول لگایا۔ اگر سرکار اسلامی نظام سے واقف ہوتے تو وہ اورنگ زیب کو مجرم قرار نہ دیتے۔ اس لئے کہ یہ تفریق پہلے سے موجود تھی اور اسلام نے یہ تفریق خود کی تھی۔

مثلاً یحییٰ ابن آدم اور امام الماوردی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کے مال تجارت پر ۲½ فی صد کی بجائے پانچ فی صد محصول لیا جائے گا۔ یہ محصول بھی اس وقت عائد ہوتا جب ذمیوں کا تجارتی سامان دوسو درہم سے زائد کی مالیت کا ہوتا۔ اور دوسو درہم سے کم مال پر کوئی محصول نہ تھا اور اس لئے نہ تھا کہ اس سے کم کے مال کو شریعت نے فرد کی ضروریات میں شمار کیا ہے

Marfat.com

اس سے کم مال پر محصول لینا فرد کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

شریعت کی رو سے یہ تفاوت جو غیر مسلموں اور مسلموں میں رکھا گیا اس کی وجہ وہی ہے جو ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ مسلمان تاجر بھی اس بات کے پابند تھے کہ فوجی ضرورت کے وقت جہاد کے فرائض انجام دیں لیکن غیر مسلموں یا ذمیوں پر یہ شرط عائد نہ تھی نیز مسلمانوں کی ساری دولت زکوٰۃ کی پابند تھی محصول ادا کرنے کے بعد ان کے پاس جو نقدی مال جمع ہوتا اگر اس پر ایک سال کی آخری رات گذر جاتی تو وہ اپنی اس نقدی میں سے زکوٰۃ ادا کرتے۔

سامانِ تجارت پر زکوٰۃ کے سلسلہ میں امام ابو عبید، یحییٰ ابن آدم اور الصولی نے بڑی مفصل بحث کی ہے۔ جن اصحاب کو تفصیل مطلوب ہو وہ ان کتابوں سے رجوع فرمائیں[1]۔

سرکار نے اعتراف کیا ہے کہ جزیہ کی مخالفت کے سلسلہ میں اورنگ زیب نے اپنے کان بند کر رکھے تھے۔ اس نے برہان پور کی مثال دی ہے کہ اورنگ زیب نے وہاں کے لوگوں کے انکار پر پولیس کے ذریعہ جزیہ وصول کیا[2]۔

---

[1] الماوردی ص ۲۲۱۔ یحییٰ ابن آدم کتاب الخراج ص ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۶

[2] ابو عبید کتاب الاموال ص ۴۶۲۔ ۵۳۱۔ ۵۳۳

یحییٰ ابن آدم ص ۱۲۶۔ الصولی کتاب الادب۔ ص ۱۹۵ [2] سرکار جز ۳، ص ۳۰۵

Marfat.com

سرکار اور ان جیسے لوگوں کو معلوم نہیں کہ زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلہ میں بھی ایسی ہی سختی برتی گئی تھی۔ تاریخ کو خوب معلوم ہے کہ جب رسول اللہؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی مسند سنبھالی اور منکرین زکوٰۃ کے ایک گروہ نے مدینہ پر چڑھائی کی۔ اور زکوٰۃ کی معافی کے لئے وفد بھیجا۔

تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا:

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ، اونٹ کے پاؤں کو باندھنے والی وہ رسی جو یہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں ادا کرتے مجھے نہ دیں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا"[1]

ملت نے حضرت ابوبکرؓ کے اس عزم کو نہ صرف پسند کیا، بلکہ اسے ان کے ان عظیم احسانوں میں شمار کیا ہے جو انہوں نے ملت کے وجود کو قائم رکھنے کے لئے کئے تھے۔

اگر زکوٰۃ کے منکرین سے جنگ جائز تھی تو منکرین جزیہ پر بھی سختی جائز اور ضروری تھی، جیسے کہ اورنگ زیب نے خافی خاں کے بیان کے مطابق اپنی اس رائے کا اظہار امانت خاں سے کیا تھا اور کہا تھا، جتنے محصول چاہو معاف کرو، مگر جزیہ کو بلا عذر شرعی معاف کرنے کی بدعت جاری نہ کرو[2]

---

[1] ابن سعد (ابوبکرؓ) سیوطی تاریخ الخلفاء (ابوبکرؓ) کنز العمال "کتاب الزکوٰۃ"

[2] خافی خاں جزو دوم ص ۷۷

ہماری قوم کی بدنصیبی یہ ہے کہ ہمیں وہ نقاد نصیب ہوئے ہیں جو ہمارے نظام اور تاریخ سے ناواقف ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ زکوٰۃ کن لوگوں سے لی جاتی تھی مسلمانوں سے، جب ہمارا خلیفہ اول مانعین زکواۃ سے لڑائی کرسکتا ہے۔ جب وہ ان سے اپنا یہ حق جبراً منواتا ہے تو ذمیوں کو جنہوں نے مضبوط معاہدوں کے ذریعہ جزیہ دینے کا اقرار کیا تھا اور مسلمانوں نے ان کے مال وجان، آبرو اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تھی، جزیہ کی ادائیگی سے انکار پر تنبیہ ضروری کیوں نہ تھی۔ کیوں ایک آدھ موقعہ پر جبکہ ہندوؤں نے سخت ترین احتجاج کیا اور امنِ عامہ میں خلل ڈال دیا۔ اورنگ زیب کے اقدام کو غیر انسانی اقدام سے تعبیر کیا گیا۔

کیا ہندو مصنفین کے نزدیک انصاف کی کوئی حقیقت نہیں ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ اورنگ زیب نے جزیہ اور محصولوں کے عائد کرنے کے سلسلہ میں شریعتِ حقہ سے سرِمُو تجاوز نہیں کیا۔

ایک فاضل مسلمان مصنف نے اورنگ زیب پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے اور شرعی زکوٰۃ اور مالِ تجارت پر لی جانے والی زکواۃ پر بحث کرتے ہوئے ان دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔

اس فاضل مصنف نے غالباً، الماوردی کی احکام السلطانیہ، ابو عبید کی کتاب الاموال، قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج اور یحیٰی ابن آدم کی کتاب الخراج نہ پڑھی تھیں۔ ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے کہ مسلمانوں کے

Marfat.com

سامانِ تجارت پر لئے جانے والے محصول، زکوٰۃ میں شامل نہ تھے یہ محض محصول تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ پاک کرنے کے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتعداد مواقع پر مسلمانوں کو اپنے مالوں کا ایک حصہ خدا کے لئے مخصوص کرنے کی تلقین فرمائی۔

کنز العمال میں ایسی سینکڑوں احادیث درج ہیں جو ہمارے اس دعوے کی تائید کرتی ہیں۔

فاضل مصنف نے استدلال کیا ہے کہ شرعی زکوٰۃ اور مال تجارت کا محصول اس لئے ایک نہیں ہیں کہ زکوٰۃ غریبوں کے لئے لی جاتی ہے اور ہر فرد مختار ہوتا ہے کہ اپنے طور پر چاہے تو زکوٰۃ ادا کر دے؟ فاضل مصنف کو اس باب میں ذرا سی غلط فہمی ہوئی ہے اور اس چیز سے ہوئی ہے کہ چاندی اور سونے یا نقدی کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں شریعت نے افراد کو ذاتی طور پر ادائیگی میں مختار رکھا ہے۔

هٰذهِ الصدقة تجب في الاموالِ الموصدة للتنماء، امّا بنفسها و اما بالعمل فيها[1]

امّا بالعمل فیہا سے مراد وہ سامان تجارت یا کوئی دوسرا کاروبار ہے جو روپے سے کیا جائے۔

---

[1] الماوردی ص ۱۰۹

Marfat.com

فردماوردی کی روایت کے مطابق محض نقدی کی زکوٰۃ ادا کرنے میں خودمختار ہے۔ لیکن سامانِ تجارت یا اونٹ بکری یا اس قسم کے دوسرے سامان کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں اسے قطعاً اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ زکوٰۃ لازمی طور پر اسلامی ریاست وصول کرے گی۔

یحییٰ ابنِ آدم نے اس مسئلہ پر کسی قدر اور روشنی ڈالی ہے، ان کے بیان کی رُو سے زکوٰۃ بضاعت تجار المسلمین پر اس طرح فرض ہے جس طرح ان کی نقدی پر[1]

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضہ صدیق نے زکوٰۃ میں دی جانے والی ایک رسی کی عدم ادائیگی پر بھی جنگ کی دھمکی دی تھی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اورنگ زیب نے مسلمانوں کے مال تجارت سے کس طرح زکوٰۃ وصول کی۔ اس سلسلہ میں ہم خافی خاں کا بیان پیش کرتے ہیں۔ خافی خاں کہتے ہیں:

> حکم معافی محصول مالِ تجارت مسلمانانِ یک قلم از تمام رو
> ہندوستان فرمودند[2]

اس بیان کی رو سے اورنگ زیب نے تخت پر جگہ پاتے ہی مسلمانوں کے مالِ تجارت کو بالکلیہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ لیکن اس کا یہ فیصلہ شرعی فیصلہ نہ تھا بیاس کی ذاتی حرکت تھی، چند دن بعد جب

---

[1] یحییٰ ابنِ آدم ص ۱۸۱-۸۴   [2] خافی خان جزدوم ص ۲۴۰

Marfat.com

ریاست کے دیوانوں اور فضلا و فقہا نے اس حکم کے نقائص سے اُسے آگاہ کیا تو اس نے اپنی رائے بدل لی۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں۔

بعد چند روز بہ تجویز دیوانیان و روایت فضلا و فقہا امر نمودند کہ ہر جنس کہ قیمت آں از حد نصاب تجاوز نکردہ باشد، بہ مسلمانان محصول آں معاف شناختہ زیادہ ازاں اگر مایہ تاجر یابند محصول آں بازیافت نمایند و مال مضاربت را اصلاً بعلت محصول مزاحم نشوند بازکہ دیوانیاں کفایت انجام بعرض رسانندکہ مسلمانانِ مال تجارت خود برائے معافی محصول بدفعات آوردہ میفروشند ومالِ ہنود رابنام خود می نویسانند و زکواۃ کہ حق کا فرانام موافق شریعت است تلف می شود حکم فرمودند کہ بدستور سابق و موافق شریعت عزّ انی صد دو و نیم روپیہ از مسلمانان و پنج روپیہ از ہندو می گرفتہ باشند[1]

دوسرے لفظوں میں اورنگ زیب نے اپنے اس طریق کار میں پہلے یہ اصلاح کی، کہ حدِ نصاب سے کم ہر جنس کو جسے مسلمان آرپار لے جائیں، محصول سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ مگر اس میں بہت سے نقصانات تھے، مثلاً بعض غیر ذمہ دار مسلمان تاجر اپنے سامان کو کئی حصوں میں تقسیم

---

[1] خافی خاں جزو دوم ص ۲۳۰

Marfat.com

کرکے آرپار لے جاتے یا ہندوؤں کے مالِ تجارت کو اپنا بنا کر ریاست کو دھوکا دیتے۔ اس لئے اورنگ زیب نے شریعت کے اتباع میں فی صد ڈھائی روپے مسلمانوں پر اور پانچ روپے ہندوؤں پر ٹیکس عائد کر دیا۔

یہ اورنگ زیب کا اس باب میں آخری فیصلہ تھا اور یہی صحیح تھا۔ خافی خاں کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصاب سے کم کی قیمت کے سامان پر قطعاً کوئی محصول نہ تھا۔ نہ ہندوؤں پر اور نہ مسلمانوں پر۔

سر جدو ناتھ سرکار نے اعتراض کیا ہے کہ اورنگ زیب نے ہندوؤں کو تنگ کرنے کے لئے ان کے مذہبی میلوں یا تہواروں کو بند کر دیا۔ سر جدو ناتھ سرکار نے یہ کہنے وقت خافی سے استدلال کیا ہے۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں:

روز بروز در اجرائے امور شرعی و پاس اوامر و مناہی الٰہی، بمرتبہ تقید می نمود، کہ متصل ہم احکام برائے منع اخذ راہداری، و پاندری وغیرہ کہ لکھا حاصل آن در سرکار واصل میگردید۔ و برانداختن رواج مسکرات و خرابات خانہا و اجتماع جاترہ کفار کہ ہر سال در روز و تاریخ معین در بت خانہائے ہنود زن و مرد زیادہ از اندازہ شمار ہر قوم فراہم می آمدند و لکھا مال بخرید و فروخت میرسید و مبلغ

لہ خافی خاں جز دوم ص ۲۱۲

کل آں محصول آں در ہر صوبہ داخل خزانہ می شد صادر می فرمودند

اس بیان کی رُو سے اورنگ زیب نے ایک ہی وقت میں جو احکام نافذ فرمائے ان میں راہ داری و پانداری لینے سے منع کیا۔ ان میں رواج مسکرات و خرابات کو بند کرنے کا حکم دیا، نیز ہندوؤں کے جاترا میں اجتماع کی ممانعت کی۔

لفظ منع نے الجھن سی ڈال دی ہے۔ اگر مصنف اجتماع جاترا کے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ تو غالباً کسی مورخ کو اس موضوع پر مخالفانہ تنقید کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ حقیقت یہ تھی کہ خافی خاں کہنا یہ چاہتے تھے کہ اورنگ زیب نے راہ داری اور پنداری قسم کے جو محصول معاف کئے ان میں وہ محصول بھی تھا جو جاتروں اور میلوں پر لیا جاتا۔

خود خافی خاں نے ایک دوسرے موقعہ پر یہی بات کہی ہے:

ان کے الفاظ ہیں:

نظر بہ رفاہیت حال خلق اللہ و ترحم بحال رعایائے شکستہ احوال حکم معافی راہ داری، بر سر ہر گذر و سر حد و معبر آب ہا می گرفتند و مبلغ خطیر حاصل آں واصل خزانہ میگردد و پاندری کہ ہر ماہ و سال صیغہ کرایہ زمین و مکانے کہ ہمہ اصناف گراں و کاسبان ممالک محروسہ از قصاب و کلال و سبزی فروش گرفتہ تا بزاز و جوہری و صراف کہ بر ہر گل زمین و سر رشتہ نشستہ دوکان ساختہ خرید و فروخت می نمودند در سرکار بدستور معمول چیزی میداد ندزر کلی زیادہ از لکھا

Marfat.com

بمانند بیت خراج میگرہ دیدوا ابواب مشروع و نا مشروع دیگر مثل سرشماری و برشماری و برگدی وچرائی بنجارہ وطوعانہ وحاصل ایام بازار عرس وجاترا کفارکہ در معبد خا نہائے ہنود پرگنات دور و نزدیک ہر سال یک بار چندیں لک آدم فراہم آمدہ خرید فروخت اجناس می نمودند۔

اپنے اس بیان میں خافی خاں نے قریب قریب وہی ٹیکس گنوائے ہیں۔ جن کا ذکر بعد میں کیا ہے۔ اس کے بیان کی رو سے اورنگ زیب نے جاترا پر لئے جانے والے محصول کو دوسرے محصولوں کے ساتھ معاف فرما دیا۔ غور کیا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب، کتنا شریف اور حساس بادشاہ تھا کہ اس نے ان دوکانداروں کو محصول کے بوجھ سے نجات دے دی۔ جو رستوں پر دوکانیں لگا کر بیٹھ جاتے اور اپنی روزی کا شریفانہ ذریعہ مہیا کر لیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں میں اورنگ زیب پہلا بادشاہ تھا جس نے رعایا کے حقوق کی صحیح نگرانی کی۔ ان پر لگے محصولوں کو معاف کر کے کروڑوں روپے سالانہ کا نقصان اٹھایا۔ اور اس طرح اپنے خزانہ کو خالی کر دیا۔ قریب قریب یہی بات لین پول نے بھی کہی ہے۔ وہ اورنگ زیب کے مذہبی رجحانات کا ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے۔

خافی خاں جزو دوم ص ۸۰ - ۸۸

Marfat.com

He damaged his Exchequor by abolishing the Time honoured tax on the religious festivals and fairs of the unbelievers.

عجیب بات ہے کہ لین پول نے اورنگ زیب کے متعلق تو یہ تک لکھ دیا۔

Throughout his long reign of nearly fifty years no single deed of cruelty has been proved against him even his persecution of the Hindus which was of a piece with his puritanical character was admittedly marked by no executions or tortures. Hypocrite as he was called no instance of his violating the precepts of the religion he professed has ever been produced, nor is there the smallest evidence that he ever forced his conscience.

غور کیا جا سکتا ہے کہ لین پول کے بیان کے مطابق جس اورنگ زیب کے خلاف ظلم و تعدی اور مذہبی جبر کی ایک معمولی سی مثال بھی نہیں دی جا سکتی۔ جس نے پچاس سال کے دورانِ حکومت میں کسی ایک

سلہ لین پول ص ۲۴

Marfat.com

فرد پر بھی ظلم نہ کیا، کیا اس سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ ہندو عوام کے مذہبی جذبات مجروح کرتا۔ اور ان کے میلوں یا دوسرے تہواروں کو ممنوع قرار دے دیتا۔

اس کے علاوہ جس اورنگ زیب نے برنیئر جیسے سیاح کو متاثر کر لیا وہ ظالم نہیں کہا جا سکتا۔ برنیئر اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے۔

وہ ہر دن دو باتین دفعہ اپنے دیوانِ عام میں مسکراتا ہوا آتا ہے تاکہ وہ رعایا کی شکایات سنے اور ان کی تکلیف دور کرے۔ رعایا کے افراد اس کے پاس بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ان کی باتیں بے حد توجہ سے سنتا ہے اس لئے لوگ اپنی شکائتیں اور مطالبات بغیر کسی جھجک اور ڈر کے اس کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص، اس کے حضور شور مچاتا یا بے ادبی سے باتیں کرتا ہے تو وہ کبھی ناخوش نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی پیشانی پر شکن پڑتے ہیں۔ اس کے درباریوں نے اکثر خواہش کی کہ اورنگ زیب کے حضور گستاخانہ باتیں کرنے والوں کی تادیب کریں تو اس نے انہیں ہمیشہ ایک ہی جواب دیا کہ اس طرح اس میں قوتِ برداشت پیدا ہوتی ہے۔ اس نے کبھی غصہ کے عالم میں کسی کے قتل کے احکام جاری نہیں کئے۔

لینن پول نے برنیئر اور ٹراویز کے حوالوں سے اورنگ زیب کی پاکبازی اور رحم دلی کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔

ایسے شخص کے باب میں گفتگو کرتے وقت سرکار کو ذرا احتیاط

Marfat.com

سے کام لینا ضروری تھا۔ اور ظالم اور سفاک تاجدار کہتے ہوئے انہیں ذرا شرم آنی چاہیئے تھی۔

ہمارے خیال میں اورنگ زیب جیسا روادار اور صحیح معنوں میں عوام کا ہمدرد تو وہ اکبر بھی نہ تھا جس کی رواداری کا ڈھنڈورا سرکار نے خوب پیٹا ہے۔

Marfat.com

ہندو ملازمین

اورنگ زیب کے جرائم گنواتے ہوئے سرجدوناتھ سرکار نے یہ جرم بھی اس کی طرف منسوب کیا ہے کہ اس نے ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے نکال دیا تھا[1] اور سند میں کچھ ایسے بیانات پیش کئے ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے نزدیک اورنگ زیب نے آخر کے دور میں بعض ہندوؤں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا، تو اس کا سبب ان کی غیر وفاداری تھی۔ اورنگ زیب کے باب میں یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ غیر وفاداری کو قطعاً گوارا نہ کرتا، خواہ یہ کسی سے بھی ظاہر ہوتی۔ مثلاً جب اس کے بیٹے سلطان محمد نے

---

[1] سرکار جلد سوم ص ۳۱۵، ۳۱۶

Marfat.com

اس سے بے وفائی کی تو اس نے اسے نظر بند کر دیا۔ مراد کا قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ جو شخص دھو کے اور بے وفائی کا اس درجہ مخالف ہو کہ بھائی اور بیٹے تک کو معاف نہ کرے۔ اس سے یہ توقع رکھنی ناممکن ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی معاف کردے گا جو اس کی رعایا میں سے تھے، اور پھر جو محض بے وفا ہی نہ تھے ظالم اور جرائم پیشہ بھی تھے۔

سر جدو ناتھ سرکار نے ایسے چند ہندوؤں کے نام تو لے دیئے ہیں جنہیں اورنگ زیب نے تنبیہاً ملازمت سے الگ کیا، لیکن وہ یہ بھول گئے کہ ان لوگوں کے جرائم کیا تھے۔ سر جدو ناتھ سرکار اگر دیانت دار ہوتے تو ان لوگوں کے جرائم کا بھی بیان کرتے تاکہ لوگ فیصلہ کر لیتے کہ اورنگ زیب نے کن لوگوں کو ملازمت سے الگ کیا۔

سر جدو ناتھ سرکار نے، اپنے بیان کو وزنی بنانے کے لئے خافی خاں کا حوالہ دیا ہے، اور اس فرمان کا ذکر کیا ہے۔ جو اورنگ زیب نے مملکت کے صوبہ داروں کے نام بھیجا تھا کہ وہ پیش کاروں کے عہدے آئندہ سے ہندوؤں کو نہ دیں۔

یقیناً خافی خاں نے یہ بیان دیا ہے، مگر وہ خود ہی کہتا ہے۔
وبرطرف نمودن ہنود از پیش کاری حکام نیز بسبب عدم سیاست پیش نرفت مگر از بعض بلا د چندگاہ کروری ہنود برطرف شدند و بجائے آن مسلمانان مقرر گشتند بعدہ چناں قرار یافت کہ از جملہ پیش کاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیش کار

Marfat.com

مسلماں و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند۔

دوسرے لفظوں میں، اورنگ زیب نے جو فرمان پہلے جاری فرمایا تھا اس پر چند جگہوں کی بجائے کہیں عمل نہیں کیا گیا۔ اس نے یہ محض دھمکی دی تھی یہ محض ایک قسم کا نوٹس تھا۔ ان مجرمہ پیشکاروں کے نام جو خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھے تھے اور [illegible] تنخواہیں ادا کرنے میں انتہائی بے مروتی سے کام لیتے

اورنگ زیب کا مقصود ان لوگوں کو ملازمتوں سے الگ کرنا نہ تھا محض ان کی غیر قانونی حرکات کی اصلاح تھی۔ [illegible] اصل ضابطہ وضع کیا کہ مالیات کے ہر شعبہ میں ایک پیشکار ہندو [illegible] ایک مسلمان تاکہ ہندو پیشکار مسلمان سے [illegible] گڑبڑ نہ کر سکیں۔

صرف یہی بات اس کی شاہد ہے کہ اورنگ زیب [illegible] کے ساتھ کوئی زیادتی کرنا نہ چاہتا تھا بلکہ وہ ان کی خاطر داری کرنا چاہتا تھا [illegible] ان کی غیر ذمہ داریوں کے باوجود ان کے ساتھ اس درجہ رعایت برتی کہ انہیں الگ کرنے کی بجائے ان کی اصلاح کی ایک کوشش [illegible]

جن لوگوں کو ہندوستان میں انگریزی حکومت عملی طور پر سمجھنے کی توفیق نصیب رہی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ انگریزوں کے زمانے میں جب ہندوؤں کی غالب اکثریت تھی تو ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ سخت زیادتی ہوتی رہی۔ ان کے کاروبار تباہ کیے گئے۔ ان کی تجارت پر سرکاری ذرائع سے برے اثرات ڈالے گئے اور انہیں پیچھے رکھنے کے لئے ہر سختی ان پر کی گئی تھی۔

Marfat.com

اورنگ زیب کے زمانے میں قطعاً یہی حال تھا۔ گو بڑے عہدیدار زیادہ تر مسلمان ہوتے، مگر تمام صوبوں کے دفاتر مالیات میں ہندوؤں کی غالب اکثریت تھی۔ اور یہ غالب اکثریت مسلمانوں کو اندر ہی اندر خوب دباتی۔

یہ محض ہمارا ہی خیال نہیں ہے۔ سٹڈیز آن مغل انڈیا کے مرتب نے شہاب الدین تورانی کے حوالے سے ایسی کئی مثالیں پیش کی ہیں جبکہ ہندو پیش کاروں نے بے چارے مغل سپاہیوں کے ساتھ سخت زیادتیاں کیں۔ کسی نے اورنگ زیب کو ان زیادتیوں سے مطلع کر دیا۔ اور غالباً بہت زوردار الفاظ میں کیا تھا کہ ہندو پیش کار، فوج کے سپاہیوں سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے ان کی حیثیت کتّوں سے بھی گری ہوئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اورنگ زیب کا یہ فرمان، اسی احتجاج کے جواب میں جاری ہوا؛ اور تنبیہاً جاری ہوا، تاکہ یہ ظالم گروہ سیدھی راہ پر آئے۔ ورنہ اورنگ زیب کا مقصود ہندوؤں کو ملازمت سے محروم کرنا قطعاً نہ تھا۔ سر جدو ناتھ سرکار نے اس پر اس قسم کے بے بنیاد الزامات لگاتے وقت یہ تک نہ سوچا کہ جو فرمان دوا خافی خاں ہی کے بیان کے مطابق، ازراہِ حق پرستی و عدالت گستری پورے ہندوستان میں منادی کرا تاہے کہ جیسے بادشاہ کے خلاف کوئی

لہ سٹڈیز آن مغل انڈیا ص ۱۶۲ - ۱۶۳

شکایت ہو۔ وہ بلاخوف بادشاہ کے خلاف دعوےٰ کرسکتا ہے۔ بلکہ بادشاہی وکیلوں سے قانونی مدد بھی لے سکتا ہے۔ بادشاہ نے اس کام کے لئے شہر میں سرکاری وکیل مقرر کر دیے جو عوام کے دعووں میں ان کی مدد کرتے تھے[1]۔

خدا شاہد ہے کہ اورنگ زیب کے سوا پورے دورِ ملوکیت میں ایسا ایک بھی بادشاہ نہ تھا۔ جو رعایا کا اس درجہ احترام کرتا، جس کے نزدیک بے انصافی اور زیادتی سب سے بڑے جرم تھے۔ سرکار نہ کہیں ہمارے نزدیک یہ بھی بے انصافی تھی کہ انصاف پسند ہندوؤں کو محض ہندو ہونے کے سبب ان کی نوکری سے الگ کیا جاتا۔ اورنگ زیب کی زندگی میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جبکہ اس نے کسی مستعد اور دیانتدار ہندو یا غیر مسلم کو اس کی جگہ سے ہٹایا ہو۔

سر جدو ناتھ خود شاہد ہیں کہ اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے بعد اپنے خزانے اور اپنے دیوانی دفاتر تمام کے تمام رائے رایاں راجہ رگھوناتھ داس کے سپرد کر رکھے تھے۔ انہیں اورنگ زیب نے راجہ کا خطاب دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے کسی دوسرے نے ان کی جگہ نہیں لی۔

۲۔ راجہ جسونت سنگھ کے متعلق بھی، سر جدو ناتھ سرکار کو معلوم ہے کہ

---

[1] خافی خاں جز دوم ص ۲۴۹

Marfat.com

یہ وہی شخص تھا جس نے اورنگ زیب اور مراد کی راہ روکی تھی۔ جس نے ان کے ساتھ سخت لڑائی کی تھی۔ جس نے ایک بار معافی مانگ لینے کے بعد شجاع سے لڑائی کے وقت اورنگ زیب کو خوفناک دھوکہ دیا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا تھا، لیکن اورنگ زیب نے کبھی اس سے انتقام نہ لیا، اور جب دکن میں وہ سیوا جی سے مل گیا تو بھی اتنا کیا کہ اسے واپس بلا لیا۔ کوئی سزا نہ دی، بلکہ کابل کی صوبیداری عطا کردی۔ صوبیداری ہی کے دنوں میں راجہ اس دنیا سے رخصت ہوا، ایک ہندو کنول رام نے تذکرۃ الامرا کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے مغل بادشاہوں کے دربار میں ہندوؤں کے مناصب کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے زمانہ میں جس کی رواداری کا شہرہ سارے عالم میں تھا۔ صرف باون ہندو امرا ایسے تھے۔ جنہیں راجہ یا رائے کا خطاب حاصل تھا۔ اس کے مقابلہ میں ایسے امرا کی تعداد اورنگ زیب کے زمانے میں ۶۱ تھی۔ جن میں:

۳ سات ہزاری

۲ چھ ہزاری

۳ پنج ہزاری

۳ چار ہزاری

۴ ساڑھے تین ہزاری

Marfat.com

۵ تین ہزاری

۱ ڈھائی ہزاری

۶ دو ہزاری

۸ پندرہ صدی

۲ ایک ہزاری

۱ چھ صدی

ایسے ہندو چودہ تھے جنہیں راجہ کا خطاب حاصل تھا۔ جنہیں رائے کا خطاب ملتا تھا۔ وہ آٹھ تھے۔ ان کے علاوہ ہندو منصب دار تھے، جنہیں رائے یا راجہ کا خطاب نہیں ملتا تھا۔ ان میں سے:

۳ چھ ہزاری

۲ پنج ہزاری

۲ چار ہزاری

۶ تین ہزاری

۴ ڈھائی ہزاری

۱۰ دو ہزاری

۱۵ پندرہ صدی

۱۳ یک ہزاری

اور باقی دو سو تھے۔ اس لحاظ سے اورنگ زیب کے زمانے میں کل ہندو منصب دار ایک سو اسی تھے۔ اور اکبر کے زمانے کی کل تعداد ۲۲ تھی۔

Marfat.com

آئین اکبری کی رو سے، اکبر کے کل منصب دار ۴۰۸ یا ۴۱۲ تھے جن میں سے ۲۴۷ منصب دار پانچ ہزاری سے لے کر پنج صدی تک تھے۔ باقی ان سے نیچے کے امرا تھے۔ اکبر کے ۲۴۷ منصب داروں میں ہندو منصب دار کل ۳۲ تھے۔[1]

اے کاش سر جدو ناتھ سرکار اور ان کے ہم خیال اس تناسب پر بھی نظر ڈال لیتے، اور پھر اعتراض فرماتے:

امرائے ہنود میں[2] ان منصب داروں کے نام بھی درج ہیں، جو عالم گیر کے زمانے میں بہت با اقتدار تھے۔

ان کے نام حسب ذیل تھے۔

راجہ جے سنگھ	سات ہزاری
ساہو پسر سنبھا	سات ہزاری
راجہ جسونت سنگھ	سات ہزاری
کانوجی	چھ ہزاری
سنبھاجی	چھ ہزاری
کنور رام سنگھ سیواجی	پنج ہزاری
راجہ بھیم سنگھ	پنج ہزاری
بھاگو بنجارہ	پنج ہزاری

---

[1] آئین اکبری ص ۱۸۰ - ۱۸۶

[2] امرائے ہنود ص ۲

سوبھان	پنج ہزاری
راناراج سنگھ	پنج ہزاری
اوچلاجی	پنج ہزاری
راجہ رائے سنگھ	پنج ہزاری
راؤ دلیپ سنگھ	سہ ہزاری
راؤ سبکرن	سہ ہزاری
راؤ کرن	سہ ہزاری
بیرم دیو سیودیہ	سہ ہزاری
راجہ راج روپ	سہ ہزاری پانچ صد
راجہ انرودکوڑ	سہ ہزاری
راجہ اودت سنگھ	سہ ہزاری
نتھو داماد سیواجی	سہ ہزاری
رام چندر تھانہ دار	سہ ہزاری
راجہ اودت سنگھ	سہ ہزاری
اؤبزہو سنگھ	سہ ہزاری
راؤ بھاؤ سنگھ	سہ ہزاری
راجہ مان سنگھ	سہ ہزاری
راجہ اندر سنگھ	سہ ہزاری
راجہ بجے سنگھ	سہ ہزاری

Marfat.com

ان سے نچلے ہندو امرا حسب ذیل تھے ۔

راجہ کشن سنگھ	راجہ بشن سنگھ
مہاراجہ اجیت سنگھ	راجہ رائے سنگھ
جگت سنگھ ہانڈا	راجہ کشور سنگھ
راجہ سروپ سنگھ	راؤ سیکرن
دھیراج راجہ جے سنگھ	راؤ انرودا
رام سنگھ، را	راجہ
راجہ سجان سنگھ	راجہ دلیپ سنگھ
سنگھ بہادر سنگھ	کنور بہادر سنگھ
راؤ امر سنگھ	چندر راوت
راؤ گوپال سنگھ	راجہ رتن سنگھ
ہرجس	ہیرا سنگھ
راجہ کلیان سنگھ	رگی مرہٹہ
کیسر سنگھ	رائے لال چند
رگھو داس جھالا	گردھر داس
چمپا جی	ہری سنگھ
ارجو جی	الیسو جی
لکھو جی	محکم جی
مانکو جی	بدن سنگھ

Marfat.com

رائے مرلی دھر	دوندی راؤ
بنداجی	دلیس مکھ
پرتھوی سنگھ	منشی ہر رائے
سنگھ ہاڈا	راجہ سنگھ راٹھور
دھاتا	راجہ اودت سنگھ
سنگھ	انی رائے پنڈت
کنور اندر سنگھ	کنور پرتھی سنگھ
رائو محکم سنگھ	راجہ پہاڑ سنگھ
راجہ بہاں سنگھ	رگھوناتھ سنگھ
بکرم سنگھ	شیو داس گور
تلوک چند	ریما جی
بالوجی کھوررسیرا	اودہ سنگھ
چھتر مل	شیو سنگھ
راجہ کلیان	رائے مکرند
پرتھی سنگھ	راجہ رام داس

ان کے علاوہ اور کئی کئی منصب دار تھے اور چھوٹے منصب دار خاص طور پر محکمہ مالیات کے ملازمین کی تعداد تو ہزاروں سے اوپر تھی۔

یہ فہرست [illegible] سے ترتیب ہماری ہے [illegible]

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ اورنگ زیب نے ہندوؤں کو ملازمت سے نکالا، قصہ صرف اتنا تھا کہ اس نے بعض بدکردار اور بددیانت ہندوؤں کو سزا دی، ایسی سزائیں، اس نے مسلمان کارکنوں کو کہیں زیادہ سخت دیں۔

اورنگ زیب کے نزدیک سرکاری ملازمت کے لئے مسلمان ہونا شرط نہ تھا۔ دیانت داری اور صلاحیتِ کار بنیادی امر تھا۔

اورنگ زیب نے اپنے اس خیال کا اظہار اس وقت کیا، جب ۳۱ سنہ جلوس میں محمد امین ایک ایرانی عالم ہندوستان آئے اور انہوں نے دو بد مذہب پارسیوں کو بخشی گیری کے اہم مناصب پر فائز دیکھا تو ان کو رنج ہوا اور انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی۔

یہ عرضی، بادشاہ نے پڑھی اور جواب میں لکھا جہاں تک آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا تعلق ہے ہم اس پر توجہ کریں گے لیکن:

آنچہ بدمذہب ایرانیاں نوشتہ امور دنیا را با مذہب چہ نسبت، وکارہائے مذہب را بہ تعصب چہ دخل۔

لکم دینکم ولی دین[1]

---

[1] اخبار عالمگیری

Marfat.com

اس باب میں یہ آخری نقطہ ہے۔ اور سمجھنے والے سمجھ لیں گے، کہ اورنگ زیب کا مسلک کیا تھا۔

حد سے زیادہ افسوس کی بات ہے کہ یہ روایت احکامِ عالمگیری کے پہلے ایڈیشن میں تو موجود ملتی ہے۔ مگر دوسرے ایڈیشن میں سے سرجدو ناتھ سرکار نے اسے کاٹ دیا ہے۔

Marfat.com

ست نامی

اورنگ زیب کے جرائم فرقہ پروری اور تعصب میں ایک جرم یہ بھی تھا، کہ اس نے ست نامیوں کو جو محض فقیر تھے۔ دنیا دار نہ تھے اپنے مذہبی جنون کا شکار بنایا۔

جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا اورنگ زیب نے، ایسے کسی گروہ سے جنگ نہیں کی۔ جس کے عزائم سیاسی نہ تھے۔ یا جو بے وفائی اور غداری کا مرتکب نہ ہوا تھا۔ اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ غداری کرتا، اور اورنگ زیب اسے سزا نہ دیتا، تو پھر یہ کہنا جائز تھا کہ اورنگ زیب نے ست نامی فقیروں کو کیوں سزا دی۔ ہم نے پیچھے کئی مثالیں دی تھیں کہ باپ، بھائیوں، بیٹوں اور حتیٰ کہ بہورانیوں کی بے وفائی بھی اورنگ زیب نے برداشت نہ کی۔ باپ کی نظر بندی اور محمد سلطان کی قید کا ایک ہی سبب تھا۔

Marfat.com

خافی خاں نے جزء دوم میں شہزادہ شاہ عالم کی محبوبہ نور النسا بیگم کی قید اور آزادی کی کیفیت خوب تفصیل سے لکھی ہے۔ بادشاہ کو اس کے خلاف شکایت پہنچی تھی کہ وہ در پردہ ابو الحسن کی حامی ہے اور بادشاہی مقاصد کو اندر ہی اندر نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے۔ خافی خاں نے گو ان الزامات کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ لیکن [illegible] صحیح مانا ہے کہ بادشاہ نے نور النسا بیگم [illegible] محمد معظم شاہ عالم [illegible] حرم میں قید کر دیا اور [illegible] اور شاہزادہ محمد معظم ولیعہد سلطنت [illegible]

ست نامی فقیروں کی کیا حیثیت تھی [illegible] سرحدی پٹھانوں کے خلاف جو پکے مسلمان تھے [illegible] تاریخ کو یہ بھی [illegible] اورنگ زیب نے جا بجا [illegible] سے لڑا۔ ان لڑائیوں کا سبب [illegible] دوسرا تھا۔ جب اورنگ زیب مسلمان جماعتوں کے خلاف [illegible] غداری اور بے وفائی کی بنا پر تلوار اٹھانا جائز سمجھتا ہے [illegible] کے خلاف جب وہ [illegible] آتا ہے تو [illegible] ان کے ساتھ اسے کس طرح مذہبی جنون قرار دے سکتے ہیں۔ حقیقت میں اس [illegible] فرقہ کی حیثیت ایک ایسے خوفناک [illegible] تھی [illegible]

؎ خافی خاں جزء دوم ص ۳۰۰-۳۰۱ [illegible]

Marfat.com

بے، جو ان دنوں مختلف ملکوں میں، ان کے نظام خراب کرنے کے لئے انڈر گراؤنڈ کام کرتا رہا۔ بظاہر یہ لوگ فقیروں کا لباس پہنے تھے مگر بد باطن ان کا مشن سیاسی تھا، اور چونکہ ان کی جماعت کئی ہزار سے تجاوز کر چکی تھی اس لئے ان کے اکثر افراد میں بد دماغی پیدا ہو گئی تھی۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ اورنگ زیب حسن ابدال سے لوٹ رہا تھا کہ ایک سرکاری پیادے اور ایک ست نامی میں لڑائی چھڑی۔ اور اس لڑائی نے ایک ہنگامہ کی صورت اختیار کر لی۔ ہم پیادے کی وکالت کرنا نہیں چاہتے نہ خافی خاں نے اس کی وکالت کی ہے، لیکن اگر ست نامی بغاوت پر آمادہ نہ ہوتے، اگر ان کے عزائم میں غداری شامل نہ ہوتی، تو وہ اس معمولی سی بات کو فتنہ و فساد برپا کرنے کا بہانہ نہ بناتے۔

خافی خاں کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی خبر نارنول کے فوجدار کو ہوئی تو اس نے ایک جمعیت وہاں بھیج کر ملزموں کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر ست نامیوں کے گروہ کے گروہ چاروں طرف سے وہاں آن جمع ہوئے۔ انہوں نے فوجدار کی سپاہ سے جنگ کی اور اس کو شکست دے دی۔ گو فوجدار نے ایک بڑی فوج کے ساتھ، اس شکست کا بدلہ لے لیا۔ مگر، بگڑی بات نہ بن سکی، اور بغاوت کچھ ایسی پھیلی کہ اس علاقہ کے تمام زمینداروں اور راجوں نے سرکاری اطاعت سے منہ موڑ لیا۔

لہ خافی خان جزء دوم ص ۳۳۲

Marfat.com

خافی خان کے الفاظ ہیں :-

وزمینداں اطراف و بعضی راجپوتان کم حوصلہ فرصتِ وقت را غنیمت دانستہ سر از اطاعت پیچیدہ دست از مالگزاری کشیدہ۔ قدم جرأت بشوخی پیش گذاشتند، و نائرہ فساد روز بہ روز شعلہ رو میگردد۔[1]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ست نامی محض فقیر تھے کسی سیاسی گروہ سے تعلق نہ رکھتے تھے، تو ان کے ساتھ آس پاس کے راجہ اور زمیندار کیوں مل گئے تھے اور انہوں نے شاہی فوج سے کیوں، ہر بار جنگ کی کیوں، غریب دیہاتیوں کو لوٹا اور ان کے کھیت جلائے۔

ماثرِ عالم گیری کا بیان ہے :

القصہ فتۂ باغیہ قریب پنج ہزار کس، در نواحِ نارنول رخصتِ عصیاں منشی یافتہ قدمِ جرأت وجسارت پیش گذاشتند ودستِ نہیں۔ وغارت بر قصبات و پرگنات دراز کردند۔ طاہر خاں فوجدار تاب مقاومت ومجادلت در خود نہ دیدہ بحضور آمد عزمِ جزم بادشاہ عدو بند کافر کیس بر استیصال کفارِ حجاز مصمم شد۔[2]

ذرا آگے چل کر ماثرِ عالم گیری راوی ہے کہ اس گروہ کو دبانے کے لئے

---

[1] خافی خاں جز ۲ ص ۳۳۲ ۔ [2] ماثر عالمگیری ص ۱۱۵

Marfat.com

جب شاہی فوج وہاں پہنچی تو باغیوں نے باقاعدہ جنگ کی۔

"ہرگاہ افواج منصورہ را بداں مرز رسید فریق بدطریق باہنگ جنگ مستعد شدہ، قدم جہالت استوار کردند"[1]

اس دور کے واقعات کو جانچنے کے لئے، ہمارے پاس کوئی اور معیار نہیں ہے صرف یہی دو مؤرخ ایسے ہیں جو اس باب میں سند ہیں۔ ان دونوں بیانات کو پیشِ نظر رکھ کر اندازہ فرمائیے کہ یہ کتنا خوفناک سیاسی گروہ تھا جس نے قدم قدم پر بادشاہ کی فوج سے جنگ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جو مآثرِ عالمگیری کے بیان کے مطابق بہت نچلے طبقہ کے تھے۔ آس پاس کے زمینداروں اور راجوں کے آلہ کار تھے۔ یہ ایک آزمائش تھی کہ آیا راجپوتانہ کے راجوں اور زمینداروں کو اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کرنے میں کن دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ خود اورنگ زیب سمجھ گیا تھا کہ یہ آندھی کسی بڑے زلزلے کی تمہید تھی۔

سر جدوناتھ سرکار نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس گروہ کی بغاوت عظیم الشان بڑھ گئی تھی ست نامیوں نے نارنول میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ [illegible] کر دی تھیں اور مالگزاری خود وصول کرنے لگے تھے۔[2]

---

[1] مآثر عالمگیری ص ۱۱۶
[2] سر جدوناتھ سرکار جز سوم ص ۳۲۹

Marfat.com

سکھ

سکھوں کا اصل کیا ہے اور ان کے پہلے گورونانک اور اس کے جانشینوں، گورو انگد، گورو امرداس، گورو رام داس، گورو ارجن، گورو ہرگوبند کے ساتھ، بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہان نے کیا سلوک کیا تھا۔ یہ تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اورنگ زیب جب تخت پر بیٹھا، تو گورو ہرگوبند کے بیٹے ہررائے نے باپ کی گدی سنبھال لی تھی۔ یہ ہررائے وہی تھا جس نے سموگڑھ کی فتح سے پہلے داراشکوہ کے جھنڈے کو اونچا رہنے کی دعا دی تھی۔ لیکن جب یہ دعا اکارت گئی۔ اورنگ زیب کامیاب ہوا اور دارا کے تعاقب میں لاہور آیا تو گورو ہررائے نے اپنی حکمت عملی بدل لی اور اورنگ زیب کے مطالبہ پر اپنے بیٹے رام رائے کو بادشاہ کے دربار میں بھیجا۔ اورنگ زیب نے، اس کی

Marfat.com

ذاتی غیر حاضری کے خلاف کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ اس قصہ کو کچھ زیادہ اہمیت دی۔ تاریخ پنجاب کے بیان کی رو سے، گورو ہر رائے کے انتقال کے بعد جب نئے گورو کے انتخاب کا مسئلہ پیش آیا۔ تو دو فریق بن گئے تھے۔ ایک گورو کے بیٹے ہر کرشن کا حامی تھا۔ دوسرا رام رائے کا۔ دونوں فریق میں جب جھگڑے نے طول کھینچا تو اورنگ زیب سے مداخلت کی درخواست کی گئی۔ اورنگ زیب نے کوئی مداخلت تو جائز نہ سمجھی۔ البتہ دونوں فریق کو حکم دیا، آپ اپنا راہ نما چن کر بادشاہ کو اطلاع دیں۔ گو رام رائے بادشاہ کی خدمت میں ایک بار حاضر ہو چکا تھا۔ اور یوں بھی پندرہ سال کا نوجوان تھا۔

مگر بادشاہ نے سکھوں کے اندرونی مسائل میں مداخلت کو سیاست کے خلاف سمجھا، سکھوں نے اکثریت سے رام رائے کی بجائے ہر کرشن کو انتخاب کیا۔ ان کا اعتراض رام رائے پر یہ تھا کہ وہ کسی شریف زادی کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا، اس کی ماں ایک لونڈی تھی۔ رام رائے کو، یہ انتخاب منظور نہ ہوا وہ بادشاہ کے پاس ایک بار پھر حاضر ہوا، لیکن بادشاہ نے سکھوں کی اکثریت کے فیصلہ کو قانونی شکل دے دی۔ ہر کرشن کو قانونی راہ نما مان لیا۔ البتہ رام رائے کو سکھوں کی راہ نمائی اور سرداری سے بھی محروم نہ کیا۔ اور جب اس نے ڈیرہ دون کے قریب اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا تو بادشاہ نے

Marfat.com

اسے بہت سے قیمتی پتھر اور دوسرا سامان تحفے کے طور پر بھیجا۔

تاریخ پنجاب کے بیان کے مطابق ہرکرشن کی موت کے بعد ہرگوبند کے بیٹے تیغ بہادر نے، ہرکرشن کی جگہ لی۔

یہاں سے انتشار شروع ہوتا ہے۔ اگر سرجدوناتھ سرکار کا بیان صحیح مان لیا جائے تو اس جماعت نے ایک نئے سیاسی گروہ کی صورت اسی وقت اختیار کر لی تھی جب تیسرے گورو کے وقت اس جماعت کی لیڈرشپ موروثی بن گئی۔ عوام اپنے پہلے گورو اور اس کے نائبوں کے مقصد سے دور چلے گئے، نانک کے نزدیک خدا کے سوا کوئی گورو نہ تھا اور اس کی نیابت کا حق صرف اسے پہنچتا تھا جو کردار کے لحاظ سے پوری جماعت میں سب سے بہتر تھا مگر پھر کردار کوئی شرط نہ رہا اور وراثت چلنے لگی۔

سرجدوناتھ سرکار کہتے ہیں:

When boys of nine and even five years like Govind Rai and Harkrishan were accepted as spiritual leaders—it was clear that the guru had ceased to be regarded as a human teacher and was held to be born supernatural powers like an incarnation of god whose acts could not be judged by the standard of human reason.

سرجدوناتھ سرکار کے بیان کے مطابق، ارجن کے زمانہ میں سکھوں کی تعداد بہت بڑھی، اور ارجن کا دماغی توازن قائم نہ رہ سکا۔

سرجدوناتھ سرکار ہی کہتے ہیں۔

Marfat.com

The effects of this conversion of a spiritual guide into an earthly ruler began to show themselves after the death of Arjun.

سرجدوناتھ سرکار نے (۱) آگے چل کر یہ بات ذرا تفصیل سے بیان کی ہے کہ ارجن کے بیٹے سے سکھوں کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ہرگوبند باپ کی نسبت دنیادار زیادہ تھا۔ اس نے اپنی توجہ، مادیت کی طرف پھیر لی، اور سپاہی بھرتی کرنے شروع کر دیئے۔ جب بھائی بندوں نے اس بات پر اعتراض کیا، تو ہرگوبند نے جواب دیا۔

I wear two swords as emblems of spiritual and temporal authority, in guru's house religion and worldly enjoyment shall be combined.

وہ جب مقاماتِ مقدسہ کی زیارت پر کہیں جاتا تو تارک الدنیا لوگ اس کے ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر پکار اٹھتے۔ کوئی راجہ یہاں آن پہنچا ہے[2]

حقیقت یہی تھی ہرگوبند نے ایک خودمختار راجہ کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ جہانگیر کے زمانہ میں تو اس کی خودمختاری کچھ برے اثرات پیدا نہ کر سکی۔ البتہ شاہجہان کی فوجوں سے اس کی

---

[1] سرکار جز ۲ ص ۲۵۲ [2] سرکار ص ۲۵۲

کئی لڑائیاں ہوئیں۔ اور لوگ اس کے جھنڈے تلے یہ سمجھ کر آنے لگے کہ یہی ایک ایسا شخص ہے جو بادشاہ کا مقابلہ کر سکتا ہے[1]۔

یہ تھا وہ ہر گوبند جس کے بیٹے تیغ بہادر نے ہر کرشن کی موت کے بعد اس کی جگہ لی۔ ہر گوبند کا باغیانہ اور دنیادارنہ خون اس کی رگوں میں موجیں مار رہا تھا اس لئے اس نے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے اور اورنگزیب کو دھوکہ دینے کے لئے، راجہ مرزا جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کا دامن پکڑا اور مغل فوج میں بھرتی ہو کر آسام میں لڑائی کی۔

تیغ بہادر پہلا سکھ گورو ہے جس نے اس قدر عیاری سے کام لیا، اور اپنے ارادوں کو یوں چھپانے کی کوشش کی۔ اس نے آسام کی لڑائی میں محض اس لئے حصہ لیا تھا کہ اس کے باپ کی باغیانہ حرکات پر پردہ پڑ جائے۔ مگر چونکہ اس کے ارادے نیک نہ تھے۔ اس لئے وہ جب آسام کی لڑائی سے انند پور لوٹا۔ تو اس نے ہاتھ پاؤں پھیلا دیئے سر جدو ناتھ سرکار یہ قصہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں۔

From this place he was drawn into the whirl wind which Aurangzeb had raised by his policy of religious persecution. A soldier and priest could not remain indifferent while his creed was being wontonly attacked and its holy places desecrated.

---

[1] سرکار ص ۳۵۲

غور کیجیے۔ جہاں اورنگ زیب کا ذکر آیا ہے، سرجدوناتھ سرکار کس قدر بھڑک اُٹھتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود پہلے کہہ چکے ہیں کہ ارجن کے بعد اس کے بیٹے ہرگوبند نے گدی کو تعیش کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ وہ روحانی رہنما نہ رہا تھا دنیا دار راجہ بن گیا تھا۔ لیکن اورنگ زیب اور تیغ بہادر میں جیسے ہی جنگ شروع ہوتی ہے۔ سرجدوناتھ سرکار کا رویہ بدل جاتا ہے۔

بہ ہر حال سرجدوناتھ سرکار خواہ کچھ بھی کیوں نہ کہیں، اورنگ زیب اور تیغ بہادر کی جنگ مذہبی نہ تھی۔ محض سیاسی تھی۔ ویسی ہی سیاسی جیسی کہ اس نے ست نامیوں کے خلاف لڑی ویسی ہی سیاسی جو اس نے، دارا اور شجاع کے خلاف لڑی۔

اگر تیغ بہادر، فقیر حفیظ الدین کے ساتھ مل کر، پنجاب میں ادھم نہ مچاتا۔ اگر دونوں پنجاب کے قصبات اور دیہات کو نہ لوٹتے گھسوٹتے۔ اور عوام پر جینا دوبھر نہ کر دیتے تو اورنگ زیب تیغ بہادر کو کبھی نہ چھیڑتا۔ تیغ بہادر، مذہبی رہنما نہ رہا تھا۔ وہ ایک سیاسی گروہ بن گیا تھا۔ اور اس نے سچے پادشاہ کا لقب اختیار کر کے اورنگ زیب کو برملا کہا تھا تم جھوٹے پادشاہ ہو۔

اس سلسلہ میں افسانے بہت مشہور ہیں، انگریزوں نے بھی کئی افسانے وضع کئے ہیں۔ اور سرجدو سرکار نے بھی، خود سکھوں نے بھی جھوٹ بولنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ

Marfat.com

اورنگ زیب نے ان دونوں کو سست ناموں سے بہت کم حیثیت دی تھی محض اپنے صوبے دار لاہور کو حکم دیا تھا۔ان دونوں کو پکڑ لے ایک کو جلاوطن کر دے اور اگر کبھی وہ اٹک سے اس طرف آئے تو اس کا سر اڑا دے اور دوسرے کو گوالیار بھیج دے۔ جہاں وہ قید رہے۔ گوالیار کا یہ قلعہ جہاں تیغ بہادر کو نظر بند کیا گیا تھا، وہی قلعہ ہے، جہاں مرادؔ داراشکوہ کے دو بچے، اور خود اورنگ زیب کے اپنے بچے تھے۔

سیر المتاخرین سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔تیغ بہادر کتنی مدت تک وہاں قید رہا۔ اور پھر کس بنا پر اسے قتل کرکے، اس کے جسم کے چار ٹکڑے کرکے قلعے کے چار دروازوں پر ٹانگے گئے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ مراد کی طرح تیغ بہادر کے مریدوں نے بھی کوئی بڑی گستاخی کی تھی۔کیونکہ ہمارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس پر زور نہیں دے سکتے۔ البتہ ہمارے خیال میں باقی تمام وہ باتیں جو اس سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔محض افسانہ ہیں اور سکھوں کی وضع کی ہوئی ہیں۔

سرجدوناتھ سرکار کا ایک خالص جھوٹ ملاحظہ فرمایئے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ تیغ بہادر نے اورنگ زیب کے خلاف اس وقت علم بلند کیا جب کہ سکھوں کے گوردوارے منہدم کئے گئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خافی خاں سے سند لی ہے۔

لیکن خافی خاں نے اس سلسلہ میں بجز اس کے کچھ نہیں لکھا کہ اورنگ زیب

Marfat.com

نے سکھوں کے معبد گرانے کا حکم فرمایا۔ لیکن یہ حکم کب دیا گیا، آیا تیغ بہادر کے فتنہ کے بعد یا اس سے پہلے، خافی خاں سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔ سر سرکار نے خافی خاں کا نام لے کر محض دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ خافی خاں کے بیان سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں سکھوں کی قطعاً کوئی حیثیت نہ تھی اور تیغ بہادر یا سچے بادشاہ محض مکڑی کا ایک جالا تھے۔

خافی خاں نے یہ واقعہ شاہ عالم بادشاہ کے تیسرے سال جلوس کے واقعات کے دوران میں لکھا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں سکھوں نے کافی قوت پکڑلی تھی۔ مگر اورنگ زیب کے زمانہ میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب کو جب ان کے وجود کا علم ہوا، اور ان کی حرکات ناشائستہ سے اس نے آگاہی پائی، تو: حکم اخراج نائبان آں گروہ بدمآل وخراب ساختن معبد ہائے آں کفار فرمودہ بودند۔

گویا خافی خاں نے اس بات کی تائید کی ہے کہ تیغ بہادر کی نظربندی کے بعد اس کے نائبین نے جو ادھم مچایا۔ اس کی سزا میں نائبین کا اخراج اور گوردوارہ کی خرابی عمل میں لانے کے احکام جاری ہوئے۔

خافی خاں نے نائبین کے اخراج کے الفاظ استعمال کئے ہیں، تیغ بہادر گروہ کے اخراج کی بات نہیں کہی۔

یقین جانیے کہ سکھوں نے اور ان کے ساتھ مل کر بعض ہندو مصنفین

Marfat.com

نے جو افسانے اس باب میں تراشے ہیں۔ ان کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں ہے اورنگ زیب نے تیغ بہادر کو قطعاً کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ محض ایک معمولی سی شخصیت سمجھا تھا اور بات بھی ایسی ہی تھی۔

ہم نے پیچھے تاریخ پنجاب کے حوالے سے جو روایت بیان کی ہے کہ ہر رائے نے اورنگ زیب کے دربار میں آنے سے انکار کیا تھا۔ اس کے بیٹے رام رائے کے انتخاب میں اورنگ زیب نے حصہ لیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

سکچ آف سکھز کے بیان کی رو سے گورو گوبند سنگھ نے جب اپنے باپ کی جگہ لی اور باپ کی پیروی میں کہلور کے راجہ پر حملہ کیا۔ تو راجہ نے اورنگ زیب کی دہائی دی۔ لاہور کے گورنر نے بادشاہ کی اجازت سے اس کی مدد کی، گورو گوبند سنگھ ہار گیا[1] اور بھاگ نکلا اس کے دو بچے سرہند کے گورنر وزیر خاں کے قابو آ گئے۔ جنہیں وزیر خاں نے قتل کر ڈالا[1] گورو گوبند سنگھ کے لئے کہیں جائے پناہ نہ تھی۔ اس نے بڑی پریشانیاں اٹھائیں اور آخر بادشاہ کے حضور رحم کی اپیل کی[2]

سیر المتاخرین کے بیان کے مطابق گورو گوبند سنگھ کو سرہند کے پٹھانوں نے حاجیوں کا لباس پہنا کر جائے پناہ پر پہنچایا تھا[3]

نہیں کہا جا سکتا اورنگ زیب نے گورو گوبند سنگھ کی درخواست کے جواب میں کیا لکھا، صرف اتنا ثابت ہے کہ اورنگ زیب نے گورو گوبند سنگھ

---

[1] براؤن   [2] میکلف جز ۵، ص ۲۰۰   [3] سیر المتاخرین ص د،

Marfat.com

کی وفاداری کو قبول کر لیا تھا اور وہ بہادر شاہ کے زمانہ میں بہادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ خافی خاں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

در ایامی کہ بہادر شاہ بادشاہ متوجہ حیدر آباد گردید ندگو بند نام از سر گروہاں آں قوم بدنام بحضور رسیدہ با دو صد سہ صد سوار تیر دار و پیادہ در رکاب رفاقت نمود بعد دو سہ ماہ از زخم جمدہر ناگہانی کہ قاتل او معلوم نگردید بدار البوار پیوست۔

خافی خاں کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کا قصور معاف کر دیا گیا تھا۔ اور اسے پہلے ہی کی طرح آزادی نصیب ہو گئی تھی۔ ورنہ وہ کئی سو سواروں اور بہت سے پیادوں کے ساتھ حیدر آباد پہنچ کر بادشاہ کی ملازمت میں منسلک نہ ہوتا۔

گورو گوبند سنگھ کا قاتل کون تھا، خافی خاں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے اس لئے ہم بھی اس سلسلہ میں کوئی مستند بات کہہ نہیں سکتے۔

Marfat.com

مرثیے

Marfat.com

Marfat.com

مرہٹے

سرجدوناتھ سرکار نے، اس قوم کی بڑی تعریف کی ہے جو ہزاروں سال سے مہاراشٹر میں آباد تھی۔ ان کی زیادہ تر آبادی، مغربی گھاٹ اور بحرِ ہند کے ساحل کونکن کے درمیان رہتی۔ جب تک مسلمان ہندوستان نہ آئے تھے۔ دکن پر ان ہی لوگوں کا قبضہ تھا۔ لیکن حقیقت پوچھی جائے تو اس قوم نے تاریخ کے کسی دور میں مہذب و متمدن جماعت کی حیثیت حاصل نہیں کی۔

مرہٹے اس وقت تک تاریخ کے کسی باب کے عنوان نہیں بنے جب تک دکن میں نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتیں قائم نہیں ہوئیں۔ عادل شاہی اور نظام شاہی حکومتوں کے قیام کے دوران ان مرہٹوں کی حیثیت بھی غیر منظم لٹیرے گروہوں سے آگے نہیں بڑھی۔ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ مذکورہ بالا حکومتوں کے استحکام کے وقت

Marfat.com

مرہٹوں نے جو مدافعت کی تھی وہ برائے نام تھی اور نظام شاہی اور عادل شاہی حکمرانوں نے انہیں ریت کے منتشر زرّوں کی صورت بہت جلد اپنے پاؤں تلے بچھا لیا تھا۔

حیرت ہوتی ہے کہ سرجدو ناتھ سرکار کے ہیرو سیلوا جی کے بزرگ اور ان کی طرح کے دوسرے نامور مرہٹوں کی حیثیت محض اتنی تھی کہ وہ عادل شاہی اور نظام شاہی بادشاہوں کے اشاروں پر ناچا کرتے۔ خصوصیت سے ملک عنبر نے انہیں جس طرح نچایا۔ اس کی مثال کسی اور قوم کی تاریخ پیش کر سکتی۔

دولت آباد کے مضافات میں ایک معمولی کاشتکار مالوجی اس وقت قطعاً کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ جب تک وہ نظام شاہی دربار میں نہیں پہنچا، اور جب تک اس نے بادشاہ کے قدموں کو نہیں چھوا، یہ خود دار قوم جس کی تعریف میں سرجدو ناتھ سرکار نے زمین آسمان کا طول و عرض ناپا ہے۔ ہمارے نزدیک محض ان عربوں کی حیثیت رکھتی تھی جو اسلام سے پہلے صحرائے عرب میں آباد تھے فرق صرف اتنا تھا کہ عرب ریگ زار کی اولاد تھے اور مہاراشٹر کے ان لوگوں کو گھنے جنگلوں اور اونچی نیچی پہاڑیوں نے مہذب دنیا سے دور اور غیر متعلق رہنے دیا تھا۔ یہ تو مسلمان خاندان دکن پہنچے تو مرہٹوں نے ان کے ذریعہ دنیا کو دیکھا گو سرکار کے نزدیک:

Activity, self reliance, self respect and love of equality.

Marfat.com

سے ان مرہٹوں کا خمیر اٹھا تھا۔ لیکن ان مرہٹوں کی معلوم تاریخ کہتی ہے کہ جب ملک عنبر نے ان مرہٹوں کے سامنے چاندی کی تھیلیاں کھولیں۔ تو یہ اس کی طرف اسی طرح لپکے جیسے ان میں اپنا کوئی ضمیر نہ تھا۔ ان مرہٹوں کے جذبہ مساوات کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے پیٹ بھرنے کے لئے اپنے ہمسایوں پر راتوں کی تاریکی میں چھپ چھپ کر چھاپے مارے۔ خود سر جدو ناتھ سرکار نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمان بادشاہ جب دکن میں آئے تو مرہٹوں نے کرایہ کے ٹٹوؤں کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔

سر جدو ناتھ سرکار کے الفاظ ہیں:

The fighting classes among the natives *gathered round* their own leaders in small bands and hired out their swords to the new rulers of the land There were Marhata auxiliaries and mercenaries in the service of the Bahmani Sultans the Nizam Shai and the Adil Shahi from the very beginning.

سر جدو ناتھ سرکار یہ کہنے پر مجبور تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ جب عادل شاہی۔ نظام شاہی اور بہمن سلطان دکن میں پہنچے۔ تو لالچی اور کھوکے مرہٹے ان کی طرف اڑے۔ اور ان کی نوجوں میں معمولی سپاہیوں کی طرح بھرتی ہو کر ان کے لئے زمین ہموار کرنے لگے۔

Marfat.com

ان سپاہیوں میں اکثر کو تو گم نامی کی موت نصیب ہوئی۔ لیکن کچھ نے مسلمان سلاطین کے دامن سے وابستہ ہو کر شہرت کا سرمایہ سمیٹا۔ جن میں سے شاہ جی بھونسلہ بہت خوش نصیب تھا۔ ہم اس کا ذکر اورنگ زیب کی پہلی نیابتِ دکن اور بیجاپور اور گلکنڈا پر حملہ کے سلسلہ میں کر چکے ہیں یہ وہی شاہ جی بھونسلہ تھا جس نے ایک فرضی نظام شاہ کے نام پر تین سال تک نظامی شاہی علم بلند رکھا۔ یہ وہی تھا جس کی خاطر شاہ جہان آگرہ سے چل کر دکن آئے۔ یہ وہی تھا جس نے عادل شاہ اور قطب الملک کو شاہ جہان سے لڑایا۔

یہ وہی شاہ جی بھونسلہ تھا۔ جس کے پیچھے خان زمان کوئی چار مہینے تک لگے رہے۔ اور آخر میں اسے اس بات پر مجبور کر لیا، کہ وہ فرضی نظام شاہ کو شاہ جہان کے سپرد کر دے اور ان قلعوں سے دست بردار ہو جائے جو فرضی نظام شاہ کے نام پر، اس نے ہتیا رکھے تھے۔

شاہ جی بھونسلہ نے زیادہ اہمیت مغلوں اور دکنی سلاطین کی باہمی لڑائی کے سبب حاصل کی تھی۔ دکنی سلاطین کو ایسے جری اور ڈاکو قسم کے بھونسلے کی بڑی ضرورت تھی، جو وقت بے وقت مغل سرحدوں میں گھس جائے۔ اور غریب رعایا کو لوٹ کر اور بستیوں کو تباہ کر کے مغلوں کو پریشان کرتا رہے۔

شاہ جی بھونسلہ نے جو اہمیت حاصل کی، وہ محض اسی لئے تھی کوئی اور شریف سردار انہیں ایسا نہ مل سکا تھا جو مغل سرحدوں

Marfat.com

پر آباد غریب اور نہتے انسانوں کے خون سے ہولی کھیل سکتا۔

سر سرکار نے شاہ جی بھونسلہ کے کیریئر پر بڑی خامہ فرسائی کی ہے لیکن وہ خود یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ :

Some of the Bhonslas were won over by Mughals with high mansabs and salary, others changed masters frequently in quest of better pay.

درحقیقت شاہ جی بھونسلہ کی بھی یہی حالت تھی۔ بیجا پوری اسے زیادہ تنخواہ دیتے تو وہ ادھر چلا جاتا۔ فرضی نظام شاہ کو اس نے محض اسی لئے سامنے کیا تھا کہ بیجا پور کا سلطان اس سے یہی چاہتا تھا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ شاہ جی بھونسلہ نے ایک بار مرتضیٰ نظام شاہ کو چھوڑ کر شاہ جہان کی ملازمت بھی کر لی تھی محض اس لئے، کہ شاہ جہان نے اسے دو لاکھ روپے نقد اور پنج ہزاری منصب عطا کیا تھا۔ اور جب شاہ جہان نے اس کی جاگیر اصل حقدار کو دے دی تو اس نے عادل شاہی دربار کا دامن تھاما۔

Marfat.com

Marfat.com

سیواجی :

شاہ جی بھوسلہ تو پھر بھی بھلے آدمیوں کی صورتیں دیکھتے ہوئے تھا،
اس نے سلاطین کے دامنوں کو بوسے دینے کا شرف پایا تھا۔ مگر اس کا اکلوتا
بیٹا سیواجی، جس کی ماں کو، شاہ جی گاؤں ہی میں چھوڑ کر، اپنی دلچسپیوں
میں کھویا رہتا تھا بالکل اجڈ، گنوار اور جاہل تھا۔ سرکار نے تسلیم کیا ہے کہ
اس نے تعلیم نہیں پائی تھی، بچپن میں وہ سارا دن پہاڑوں کے کھوؤں میں
اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پہاڑی کھیل کھیلتا نظر آتا۔ اس میں کوئی شبہ
نہیں کہ اس آوارگی اور پہاڑی بے پروا زندگی نے اس میں ایک خاص قسم
کی بے باکی، اور جرأت پیدا کر دی تھی۔ اس نے اپنی آوارگی کے زمانہ
میں اپنے جیسے چند بیباک نوجوان بھی اپنے ساتھ ملا لئے تھے۔

سرکار یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نوجوانی کے زمانہ میں، شیواجی کے دل

Marfat.com

میں کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ وہ اپنے مظلوم ہندو بھائیوں کو غلامی کی زندگی سے نجات دے گا۔

But he never posed as the liberator of the Hindus in general at all events not till long afterwards.

سرکار کہتے ہیں اس کی یہ آوارگی، اس کے سرپرست داداجی کوندیو کو کبھی نہ بھائی۔ اور اس شریف آدمی نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ گو سرکار نے اس مضمون کو ذرا دبے ہوئے الفاظ میں بیان کیا ہے، لیکن اس سے یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ بیس برس کی عمر تک سیواجی لوٹ مار کرتا رہا۔

Shivaji's love of adventure and independence appeared to his guardian as the sign of an untutored and wayward spirit, which would ruin his life chances. He argued long with Shivaji advised him to follow the foot-steps of his ancestors and rise to wealth and position as an obedient vassal and captain of mercenaries under Adilshah. The youngman's association with hill brigands and his projects about robbery and surprise of forts filled Dadaji with apprehensions about his future. He complained to Shahji but with one succeeding in effecting a reform."

Marfat.com

ان سطور کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر انصاف سے کہئے کہ اگر سیواجی کی جوانی کے طور طریقے شریفانہ ہوتے، تو داداجی کو اس کی اصلاح کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ سرکار خود کہتے ہیں کہ داداجی کو یہ بات پسند نہ تھی کہ سیواجی پہاڑی ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ساتھ رہے۔ ڈاکے ڈالے اور قلعوں پر شب خون مارے۔

غور فرمائیے کیا کبھی کسی ڈاکو اور لٹیرے چور نے بھی کسی قوم کے ہیرو کی حیثیت حاصل کی ہے۔ کیا مصلحانِ عالم کی جوانی، چوری، ڈاکے اور اسی قسم کی بیہودگیوں میں بسر ہوئی۔ کیا کسی بڑے ڈاکو اور لٹیرے نے کسی قوم کے اخلاق پر اچھے اثرات ڈالے یہ یقیناً صحیح ہے کہ ہندوستان کے بعض ڈاکوؤں اور لٹیروں کے متعلق، اچھی قسم کے قصے مشہور ہیں۔ مگر سیواجی جو آگے چل کر مرہٹوں کا ہیرو اور نہ جانے کیا کچھ بنا، محض بے رحم لٹیرا اور ڈاکو تھا۔ وہ قلعوں پر راتوں کی تاریکی میں چھاپے مارتا۔ دیہاتوں اور قصبات کو ویران کرتا اور انسانوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہا۔ داداجی کی موت کے بعد اس کو اس کام کی خوب چھٹی ملی[1]۔ داداجی کی موت کے علاوہ محمد عادل شاہ سلطان بیجاپور کی طویل علالت نے جب عادل شاہی نظام بگاڑ ڈالا تو سیواجی نے خوب ہاتھ پاؤں مارے اور اپنے باپ کے مربی سلطان بیجاپور کے قلعوں پر، دھوکے سے شب خون مار کر لاکھوں روپے لوٹ لئے[2] اور

---

[1] سرکار جز ۴ ص ۱۴

[2] سرکار ج ۴، ص ۲۵

Marfat.com

ان کی مدد سے، راج گڑھ کی بنیاد ڈالی، عادل شاہ کو اس کی حرکت کی خبر ہوئی تو اس نے شاہ جی سے اس کے بیٹے کی حرکات کے متعلق جواب طلب کیا، شاہ جی کو بیٹے کی ان حرکات کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور بیٹے کو ایک خط کے ذریعہ ان بیہودہ حرکات سے روکا۔ مگر ہندو قوم کا یہ ہیرو "سیواجی" لوٹ مار کے سوا، کسی شریفانہ طرزِ زندگی سے واقف نہ تھا وہ اپنی حرکات سے باز نہ آیا۔ اور بیجاپوری گورنر کی غیر موجودگی میں جو شاہ کی علالت کے سبب بیجاپور میں تھا۔ کوکن کے ایک مسلمان جاگیردار ملا احمد کی جاگیر پر[1] ہاتھ صاف کیا۔ اس نے دیہات لوٹے اور رعایا کا قتلِ عام کیا۔

اس کے اس فعل سے اس کی جرأت اور بڑھی اور اس نے کلیان اور بھیری نامی دو بڑے شہروں پر، اچانک حملے کئے اور نہ صرف سارے شہروں کو لوٹا، خوب قتلِ عام کیا۔ اس کے بعد ماہولی کی باری آئی،

سرکار نے اعتراف کیا ہے کہ کلیان کے سوداگر بڑے دولت مند تھے، اس لئے کلیان پر حملہ سے سیواجی کو خوب مال ملا[2] سیواجی کی یہ حرکات اس درجہ تکلیف دہ تھیں کہ عادل شاہ نے، ان سے متاثر ہو کر اس کے باپ شاہ جی کو قید کر دیا۔ اور اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ان حرکاتِ ناشائستہ سے روکے۔

---

[1] سرکار جز ۲ ص ۲۶ [2] سرکار جز ۲ ص ۲۶، ۲۷

Marfat.com

سرکار کہتے ہیں کہ سیواجی، نہ تو اپنی فتوحات سے ہاتھ اٹھانے کے لئے تیار تھا اور نہ یہ گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے باپ پر اس کی وجہ سے مصیبتیں آئیں۔ اس لئے اس نے ایک چال چلی۔

سرکار اسے "ڈپلومیسی" کہتے ہیں۔ یہ ڈپلومیسی نہ تھی یہ محض ابن الوقتی اور انتہائی کمینی حرکت تھی کہ سیواجی نے اپنے باپ دادا کے مربی عادل شاہ کے خلاف مراد بخش حاکم دکن کے دامن میں پناہ لی۔ اور ایک عریضہ کے ذریعہ خواہش ظاہر کی کہ وہ بادشاہ سے کہہ کر اس کے باپ کو چھڑوا دے۔ اس نے مراد بخش کو یقین دلایا تھا کہ اگر اس کا باپ چھوڑ دیا گیا تو سیواجی مغل ملازمت اختیار کرلے گا۔ یہ محض ایک دھوکہ تھا مراد بخش نے گو کافی احتیاط کی تھی۔ مگر یہ دھوکہ چل گیا اور سیواجی اور شاہ جی بھونسلہ کی مصیبتیں مغل مداخلت کے سبب ختم ہوگئیں۔

سرکار نے گو اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس پر شبہات نازل کئے ہیں۔

لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ایسا ہوا تھا، سیواجی کی فطرت میں جو کمینگی اور رذالت تھی، اس کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا جب اس نے ایک مرہٹہ خاندان مور کو اپنا نشانہ بنایا۔

سرکار ہی راوی ہیں کہ سیواجی کی کامیابی کی راہ میں اس مرہٹہ خاندان کی ریاست ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر چونکہ یہ ریاست بڑی طاقت ور تھی اور اس کے راجہ چندر راؤ کے پاس بارہ ہزار مسلح فوج

Marfat.com

تھی اس لئے سیواجی نے اس کا کھلا مقابلہ کرنے کی بجائے راجہ کے ساتھ ایک دھوکہ کیا، اس نے اپنے ایک معتمد دوست کو سفیر بنا کر راجہ کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ایک سو پچیس سپاہی بھی کر دیئے۔ جنہیں سادہ لباس پہنایا گیا تھا۔

یہ برہمن جس کا انتخاب اس نے کیا تھا۔ چندر راؤ سے راہ رسم رکھتا تھا۔ وہ راجہ کے پاس پہنچا اور اس نے اسے سیواجی کے لڑکے کی شادی کا پیغام دیا۔ دوستانہ باتیں ہو رہی تھیں کہ برہمن نے بے خبر راجہ کے سینہ میں اچانک چھرا گھونپ دیا۔ راجہ کی موت کے وقت سیواجی قلعہ سے باہر اپنے سپاہیوں کے ساتھ جنگلوں میں چھپا تھا۔ راجہ کی ہلاکت کی خبر پاتے اور قلعہ کے دروازے کھلتے ہی وہ اندر آیا۔ اور راجہ کے بیٹوں کو قتل کر کے یہ ریاست اپنے قبضہ میں کر لی۔[1]

سر سرکار یہ داستان کہتے وقت ذرا نہیں شرمائے۔

یہ ان کا ہیرو سیواجی تھا جس نے اپنے دشمن مسلمانوں کے ساتھ نہیں اپنے ہم قوم اور اپنے ہم مذہب کے ساتھ یہ دھوکا کیا۔ یہ کتنی بڑی کمینگی تھی۔ یہ کتنی بڑی بد اخلاقی تھی۔ جس کا مظاہرہ ہندوؤں کے اس ہیرو سیواجی نے کیا تھا۔

---

[1] سرکار جلد ۴ ص ۳۰-۳۱ [2] بساط الغنائم ص ۴۴۔ سرکار جلد ۴ ص ۳۱

Marfat.com

سیواجی اور مغل

سرکار کے بیان کے مطابق سیواجی نے، مغلوں کے ساتھ اب تک کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی تھی۔ اس کے نزدیک یہ کوئی دانائی نہ تھی کہ ایک وقت میں مغلوں سے بھی لڑے اور بیجاپور سے بھی مقابلہ کرے[1] یقیناً یہ دانائی نہ تھی اس لئے کہ اس وقت دکن کا نائب السلطنت احمق مراد نہ تھا، اس وقت کے ہندوستان کا سب سے بڑا سیاستدان اورنگ زیب، دکن پر حکومت کر رہا تھا۔ اور اس کی موجودگی میں سیواجی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ مغل سرحد پر حملہ آور ہو، اور جب اس نے اورنگ زیب کو بیجاپور میں مصروف دیکھ کر مغل سرحد پر حملہ کیا تو اورنگ زیب نے محض تین ہزار

---

[1] سرکار: جز ۴ ص ۱۳۱

Marfat.com

آدمی بھیج کر اس کو اتنا مارا کہ ظالم ساری بہادری بھول گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اورنگ زیب جب بیجا پور پر حملہ کی تیاریوں میں لگا تھا اس مکار سیواجی نے اس کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی تھی کہ اگر اسے بیجا پور کا وہ علاقہ دے دیا جائے جو اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کی ملازمت اختیار کرے گا اور کبھی اطاعت سے باہر نہ ہوگا۔

اورنگ زیب نے سیواجی کی اس درخواست کا ذکر اپنے اس مراسلہ میں کیا ہے جو اس نے بیجا پور پر حملہ کے وقت باپ کی خدمت میں بھیجا تھا[1]

اورنگ زیب نے جواب میں کچھ شرائط لکھ بھیجی تھیں، جن کو سیواجی نے مان لیا تھا۔ لیکن اس کی مکاری قابل ملاحظہ ہے کہ جب اورنگ زیب کی فوجیں کلیانی میں بیحد مصروف تھیں تو اس نے سخت غداری کی۔

کیا سرکار اس اخلاقی قدر سے قطعاً بے خبر تھے کہ غدار کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ کیا سرکار کو یہ معلوم نہ تھا کہ محض اسلام ہی میں نہیں دنیا کے تمام مذاہب میں جھوٹ، دھوکا، فریب، ڈکیتی اور انسانی خون کی ارزانی سب سے بڑے جرم ہیں۔ اور ان سب جرائم کا مرتکب یہ سیواجی تھا۔ وہ جوانی میں بے راہ روی کی زندگی گزارنے کے سبب بدعہدی بیوفائی

---

[1] عمل صالح جز ۲ خافی خاں جز اوّل " بیجا پور پر حملہ "

اور دھوکے کا ایک طرح سے عادی ہو چکا تھا۔ اس نے جو چال بے چارے راجہ چندرا راؤ کے ساتھ چلی تھی وہی افضل خاں سپہ سالار افواج بیجاپور کے ساتھ چلی، اور اس شریف انسان کو دھوکہ سے اپنے ہاں بلا کر قتل کر دیا۔

تعجب ہوتا ہے کہ سرسرکار نے افضل خاں کے قتل کے سلسلہ میں دھوکا اور فریب میں پہل کرنے کا الزام افضل خاں کے سر منڈھا ہے۔ بہت اچھا ہوتا کہ چندرا راؤ کے قتل کے سلسلہ میں بھی وہ سیواجی کو ملزم نہ گردانتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افضل خاں اس باب میں کیوں مجرم ظاہر کیا گیا۔ کیا افضل خاں نے اس سے پہلے اس قسم کا کوئی جرم کیا تھا یا کسی کو اپنے گھر بلا کر دھوکے سے قتل کیا تھا۔

مرہٹہ مؤرخین اور سرکار نے واقعات کا جوڑ جس طر[illegible]ں ملایا ہے اس سے قطع نظر کیا قیاس اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ افضل خاں جیسا صاف باطن سپہ سالار ایسی کوئی سازش کر سکتا تھا۔ اگر افضل خاں نے ایسی کوئی سازش کی ہوتی، تو سیواجی کی طرح، اپنی حفاظت کا کیوں کوئی انتظام نہ کیا۔

سرکار اور تاریخ مرہٹہ کے مصنف دونوں نے اعتراف کیا ہے کہ افضل خاں جب اپنی فوج سے سیواجی کو ملنے کے لئے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے۔ جب سیواجی کے چالاک پیغام بردار ساتھی نے اس پر اعتراض کیا، تو افضل خاں نے ان سارے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور صرف دو سپاہیوں اور ایک ماہر تلوار باز سید بندے

Marfat.com

کو ساتھ لیا۔ اور جب سیواجی کے پیغامبر نے بندے میاں کے ساتھ لینے پر بھی اعتراض کیا تو صاف دل افضل خاں نے اسے بھی پیچھے چھوڑ دیا۔[1]

سرکار کے بیان کی رو سے سیواجی نے جس پہاڑی کے دامن میں اپنا خیمہ نصب کیا تھا۔ اس کے اس پاس کے درختوں میں اپنی ایک فوج چھپا رکھی تھی۔ سرکار کہتے ہیں کہ افضل خاں جیسے ہی سامنے آیا۔ اور سیواجی سے گلے ملا، تو اس کو اس زور سے بھینچا کہ اس کی چیخ نکل گئی، اس پر سیواجی نے اپنا وار کیا۔ یہ وار کیا تھا۔ سرکار ہی نے اس کے متعلق تصریح کی ہے۔ سیواجی نے اپنی آستین کے نیچے لوہے کا ایک پنجہ پہن رکھا تھا جس سے اس نے خان کا پیٹ چاک کر ڈالا۔[2]

لین پول نے اس کے سوا کوئی دوسری روایت بیان نہیں کی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر افضل خاں کے دل میں کوئی شبہ ہوتا، یا وہ مکاری سے اسے مارنا چاہتا تو اس سے گلے کیوں ملتا۔ کیا افضل خاں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ خیمہ جہاں وہ اس سے ملنے آیا تھا۔ سیواجی کی ملکیت تھا۔ اور اس کے تھوڑے فاصلے پر سیواجی کا قلعہ تھا، جس سے اتر کر وہ افضل خاں کے استقبال کو آیا تھا۔ اور یہ جنگل جو چاروں طرف پھیلا تھا سیواجی کا تھا، سیواجی اس کے ایک ایک درخت سے آگاہ تھا۔ خان کو اتنی جرأت کسی طرح نہ ہو سکتی تھی، کہ وہ سیواجی کو گلے لگا کر

---

[1] سرکار جز ۴ [2] لین پول (باب سیواجی)

Marfat.com

اپنی گرفت میں بھینچ لیتا۔ افضل خاں اتنا زیادہ احمق نہ تھا۔ کہ اس پہاڑی ڈاکو اور لیٹرے کو اتنا کمزور حریف سمجھ لیتا۔

بات صرف اتنی ہے کہ افضل خاں کو اپنے سپہ سالار ہونے پر ناز تھا اس کے ساتھ دس ہزار سپاہی تھے اور اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ سیواجی اسے اپنے ہاں بلا کر یوں ذبح کر دے گا۔ غضب خدا کا سرکار اور مرہٹے مؤرخ یہ مانتے ہیں کہ جب سیواجی نے افضل خاں کو گلے لگا کر، اس کے پہلو میں بچھوا گھونپا، تو غریب افضل خاں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ بری طرح چیخا، دھوکا، خون، مدد، مدد[1]

جب آدمی پر موت یوں مسلط ہوتی ہے۔ جس طرح اچانک افضل خاں پر مسلط ہو گئی تھی تو وہ کسی قسم کی ڈپلومیسی استعمال کرنے کے اہل نہیں رہتا۔ افضل خاں موت کے منہ میں پھنس چکا تھا۔ اس وقت جو الفاظ اس کے منہ سے نکلے وہ ہر قسم کے تصنع سے پاک تھے۔ اگر اس کا ضمیر مجرم ہوتا تو وہ ہائے دھوکا فریب کی دہائی نہ دیتا۔ اس کے اندر سے جو آواز اٹھی اس کے جرم کا راز کہہ دیتی۔

سرجدو ناتھ سرکار بڑے ہمہ دان تھے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بیان کرتے وقت وہ معمولی سمجھ بوجھ کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے اور انسانی نفسیات کا یہ ایک ابتدائی اصول بھی ان کو یاد نہ رہا۔

---

[1] سرکار رجزیم " افضل خاں "

Marfat.com

بہرحال سرکار کے بیان کے مطابق جب، مدد مدد کی آواز باہر پھیلی تو میر بندے مدد کو لپکے۔ اور سیواجی کے سر پر تلوار کا وار کیا سیواجی لوہے کی ٹوپی سر پر پہنے تھا۔ وار خالی گیا اور سیوا کے ساتھیوں نے میر بندے کو اسی لمحہ مار ڈالا، اور ایک ساتھی شمباجی نے افضل خاں کا سر کاٹ کر سیواجی کی خدمت میں پیش کر دیا۔

یہ سرکار کی روایت ہے' اس کا ایک ایک لفظ بول رہا ہے کہ افضل خاں اپنی سادہ لوحی اور نیک نفسی کا شکار ہوا، مکار سیواجی نے یہاں بھی وہی ہتھیار استعمال کیا جو چندرا راؤ کے ساتھ برت چکا تھا۔

سرکار نے گو سیواجی کی پیشانی سے دھوکے اور فریب کا یہ داغ دھونے کی بہت کوشش کی ہے۔ مگر وہ نا دانستہ طور پر ایسی باتیں آپ ہی کہہ گئے' ہیں۔ جس سے سیواجی کی مجرمانہ ذہنیت کا پتہ چل جاتا ہے مثلاً سرکار فرماتے ہیں[۱]:

The place chosen for the interview was the crest of an eminence, below the fort of Pratapgarh, and overlooking the valley of the Koyna, on both sides of the forest path leading up the hill sides to the pavilion picked soldiers were posted in ambush at intervals by Shivaji.

---

[۱] سرکار جز ۴ - ۳۰

دوسرے لفظوں میں سیواجی، افضل خاں کو قابو میں کرنے اور اس کو قتل کرنے کے پورے اہتمام کر چکا تھا۔ جیسے کہ ہم نے پیچھے عرض کیا یہ تو افضل خاں کی سادہ لوحی تھی کہ اس نے ایسی جگہ ملاقات کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جس کے ایک کونے اور ایک گوشے سے بھی وہ واقف نہ تھا۔ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہمارا تعلق سیواجی کی صرف اس زندگی سے ہے۔ جس سے اورنگ زیب کو واسطہ پڑا۔ یہ واقعہ ہم نے محض اس لئے بیان کر دیا ہے کہ پڑھنے والے جان سکیں کہ سیواجی مکاری اور دھوکے سوا کسی اور فنِ شریف میں ماہر نہ تھا۔ اس کی غیر شریفانہ فطرت کا پتہ اس وقت بھی چلا جب اس نے اورنگ زیب سے مار کھانے پر اس سے معافی مانگ لی۔ اور آئندہ سے شریفانہ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا تھا۔ یہ تو شاہجہان کی علالت نے صورتِ حال بدل ڈالی تھی، اور اورنگ زیب کو تخت پر قبضہ کرنے کے لئے دکن سے چل کر آگرہ آنا پڑا تھا۔ ورنہ سیواجی کو اس مار کھانے کے بعد اتنی جرأت نہ ہوتی کہ وہ اورنگ زیب کو دھوکا دے سکتا۔

بہ ہر حال اورنگ زیب کی عدم موجودگی کے سبب سیواجی نے خوب پاؤں پھیلائے اور پورے کونکن کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اورنگ زیب کو تخت نشینی کی جنگ سے فرصت ملی اور سلطنت کے نظام کو سنوارنے پہ توجہ کی تو سیواجی پہ بھی نظر پڑی۔ اور شائستہ خاں کو جو اس وقت دکن کے صوبے دار تھے حکم بھیجا کہ ذرا اس کی مزاج پرسی فرما دیں "

Marfat.com

سرکوبی

ماثر الامرا کے بیان کے مطابق، شائستہ خاں، پچیس جمادی الاول ۱۰۷۰ھ

کو[1] سیواجی کی مزاج پرسی کے لئے روانہ ہوئے، جس نے عادل شاہی حکومت کے انقلاب سے فائدہ اٹھاکر، اکثر بنادر اور قلاع پر قبضہ کر لیا تھا۔

شائستہ خاں اورنگ آباد سے روانہ ہو کر کونکن میں داخل ہوئے سیواجی کے آدمیوں نے جہاں کہیں بھی مقابلہ کیا مار کھائی۔ قلعہ چاکنہ پر کسی قدر انہیں زیادہ محنت کرنی پڑی۔ لیکن آخر میں فتح پائی۔ اور اس کا نام 'اسلام آباد' رکھ کر، پونہ تشریف لے آئے۔ اور شہر کی ناکہ بندی کر لی[2]

---

[1] ماثر الامرا جزء ۲ ص ۱۰، [2] ڈف جزء ۱۔ ص ۱۸۲

Marfat.com

خافی خاں نے، پونہ کی ناکہ بندی کی تفصیل کہتے وقت بیان کیا ہے کہ اجازت کے بغیر نہ کوئی شہر سے باہر جا سکتا اور نہ اندر آ سکتا، البتہ سیواجی کی مغلوبیت و پریشانی کے متعلق خافی خاں کہتے ہیں۔

کہ سیوا چناں منکوب و مغلوب ہراس گردیدہ بود کہ میاں کوہ ہائے دشوار گزار ہر ہفتہ و ہر ماہ جائے بسر پردید۔

یہ سرحد و ناتھ سرکار کا ہیرو سیوا تھا۔ جو کبھی میدان میں جم کر نہیں لڑا، جس نے کبھی آمنے سامنے کی جنگ نہ کی اور ہمیشہ جوانمردوں کی طرح لڑائی لڑنے سے جی چرایا۔

چندر راؤ اور افضل کو دھوکے سے قتل کرنے اور چوروں کی طرح راتوں کو بستی آبادی پر شب خون مارنے والے اس سیوا نے جب بدلہ لینے کی کوئی اور صورت نہ دیکھی، تو ایک رات دو سو سپاہیوں کو زنانہ لباس پہنا کر شہر پناہ کے دروازے پر پہنچا دیا۔ ان نمائشی عورتوں کے ہاتھوں میں ڈھولکیں تھیں، یہ ڈھولکیں بجاتی اور شادی کے گیت گاتی شہر میں داخل ہوئیں، ہو سکتا ہے کہ پہلی صف میں کچھ سچ مچ کی عورتیں بھی ہوں، غالباً اس وجہ سے پہرہ داروں نے دھوکا کھا لیا۔

خافی خاں نے بھی یہی تفصیل بیان کی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ خافی خاں نے ان دشمنوں کو جو پہلی رات دو صد کی تعداد میں شہر میں داخل ہوئے براتی بیان کیا ہے۔

لہ ماثر الامرا جزء ۲ — خافی خاں جزء ۲۔ ص ۱۷۰ - ۱۷۵

Marfat.com

بہ ہر حال تفصیل خواہ کچھ بھی ہو،[1] سیوا نے یہاں بھی چوروں ایسا داؤ چلا۔ اور اپنے آدمیوں کو شہر میں لے آیا۔ شہر میں ان لوگوں نے اپنے ٹھکانوں میں رات کاٹی۔ دوسری رات، جب گھڑیال نے دوپہر رات گذرنے کا اعلان کیا، تو مرہٹوں کی یہ جماعت خفیہ راستوں سے ہوتی، امیر الامرا شائستہ خاں کی حویلی کے پیچھے اس جگہ آن پہنچی جہاں حویلی کا باورچی خانہ تھا۔ اور جہاں کبھی باہر آنے کا خفیہ دروازہ بنا تھا۔ لیکن اس وقت مٹی اور اینٹوں سے چن دیا گیا تھا۔

اس جماعت کو اس دروازے کا حال معلوم تھا۔ اس لئے اس نے یہ دروازہ آسانی سے توڑ لیا اور باورچی خانہ میں آن گھسی۔ چونکہ رمضان شروع ہو چکا تھا اور باورچی خانہ کے عملہ کو چھٹی دی جا چکی تھی۔ کچھ لوگ موجود تھے جو سو رہے تھے۔ اس جماعت نے ان سوتوں کو ذبح کیا، اس قتل و غارت سے جو شور اٹھا۔ اس نے چوکی داروں کو جگا دیا۔ خود امیر الامرا بھی جاگ اٹھے، اور تیر و کمان اور برچھی سے مسلح ہو کر خواب گاہ سے باہر جہاں پانی کا حوض تھا، تشریف لائے۔ چند مرہٹوں پر نگاہ پڑی، انہوں نے ایک پر تیر چلایا۔ دوسرے نے بڑھ کر تلوار پھینکی جس سے امیر الامرا کے ہاتھ کی انگلیاں اڑ گئیں، اسی دوران میں لونڈیاں باندیاں آن پہنچیں اور امیر الامرا جائے محفوظ تک پہنچا دیے گئے۔

---

[1] خافی خاں جز۲ ص ۱۷۵

Marfat.com

خافی خاں کہتے ہیں مرہٹے ایسے زیرک تھے کہ انہوں نے نقارخانے میں پہنچ کر نقارچیوں کو امیرالامرا کی طرف سے پیغام دیا کہ خوب نقارے بجائیں، ادھر نقارے بجتے رہے۔

اور ادھر مرہٹے پہرہ داروں کو شہید کرتے رہے۔

یہی عالم تھا کہ شائستہ خاں کے ایک نوجوان بیٹے ابوالفتح خان موقعہ پر پہنچے، اور مرہٹوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ کئی کو مارا، مگر آخرکار شہید ہوئے۔[1]

رات گذری دن چڑھا تو مرہٹے غائب ہو چکے تھے۔ چوروں کی طرح آنے والے مرہٹے اپنی طرف سے سیوا کا بدلہ لے چکے تھے۔

خافی خاں کہتے ہیں کہ صبح جب مہاراجہ جسونت سنگھ جو امیرالامرا کے مددگار کی حیثیت سے اس مہم پر مقرر ہوا تھا، تیمارداری اور معذرت کو آیا تو شائستہ خاں نے اس سے کہا۔

ما دانستیم کہ مہاراجہ بکار بادشاہی آمد کہ بر ما چنین چشم زخم رسید[2]

ان الفاظ سے کچھ شکایت و شکوہ کی بو آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شائستہ خاں نے مہاراجہ پر طنز کی تھی، مگر یہ طنز کچھ زیادہ واضح نہ تھی۔

تاریخ دلکشا کے مصنف نے اس شبہ کی طرف، کسی قدر واضح

---

[1] خافی خاں جلد ۲، ص ۱۷۵، ۱۷۴ [2] تاریخ دلکشا ص ۲۵

Marfat.com

اشارہ کیا ہے وہ کہتا ہے لوگوں نے شبہ کیا ہے کہ جسونت سنگھ جو اس مہم میں مددگار و معاون سپہ سالار تھا، سیوا سے خفیہ طور پر ملا ہوا تھا اور اس کی شہ پر سیوا نے یہ کام کیا تھا۔[1]

جسونت سنگھ اس قسم کی غداریوں کے پرانا عادی تھا۔ یہ وہی تھا جس نے اورنگ زیب کی راہ روکی تھی۔ یہ وہی تھا جس نے شجاع سے لڑتے وقت اورنگ زیب کو دھوکہ دیا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اس راجہ نے سیوا سے مل کر یہ سازش کی ہو، تاکہ شائستہ خاں سے بادشاہ ناراض ہو جائیں اور یہ مہم یوں ناکام ہو جائے اور سیوا بچ جائے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر شائستہ خاں اس مہم سے ہٹائے نہ جاتے اور دکن کے والی رہتے تو وہ سیوا سے اس بے ہودگی کا اتنا سخت انتقام لیتے کہ تاریخ سیوا کا نام بھی بھول جاتی۔ مگر جسونت سنگھ نہ چاہتا تھا کہ سیوا یوں تباہ ہو جائے۔ اس ظالم نے ایسی چال چلی کہ شائستہ خاں کو اورنگ زیب نے اس واقعہ کے فوراً بعد اپنے حضور بلا بھیجا اور حاضری کا شرف بخشنے کے بغیر ہی بنگالہ کا صوبیدار بنا کر بنگالہ بھیج دیا۔[2]

شائستہ خاں کی جگہ شہزادہ محمد معظم کو ملی، جو ابھی محض ناتجربہ کار نوجوان تھا۔ راجہ جسونت سنگھ پہلے ہی کی طرح اس کا معاون و مشیر

---

[1] ماثر الامرا جز ۲ ص ۷۲ [2] خافی خاں جز ۲ ص ۱۷۵

قرار پایا۔ اور سیوا کے حوصلے خوب بڑھ گئے۔ وہ سیوا جو شائستہ خاں کی وجہ سے چوہے کی طرح بل میں چھپا بیٹھا تھا۔ راجہ جسونت سنگھ کی شہ پر بل سے نکلا اور سورت پر جو مغلوں کا ایک بہت بڑا بندر تھا، خوفناک شب خون مارا۔

ظاہر بات ہے کہ سیوا جی کو سورت پہنچنے دینے میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا ہاتھ تھا۔ ورنہ اس کی یہ جرات نہ ہوسکتی تھی۔ ایک انگریز نے جو سورت پر سیوا کے حملہ کا چشم دید شاہد ہے۔ بیان کیا ہے کہ سیوا اس درجہ حریص تھا کہ اس نے شہریوں سے ان کی پونجی لوٹ لینے کے لئے ان پر بہت سخت مظالم کئے۔ اس نے انتہائی بربریت سے کام لے کر انہیں کوڑوں سے پیٹا اور جنہوں نے اس کی اس مار کو برداشت کر کے اپنی پونجیاں اس کے حوالے نہ کیں۔ انہیں اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا[1]

برنیر نے یہ تفصیل بہت مختصر الفاظ میں یوں بیان کی ہے۔

خود سیوا جی کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ شہریوں پر متواتر تین دن تک تلوار برساتا رہا تاکہ انہیں اپنی پونجیاں ظاہر کرنے پر مجبور کر سکے[2]

---

[1] ولیم فارسٹر ہندوستان میں انگریزی کارخانے ص ۱۶۶۱ - ۱۶۶۴ میں۔

[2] برنیر سفرنامہ ص ۱۸۸

Marfat.com

کمزور اور نہتوں پر تلوار چلانے والے اس سورما بہادر کے سارے حوصلے اس وقت شکست ہو گئے۔ جب بے وفا اور طاہر راجسونت سنگھ کی جگہ شرافت مآب راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں نے لی، انہوں نے شائستہ خاں کی طرح اس کی خوب مزاج پرسی کی۔

Marfat.com

شکست

خافی خاں فرماتے ہیں کہ راجہ جے سنگھ، اورنگ زیب کے ہشتم سال جلوس میں سیوائے خسران مآل کی مزاج پرسی پر مامور ہوئے تھے۔[1] دلیر خاں ان کی فوجِ ہراول کا سپہ سالار تھا۔ اُس کی قیادت میں پٹھانوں کی بڑی جماعت تھی۔ وہ سیوا کی ریاست میں آگے آگے گھسا پیچھے پیچھے جے سنگھ داخل ہوئے۔ جے سنگھ ابھی پوند ہرور دہ مال نہ پہنچ پائے تھے کہ دلیر خاں کے پٹھانوں نے پہلے قلعہ کی دیواریں چھید ڈالیں اور بہت سے مرہٹے موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ پھر راجہ جے سنگھ بھی پہنچ گئے۔

---

[1] خافی خاں جزء ۲ ص ۱۷۸

Marfat.com

خافی خاں نے ایک ایک قلعہ کی تسخیر کی تفصیل بیان کی ہے۔ ہمارا دامن بہت کوتاہ ہے۔ اس لئے مختصر یوں سمجھئے کہ راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں نے چند مہینوں کے اندر اندر سرکار اور ہندو قوم کے اس بڑے "ہیرو" کی کچھ ایسی مرمت کی کہ اس کی ساری چالاکیاں دھری کی دھری رہ گئیں، اور اس نے جے سنگھ کے حضور عریضہ پر عریضہ بھیجا۔

میری خطائیں معاف ہوں، مگر راجہ جے سنگھ نے اس کے کسی عریضہ کو پڑھنا تک گوارہ نہ کیا، اور قلعہ پر قلعہ فتح کرتے راج گڑھ تک آن پہنچے، جو سیوا کا مستقر تھا۔

خافی خاں فرماتے ہیں:

بعدہ کہ کار بہ محاربہ و محاصرہ قلعہ راج گڑھ کہ حاکم نشین آن بد اصل بود، وکندانہ کہ قبیلہ و خویشاں مادری او در انجا بودند کشید کوتاہی سخن کار بر محصوراں از سعی بہادراں قلعہ کشا تنگ گردید و راہِ فرار از اطراف چناں مسدود ساختند کہ ہر چند آن محیل خواست قبائل را از انجا بدر بردہ بہ مکاں دشوار گزار دیگر رساندہ لشکر را برائے تعاقب آں ہا را سرگرداں سازد نتوانست و دانست کہ بعد مفتوح گردیدن آں ملجا و ماوئی متقر الریاست آں واجب السیاست تمام

لہ ہفت انجمن ص ۵۴۔ ۵۵   خافی خاں جزء ۲ ص ۱۸۱

Marfat.com

مال وقبیلہ وعیال آں بدسگال پامال مکافات کردارا وخواہد گردید لہٰذا چند نفر زبان فہم نزد راجہ برائے التماس عفو تقصیرات وسپردن بعضی قلعہ جات باقی ماندہ وارادہ دیدن راجہ فرستاد، راجہ نظر بر عیاری ومکاری او اغماض نمودہ برائے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ تا آنکہ خبر رسید کہ سیوہ جریدہ از قلعہ فرود آمد و برہمنان معتمد او رسیدہ قسم ہائے شدید بعجز وزاری تمام بمیان آوردند راجہ عہد امان جان وآبرو وارد بشرط رفتن حضور واختیار نمودن اطاعت نوکری درگاہ فلک بارگاہ بوعدہ عطائے منصب عمدہ قبول مصالحہ نمودہ برائے آمدن وملاقات نمودن ماذون ساخت۔

یہ داستان طویل ہے۔ سیواجی کے سامنے اب ایک ہی بات تھی، وہ خافی خاں کے قول کے مطابق پورے عجز کی تصویر بنا قلعہ سے نکلا راجہ نے اپنے منشی کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا اور کئی راجپوت ساتھ کردیئے، اور سمجھا دیا کہ اس عیار کے دھوکے میں نہ آئیں۔ بہرحال وہ عیار چونکہ بری طرح پھنسا تھا۔ قدم قدم پر جھکتا راجہ کے کیمپ میں پہنچا، راجہ نے اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ سیوا نے اپنے قصوروں پر معافی چاہی اور آئندہ کے لئے ہر طرح سے وفادار رہنے کا اقرار کیا۔ راجہ نے اسے خلعت پہنائی۔ دلیر خاں نے بھی اپنی طرف سے اسے کئی تحفے دیئے اور اس طرح ہندوؤں کے ہیرو نے اورنگ زیب کو اپنا آقا ومالک مان کر

Marfat.com

اس محاصرہ سے نجات پائی۔ قلعہ شاہی فوج کے سپرد ہوا، سیوا اور اس کے خاندان کو جس کی تعداد کئی ہزار تھی، جان کی امان ملی۔ راجہ نے دوبارہ سیوا کو جان و مال کی امان دی۔ اور کئی وعدے وعید کئے۔[1]

خافی خاں کے بیان کے مطابق اس وقت ایک تحریری معاہدہ بھی لکھا گیا۔ جس کی رو سے سیوا نے اپنے تئیں قلعے شاہی فوج کے سپرد کر دیئے۔ اپنا بیٹا سمبھا بھی بطور یرغمال راجہ کی خدمت میں پیش کیا اور اپنی جاگیر پر جانے کی اجازت چاہی۔ جو اسے اس شرط پر دی گئی کہ وہ حکم پر فوراً حاضر خدمت ہوگا۔

چنانچہ اس نے بیجاپور کی مہم میں مغل فوج کے منصب دار کی حیثیت سے بادشاہی فوج کا ساتھ دیا۔ اور آخر کار اپنی خواہش اور راجہ جے سنگھ کے مشورہ پر وہ اپنے بیٹے سمبھاجی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دکن سے چلا۔

عالمگیر نامہ کا بیان ہے :۔

راجہ جے سنگھ بنا بر عہد و قولے کہ بادداشت درصدد اصلاح کار و انجاح آمال ان خسران مآل بود درینوقت کہ آں ضلالت منش را بموجب خواہش او بدرگاہ والا فرستاد، التماس کردہ بود کہ چوں پیش گاہ حشمت و جاہ رسد بشمول مراحم و سکارم بادشاہی بین الاقران سر بلند و مباہی گردد لہٰذا درین

---

[1] خافی خاں جز ۲ ص ۱۸۲

ہنگام کہ بندہ فلک احترام آمد حضرت شہنشاہی کہ مظہر لطف
ورحمت الٰہی اند نظر بہ سوابق تقصیراتش نہ کردہ باد در مقام
نوازش بندہ پروری درآمدند و میخواستند کہ آں باطل
پژدہ را رہین عنایت واحسان و مورد تفضل و امتنان سازند[1]

عالمگیر نامہ نے آگے چل کر بادشاہ کے اس دربار کا ذکر کیا ہے
جس میں سیواجی بادشاہ کے حضور پیش ہوا، کنور رام سنگھ ولد
راجہ جے سنگھ اور مخلص خاں اس کی میزبانی پر مقرر ہوئے تھے۔ یہ
دونوں دربار کے بڑے ممتاز عہدیدار تھے۔ ان دونوں کو بادشاہ
نے حکم دیا تھا کہ اسے پوری عزت وشان کے ساتھ دربار میں لائیں۔

دراں روز مسعود قرار یافتہ بود کنور رام سنگھ و مخلص خاں
را حکم شد کہ بجہت سرفرازی او پذیرہ ان شقاوت منش
را بعز استان بوس رسانند۔

چنانچہ یہ دونوں سیواجی کو پورے عزو احترام کے ساتھ دربار
میں لائے۔

چوں ببارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سدہ
سپہر گردید بعد از تقدیم اداب ملازمت باشارہ والا بسباط
قرب و منزلت باریافت و در مقامی مناسب کہ جائے مقرباں

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۶۸

Marfat.com

پیش گاہ دولت بود با مرائے نامدار و نونیانِ رفیع مقدار دوش بدوش ایستادہ مقرر شدہ بود کہ دراں روز فرخندہ بہ عواطف گوناگوں سربلندی باید۔

اس کے بعد عالم گیر نامہ نے وہ تفصیل بیان کی ہے کہ کس طرح سیوا جی نے اس موقعہ پر گستاخانہ رویہ اختیار کیا اور اس جگہ سے جہاں بادشاہ نے اسے کھڑا ہونے کا حکم دیا تھا۔ کنور رام سنگھ کی طرف کھسکا۔ اور وہیں سے بے جا شکووں اور شکائتوں کے انبار لگا دیے۔ اس کی یہ حرکت آدابِ دربار کے خلاف تھی۔ درحقیقت سیوا ابھی مجبور تھا۔ اس نے اس سے پہلے ایسے کسی دربار میں شرکت نہ کی تھی اور نہیں جانتا تھا کہ مغل دربار کے آداب کیا ہیں۔ اگر وہ عقل مندی سے کام لیتا تو دربار برخواست ہونے کے بعد کنور رام سنگھ سے اپنی شکائیتیں کہہ سکتا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو بادشاہ نے اس کے لئے جو خلعت ہائے فاخرہ اور دوسرے انعامات مخصوص کر رکھے تھے اسے اسی روز مل جاتے۔

مگر اس کے اس گستاخانہ رویہ اور شور شغب نے معاملات بگاڑ دیئے۔ بادشاہ پر ظاہر ہوا کہ ابھی اس کے دماغ میں غرور اور تکبر بھرا ہے۔ اس لئے اس نے اسے دربار سے رخصت ہونے کی

لہ عالمگیر نامہ ص ۹۶۸ - ۹۶۹

Marfat.com

اجازت دے دی۔ اور اپنی نوازشات روک لیں[1]

خافی خاں نے بھی قریب قریب یہی بیان دیا ہے۔ البتہ اس نے بعض باتیں عالمگیر نامہ سے کسی قدر مختلف کہی ہیں۔

مثلاً وہ کہتا ہے:

دہیجدہم ذی قعدہ سنہ مذکور کہ جشن وزن قمری سال پنجاہ از عمر شریف پادشاہ منعقدہ بود آں وحشی خصال نکوہیدہ سگال باسنہا پسر خود سال کہ نہ سال عمر داشت بحضور رسیدہ باخجالت و انفعال تمام شرف اندوز ملازمت گردیدہ ہزار د پانصد اشرفی و شش ہزار روپیہ کہ مراد از سی ہزار روپیہ آں زماں باشد نذر و نثار گذرانند، باشارہ عالی درجرگہ پنج ہزارہا، استادہ نمودند از آنکہ پسر ہشت سالہ اورا غائبانہ پنجہزاری نمودہ بودند و نتھوجی خویش اوکہ در ذکر تردد راجہ جے سنگھ در خرابی ملک بے حیاپور بگذارش خواہد آمد بہمیں مراتب سر افرازی یافتہ بود ادعائے آں خیرہ سرتہی مغز غدار کمتر از پایہ ہفت ہزاری نہ بود، و مہر بانیہائے کہ راجہ بان وعدہ اورا خوش دل و امیدوار ساختہ بود و امیدوار ساختہ بود از راہ بغض کہ نظر بر افعال و کردار آں نابکار در دل پادشاہ

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۶۸، ۹۶۹

Marfat.com

دیں پرور جا گرفتہ بود اکثر ازاں مشاہدہ نمود، و برائے استقبال نیز انچہ چشم داشت بعمل نیامد قبل ازانکہ عطائے خلعت و جواہر و فیل کہ موجود نمودہ بودند بظہور آید عرق جہالت امیز بر چہرہ لش ظاہر گردید و لمحہ بہ بلہجہ فکر فرورفتہ ازراہِ عیاری و مکاری باظہار ضعف دل بگوشہ رفتہ خود را چوں صید تیر خوردہ تازہ بدوم آمدہ برزمیں انداختہ بعد ساعتی باظہار ساختگی و پختہ کاری بحال آمدہ کنور رام سنگھ رام مخاطب بہ کلمہ و کلام شکوہ و قصد ضائع نمودن خود ساخت و ہر چند کنور رام سنگھ بہ تسلی آں وحشی نژاد بد نہاد پرداخت فائدہ نہ داد، چوں اداہائے خلاف داب و آداب او بعرض رسید اروئے کم توجہی بی آنکہ عنایات پادشاہانہ بعمل آید رخص فرمودہ بخانہ کہ برائے او بتجویز رام سنگھ بیرون شہر نزدیک خانہ جی سنگھ مقرر کردہ، بودند فرود آوردند و حکم نمودند۔ کہ حقیقت بہ راجہ جے سنگھ نوشتہ تا رسیدن جواب کہ آں چہ مصلحت صواب دیدہ اند بعمل آید سیوا بمجرا نیاید و پسر او را مامور فرمودند کہ ہمراہ رام سنگھ بمجرا می آمدہ باشد:

خافی خاں نے اپنے اس بیان میں حسب ذیل باتیں، عالمگیرنامہ کے بیان سے زاید کہی ہیں -

Marfat.com

۱۔ سیوا نے دربار میں حاضری کے وقت بادشاہ کے حضور تیس ہزار روپے یا پندرہ سو اشرفی اور چھ ہزار روپے نذر کئے۔

۲۔ سیوا تمام آداب بجا لایا۔

۳۔ بادشاہ نے اسے اشارہ کیا کہ پنجہزاری منصب والے امرا میں کھڑا ہو جائے۔

۴۔ بادشاہ نے اسے، اس کے دو بیٹوں اور اس کے ایک عزیز کو بلا امتیاز پنجہزاری منصب عطا کیا۔ گویا دوسرے لفظوں میں سیواجی کے نوعمر بیٹے بھی پنج ہزاری منصب کے حقدار سمجھے گئے اور اس طرح، سیواجی کو مجموعی پندرہ ہزاری منصب عطا ہوا۔

۵۔ نیز بادشاہ نے اسے دینے کے لئے ہاتھی اور کئی تحائف تیار رکھے تھے۔

۶۔ سیوا کو یہ منصب "پنج ہزاری" توقع سے کم معلوم ہوا۔ وہ راجہ جے سنگھ کے سلوک کی بنا پر یہ امید کئے تھا کہ اسے ہفت ہزاری منصب ملے گا۔

۷۔ اس نے حماقت سے کام لیا، اور اس صورتِ حال کو دیکھ کر دل پکڑ لیا اور ضعفِ دل کا بہانہ کر کے، رام سنگھ کے پاس ایک گوشہ میں پہنچا۔

۸۔ اس نے اپنے دلی صدمہ کا اظہار رام سنگھ پر کیا اور دھمکی دی کہ وہ خودکشی کرے گا۔

Marfat.com

۹۔ رام سنگھ کی تسلی کے باوجود اس کا مزاج ٹھکانے نہیں ہوا۔ اس لئے بادشاہ نے اسے دربار سے رخصت ہونے کی اجازت دے دی۔

۱۰۔ اور راجہ جے سنگھ کو حقیقتِ حال لکھ کر پوچھا کہ آیا انہوں نے اس کے ساتھ کیا وعدے کئے تھے۔

۱۱۔ سیوا مجرا سے روک دیا گیا۔

۱۲۔ البتہ سنبھاجی کو رام سنگھ کے ساتھ دربار میں حاضر ہونے کی اجازت حاصل رہی۔

یہ ہے وہ روئداد جو سیوا اور اورنگ زیب کی پہلی ملاقات کے سلسلے میں، اس وقت کے دو بڑے تاریخی ماخذوں میں درج ہے۔ اسی روئداد کی تائید ماثرِ عالمگیری سے بھی ہوتی ہے، ماثرِ عالمگیری کی عبارتِ متعلقہ بھی ذیل میں درج کی جا رہی ہے تاکہ تیسرے ماخذ کا بھی حال معلوم ہوجائے۔

چوں راجہ جے سنگھ، سیوا را بحضورِ معلّٰی فرستادہ بود واو بہ ظاہر مستقر الخلافہ رسید فرمان شد، کنور رام سنگھ و مخلص خاں پذیرہ شدہ بآستانِ جلال رسانند۔ ہجدہم ذی قعدہ رسمِ وزن درجشنِ قمری بفضل آمدہ سالِ پنجاہم شروع جہاں پناہ نمودِ سیوا، بالسنبھا پسرش بدولت۔ زمیں بوس تارکِ مباہات افراخت، یک ہزار و پانصد اشرفی نذر و شش ہزار روپیہ نثار گذرانید، وچوں راجہ جے سنگھ سیوا را بموجب

Marfat.com

نوازش او بستہ فلک احترام فرستادہ بود۔ بندگان حضرت بر سوابق تقصیراتِ او نظر نہ کردہ، می خواستند کہ موردِ نوازش فرمودہ، بعد چند روزے، رخصتِ انصراف دہند۔ چنانچہ روزِ ملازمت جائے مناسب برابر امرائے رفیع المقدار ایستاد، لیکن آں وحشی صحرائے جہالت کہ قواعد مجلس فلک تاسیس نمیدانست بگوشہ رفتہ باکنور رام سنگھ اظہار رنجش و گلہ ناروا نمود و سرِ بے مغز آں مخبط بشورش آمد فرمان رفت بمنزلِ خود برود و کنور رام سنگھ او را نزدیک با وتاقِ خویش فرود آورد، و سنبھا پسرش را با خود بمجرائے می آوردہ باشد و نظر بر مکر و شیطنت آں غدار۔ حیلہ در و مظنہ فرار فولاد خاں بپاسداری مامور گردید۔ و منشور متضمن ایں کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح داند معروض دارد تا باو معاملہ رود[1]

اس بیان میں صرف ایک بات زائد ہے کہ اورنگ زیب نے سیوا کی مکاری وعیاری کے پیش نظر فولاد خاں کو حکم دیا کہ اس حویلی کے گرد پہرہ دیں جہاں سیوا ٹھہرایا گیا تھا۔

ماثرِ عالم گیری کے الفاظ ہیں:

---

[1] ماثرِ عالمگیری ص ۵۵، ۵۶

Marfat.com

بنا برآں بفولاد خاں حکم شد کہ خبرداراں را از منزل او بر دارد و کنور رام سنگھ نیز از پاسداری غفلت ورزیداں گو بر محتال تغیر وضع دادہ، بہ بیست و ہفتم صفر با پسر راہ گرائے وادیِ فرار گردید، کنور رام سنگھ از منصب برطرف شد[1]

یعنی جیسے ہی راجہ جے سنگھ کا پیغام پہنچا بادشاہ نے سیوا کے مکان پر سے پہرہ کو ہٹوادیا، اور کنور رام سنگھ نے بھی غفلت برتی اور سیوا، اپنے بیٹے کے ساتھ بھیس بدل کر بھاگ نکلا۔ ان بیانات کو پیش نظر رکھ کر سرکار کی بھی سنیئے۔

سرکار فرماتے ہیں کہ راجہ جے سنگھ نے جب پرانددر میں سیوا جی کو آخری شکست دی اور سیوا جی کو نظر آیا کہ وہ مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ تو اس نے معافی کی درخواست کی

Shiva then offered to surrender the fort inorder to prevent the useless slaughter of his men.

اس کے بعد جو معاہدہ ہوا اس کی شرائط کا ذکر فرماتے ہیں:

As he wrote in his despatches to the Emperor, I declined to abat a single fort gradually after much discussion we come to this agreement.

---

[1] ماثرِ عالمگیری ص ۵۶   [2] سرکار جز ۴ ص ۷۷

Marfat.com

THAT 23 OF HIS FORTS THE LANDS OF WHICH YEILDED 4 LAKHS OF HUNS AS ANNUAL REVENUE SHOULD BE ANNEXED TO THE EMPIRE AND THAT 12 OF HIS FORTS INCLUDING RAJGARH WITH AN ANNUAL REVENUE OF ONE LAK OF HUNS SHOULD BE LEFT TO SHIVA, ON CONDITION OF SERVICE AND LOYALTY TO THE IMPERIAL THRONE.

یہ ہے وہ معاہدہ جس کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں اور جس کی تائید ہمارے مؤرخین سے ہوتی ہے۔ اس سے آگے چل کر، سرکار اپنے اس بیان کو نظر انداز کر کے جھوٹ پر ایک نئی عمارت کھڑی کرتے ہیں فرماتے ہیں:۔

AS HE (SIVA) PLEADED WITH JAI SINGH BY REASON OF MY LATE UNWISE AND DISLOYAL ACTS I HAVE NOT THE FACE TO WAIT ON THE EMPEROR, I SHALL DEPUTE MY SON TO BE HIS MAJESTY'S SERVANT AND SLAVE AND HE WILL BE CREATED A COMMANDER OF FIVE THOUSAND WITH A SUITABLE JAGIR AS FOR ME SINNER EXEMPT ME FROM HOLDING ANY MANSAB OR SERVING IN THE MUGHAL ARMY.

Marfat.com

اس کے بعد کچھ اور تفصیل بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جے سنگھ نے یہ صورتِ حال اور شرائطِ معاہدہ بادشاہ کو لکھ بھیجیں۔ نیز ایک خط لکھا:

AND A DESPATCH FROM JAI SINGH RECOMMENDING THE ACCEPTANCE OF THE TERMS AND THE GRANTING OF A ROB OF HONOUR TO SIVA. THEY REACHED AURANGZEB AT DELHI ON 23RD JUNE AND HE WAS PLEASED TO ACCEDE TO THEM ALL.

اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ جے سنگھ کی درخواست پر اورنگ زیب نے سیواجی کو ایک خلعت بھجوائی اور شرائط منظور کر لئے۔ سرکار نے اس موضوع پر بہت کھل کر لکھا ہے۔ اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ اورنگ زیب اور جے سنگھ کو موردِ الزام ٹھہرائے۔ اِس تفصیل سے جو سرکار نے پیش کی ہے، اِس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہے، مثلاً:

وہ کہتے ہیں کہ راجہ جے سنگھ سیواجی سے برابر اصرار کرتے رہے کہ وہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہو، سیوا نے بہتیرا انکار کیا۔ مگر راجہ نے اسے بہت سبز باغ دکھائے۔

Marfat.com

سرکار نے آگے چل کر سیواجی کے سفر آگرہ کے حالات لکھے ہیں:
وہ کہتا ہے کہ جب سیوا، کنور رام سنگھ کے ساتھ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اور نذر گزاری، تو بادشاہ اسے دیکھ کر پکارے۔

تشریف لائیے سیواجی راجہ

سلام کے بعد سیواجی کو اس جگہ پہنچا دیا گیا جو اس کے لئے مخصوص کی گئی تھی
سرکار فرماتے ہیں:

THEN AT A SIGNAL FROM THE EMPEROR HE WAS CONDUCTED BACK TO THE PLACE RESERVED FOR HIM AMONG THE THIRD GRADE NOBLES THE WORKS OF THE DURBAR HAS PROCEEDED AND SHIVA WAS SEEMED TO HAVE BEEN FORGOTTEN.

اس سے ذرا اور آگے چل کر سرکار نے شکوہ کیا ہے کہ بادشاہ نے سیوا جی کے ساتھ اس طرح بدسلوکی کی اور اتنے بڑے مرہٹے کو درجہ سوم کے امراء میں جگہ دے کر سیواجی کی دل شکنی کی۔

ہم نے پیچھے مستند مورخین کے بیان درج کئے تھے۔ انہیں اور اس بیان کو پیش نظر رکھ کر اندازہ فرمائیے کہ سیوا کے ساتھ کیا بدسلوکی ہوئی۔ کیا اورنگ زیب نے "تشریف لائیے" "راجہ سیواجی" کہہ کر سیواجی کو گالی دی تھی۔ کیا اس میں کوئی بدسلوکی کا لفظ موجود تھا یہ تو اورنگ زیب

Marfat.com

نے اسے بڑی عزت دی تھی اس طرح تو اس نے کبھی کسی کا استقبال نہیں کیا تھا سرکار کا یہ کہنا کہ نذر پیش کرنے کے بعد سیوا کو تیسرے درجہ کے امراء میں جگہ دینا ٹھیک نہ تھا محض دھوکہ ہے لہذا ان تیسرے درجے کے امراء کے نام ملاحظہ فرمائیے جنہوں نے مختلف اوقات میں یہ منصب پایا۔

۱۔ شاہنواز خان

اس کی دو بیٹیاں، علی الترتیب اورنگ زیب اور مراد سے بیاہی تھیں ایران کے شاہی خاندان سے تھے۔ شاہجہان نے اپنی حکومت کے چھبیسویں سال میں انہیں پنج ہزاری منصب عطا کیا اور صوبہ اودھ کی صوبیداری دی۔

۲۔ شائستہ خان امیر الامراء

آصف خان کے بیٹے اور اورنگ زیب کے حقیقی ماموں تھے جب آصف خان جہانگیر کی موت کے بعد اس جواں سال کو لے کر، شاہجہان کے پاس آئے تو اس نے انہیں پنج ہزاری منصب عطا کیا شاہ جہان کی حکومت کے تیسویں سال تک یہی پنج ھزاری منصب انہیں حاصل رہا۔ حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے تھے۔ اورنگ زیب نے دکن کی صوبیداری کے زمانہ میں جب ان کی بہت سفارش کی تو شاہجہان نے ایک ہزار کا اضافہ کر دیا۔

۳۔ آصف خان امیر الامراء

جہانگیر کی محبوبہ نورجہاں کے بھائی اور شاہجہان کی محبوب بیگم ممتاز محل کے والد تھے اس کے باوجود شاہجہان کے آٹھویں سال جلوس تک وہ شش ہزاری منصب

Marfat.com

تک نہ پہنچ سکے۔ شش ہزاری سے نیچے ہی رہے۔ نویں سنِ جلوس میں پنج ہزاری و شش ہزاری ہوئے۔

۴۔ اسلام خان

وزیر، دیوانِ اعلیٰ و بخشی ممالک جہانگیر، جہانگیر کے بہت بڑے معتمد بخشی اور وزیر تھے جہانگیر نے انہیں اپنے چوتھے سنِ جلوس میں میر بخشی کا عہدہ اور پنج ہزاری منصب عطا کیا۔[1]

۵۔ اعظم خان کوکہ

اورنگ زیب کے بہت معتمد امیر تھے اودھ کے صوبہ دار تھے منصب پنج ہزاری و پانصدی تھا۔[2]

۶۔ خلیل اللہ خان

شاہجہان کے زمانہ کے ایک بہت بڑے دانا اور نامور امیر تھے۔ شاہجہان کے میر بخشی گیری رہے پھر شاہجہان آباد کے صوبیدار ہوئے اور پنج ہزاری منصب پایا ماثر الامراء کا بیان ہے:۔

در سال بیست و ششم بمنصب عمدہ پنج ہزاری تحصیل بلند نامی نمود۔[3]

۷۔ فاضل خان

شاہجہان کے وزیر اعظم تھے پنج ہزاری منصب[4] حاصل تھا۔ کچھ دنوں تک اورنگ زیب کے وزیر اعظم رہے۔

---

[1] ماثر الامراء جز اول ۶۲

[2] ماثر الامراء جز اول [illegible]

[3] ماثر الامراء جز اول خلیل اللہ خان

[4] ماثر الامراء جز اول فاضل خان

Marfat.com

۸۔ خان زماں بہادر مرزا امان اللہ

مہابت خاں مشہور عالم سپہ سالار کے بیٹے اور بہت نامور سپہ سالار اور مدبّر تھے۔ شاہجہان نے انہیں اپنی حکومت میں پنج ہزاری منصب اور خطاب خانِ زمان عطا کیا۔

۹۔ خان عالم اخلاص خان

خان زماں شیخ نظام کے بیٹے اور اورنگ زیب کے معتمد امیر تھے۔ اورنگ زیب نے تیئسویں جلوس میں انہیں خانِ عالم کا خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا کیا۔

اے کاش ہم یہ مثالیں سرکار کے سامنے رکھ سکتے اور انہیں بتا سکتے کہ پنج ہزاری منصب بہت بڑا منصب تھا جبکہ آصف خان، شاہنواز خان اور شائستہ خان جیسی بہت بڑی شخصیتیں پنج ہزاری منصب پا چکی تھیں جبکہ ماثر الامراء کے نزدیک خان زمانی اور پنج ہزاری منصب بہت قابلِ قدر چیز تھی تو انہوں نے کس بناء پر اسے تیسرے درجہ کا منصب قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سیواجی کو اورنگ زیب نے پنج ہزاری منصب عطا کر کے بہت بڑی عزت بخشی تھی۔ اسے ہی نہیں اس کے دونوں نوعمر بچوں کو بھی یہی خطاب عطا فرما کر غیر معمولی کرم نوازی فرمائی تھی۔

غور کیا جا سکتا ہے کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب، اس فتح سے پہلے پنج ہزاری تھا۔ اودے پور کے راجے، ہر حال میں سیواجی سے بڑے تھے لیکن انہیں تین پشتوں تک پنج ہزاری منصب نصیب رہا۔ اسی طرح رانا جے سنگھ کو بھی یہی منصب

ا۔ ماثر الامراء۔ جز اوّل ص اخلاص خاں۔

Marfat.com

ملا۔ جبکہ وہ مخالفت چھوڑ کر اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔[1]

یقیناً راجہ جے سنگھ کو سیواجی پر فتح پانے کے سبب سات ہزاری منصب ملا تھا جو سب سے اعلیٰ اور اونچا منصب تھا۔ لیکن راجہ جے سنگھ نے کوئی معمولی خدمت انجام نہ دی تھی۔ وہ سیواجی جیسوں سے ہزاروں گنا بڑا آدمی تھا۔ یہ وہ تھا جس پر شاہجہان نے ہمیشہ اعتماد کیا۔ جسے خود اورنگ زیب نے بہت بڑی خدمات سونپی تھیں۔ اور ہندو روایات کے مطابق جسے سیواجی نے اپنا باپ کہہ کر خطاب کیا تھا۔[2]

لطف کی بات ہے کہ راجہ میرزا جے سنگھ جیسے بڑے آدمی کے بیٹے کنور رام سنگھ کو سیوا جس کا مہمان رکھا گیا تھا محض ساڑھے تین ہزاری منصب ملا تھا اتنے بڑے باپ کے بیٹے کو جب ساڑھے تین ہزاری منصب تھا تو سیواجی کو سات ہزاری منصب کیسے مل جاتا۔ اورنگ زیب سیوا کو خوش کرنے کے لئے اپنے ہاں کے رسم و رواج اور قوانین کو کیسے بدل دیتا اور ان مسلمان امرا سے کیا کہتا جنہوں نے اس کی بے شمار خدمات انجام دی تھیں جو ابھی تک چار ہزاری و پنج ہزاری منصب میں تھے۔

ان شواہد کے بعد سر سرکار کا یہ الزام قطعاً غلط ہو جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے سیواجی کو پنج ہزاری منصب عطا کر کے اس کے ساتھ بدسلوکی کی۔ سیواجی کے لئے یہ منصب بھی بہت بڑا تھا جب کہ راجہ جے سنگھ کے بیٹے کو ابھی تک یہ اعزاز نصیب نہ ہوا تھا۔

بہرحال سیواجی آگرہ آیا اور پھر جس طرح بھاگا۔ ماثر عالمگیری نے اس کی وضاحت کی ہے اور ہم پیچھے، ماثر عالمگیری کا حوالہ دے چکے ہیں۔

ماثرِ عالمگیری کے بیان کی رو سے جب پہرے ہٹ گئے اور اسے باہر آنے

---

[1] ماثر عالمگیری ص ۲۶ [2] دل کش

Marfat.com

جانے کی اجازت ملی تو وہ آگرہ سے بھیس بدل کر بھاگ نکلا، اور اس لئے بھاگ نکلا کہ اس جنگلی اور ڈاکو کے لئے مہذب اور شریفانہ زندگی گزارنا سخت دشوار تھی۔

خود سر جدو ناتھ سرکار نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سیوا کے لئے درباری زندگی گزارنا آسان نہ تھا حقیقت بھی یہی تھی جس شخص کی جوانی لوٹ مار میں کٹی جس کا شغل راتوں کی سیاہی اوڑھ کر، سوتی بستیوں پر شب خون مارنا تھا وہ درباری زندگی کس طرح گزارتا۔

ہمارے خیال میں سیوا بادشاہی دربار کی شان و شوکت دیکھ کر ہوش و حواس کھو گیا تھا اور وہ اس حد تک مرعوب ہوا تھا کہ یہاں سے بھاگنے کے سوا کوئی اور بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اگر اسے سات ہزاری منصب بھی ملتا تو بھی وہ بھاگ نکلتا۔

فرار

بہر حال اس کے ذاتی تاثرات خواہ کچھ بھی تھے وہ آگرہ میں رُک نہ سکا اور تبدیلِ لباس کرکے اور داڑھی مونچھ منڈوا کر، آگرہ سے متھرا بھاگا۔

خافی خان کہتے ہیں:۔

بعدہٗ کہ آں کافر محل از متھرا تغیر لباس نمودہ ریش و بروت تراشیدہ ہمراہ سنبھا، پسر خود در قریب چہل و پنجاہ نفر از ہرکارہا و دیگر وابستہ ہا کہ ہمہ خاکستر بہ رو مامیدہ خود ہا را بصورت فقیراں ہنود ساختہ آنچہ از جنسِ

Marfat.com

جواہرِ بیش قیمت داشت و قدری از اشرفی وھون کہ توانست داشتہ درچوب دستیہا کہ مجوف ساختہ بود انداختہ سرانہا قائم کرد قدری زیر زیر کنشہائے کہنہ دوختہ سرفرقہ مختلف الوضع بیراگی ... ئیس وادسی شدہ راہ الہ آباد و بنارس پیش گرفتہ مرحلہ پیما گردیدند۔

خافی خان کے بیان کی رو سے سیوا اور اس کے ساتھیوں نے جن کے پاس قیمتی جواہرات تھے ہندوؤں کے تین فقیروں کی وضع قطع اختیار کی اور فقیروں کی طرح حرکات وسکنات کرتے بنارس کے قریب پہنچے تھے کہ وہاں کے شاہی فوجدار کو اس کے فرار کی خبر ہوگئی اور اس نے ایک چوکی پر سیواجی کے ساتھیوں اور دوسرے مسافروں کو گرفتار کر لیا۔ یہ لوگ ایک دن اور ایک رات تک گرفتار رہے۔ دوسری رات، رات کے وقت سیوا ...س فوجدار کی خدمت میں تنِ تنہا حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ وہی سیوا ہے۔ اقرار کے وقت اس نے دو دانہ الماس اور ایک یاقوت بیش قیمت اور ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ نقد اس کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ یا یہ لے لو اور یا میرا سر کاٹ لو۔ علی قلی خان نے جواھرات کے لالچ میں اس کو گرفتار کرنے کی بجائے اس کی رہائی کو ترجیح دی۔ اس سے جواھرات لے لئے۔ دوسرے دن اس نے دوسرے فقیروں کی تلاشی بھی لی اور ان سے جو کچھ ملا وہ بھی رکھ لیا اور سخت تنبیہہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے بعد چھوڑ دیا۔ سیوا نے دوبارہ ز... پائی تو بنارس پہنچا۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے یہ سارا سفر پیدل طے کیا تھا۔ سیوا کے بیٹے سنبھا کے بارے میں

سلہ منتخب اللباب جلد دوم ے ۲

پیدل چلتے چلتے چھالے پڑ گئے تھے۔[1]

خافی خان نے اس سلسلہ میں سورت کے ایک براہمن کا قصہ لکھا ہے کہ اس کے ذمہ مسافروں اور دوسرے زائرین کو نہلانے کی خدمت تھی، ایک دن اچانک ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس کی مٹھی میں کچھ جواہرات و اشرفیاں اور ہون پکڑا دیئے اور درخواست کی کہ اسے جلد سے جلد نہلا دے، اچانک شاہی گرز بردار آن پہنچے اور بہت زور کا شور اٹھا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ شخص جسے میں نے تھوڑی دیر پہلے نہلایا تھا نظر سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اس وقت میں نے جان لیا کہ یہی سیوا تھا۔

نئی سازش

سیوا بنارس سے بھاگ کر براہ بہار، پٹنہ، وچاندہ، ہزار ہا دشواری سے دوچار ہوتا قطب الملک کے ملک میں داخل ہوا اور حیدر آباد جا پہنچا، قطب الملک سے ملا خافی خان اس ملاقات کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تا خفیہ نزد عبداللہ قطب الملک حیدر آباد رسیدہ بانداز و افسونہائے مکر انگیز د بہ فریب چنداں باغ سبز نمود کہ عبداللہ شاہ فریفتہ حرف ہائے او گشتہ،

عبداللہ شاہ نے سیوا کی خوب خاطر مدارات کی۔ کیونکہ کئی قطب شاہی قلعے ایسے تھے جن پر عادل شاہی ریاست نے قبضہ کر لیا تھا، اور عبداللہ شاہ کو گمان تھا کہ سیوا قلعہ گیری میں بڑی مہارت رکھتا ہے۔ سیوا نے اسے یقین دلایا قسمیں کھائیں عہد و پیمان کئے کہ اگر تھوڑی

Marfat.com

سی فوج اور مصالح قلعہ گیری اس کے سپرد کر دیئے جائیں تو وہ یہ قلعے عبداللہ کو عادل شاہیوں سے واپس لے دے گا۔ اور اس سپاہ کے سپرد کر دے گا جو اس کے ہمراہ کی جائے گی نیز کچھ اپنے وہ قلعے بھی جو اورنگ زیب نے اس سے چھین رکھے تھے اس فوج کی مدد سے اپنے تسلط میں لے آئے گا۔ اور اس احسان کا بدلہ ساری عمر کی خدمت و غلامی میں ادا کرے گا۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں:

در ادائے حق احسان شما خود را معترف نخواہم داشت و باقی عمر خود را از جملہ بندہائے دست گرفتہ و غلام زر خرید، آں جناب خواہم دانست۔

عبداللہ شاہ اس کے فریب میں آگیا اور اس کی مکاری و فریب کاری کو بھول کر اس کی درخواست قبول کرلی۔ اور اس کے ساتھ ایک معقول فوج اور دوسرے لوازمات کر دیئے سیوا اس فوج کو ساتھ لے کر ایک ایک قلعہ پر حملہ آور ہوا اور اپنے خاص طریقے استعمال کرکے بیجاپوریوں کے بارہ قلعے فتح کرلئے اور وہاں کا مال و متاع اور خزانہ اپنی مکاری سے اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اس نے اسی فوج کی مدد سے اپنے چند قلعے جن میں راج گڑھ بھی تھا مغلوں سے چھینے اور جب اس کی قوت بحال ہوگئی تو اس نے دیکھا کہ قطب شاہی فوج کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اس نے قطب شاہی فوج کو دو ایک قلعے دے کر رخصت کر دیا۔ باقی سارے قلعے اپنے تسلط میں لے لئے۔

یہ ہیرو سیوا تھا جس نے سنگین قسموں اور وعدوں کو نظر انداز کرکے اپنے مربی و محسن عبداللہ شاہ کے ساتھ غداری کی خافی خاں فرماتے ہیں کہ:

ل خافی خان جز ۲ صـ۲۲۲

ک خافی خان جز ۲

Marfat.com

القصہ بعد فراغ قلعہ گیری بدستور سابق در قلعہ راج گڑھ مستقل گردیدہ واز سرِ نو علم طغیان برافراختہ درایامے کہ ہنوز حصار شہر پناہ بندر سورت بنا گذاشتہ نشدہ بود در بنادر مذکور تاخت آوردہ، آں قدر زر نقد و طلا و نقرہ غیر مسکوک و قماش کشمیر و احمد آباد و دیگر بلاد باچند ہزار زن و مرد ہندوری با نام و نشان و مسلمین آبرو طلب دستگیر نمودہ بود کہ کرور ہا نقد و جنس مجموع بدست آں کافر سیہ شست آمد[1]

یہ حملہ ڈاکٹر سین کے قول کے مطابق اکتوبر ۱۶۷۰ء میں اچانک اس وقت ہوا جب سورت والے قطعاً بے خبر تھے، ہندو قوم کے اس ہیرو نے جس پر سرجدو ناتھ سرکار کو ناز ہے۔ سورت کے نہتے مسلمانوں، ہندوؤں اور دوسرے باشندوں پر اچانک حملہ کر کے نہ صرف ان کو لوٹا، ان کو ذبح کیا اور ان کے گھروں میں آگ لگادی آدھے سے زیادہ شہر راکھ کا ڈھیر بن گیا[2]۔

یہ گستاخی ایسی نہ تھی جسے معاف کر دیا جاتا۔ خافی خاں کی روایت کی رو سے بادشاہ کو جیسے ہی سیوا کی اس بیہودگی کی اطلاع ملی بادشاہ نے حکم دیا:

کہ قلعہ شہر پناہ اطراف بندر سورت بسازند دلیر خاں پٹھان بہادر برائے تنبیہہ آں بد مآل با فوج و سرداران کار طلب مبارز پیشہ دیگر تعین گردیدند[3]

ادھر یہ کیفیت تھی، ادھر سیوا اپنی قوت کو دوبالا کرنے میں لگا تھا۔ اس نے کئی قلعے بنوائے پہاڑی راستوں کو پہلے سے زیادہ خراب کر دیا۔ نیز بڑے تجسس اور تفتیش کے بعد کوہ راہ ریری کو اپنے مسکن کے لئے انتخاب کیا۔ خافی خان کے بیان کی رُو سے یہ

[1] خافی خان جز ۲، ۲۲۲ [2] کلکتہ ریویو ۱۹۲۸ء ۲۴۱ [3] خافی خان جز ۲، ۲۲۲

Marfat.com

پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا تھا، اور دامن کوہ سے چوٹی تک تین کروہ بلند تھا اس پہاڑ سے دریائے شور کوئی ۲۴ کروہ کے فاصلہ پر تھا راج گڑھ چار منزل پر اور سورت بارہ کروہ تھا۔ اس پہاڑ کی راہیں بڑی دشوار گزار تھیں اور آس پاس کے علاقہ میں پانچ مہینے متواتر بارش ہوتی رہتی۔

یہ تھی وہ اونچی پہاڑی جس کی چوٹی پر سیوا نے ایک عظیم الشان قلعہ کی تعمیر کی اس چوٹی پر جتنی راہیں نیچے سے جاتی تھیں وہ سب مسدود کر دیں اور اعلان کیا کہ اگر کوئی اس چوٹی پر چڑھ سکے تو ہم اسے ایک تھیلی سونے سے بھری ہوئی اور کرہ طلا عطا کریں گے ایک بدنصیب گر ملبند ہمت شخص نے یہ پیش کش قبول کرنے کی حامی بھری اور چوٹی پر چڑھا سیوا نے اسے انعام تو دے دیا مگر اس کے پاؤں کٹوا دیئے۔ نیز یہ راہ جس سے وہ چڑھا تھا مسدود کر دی[1]۔

ھم نے یہ تفصیل محض اس لئے بیان کی ہے کہ پڑھنے والے اندازہ کر سکیں کہ ہندو قوم کے اس ہیرو نے آگرہ سے فرار کے بعد اورنگ زیب سے بچنے کے لئے کیسی عجیب اور خطرناک پہاڑی کا انتخاب کیا اور اس طرح اپنی غیر معمولی بہادری کا ایک اور ثبوت دیا۔

بہرحال سیوا نے اپنے اس نئے مستقر کو ہر طرح سے مامون پا کر آس پاس کے علاقہ پر یلغار کی۔ یہ علاقہ جو کوکن کے نام سے مشہور تھا، بیجاپوریوں کے تسلط میں تھا۔ سیوا نے اس علاقہ پر بڑی چابکدستی سے حملے کئے اور کئی مضبوط قلعے بیجاپوریوں سے چھین لئے یہاں تک کہ راج پوری تک جا پہنچا جو اس ضلع کا صدر مقام اور فتح خاں فوج دار

---

[1] خافی خان جز ۲ ۔ ۲۲۲

Marfat.com

کا مسکن تھا۔ سیوا کی آمد پر، فتح خاں راج پوری سے بھاگ اٹھا اور دریائے شور کے ایک جزیرہ میں پناہ لی۔

فتح خاں سیوا سے اس درجہ مرعوب ہو چکا تھا کہ اس نے دریائے شور کے اس جزیرہ کو بھی اپنے لئے مضبوط مامن نہ سمجھا، اور سیوا کے حملہ کے ڈر سے سیوا سے جان بخشی کے عوض، یہ قلعہ اس کے سپرد کرنے کی سوچ لی مگر اس کے بعض خدام نے جن میں سیدی سنبل، سیدی یاقوت اور سیدی خیریت زیادہ ممتاز تھے اس کی اس تجویز سے اختلاف کیا اور ایک رات اسے سوتے میں گرفتار کر کے جیل میں ڈال لیا اور خود حکومت کا کاروبار سنبھال لیا۔ تینوں دانا تھے ایک طرف انہوں نے شاہ بیجاپور کو صورتِ حال لکھ بھیجی دوسری طرف دکن کے صوبیدار خان جہان بہادر سے مدد کی اپیل کی۔ خان جہان نے نہ صرف ان کی مدد ہی کی، ان کو نقد روپیہ بھی بھیجا، خلعت ہائے فاخرہ بھی عنایت کیں اور موزوں منصب بھی دیئے، خان جہان کی اس حوصلہ افزائی کے بعد تینوں حبشیوں نے سیوا سے لڑائی کی طرح ڈال دی[1] اور خوب جم کر اس کا مقابلہ کیا۔ ان میں اور سیوا میں جتنی بھی بحری لڑائیاں ہوئیں، ان میں سے اکثر میں وہ غالب آئے۔ سیدی سنبل کی موت کے بعد سیدی یاقوت نے جو بڑا انتہائی شجاع و بہادر تھا سیدی سنبل کی جگہ لی۔ یہ شخص بہت بڑا مدبّر اور رعیت پرور تھا۔ اس کی وجہ سے سیوا کو بہت نقصانات پہنچے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سیدی یاقوت نے سیوا سے راج پوری کا قلعہ ایک بار پھر چھین لیا۔ خافی خاں نے سیدی یاقوت کے اس قلعہ پر قبضہ کی تفصیل لکھی ہے۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں مختصر یوں سمجھئے کہ سیدی یاقوت نے اس مہم کو جس دانائی اور ہوش مندی سے سر کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدی یاقوت قلعہ گیری کے

---

[1] ۔ خافی خاں جز ۲ ص: ۲۶- ۵۲۵

Marfat.com

فن میں سیوا سے کسی طرح کم نہ تھا۔ خافی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے اس علاقہ کی سیر کی اور لوگوں سے اس مہم کی باتیں سنیں۔

بہرحال اس قلعہ پر فتح پانے کے بعد سیدی یاقوت کی شہرت سارے علاقہ میں پھیل گئی اور اس نے چند دن کے اندر اندر اس علاقہ میں بنے ہوئے چھ اور قلعے سیوا سے چھین لئے اور پورے علاقہ میں اس قدر خوف و ہراس پھیلا دیا کہ سیوا کا دل بھی دہل اٹھا اور اس نے اپنے مسکن سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کی

خافی خاں کے الفاظ ہیں؛

ازاں روز چناں ہیبت و تزلزل در دلِ سیوا و کفار دیگر راہ یافت کہ نگاہ داشتن قلعہ راہبری را غنیمت دانستہ بہ فکر قلعہ دیگر نیفتاد[1]

مرہٹہ تاریخوں اور سر جدو ناتھ سرکار نے سیدی حبشیوں کی اس حیرت انگیز جرأت و بہادری کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ خان جہان بہادر ہی سے اس واقعہ کی کوئی نسبت کی ہے حقیقت یہ ہے کہ مرہٹی تاریخیں اور سرکار یہ کسی طرح گوارہ نہ کر سکتے تھے کہ ان کے ہیرو "سیوا" کی ذلت ظاہر ہو۔

بہرحال حقیقتِ حال کہنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سر جدو ناتھ سرکار کا بیان جس کی بنیاد زیادہ تر ہندو مورخین اور انگریز واقعہ نویسوں پر ہے ذیل میں درج کریں۔

سرکار کا بیان ہے کہ سیوا نے ۱۶۷۰ء میں مغلوں کے خلاف لڑائی شروع کی اور اس وقت شروع کی جبکہ شہزادہ معظم اور جسونت سنگھ دکن کے صوبیدار اور نائب صوبیدار تھے سرکار کہتے ہیں؛-

---

[1] خافی خاں جز ۲، ص ۲۲۸

Shivaji opend his offensive with great vigour and immediate success.

His roving bands looted Mughal territory and he attacked severval of the forts which he had ceded to Aurangzab by the treaty of Purander.

سرکار کے بیان کی رو سے سیوا جب بھاگ کر اپنی ریاست میں پہنچا تو اس نے اپنے اندر مقابلہ کی سکت نہ پاکر، شہزادہ معظم اور جسونت سنگھ سے معافی کی درخواست کی تھی اور یرغمال کے طور پر اپنے بیٹے سنبھا کو شہزادہ معظم کی خدمت میں رکھنے کا عہد کیا تھا۔

سرکار کے الفاظ ہیں:

In terms of his new agreement with the Mughals Shivaji sent his eldest son to the Viceroy's court at Aurangabad with a Marhata contingent of 1000 horse under Pratp Rao Gujar. Sambu was created a commander of five thousand again and presetend with an elephant and a jewelled sword.

سرکار ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:

Aurangzeb ever suspicious of his sons looked upon Muazzam's friendship with Shiva as a possible menace to his throne and he secretly planned to entrap Shivaji a second time or at least to sieze his son and general as hostages.

اس بیان کی رو سے اورنگ زیب نے ایک بار پھر کوشش کی تھی کہ سیوا یا اس کے بیٹے سنبھا کو خفیہ طور پر گرفتار کرے حالانکہ سر جدوناتھ سرکار نے اسی صفحہ میں خود ہی لکھا ہے:

After some months Sahuji was permitted to go back to his father on account of his tender age for two years the Marhata lived in his Jagir

غور کیا جا سکتا ہے کہ جب سنبھاجی کو اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی جاگیر پہ رہے اور دو سال تک وہ اپنی جاگیر پر اپنی محافظ فوج کے ساتھ رہا تو اس کو گرفتار کرنے کی سازش کب کی گئی۔ پھر سیواجی تو اپنی نئی قیام گاہ میں جس تک پہنچنا آسان نہ تھا آرام کر رہا تھا اسے اورنگ زیب نے گرفتار کرنے کی سازش کس طرح کر لی تھی

Marfat.com

بہر حال یہ ایک ضمنی بات تھی۔ ہم کہنا چاہتے تھے کہ سرکار کے بیان کی رو سے سیوا نے آگرہ سے واپس آنے کے تقریباً تین سال بعد مغلوں کے خلاف جو لڑائی لڑی وہ مدافعانہ تھی، لیکن خافی خان فرماتے ہیں یہ جنگ نہ مدافعانہ تھی اور نہ یہ تین سال کے بعد شروع ہوئی۔ اس کا آغاز فرار کے فوراً بعد ہوا۔

خافی خان کے الفاظ ہیں۔

القصہ[1] سیوا از بنارس براہِ بہار پٹنہ و چاندہ کہ پر از تراکم اشجار دشوار گزار است و از سرحد زمینداراں سوائے بیوپاری قولی و قاصداں تردد دشوار است بتغیر وضع ہر جا کہ میرسید خود را و ہمراہاں را بصورت دیگر ساختہ طے منازل می نمود تا خفیہ نزد عبداللہ قطب الملک بہ حیدر آباد رسید، و با فسانہ و افسون ہائے مکر انگیز و ابلہ فریب چنداں باغ سبز نمود کہ عبداللہ حرف ہائے او گشتہ۔

دوسرے لفظوں میں سیوا بنارس سے بھاگ کر بہار کے رستہ پٹنہ پہنچا اور پھر چاندہ آیا۔ چونکہ مغل علاقوں سے اس کا گزرنا آسان نہ تھا اس لئے اس نے ہر جگہ بھیس بدل کر سرحدیں عبور کیں اور ایسے زمینداروں کے علاقوں میں سے گزرا جو اس کے راز دار تھے۔ ایسا کرتے کرتے وہ چھپتا چھپاتا حیدر آباد آن پہنچا اور عبداللہ قطب شاہ کو افسانوں اور افسوں مکر انگیز وابلہ فریب کے ذریعہ سبز باغ دکھاتے۔

سرکار فرماتے ہیں کہ جب خافی خاں سیوا کے فوراً بعد اس کو چاندہ کے رستے حیدر آباد پہنچاتا ہے تو سرکار نے سیوا کے متعلق جو لمبا چوڑا بیان دیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔

---

[1] خافی خان جز : ص ۲۲۰

ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ پرانذر کے مقام پر جے سنگھ سے سیوا نے جو مصالحت کی تھی۔ اس کی رو سے اس نے ۲۳ قلعے مغل فوج کے سپرد کر دیئے تھے خافی خاں نے ان ہی کا ذکر ذیل کے الفاظ میں کیا ہے یہ سیوا کے الفاظ ہیں، سیوا قطب الملک کو کہتا ہے تم اپنے آدمی اور سامان قلعہ گیری میرے ساتھ کر دو تو میں تمہارے ۲۰ قلعے جو بیجاپوریوں کے قبضہ میں تھے ان سے چھین کر تمہارے آدمیوں کے سپرد کر دوں گا۔

سوائے قلعہ ہائے شما چند قلعہ من کہ بتصرف منسوبانِ عالمگیر بادشاہ رفتہ ہر چہ بمدد و کومک مصالح شما باز بتصرف خود آرام در ادائے حق احسان شما خود را معاف نخواہم داشت[1]۔

گویا خافی خاں کی رو سے، قطب شاہ اور سیوا میں جو معاہدہ ہوا وہ ۱۰۸۵ھ میں ہوا آگرہ سے سیوا کے افرار کے چند ماہ بعد، اور سیوا نے اورنگ زیب کے خلاف جو محاذ قائم کیا وہ فرار کے تھوڑی دیر بعد قائم کیا۔ یہ محاذ مدافعانہ نہ تھا۔ یہ قطعاً جارحانہ تھا نہ صرف جارحانہ تھا بلکہ یہ ایک بڑی سازش تھی جو سیوا نے گلکنڈہ کے عبداللہ شاہ کو فریب دے کر اورنگ زیب کے خلاف کی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عبداللہ قطب شاہ نے مار کھائی اور سیوا نے انتہائی چالاکی سے کام لے کر، اسکی فوج اور اسلحہ سے اپنی بگڑی ہوئی حالت سنوار لی۔

ہمیں افسوس ہے کہ سرکار نے اورنگ زیب مراد اور دارا شکوہ اور شاہجہان کے سلسلہ میں تو خافی خاں کو بات بات پر نقل کیا لیکن اس اتنی اہم بات میں وہ خافی خاں کو نظر انداز کر گئے اور اس کے مقابلہ میں قطعاً غیر ذمہ دار مؤرخین اور انگریزی رپورٹوں

---

[1] خافی خاں ج ۲ ص ۲۲۱

Marfat.com

کو نظر انداز کر گئے اور اس کے مقابلہ میں غیر ذمہ دار مورخین اور انگریزی رپورٹوں پر اعتماد کیا، کیا یہی مورخانہ دیانت تھی؟

البتہ ہم یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ سیوا جب بھاگ کر حیدر آباد آیا اور حیدر آبادی فوج کی مدد سے اس نے اپنی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کی تو دکن کے نائب صوبیدار راجہ جسونت سنگھ نے خفیہ طور پر اس کی مدد کی۔ اس لئے کہ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ سیوا کے فرار کے وقت شہزادہ معظم دکن کا صوبیدار تھا۔ اور جسونت سنگھ اپنی بزرگی اور ذہانت کے سبب معظم پر غالب تھا۔

یوں بھی قیاس کہتا ہے کہ جس جسونت سنگھ نے تھوڑی مدت پہلے شائستہ خاں پر شب خون مروایا، جس جسونت سنگھ نے اسے سورت پر حملہ کرنے کی شہ دلائی وہی اسے اس وقت بھی سنبھلنے کا موقع دے سکتا تھا اور یہ جسونت سنگھ تو ماثر عالمگیری کی روایت کے مطابق شہزادہ معظم کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہا تھا۔ ماثر عالمگیری نے گو جسونت سنگھ کا نام نہیں لیا لیکن اس طرف اشارہ ضرور کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:۔

معروض بساطِ بوسانِ حشمت[1] و جلال گردید کہ بادشاہزادہ معظم باکمال جوہر شعور شعور از بدہم نشینی و طبیعت پرستی بہ فریب خوشامد گویان فریفتہ شدہ ارادۂ خود راۓ و خود آرائی دارند۔

اور یہ بدہم نشینی جسونت سنگھ کے سوا کسی اور کی نہ تھی۔ اسی جسونت نے اسے اس بات پر اکسایا تھا کہ اگر وہ اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کردے گا

---

[1] ماثر عالمگیری: ۱۰۰

Marfat.com

توسیوا اس کی مدد کرے گا۔

یہ جسونت سنگھ ہی تھا جس نے شاہزادہ معظم اور دلیر خان میں فساد پیدا کیا مقصد محض یہ تھا کہ اس وقت چونکہ ساری فوج عملاً دلیر خان کے تابع تھی اگر دلیر خان اور معظم میں ٹھن جاتی تو دلیر خان جیسا مخلص سپاہی راہ سے ہٹ جاتا۔

بہر حال جسونت سنگھ کی وجہ سے دلیر خاں پر بادشاہ کا عتاب نازل ہوا اور چونکہ سیوا ضرورت سے زیادہ پھیل گیا تھا اس لئے اورنگ زیب کو ضروری معلوم ہوا کہ شاہزادہ معظم کو دکن سے بلالے اور اس کی جگہ خان جہاں کو دے۔

خافی خان کے بیان کی رو سے بہادر خاں یا خانِ جہاں بہادر کے ذمہ سیوا کی سرکوبی کی خدمت، سورت پر حملہ کے بعد کی گئی تھی۔

خافی خان فرماتے ہیں:

حکم فرمودند کہ قلعہ شہر پناہ اطرافِ بندر سورت بسازند و دلیر خاں و خانِ جہاں بہادر برائے تنبیہہ آں بدمآل با فوج و سرداراں کارطلب مبارز پیشہ دیگر تعین گردیدند[1]

مآثر عالمگیری کی روایت کی رو سے خان جہاں کا تقرر سن سولہویں جلوس میں ہوا۔

مآثر عالمگیری کے الفاظ ہیں

کہ بہادر خاں از تغیرِ وکلائے پادشاہزادہ محمد معظم بخدمتِ صوبیداری دکن سرفراز شدہ بخطاب خان جہاں بہادر نامور شد[2]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جیسے ہی بہادر خاں، خان جہاں بن کر دکن کے صوبیدار بنے سیوا کی فتوحات کا دامن سمٹنے لگا۔

---

[1] خافی خان جز ۲ ص: ۲۲۲   [2] مآثر عالمگیری ص ۱۲۴-۱۲۳

Marfat.com

مصنف ماثرالامراء خان جہاں کے تذکرہ میں کہتے ہیں:

درسال شانزدہم از اصل و اضافہ بمنصب شش ہزار دو اسپہ سہ اسپہ مرتقی مدارج دولت و اقبال گشت و بہ عطائے خطاب خاں جہاں بہادر و تفویض صوبہ داری دکن از تغیر و کلائے شاہزادہ محمد معظم لوائے بلند نامی افراخت و حکم شد کہ ماہی مراتب مرحمت فرمیم، خود بسازد از کار طلبیہا در ہمیں سال بایلغار شست کروہی سیوائے بھونسلہ راد کہ دراں ایام تاخت و تاراج از حد گذرانیدہ آرام گاہ و جمعیت ابائے سکنہ بود با بہ شکست فاحش مغلوب و منکوب ساخت و غنیمت فراواں بدست آورد[1]۔

(حق پسند سرکار اور دوسرے ہندو اور انگریز مورخین نے نہ تو خاں خاناں کی اس کارگزاری کا ذکر کیا ہے اور نہ سیدی حبشیوں کے متعلق ایک جملہ کہا ہے۔)

گو یہ صحیح ہے کہ ماثرالامراء میں بھی ان سیدی حبشیوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ امرِ واقعہ ہے کہ خان جہاں بہادر کی کامیابی میں ان سیدیوں کا بھی برابر کا حصّہ تھا، ایک طرف سے یعنی سمندر کے ذریعہ سیدیوں نے سیوا کو دبایا۔ دوسری طرف سے خان جہان بڑھے اور اس سرکش اور دھوکے باز کو کچل ڈالا۔

خان جہاں دکن میں ۱۰۸۵ھ تک یا بیسویں سالِ جلوس اورنگ زیب تک رہے ان کی عہدیداری کا زمانہ کوئی ساڑھے چار سال ہے۔ اس پورے عرصہ میں سیوا جی نے قطعاً سر نہیں اٹھایا[2]۔ اور اس کی حالت اس قدر خراب و خستہ ہوگئی کہ اس کا بیٹا سنبھا اس کا ساتھ چھوڑ کر خان جہاں کی خدمت میں آن پہنچا اور جب تک خان جہان

---

[1] ماثرالامراء جز ۲ - ۸۰۱، ۸۰۲   [2] خافی خاں جز ۲ - ۱۲۸ - ماثرالامراء جز ۸۰۱ - ۸۰۲

Marfat.com

دکن میں رہے۔ سنبھا ان کی خدمت میں رہا۔

خان جہان کا رعب سیوا پر کچھ ایسا بیٹھا تھا کہ ان کے دکن میں رہنے کے زمانہ میں اس نے قطعاً سر نہیں اٹھایا۔ البتہ جب وہ بادشاہی عتاب کا شکار ہوئے اور انہیں دکن سے دارالخلافہ لوٹنا پڑا تو سیوا کو پھر شوخی سوجھی اور اس نے بادشاہی علاقہ پہ پھر چھاپے مارے۔ جالنہ کا علاقہ سب سے پہلے تختہ مشق بنا اور سیوا بہادر نے جو ہندو قوم کا قابل فخر ہیرو تھا۔ جالنہ کی آبادیاں ویرانوں میں بدل دیں۔

یہ قصہ ۲۱ سنہ جلوس میں ہوا، اس سال سیوا، اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

لین پول نے جو انگریز تھا۔ الفنسٹن کی طرح، سیوا کی موت پر اس کی بڑی تعریف کی ہے اور مختصر الفاظ میں قریب قریب وہی واقعات بیان کئے ہیں جنہیں سرکار نے پھیلا دیا ہے۔

بہر حال سیوا کی موت سے اورنگ زیب کا ایک بڑا دشمن اس کی راہ سے ہٹ گیا اور مغل اور دکنی ریاستوں نے اس کی لوٹ اور خونریزی سے وقتی طور پر نجات پائی۔

Marfat.com

سنبھا

سیوا کی جگہ اس کے جس بڑے بیٹے نے لی۔ اس کے ظلم و جور کا تماشہ جب لوگوں نے دیکھا تو سیوا جی کی زیادتیاں کسی قدر معلوم ہونے لگیں۔

سرکار کا بیان ہے کہ سنبھا نے جب تخت پر خوب اچھی طرح قبضہ کر لیا اور راجہ رام کے برسرِ اقتدار آنے کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے اپنے باپ کی منکوحہ بیوی اور راجہ رام کی ماں کو بڑے جور کا نشانہ بنایا۔ اس نے اسے عذاب دے دے کر مار ڈالا۔ اور اس کے دو سو سے زیادہ ہمدردوں کو بھی ذبح کیا، نیز وہ بڑے مرہٹے ... عذاب میں مبتلا ہوئے جنہوں نے راجہ رام کی تخت نشینی میں مدد دی۔

یہ تھا وہ سنبھا جس نے سیوا جی کی جگہ لی تھی۔ وہ باپ سے کسی لحاظ سے بھی کم نہ تھا گو خان جہاں بہادر کے زمانہ میں مرہٹے بہت دب گئے تھے لیکن سنبھا کے تخت نشین ہوتے ہی وہ پھر پھیلے خصوصیت سے اس لئے کہ اورنگ زیب سے راجپوت بگڑ گئے تھے اور پھر شہزادہ اکبر باپ سے باغی ہو کر سنبھا کی حمایت کے مزے اڑا رہا تھا مرہٹوں کی حوصلہ افزائی صرف ان بدلے ہوئے حالات نے کی تھی بیٹے کی بغاوت دبانے اور راجپوتوں سے لڑنے کے لئے بادشاہ خود دکن پہنچا تھا لیکن ان دو اہم قضیوں نے اسے سنبھا پر متوجہ نہ ہونے دیا مگر جب سنبھا کی گستاخیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں تو بادشاہ نے خان جہان کو ایک بار پھر مرہٹوں کے سر پر مسلط کر دیا خان جہان اور

Marfat.com

سنبھا کی کئی جھڑپیں ہوتی رہیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹے پھر دب گئے سرکار نے ان کے اس دبنے کو وقتی قرار دیا ہے۔[1]

سرکار ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر سنبھا نے بیس ہزار مرہٹہ سواروں کے ساتھ برہان پور پر چھاپہ مارا۔ اس وقت برہان پور میں صرف ۲۵۰ سپاہی تھے۔ مرہٹے پہلے بہادر پورہ میں داخل ہوئے جو برہان پور سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ ان بہادروں نے غریب رعایا پر خوب ظلم توڑے، دکانیں لوٹ لیں گھروں میں گھس کر روپیہ، ملبوسات، زیورات اور دوسری قیمتی چیزیں چھینیں۔ برہان پور کی سترہ بیرونی بستیاں تھیں ان سب کا یہی حال ہوا۔

سرکار کے الفاظ ہیں:-

SEVENTEEN OTHER WARDS (PURAS) WERE SIMILARLY PLUNDERED, THE SURPRISE WAS SO COMPLETE THAT NONE COULD CONCEAL OR REMOVE A PENNY WORTH OF PROPERTY OR SAVE HIS WIFE AND CHILDREN.

سرکار نے یہ بیان دیتے وقت کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا، البتہ اس بات کا ضرور ذکر کیا ہے کہ ان بستیوں میں بہت سے ایسے مسلمان تھے جنہوں نے بے عزتی سے بچنے کے لئے اپنی عورتیں مار ڈالیں اور خود دشمنوں سے لڑ کر شہید ہو گئے[1]

سرکار نے اسلام کے جزیہ لینے اور مٹی اور تانبے کے بت توڑنے پر تو ہزار ہزار

---

[1] سرکار جز ۴ ص: ۲۶۵

اعتراض وارد کئے ہیں، اور اسلام اور مسلمان قوم کو نامنصف اور ظالم قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن کیا سرکار یا کوئی دوسرا ہندو انگریز مورخ ثابت کر سکتا ہے کہ اسلام یا مسلمانوں نے جب عرب سے باہر قدم نکالے اور فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو انہوں نے کبھی کسی مقام پر اس طرح اچانک شب خون مارے اور نہتی آبادی کو اس درجہ رسوائی بخشی۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب اسلامی فوجیں باہر بھیجیں تو ہر سپہ سالار سے کہا نہ کسی بستی میں آگ لگانا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا نہ کسی عورت یا بوڑھے پر ہاتھ اٹھانا۔ اور جب کسی قوم پر حملہ کرنا تو اس کے سامنے پہلے اسلام پیش کرنا، پھر خراج کی ادائیگی کی دعوت دینا۔ پھر جنگ کرنا۔[1]

مگر اسلامی تہذیب پر تنقید کرنے اور جزیہ کو برا بتانے والے سرکار کے اپنے ہم مذہبوں اور قابل فخر قومی رہنماؤں کا یہ عالم تھا جس کا مشاہدہ آپ نے پیچھے کیا۔

بہر حال سرکار فرماتے ہیں کہ شہر کو تین دن برابر لوٹنے کے بعد بہادر مرہٹے لوٹ کا مال جمع کر کے اس ڈر سے بھاگ نکلے کہ کہیں خان جہان موقع پر نہ پہنچ جائیں سرکار نے یہ بیان دل کشا سے لیا ہے۔ خافی خاں نے اس سے زیادہ تفصیل بیان کی ہے۔ خافی خاں کے نزدیک برہان پور پر سنبھا کا حملہ اس کی نالکاری اور حماقت کی شہادت دیتا ہے خافی خان کہتے ہیں کہ سنبھا کے باپ سیوا کو اس کے رفقا کار نے کئی بار برہان پور اور اورنگ آباد تاخت و تاراج کرنے کی صلاح دی تھی لیکن سیوا نے ازراہ دور بینی اور عاقبت اندیشی ان کی یہ صلاح رد کر دی

---

[1] اختلاف الفقہ۔ طبری، باب جہاد۔

Marfat.com

تھی اور کہا تھا کہ ان دو شہروں پر اگر ہم نے حملے کیے تو اس سے اورنگ زیب بادشاہ کی غیرت مشتعل ہو جائے گی۔ اور وہ لازمی طور پر اپنی توجہ ہماری بربادی کی طرف کر لے گا۔

خافی خان سنبھا پر الزام دیتے ہیں کہ اس احمق نے باپ کی موت کے بعد باپ کے اس مسلک کو اختیار نہ کیا اور اس کی مخالفت کر کے برہان پور پر حملہ کر دیا اور وہ طوفان مچایا جس کی مثال پہلے کبھی نظر آئی تھی۔

خافی خان کے بیان کی رو سے بہ سترہ کی سترہ بستیاں ان غیر شریف انسانوں نے جلادی تھیں اور ان میں جتنے لوگ آباد تھے وہ سب کے سب سوائے چند کے یا تو جل مرے تھے یا دشمن نے قید کر لیے تھے[1]۔

ظالموں نے ان محلوں کو جو امرا اور بڑے تاجروں کے گہوارے تھے بہت بری طرح لوٹا، انہوں نے ان کے فرش اور دیواریں چھید ڈالیں اور مدفون خزانے تک نکال لئے اور بے شمار مال غنیمت جمع کرنے کے بعد بھاگ نکلے۔ ان کی بہادری کا اندازہ خافی خان کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ انہوں نے بھاگنے سے پہلے شہر پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن جب شہر کی محافظ فوج نے جس کی تعداد چند سو تھی ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان پر آگ برسائی تو وہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ اٹھے[2]۔

بہادر قوموں نے لڑائیوں میں شہروں پر حملے لئے ہیں۔ شہریوں پر تلوار بھی اٹھائی ہے لیکن یہ تو محض ایک طرح کا ڈاکہ تھا۔ جو صبح سحر پھوٹنے سے پہلے اس لٹیرے سنبھا نے برہان پور کی ان بستیوں پر ڈالا تھا۔

---

[1] خافی خان جز ۲ ص: ۲۷۲-۲۷۱

سنبھا بہادر کا مسلمان قوم سے یہ پہلا تعارف تھا اور ظاہر ہے کہ اس تعارف کے بعد مسلمان اسے قطعاً شریف آدمی ماننے کے لئے تیار نہ ہو سکتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہندو قوم نے اسے اپنا ہیرو بنا لیا تھا۔

یہ معمولی بات نہ تھی۔ برہان پور پر حملہ سے زلزلے ہر سو لہرا گئے تھے اور بادشاہی مخبر، خان جہان کی خدمت میں اڑ کر پہنچ گئے تھے، خانِ جہاں نے گو بڑی مستعدی سے کام لیا، گو انہوں نے خافی خاں کے بیان کے مطابق تین چار روز کا سفر ایک دن اور رات میں طے کر لیا۔ مگر وہ جب تک برہان پور آئے دشمن لوٹ کا مال سمیٹ کر سالیر جا پہنچا تھا۔

خافی خان کے بیان کی رو سے، اس حادثہ کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو وہ خانِ جہاں سے ناراض ہوا اور بہت تیز تیز اڑتا برہان پور آیا اور آپ ایک ایک آدمی کو تسلی دی یہاں بادشاہ کتنے مہینے رہا۔ خافی خاں نے یہ تفصیل نہیں لکھی کہ بادشاہ نے مظلوم رعایا کے مال و دولت اور جان و آبرو کی تلافی کس طرح کی۔

گو ہمارے پاس کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے لیکن بادشاہ کی فطرت اور خدا ترسی کو پیشِ نظر رکھکر یہ بلا تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس نے لٹے ہوئے لوگوں کو ہرجانے ادا کیے اور عملاً ان کی پریشانیوں کو دور کیا۔

بہر حال اس حادثہ کی اطلاع پاتے ہی بادشاہ کا برہان پور آن موجود ہونا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اپنی مظلوم رعایا کا بے حد خیال تھا۔ اور سیوا نے برہان پور اور دولت آباد پر حملہ نہ کر کے سچ مچ دانائی کا ثبوت دیا تھا۔

خافی خان کہتے ہیں کہ بادشاہ نے سنبھا کو سزا دینے اور اس سے مظلومین برہان پور

Marfat.com

کا بدلہ لینے کے لئے اپنے دو بیٹوں محمد معظم اور محمد اعظم کا تقرر کیا۔ محمد اعظم کو سالیر کی تسخیر کی ذمہ داری سونپی اور محمد معظم کو رام درہ کوکن کی طرف روانہ فرمایا۔[۱]

صاحب مآثرِ عالمگیری نے ان بڑے امراء کے نام گنوائے ہیں جو شہزادہ محمد معظم کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے تھے۔

خافی خاں، قلعہ سالیر کے متعلق کہتے ہیں:

ایں قلعہ سالیر: آں قلعہ ایست کہ آں را محاصرہ میتواں نمود و اطراف آں قورغار ہائے عظیم متصل دریائے شور دارد کہ اگر لکھا سوار در اطراف آں لوہ سر بفلک کشیدہ بمحاصرہ پردازند کارے نتوانند ساخت۔[۲]

[۳] اس علاقہ کے فوجدار نیک نام خاں نے جو سرکار بلکانہ کی طرف سے مقرر ہوا تھا جب شاہی فوج کی آمد کی خبر سنی تو سالیر کے قلعہ دار سے جو غالباً اس کا [illegible] سے مفاہمت و شنید کی اور اپنی طرف سے اس کے پاس بہت سے تحائف بھیجے [illegible] امید دلائیں اور یقین دلایا کہ اگر وہ یہ قلعہ بغیر لڑے ہوئے شاہزادہ اعظم کی فوج کے سپرد کر دے گا تو اسے مغل فوج میں چار ہزاری منصب عطا کیا جائے گا۔

خافی خاں کہتے ہیں کہ جیسے ہی شاہی فوج، سالیر پہنچی وہاں کے قلعہ دار نے نیک نام خاں کے وعدوں پر اعتبار کر کے یہ قلعہ بغیر لڑے شہزادے کے سپرد کر دیا۔

[illegible] شہزادہ ذاتی طور پر اس صورتِ حال کو مناسب نہیں سمجھتا تھا لیکن وہ اسے [illegible] نے کا اعتبار نہیں رکھتا تھا۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا نیک نام خاں نے مجھ سے [illegible] بغیر یہ کام کر لیا ہے۔

[illegible] خاں جز ۲۔ ص ۲۸۰ ؎ خافی خاں جز ۲۔ ص ۲۰۱

Marfat.com

شہزادہ نے جس سے شکایت کی تھی وہ عالمگیر تھا، داناؤں کا دانا، اور آدم کشی کا دشمن اس نے شکوہ کو سفارش میں بدل دیا[1] اور جن لوگوں کو اسلام خان نے امان دی ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت اس نے ضروری قرار دے دی۔ یہ بات لکھتے وقت ہمارے حافظہ کی تختی پر آپ ہی آپ وہ واقعہ اُبھر آیا ہے جب حضرت فاروقؓ نے ایک مسلمان غلام کی امان کو پوری قوم کی امان قرار دیا تھا۔

یہ واقعہ فتوح العراق میں پیش آیا جب کہ ایک مسلمان غلام نے پوری بستی کو امان دے دی تھی اور حضرت فاروقؓ نے اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ان کے شاملِ حال ہوں۔ اس امان کو ویسی ہی امان سمجھا، جیسے وہ خود کسی کو امان دیتے۔[2]

یہ بات محض ضمنی تھی

قلعہ سالیر کے بعد، قلعہ رام سیج کا محاصرہ شروع ہوا۔ یہاں کا قلعدار بہت جہاندیدہ تھا وہ رام نہ ہو سکا اور محاصرہ نے طول پکڑا، خاں جہاں بہادر نے بھی اپنے حوصلے خوب آزمائے۔ سپاہیوں نے بھی بہت جدوجہد کی۔ لیکن کام نہ بنا۔ اس قلعہ کی فتح بھی، نیک نام خان کے نام لکھی تھی، اس نے اس کے نئے قلعہ دار کو سالیر کے قلعہ دار کی طرح اپنے ساتھ ملا لیا اور یوں اسے بھی فتح کر لیا۔[3]

دوسری طرف شہزادہ معظم اپنے کام میں لگے تھے۔ خافی خاں کی روایت کی رو سے ان کا کام اپنے بھائی کے کام سے کہیں زیادہ مشکل تھا انہوں نے محمد مراد خاں کی قیادت میں بیس ہزار سواروں کی جو فوج سنبھا کے علاقہ میں داخل کی اس نے

[1] کنز العمال۔ کتاب الجہاد (باب) کیا غلام امان دے سکتا ہے ماوردی احکام السلطانیہ یہی باب [2] خافی خاں جز ۲، ۲۸۶ [3] خافی خان جز ۲، ۲۸۶

Marfat.com

بڑی پریشانیاں اور مصیبتیں برداشت کیں، انہیں تنگ پہاڑی راستوں جنگلوں اور ندی نالوں کو عبور کرنا پڑا۔ تنگ پہاڑی راستوں سے گزرتے وقت دشمن نے ان پر چھاپے مارے۔ ان بہادر سپاہیوں نے ہر تکلیف کا مقابلہ کیا اور سنبھا کے ایک بہت بڑے قلعہ ناگ گاؤں تک جا پہنچے۔ یہ قلعہ آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ اس کے باوجود ان بہادروں نے اسے بہت تھوڑی مدت میں فتح کر لیا اور رام درہ میں داخل ہو گئے۔ یہ درہ بے حد خوفناک تھا۔ ہر طرف جنگل ہی جنگل پھیلے تھے، اونچے اونچے پہاڑوں نے خوفناک غاروں کو دامن میں لئے اس فوج کی خوب ہنسی اڑائی اور زہریلے سانپوں نے ان بن بلائے مہمانوں کا خوب خیر مقدم کیا اور جگہ جگہ ان کے پاؤں سے لپٹ لپٹ گئے اور ہزاروں کو ڈس ڈس کر اس پریشان کُن زندگی سے نجات بخش دی۔ بہت سے چوپائے بھی اپنے مالکوں کے ساتھ دوسری دُنیا کو چلے گئے۔

خافی خاں کا بیان ہے کہ خصوصیت سے جانور زیادہ مرے یہاں تک کہ فوج کے طبیلوں میں ایک گھوڑا تک نہ رہا۔ خوراک مفقود ہو گئی اور ہر طرف قحط پھیل گیا، اس صورتِ حال کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو واپسی کی اجازت دی۔

یہی دن تھے جب بادشاہ کو پے در پے خبریں ملیں کہ سنبھا اور اس کے مرہٹوں کی سرپرستی ان دنوں گل کنڈہ اور بیجاپور کے بادشاہوں نے اپنے ذمہ لے لی ہے یہ حقیقت تھی کہ یہ دونوں بادشاہتیں مغل اقتدار کا دامن پھیلتا دیکھ کر مرہٹوں کو خفیہ طور پر مدد دے رہی تھیں اور یہ وہی تھیں جن کے سبب مرہٹوں نے اتنا زور پکڑا تھا اگر یہ دونوں بادشاہتیں سیواجی اور اس کی قوم کو نہ ابھارتیں، تو ان کو کبھی

Marfat.com

اورنگ زیب سے مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی ہم آگے چل کر مستقل عنوانات کے ماتحت ان فتوحات کا ذکر کریں گے۔ یہاں مختصر طور پر سمجھ لیجئے کہ بادشاہ نے سرِدست سنبھا کی گوشمالی کا کام ملتوی کیا اور بیجاپور اور گل کنڈا پر حملہ آور ہوا۔ ادھر سے نپٹا تو پھر سنبھا کی حیثیت محض کٹی ہوئی گاجر کی تھی۔

خافی خاں نے اس مہم کی کیفیت ۳۲ سنہ جلوسِ بادشاہی کے ضمن میں بیان کی ہے اس کی رو سے بادشاہ زادہ محمد اعظم نے بہت سے نامور امراء کے ساتھ ۱۱۰۱ھ ہجری میں اس مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم میں مقرب خاں نے بڑی شہرت پائی ہے خصوصیت سے اس لیے کہ یہی وہ مقرب خاں ہے جو سنبھا کی گرفتاری کا موجب ہوا۔

خافی خاں فرماتے ہیں کہ مقرب خاں سنبھا کی گوشمالی کے لئے بادشاہی چھاؤنی سے رخصت لے کر کولھاپور کے نواح میں گھوم رہا تھا کہ اس کے جاسوس نہ جانے کہاں سے یہ خبر لے آئے کہ سنبھا اپنے وزیر اعظم کے بنگلہ میں جو سنگ میز کے علاقہ میں ایک پُرفضا مقام پہ بنا ہے۔ شراب و ساقی سے جی بہلا رہا ہے مقرب خاں کو جیسے ہی یہ اطلاع ملی وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر، رستہ کی ہر صعوبت اور دشواری کو برداشت کرتا عین اس جگہ پر آن پہنچا۔ یہ جگہ کولھاپور سے کوئی ۴۵ کروہ یا ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر تھی مقرب خان کے ساتھ اس سفر میں دو ہزار سوار اور ایک ہزار تیر انداز تھے

وہ جس وقت وہاں پہنچا سنبھا اور اس کے ساتھی شراب کے نشہ میں مست تھے خافی خاں کہتے ہیں اس کے باوجود اس کے وزیر اعظم اور اس کے ساتھیوں نے جو

---

[۱] خافی خاں جز ۲ مآثرِ عالمگیری ۳۲۰ [۲] مآثرِ عالمگیری میں شولاپور بیان ہوا ہے۔ ۳۲۰ مآثرِ عالمگیری۔

Marfat.com

ایک ہزار سے کم نہ تھے مقابلہ کیا، مگر مقرب خان جیسے بہادر سے مقابلہ آسان نہ تھا بہت سے مرہٹے بھاگ اٹھے اور سنبھا اس کا بیٹا اور چھبیس دوسرے افراد جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی گرفتار ہوئے اور مقرب خاں بہادر بڑی شان و شکوہ کے ساتھ ان گرفتارانِ بلا کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار کر کے اورنگ زیب کے حضور حاضر ہونے کے لئے اس جگہ[1] سے چلا۔

خافی خاں فرماتے ہیں:

قبل ازاں کہ عرضداشت مقرب خاں از نظر بگزرد از زبانِ منہیاں و جاسوساں معتوبہ عرض رسید و ایں مژدہ روح پرور باعث و شادی عالمی و خوش قسمتی و سرور و ہر خیمہ بہ خیمہ گردید۔ و در ہماں زودی خبر نزدیک رسیدن مقرب خان با اسیران معروض گشت۔ فرمودند دو کروہی اکلوچہ کہ حضرت خلد مکاں تشریف داشتند توقف در زید باتفاق حمید الدین خان نائب کوتوال کہ باستقبال فرستادہ بودند زیادہ از شمار لکھا مردم کہ برائے تماشائے آں شقیاں بدعاقبت برآمدہ بودند۔

بہرحال چشم تماشا نے اس دن ایک عجیب تماشا دیکھا جب مرہٹہ سیوا کا بیٹا سنبھا اپنے خاندان کے بہت سے افراد کے ساتھ زنجیروں میں بندھا شاہی خیمہ کے قریب لایا گیا۔ لاکھوں ان لوگوں نے جن میں سے اکثر بدکار اور رذیل مرہٹے کے ہاتھوں دکھ اٹھا چکے تھے مسرت کے آنسو آنکھوں میں بھر کر اس نیلے آسمان کی طرف دیکھا جو سنبھا کے قیدی جسم کے اوپر سایہ کئے تھا۔

---

[1] ماثر عالمگیری ۳۱۲ ۔ خافی خاں جز ۲ ص ۳۸۷ [2] ماثر عالمگیری ۳۲۲ خافی خاں جز ۲، ۳۸۷

Marfat.com

ان تماشائیوں میں محض مسلمان ہی نہ تھے لاکھوں ہندو بھی تھے جن پر اس ظالم نے ظلم ڈھاتے تھے۔ یہ سارے تماشائی چار پانچ دن سے متواتر اس راہ گزر پر کھڑے اس شخص کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے۔

بہر حال اس شان و شکوہ کے ساتھ سنبھا کی سواری شاہی خیمہ کے قریب لائی گئی جب سنبھا اور اس کا وزیر کیکلس حضور میں پیش ہوئے تو بادشاہ تخت سے اترا، زمین پر قبلہ رو کھڑا ہوا اور اس پروردگار کے حضور دو نفل شکرانہ ادا کئے جس نے پہلے بادشاہی بخشی تھی اور اب یہ عزت عطا فرمائی

صاحب مآثر عالمگیری نے یہ واقعہ لکھتے وقت زرل اختلاف کیا ہے

وھماں زماں حضرت از تخت والا فرود آمدہ و گوشہ خالی نشستہ

بارائے سجدت شکر سر نیاز بزمین ابتہال آوردند

مقرب نے یہ بڑی خدمت انجام دی تھی۔ بادشاہ نے اسے خانِ زماں فتح جنگ کا خطاب عطا کیا۔ نیز بہت سے قیمتی تحائف اور پنچاہ ہزار روپیہ بخشا اور سات ہزاری منصب دیا کہ یادگار رہے۔

چونکہ سنبھا نے مظلوم رعایا پر بہت ظلم ڈھائے تھے ہزاروں عورتوں کو رسوائی بخشی تھی بے شمار بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا تھا اور سینکڑوں بستیاں جلا دی تھیں اس لئے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اس کے ساتھی کی گردن بھی کٹی، سنبھا کی موت سے گو سیواجی کا ایک بڑا جانشین راہ سے ہٹ گیا تھا لیکن ابھی مرہٹوں کی جمعیت منتشر نہ ہوئی تھی نہ ان کے حوصلے شکست ہوئے تھے انہوں نے سنبھا کی جگہ سیواجی کے دوسرے بیٹے راجہ رام کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ راجہ رام نے

Marfat.com

راج گڑھ میں پناہ لی۔ یہی قلعہ اب مرہٹہ قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب کو اس قلعہ کا محاصرہ کرنا پڑا۔ اور قلعہ پر قبضہ کر لیا لیکن قلعہ تو فتح ہو گیا مگر راج رام ہاتھ نہ آیا۔ وہ بھیس بدل کر اس طرح قلعہ سے نکلا کہ کسی کو دم تک نہ ہوا ابھی فوج یہیں تھی کہ راج رام جنجی جا پہنچا اور اس طرح جنجی نے وہی اہمیت حاصل کر لی جو راج گڑھ کو چند دن پہلے نصیب تھی،

بادشاہ کو صورتِ حال کی خبر ہوئی تو اس نے پادشاہزادہ محمد کام بخش عمدۃ الملک اسد خان اور ذوالفقار خان نصرت جنگ بہادر کو پورے ساز و سامان کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر پر مامور کیا۔ یہ قلعہ مضبوطی اور حفاظت کے لحاظ سے مرہٹہ قلعوں میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی تسخیر کوئی آسان نہ تھی، شاہی فوج کو پورے ساز و سامان کے باوجود اس کی فتح کے لئے بڑے جتن کرنے پڑے۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ محصورین کی مدد کے لئے مرہٹوں کی فوجیں کی فوجیں ہر روز جنجی کے آس پاس نمودار ہوتیں اور پھر شہزادہ کام بخش نے جو بادشاہ کا محبوب بیٹا تھا بڑی ہی بدمزگیاں پیدا کیں۔

خافی خاں کا خیال ہے کہ شہزادہ کام بخش کو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ فوج کا نظم و نسق اور تمام دوسرے امور اسد خاں اور ذوالفقار خاں کے ہاتھ میں رہیں اور وہ ہر بات اور ہر عمل کے لئے ان کی اجازت کا محتاج ہو۔ غالباً کام بخش کی حیثیت اس محاصرہ میں وہی تھی جو اورنگ زیب کی قلعہ قندھار کے وقت تھی لیکن اورنگ زیب جہاں بانی کے لئے پیدا ہوا تھا اور بھائی کام بخش محض شہزادے تھے نہ ذہن ہموار تھا اور نہ مشاہدہ درست، وہ اور تو کچھ نہ کر سکے اپنی بدمزاجی کے

Marfat.com

سبب ایک طرف اپنی فوج میں بد دلی پھیلا دی دوسری طرف دشمن کے حوصلے بڑھا دئیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف محصورین نے شاہی فوج پر خوفناک آگ برسانی شروع کی دشمن کی ایک بڑی فوج جو پچیس ہزار مرہٹوں پر مشتمل تھی سنتا کی قیادت میں شاہی چھاؤنی کے قریب آن پہنچی اور تمام مواصلات منقطع کر دئیے۔

خافی خاں نے سنتا کی آمد کے اثرات بد کی کیفیت بڑی خوفناک قرار دی ہے[1] ساری فوج کے دل دہل گئے تھے اور طرح طرح کی وحشتناک افواہوں نے شہرت پکڑ لی تھی، ان افواہوں میں ایک افواہ یہ بھی تھی کہ بادشاہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ بادشاہ کی موت کی افواہ بعض حلقوں میں یقین کی صورت اختیار کر گئی تھی اور بہت سے لوگ اس وہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ بادشاہ زندہ نہیں رہے یہ افواہ کام بخش کے مفید مطلب تھی اس لئے اس نے بادشاہت کے خواب دیکھنے شروع کر دئیے اور مرہٹوں سے اندر ہی اندر سازش کر لی۔ کام بخش کا یہ اقدام حد سے زیادہ احمقانہ اور غیر سیاسی تھا اگر اسے تھوڑی سی بھی مہلت مل جاتی تو وہ مرہٹوں کے قلعہ میں جا پہنچتا اور پھر صورتِ حال مخدوش ہو جاتی۔ امیر الامراء اسد خان نے اس صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے کام بخش کو چپکے سے گرفتار کر لیا۔ گو یہ ایک بڑا جری اقدام تھا مگر اس سے فوجی انتشار بڑھنے سے رک گیا، اور اسد خان اس قابل ہو گئے کہ سنتا کا مقابلہ کر سکیں۔ انہوں نے گھرے ہوئے ہونے کے باوجود سنتا سے کئی لڑائیاں لڑیں۔ اور بالآخر اپنی مقامی پیادہ فوج اور دوسرے ساز و سامان کو سنتا کے حوالے کر کے وہ کسی قدر پیچھے ہٹ گئے۔

---

[1] خافی خان جز ۲ ص ۴۲۰

یہ خافی خاں کی روایت ہے اس کے الفاظ ہیں :

مصلحت کار دریں دانستند کہ بہ جھیرارا با اکثر کارخانہ جات سنگین بار بلام تراج سنتا داد و خود را بہ پناہ جائے قلب رساند۔[1]

اس کے برعکس، سرجدو ناتھ سرکار نے اور ہمارے ایک مسلمان معاصر ظہیر الدین فاروقی نے اسد خان پر الزام لگایا ہے کہ اس نے راجہ رام کو رشوت دے کر پیچھا چھڑایا۔ خافی خاں ان کے مقابلہ میں زیادہ مستند ماخذ ہیں انہوں نے اس رشوت کا ذکر کیا ہے اس کے سوا کسی رشوت پر انہوں نے روشنی نہیں ڈالی۔

خافی خاں کے خیال میں سنتا کے لئے یہی رشوت کافی تھی کہ اسے بہت سا ساز و سامان لوٹنے کے لئے مل گیا تھا اور اس نے مغل فوج کو جائے پناہ تک پہنچنے میں پریشان نہیں کیا اور پھر آپ ہی آپ جس راہ آیا تھا اس راہ لوٹ گیا۔ اسد خاں اور ذوالفقار سنتا کے واپس جاتے ہی لوٹے اور محاصرہ میں اس درجہ سختی سے کام لیا کہ چند دن کے اندر اندر محصورین نے ہتھیار ڈال دیئے۔

خافی خاں فرماتے ہیں :

بعد دفع سنتا باز بمحاصرہ پرداختہ در فرصت چند روز کہ کار بر محصوران تنگ گردید کہ قلعہ را خالی نمودہ، راہ فرار اختیار فرمودند۔[2]

یہاں بھی سرکار اور تاریخ مرہٹہ کے مصنف نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور ذوالفقار پر الزام لگایا ہے کہ اس نے راجہ رام سے اندر ہی اندر کوئی سازش کر رکھی تھی اور اس طرح نمک حرامی کی تھی۔

---

[1] - خافی خان جز ۲ - صفحہ ۴۴۲

Marfat.com

تاریخ مرہٹہ اور سرکار کے بیان کے مطابق اس قلعہ کی تسخیر ذوالفقار خاں کے ہاتھ سے ہوئی، مگر خافی خان اس فتح کا سہرا اسد خاں اور ذوالفقار دونوں کے سر باندھتے ہیں۔ ان کی روایت کی رُو سے سنتا کے جاتے ہی چند دن کے اندر اندر قلعہ فتح کر لیا گیا تھا اور بادشاہ کو جب کام بخش کی گرفتاری کی خبر ملی تو ساتھ ہی قلعہ کی تسخیر کی نوید بھی پہنچی۔[۱]

راجہ رام کا یہ دوسرا فرار تھا۔ گویا یہ اعلان تھا اس بات کا کہ سیوا کی طرح اس کے بیٹے میں بھی بار بار فرار کے سوا کہیں جگہ جم کر لڑنے کی ہمت نہ تھی، البتہ سنتا اور دھنیہ دوسرے مرہٹے سردار اس دوران میں مغل فوجوں کے لئے وجہ پریشانی بنے رہے غالباً اسی لئے اورنگ زیب نے ان دونوں کی سرکوبی کی باضابطہ مہم آپ اپنی نگرانی میں شروع کی اس نے اس سارے علاقہ کا معائنہ آپ کیا جہاں یہ مرہٹے صدیوں سے آباد تھے، جو گھنے جنگلوں اونچی نیچی پہاڑیوں اور تنگ راستوں کی وجہ سے ایک مستقل آزار کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

مرہٹوں کے اس علاقہ کو مورخین نے تین حصّوں میں بانٹا ہے

۱۔ مہاراشٹر کوکن جس میں سلہیر، ترمبک، کونڈنہ، راج گڑھ، ستارہ، کھلنا اور پنہالہ بڑے قلعے تھے۔

۲۔ گوداوری اور کرشنا ندی کے مابین کا علاقہ

۳۔ کرناٹک

یہ تینوں علاقے، مرہٹوں کی پناہ گاہیں بھی تھے اور مرجع وماویٰ بھی۔ یہیں کے ایک قلعہ ستارہ میں راج رام نے فرار کے بعد ڈیرے ڈال دیئے تھے اور یہیں

۱؎ خافی خان جز ۲ - ۲۲

Marfat.com

دہلنیہ اور سنتا کے مستقر تھے۔ یہ مستقر کسی ایک جگہ نہیں تھے پورے چھ سو میل لمبا علاقہ ان کے چھپنے کی جگہ تھی اور یہ لازمی بات تھی کہ اورنگ زیب کو اس پورے چھ سو میل لمبے علاقہ کو محاذ بنانا پڑا۔

اس وقت جب راج گڑھ فتح ہوا، اورنگ زیب کی فوج، شمالی کونکن کے بہت سے اہم قلعوں پر قابض ہو چکی تھی۔ نیز شمالی اور وسطی مہاراشٹر پر بھی وہ پوری طرح مسلط تھا البتہ پنہالہ اور اس طرح کے چند اور قلعے اس کے ہاتھ نہ آئے تھے کرناٹک کا بہت سا حصہ کبھی کا ختم ہو چکا تھا۔ جنجی کے محاصرہ کے دنوں میں اسد خاں نے کرنول اور کداپا، اضلاع کو مرہٹوں سے چھینا، عین اس وقت اورنگ زیب کے ایک اور سپہ سالار قاسم خان کرناٹک کے بقیہ غیر مفتوحہ علاقہ میں پہنچے اور دوکھری سے ہوتے ہوتے بساواپٹم پر مرہٹوں کو ایک بڑی شکست دی، ۱۶۹۷ء میں سنتا مارا گیا۔ اور راجہ رام نے بادشاہ سے مصالحت کی درخواست کی یہ درخواست قبول نہیں ہوئی تو راجہ رام کو ایک بار اور فرار اختیار کرنا پڑا اس بار وہ کونکن کی طرف بھاگا اور ستارہ میں پناہ لی اور جب اورنگ زیب کی فوج ستارہ پر بھی قابض ہو گئی تو اس غریب نے پھر فرار اختیار کیا مگر زیادہ دن نہ جیا اور ۱۷۰۰ء میں اس دنیا سے چلتا بنا۔ اس کی جگہ، اس کی بیوی تارا بائی نے لی۔ اور اورنگ زیب سے صلح کی درخواست کی۔ یہ درخواست بھی پہلی درخواستوں کی طرح رد ہو گئی اور اورنگ زیب نے پہلے سے زیادہ عزم کے ساتھ باقی ماندہ مرہٹہ قلعوں کی فتح پر توجہ مبذول کی۔ اور چار سال کے اندر اندر یعنی ۱۶۹۹ء سے لے کر جب جنجی فتح ہوا تھا ۱۷۰۲ء تک مرہٹوں کے تمام

---

[1] سکاٹ جلد ۲، ۱۲۰، ۱۲۳۔

قلعے فتح کر لئے[1]۔ اور عجیب بات ہے کہ اس بوڑھے اورنگ زیب نے ہر مقام پر خود چڑھائی کی اور میدانِ جنگ سے قطعاً دور نہیں رہا۔

۱۷۰۲ء میں، مہاراشٹر کی حالت یہ تھی کہ وہاں کوئی قلعہ ایسا نہ تھا جس پر مرہٹے قابض ہوں۔ منوسی کا بیان[2] ہے کہ وگنگر کی فتح کے بعد کرناٹک میں کوئی مقام نہ تھا جہاں مرہٹے چھپ سکتے اورنگ زیب نے اپنے عزم اور غیر معمولی بہادری کے سبب سیوا کے داکوں کو اس ملک سے نکال باہر کیا۔

لوگ کہتے ہیں اور سرکار اور بعض دوسرے، اورنگ زیب دشمن مورخین نے اورنگ زیب پر الزام لگایا ہے کہ وہ مرہٹوں کی اس لڑائی میں قطعاً ناکام رہا اور اس کے مرتے ہی مرہٹے اس کی اولاد پر مسلط ہو گئے۔ لیکن کیا ان مورخین میں سے کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اورنگ نے ۱۷۰۷ء تک پورے مرہٹی قلعوں پر قبضہ نہیں کر لیا تھا۔ اور کیا پورے چھ سو میل لمبے ملک میں کوئی بھی ایسی جگہ باقی رہ گئی تھی جو مرہٹوں کو مستقل طور پر اورنگ زیب کی نگاہ سے چھپا سکتی۔

یقیناً یہ ضرور تھا کہ اورنگ زیب نے اس ملک کو ویران نہیں کیا تھا نہ وہاں کے بسنے والوں کو جلاوطنی کی سزائیں دی تھیں اس کی لڑائی سپاہیوں سے تھی، بستی آبادی سے نہ رہتی۔ اس میں بھی کوئی کلام نہیں، بعض مرہٹہ گروہ، دکن سے نکل آنے کے بعد گجرات اور بعض دوسری مغل بستیوں پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے مقامات تباہ کر دیئے لیکن مرہٹوں کی یہ جرأت اورنگ زیب کی ناکامی کی دلیل نہیں ہے یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ چونکہ اورنگ زیب نے ان بدمعاشوں کو ان کے ملک سے

---

[1] منوسی
[2] منوسی جز ۱۳ ۱۲۱۱م - جز ۴ ۱۱۵

Marfat.com

نکال دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے دوسری جگہیں اپنے لئے انتخاب کیں۔

ھم نے پیچھے منوسی کا ایک قول نقل کیا ہے منوسی اورنگ زیب کے بڑے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے جب اس نے اس بات کو مان لیا ہے کہ اورنگ زیب نے ۱۷۰۱ء تک دکن میں کوئی جگہ ایسی نہ رہنے دی جہاں مرہٹے پناہ لے سکتے۔ کوئی قلعہ ایسا نہ چھوڑا جسے مرہٹے اپنا کہہ سکتے تو پھر کہنے والے یہ کس بناء پر کہتے ہیں کہ اورنگ زیب مرہٹوں کو جیتے جی سرنگوں نہ کرسکا۔

یہ یقیناً صحیح ہے کہ ابھی تک مرہٹوں کا ایک گروہ ایسا ضرور تھا جو بادشاہی سرحدوں میں لوٹ مار کرتا پھرتا۔

خافی خاں فرماتے ہیں:

از روئے سوانح برہان پور بعرض رسید کہ سنتا۔ سندھیا۔ ودہنا و دیگر سرداران غنیم لئیم۔ بافوج عظیم آمدہ برہان پور را محاصرہ نمودہ بودند۔ نجابت خان صوبہ دار بادیگر بندہائے پادشاہی برآمدہ در دفع شہر مقہوراں کوشیدہ تا سہ شبان روز از بالائی فیل فرد نیامدہ تردد نمایاں بہ کار آورد مفسدان از نواح شہر برخاستہ در طرف سرکار بیجاگڈھ بقصد عبور از آب گذر اکبر پور برائے دست اندازئے صوبہ مالوہ آوارہ گشتند و فیروز جنگ بہ تعاقب آں ہا پرداختہ بعد مقابلہ تنبیہہ واقعی نمودہ جمیعی کثیر از مقہوراں علف تیغ و ہدف تیر و سنان بہادران گشتند فرمان بدست خاص متضمن بہ یاد فرمن یاد صادر فرمودند۔

خافی خاں کے اس بیان کو جسے ہم نے اوپر درج کیا ہے غور سے پڑھیئے اس کی نا سمجھی کچھ

Marfat.com

مشکل نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے بادشاہ کی خدمت میں برہان پور سے یہ اطلاع پہنچی کہ سنتا، سندھیا، دہنا اور دشمن کے دوسرے لئیم سردار ایک بڑی فوج کے ساتھ برہان پور آئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ صوبیدار نجابت خاں صوبیدار شاہی عملے کے ساتھ ان کی مزاج پرسی کو قلعہ سے باہر نکلا۔ تین راتوں اور دنوں تک متواتر ہاتھی پر سوار رہا۔ اور پوری مستعدی اور تردد کو کام میں لایا اور فسادیوں کو سرکار بیجا گڑھ کی طرف مار بھگایا یہ لوگ اکبر پور پر دریا پار کر کے صوبہ مالوہ کو تباہ کرنے کے لئے ادہر بڑھ گئے۔ فیروز جنگ ان کے پیچھے پیچھے لپکے اور ان کی خوب خبر لی، اور ان میں سے اکثر کو مار ڈالا۔

سخت اقدام

خافی خاں کے بیان کے مطابق ۴۳ھ جلوس میں مرہٹوں کی شوخیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور یہ لازمی بات تھی کہ بادشاہ جس نے اپنے کندھوں پر امن عامہ کے قیام کی ذمہ داری لی تھی وہ اپنی رعایا کو ان لٹیروں کے دستِ ظلم و تعدی سے بچانے کے لئے ضروری اقدام کرتا اور ہم خوش ہیں کہ اورنگ زیب نے اپنے اس فرض کو پہچانا اور تمام دوسرے کام چھوڑ کر بذات خود ان لٹیروں کی مزاج پرسی پر آمادہ ہوا۔

خافی خاں اس چیز کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

چوں حقیقت فساد و شوخی مقہوراں در ملک پادشاہی و تسلط آں گروہ بہ مآل
پیہم بعرض مقدس رسید بخاطر مبارک خطور نمود کہ کمر ہمتِ بقصدِ جہاد
بر تسخیر قلعہ جات کہ مسکن وماویٰ آں قوم بدنہاد است بستہ برائے استیصال

Marfat.com

این طائفہ ضال مسکر بہ اصل باید نمود۔

مرہٹوں کے اس استیصالِ تام کا کام ۱۱۱۰ھ میں شروع ہوا۔ اسلام پوری کو اورنگ زیب نے مرکزی چھاؤنی کی حیثیت دے کر وہیں سے ساری سرگرمیوں کا آغاز کیا اسلام پوری میں اونچی اونچی عمارتیں اور مکاں ہائے دل نشیں تعمیر کئے گئے جس سے اسلام پوری ایک نیا شہر بن گیا۔ اس تعمیر میں کوئی چھ سات مہینے لگے۔

اسلام پوری کو مستقل چھاؤنی بنانے اور فوج کی نقل وحمل کے جملہ انتظامات کرنے کے بعد اورنگ زیب نے شاہی فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ بسنت گڑھ پہنچ کر رکا۔ اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کی شدت اور شاہی عزم نے محصورین کے حوصلے بہت جلد توڑ دیئے اور انہوں نے قلعہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے امان کی درخواست کی جو منظور ہوئی ـــــ یہ اس مہم کی پہلی فتح تھی۔ اسی وجہ سے اس قلعہ کا نام کلیدِ فتح تجویز ہوا[1]۔ پھر قلعہ ستارہ کی باری آئی۔

خافی خاں فرماتے ہیں؛

> کہ قلعہ ستارہ اسم بامسمیٰ است زیرِ چرخ نیلگوں بداں رفعت و شکوہ کوہ کمتر دیدہ و شنیدہ شد۔

اس سال جمادی الثانی میں اورنگ زیب نے۔ اس قلعہ گردوں رفعت و شکوہ کا محاصرہ کیا۔ چار مہینے تک اس قلعہ پر آگ برسائی جاتی رہی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ البتہ پانچویں مہینے یعنی ذی قعدہ میں فتح اللہ خاں اور تربیت خاں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ان کی سرنگوں نے شہر پناہ میں کوئی ستر گز چوڑا شگاف ڈال دیا عین اس موقعہ پر

---

[1] خافی خاں جزء ۲، ۴۶۲

Marfat.com

غیب سے امداد ہوئی اور خبر آئی کہ راج رام ہزار آوارگی و پریشانی کے بعد اس دُنیا سے چل بسا۔ سترگز چوڑے شگاف اور راج رام کی موت دونوں نے محصورین کے دِل توڑ دیے اور قلعہ دار سبھان نے شہزادہ اعظم کی وساطت سے بادشاہ کی خدمت میں ہتھیار رکھ دینے کی درخواست کی۔ یہ درخواست قبول ہوئی۔ جتنے آدمی اب تک مارے جا چکے تھے ان کے سوا، اس تاریخ کے بعد ستارہ کے ایک سپاہی پر بھی اورنگ زیب کا ہاتھ نہیں اٹھا۔ الٹا اس نے سبھان اور اس کے ساتھیوں کو بیش بہا انعامات سے نوازا، اور محصورین میں سے تین ہزار سے زیادہ مرد اور عورتوں کو جان کی امان دی۔[1]

خافی خاں نے ان پریشانیوں کا ذکر کیا ہے جو شاہی فوج کو اس محاصرہ کے دوران میں اٹھانی پڑی تھیں۔ لیکن ان تمام پریشانیوں کے باوجود، شاہی فوج کا عزم شکست نہ ہوا تھا۔

ستارہ کے فتح ہوتے ہی بادشاہ نے فتح اللہ خاں کو جن کی ہمت اور دانائی نے ستارہ کی دیواروں میں شگاف ڈال دیئے تھے۔ پارلی کی طرف بھیجا تاکہ محاصرہ کا آغاز کریں، قلعہ گیر توپیں اور دوسرا ساز و سامان لے کر فتح اللہ خاں پارلی پہنچے ان کے چند دن بعد بادشاہ کی سواری بھی وہیں پہنچ گئی۔ اور محاصرہ شروع ہوا، یہ قلعہ ستارہ جیسا اہم تو نہ تھا لیکن مضبوطی میں اس سے کسی طرح کم بھی نہ تھا۔ فتح اللہ خاں نے کئی بارودی سرنگیں اس کے دونوں طرف کھودیں۔ بارود کے ذخیرے کے ذخیرے خرچ کر ڈالے مگر دیواروں میں شگاف نہ پڑ سکے۔ البتہ محصورین کے دلوں میں بھگ نے جگہ پالی اور انہوں نے مصالحت کی درخواست کی جو قبول ہوئی

---

[1] مآثر عالمگیری ۴۲۱، ۴۲۲ - خافی خاں ۴۷۰، ۴۷۱

Marfat.com

مآثر عالمگیری کے بیان کی رو سے فتح اللہ خاں نے جس دن قلعہ کی دیوار تلے سرنگ لگائی تھی گو اس دن ۷۷ اشخاص مارے گئے تھے اور فتح اللہ خاں کا ایک بیٹا بھی شہید ہو گیا تھا مگر اس طوفان نے جو بارود کی سرنگ سے اٹھا تھا قلعہ والوں پر اس درجہ اثر کیا تھا کہ دوسری صبح محصورین کے نمائندے سفید جھنڈیاں ہلاتے شاہی فوج میں آن پہنچے تھے۔

سرجدوناتھ سرکار فرماتے ہیں فتح اللہ خاں نے قلعہ والوں کو رشوت دے کر ان سے مصالحت کی تھی[۱]۔ اگر ایسی صورت ہوتی اگر فتح اللہ خاں نے قلعہ دار کو رشوت دے کر دروازہ کھولنے پر آمادہ کیا ہوتا تو اس کے رہنے والوں کو یوں قلعہ سے نکلنا نہ پڑتا جیسے کہ یہ نکلے۔

مردم پادشاہ زادہ و نیم محرم الحرام محصورین را بے یراق و سلاح و مال و متاع از قلعہ بدر کردند۔

ہم نہیں کہہ سکتے سرجدوناتھ سرکار اور ظہیرالدین فاروقی نے یہ خیال کس بنا پر قائم کیا ہے کہ اورنگ زیب کے سپہ سالار فتح اللہ خاں نے قلعہ دار پرلی کو رشوت دی تھی۔

اس دور کے دو ہی مؤرخ ایسے ہیں جن کی روداد قابل حجت ہے۔ ایک صاحب مآثر عالمگیری اور دوسرے خافی خان۔ صاحب مآثر عالمگیری کا بیان آپ نے اوپر پڑھا۔

خافی خاں کی روداد پر بھی نظر ڈالئے فرماتے ہیں:

تا آنکہ از یورش مکرر و تہوری فتح اللہ خاں یکہ بہادر محصوران دل باختہ

---

[۱] سرجدوناتھ جزہ ۵ ص ۱۶۸ [۲] مآثر عالمگیری۔ خافی خان جز دوم

Marfat.com

بہ فریاد الاماں در آمدند و اوائل محرم الحرام در محاصرہ یک و نیم ماہ قلعہ مفتوح گردید و مردم قلعہ با عیال و رخت کہنہ بدن اماں یافتہ بر آمدند۔[1]

تعجب ہوتا ہے کہ سر جدو ناتھ سرکار نے مرہٹوں کی برتری کی خاطر کیسے کیسے حقائق سے موہنہ موڑا اور کیسی بے بنیاد باتیں کیں۔

رشوت دینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب بادشاہ محاصرہ کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان دونوں محاصروں میں بارش کے سبب موسم بہت خراب ہو گیا تھا غلّہ نایاب تھا اور قحط کے آثار ہر طرف نظر آتے تھے لیکن یہ صورتحال محاصرہ کرنے والوں کی نسبت محصورین کے لئے زیادہ پریشان کن ہوئی ہے اس لئے کہ ان کے ذرائع نقل و حمل محاصرہ کی شدت کے سبب مسدود ہو گئے تھے اور اورنگ زیب کی فوج پوری طرح آزاد تھی۔

خافی خاں نے شاہی فوج کی پریشانیوں کی روداد بھی لکھی ہے خصوصیت سے بار برداری کے جانور سخت بارشوں اور دشوار گزار راستوں کے سبب ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے تھے بے چارے ہاتھی تک اپنی جسامت سے محروم ہوتے جا رہے تھے لیکن چونکہ اورنگ زیب کی نگراں آنکھ خوابیدہ نہ ہوئی تھی چونکہ اورنگ زیب کا عزم ابھی تک جواں تھا ۔ اس لئے اس نے پرلی پر قبضہ اور اس کے انتظام سے فراغت پاتے ہی اس نے فوج کو اور آگے بڑھایا، گو راہ مسدود تھی گو متواتر بارش نے بڑے بڑے پتھر اور دخت سڑک پر لڑھکار کھے تھے مگر بادشاہ کا عزم یہاں

---

[1] ۔ خافی خان جزء ۲ / ۴۷ صفحہ

بھی رہنما بنا اور فوج خراماں خراماں دریائے کرشنا کے دہانہ تک آن پہنچی دریا البتہ بڑی بڑی بڑی آوبی شکل اختیار کئے تھا۔ تیز رفتار پانی کی تند و تیز موجیں فوج کے ہر سپاہی کی ہمت و حوصلہ کو چیلنج کر رہی تھیں۔

خافی خاں فرماتے ہیں:

سوائے ہفت کشتی، شکستہ بستہ موجود بنود حکم مقام نمودند، از شدت طغیان آب کشنا چہ شرح دہم کہ ہر کرا بر امواج جہاں ربائے آں دریائے خونخوار نظر می افتادنظر بر کثرت لشکر و قلت معبر جاں از قالب تہی نمود۔

خافی خاں کے بیان کی رو سے، شاہی فوج نے بڑی مشکلوں کے ساتھ دریا عبور کیا۔ کئی ہزار آدمی دریا عبور کرتے کرتے راہی ملک بقا ہوئے بہت سے سپاہیوں کا سامان ڈوبا۔ کشتیاں کم ہونے کے سبب خوب تماشے ہوتے سپاہیوں کے مابین تلوار چلی۔ تیروں اور نیزوں کا تبادلہ ہوا۔ جو زور والے تھے وہ زبردستی کشتیوں پر سوار ہوتے اور جو کمزور تھے انہیں اپنا سامان پھینک کر دریا کی موجوں سے آپ زور آزمائی کرنی پڑی۔ اس زور آزمائی میں ہزاروں کو دریا کی موجیں نگل گئیں اور جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ خواص پورہ میں پوری ہو گئی۔

خافی خاں فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے محمد اعظم اور ان کے بہت سے ساتھیوں کو صحت افزا مقامات پر بھیج دیا تھا کہ وہ اتنی پریشانیاں اٹھانے کے بعد کچھ دن آرام کر سکیں اور خود خواص پورہ میں قیام فرمایا۔ جہاں قیام فرمایا تھا۔ وہ ایک برساتی نالہ تھا۔ مگر اس وقت خشک تھا کچھ فوج نالے کے کناروں پر اتری تھی کچھ نالے کے پیندے میں پڑی تھی۔ ایک رات اچانک جب کہ فوج پوری طرح آرام فرما رہی تھی، پانی کا ایک

Marfat.com

خوفناک سیلاب امنڈ پڑا۔ کہیں اوپر پہاڑوں پر سخت بارش ہوتی تھی، یا کوئی پانی کا موہنہ زور خزانہ پھوٹ نکلا تھا کہ ساری چھاؤنی بہہ گئی خیمے پانی میں یوں تیر رہے تھے جیسے ٹوٹی ہوئی کشتیوں کے پھٹے ہوئے بادبان تھے بہت سے سپاہی بے جان لاشوں کی صورت اس سیلاب میں میلوں دور تک بہہ گئے۔ کھانے پینے کے سامان کو غیر معمولی نقصان پہنچا۔ خود بادشاہ جلدی میں جو اٹھا تو گھٹنا اتر گیا اور پاؤں میں ہمیشہ کے لئے خم پڑ گیا۔

مگر وہ اورنگ زیب تھا۔ اس طوفان سے بھی اس کے عزم پر کوئی آنچ نہیں آئی اس نے اپنے بہت سے صوبیداروں کو حکم بھیجے نئی فوجیں بھرتی کریں، گھوڑے اور خچر خریدیں اور خود باقی ماندہ فوج لے کر، پرنالہ کی راہ لی۔ یہ شعبان کا مہینہ تھا جب بادشاہ مرتضیٰ آباد پہنچا یہیں مرتضیٰ خاں ایک بڑے سردار نے انتقال فرمایا یہیں بادشاہ نے رمضان مبارک کاٹا، اس اثناء میں دوسرے صوبوں سے تازہ دم فوجیں بھی آن پہنچیں اور عید الفطر کے بعد بادشاہ نے یہاں سے فوج کو آگے بڑھایا شہزادہ بیدار بخت مقدمۃ الجیش کے ساتھ آگے بھیجے گئے خود بادشاہ کئی مہینے بعد وہاں پہنچا اور چودہ میل کے احاطہ میں پھیلے ان قلعوں کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا

تربیت خاں میر توپ خانہ اور فتح اللہ خاں نے یہاں بھی اپنی ہنر مندی کے خوب مظاہرے کئے۔ سرنگیں کھدوائیں اور انہیں بارود سے بھرا مگر چونکہ سارا علاقہ پہاڑی تھا۔ بڑی بڑی چٹانیں ہر طرف پھیلی تھیں اس لئے سرنگیں کھودنے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں اور کافی وقت لگا۔ اس کے علاوہ کچھ عجیب بات ہوئی ان دونوں ماہرین میں فنی رقابت پیدا ہو گئی اور ان قلعوں کی تسخیر میں کئی مہینے بیت گئے آخر کار

Marfat.com

بادشاہ کی توجہ دلانے پر کام کی رفتار تیز ہوئی۔
یہ بیان خافی خاں کا ہے۔

لیکن ماثرِ عالمگیری نے اس قسم کی کسی رقابت کا ذکر نہیں کیا اس کے بیان کی رو سے تربیت خاں نے جو مورچال تعمیر کی تھی اور جو بارودی سرنگیں قلعہ کی دیواروں تک کھدوائی تھیں ان کے سبب

درکم مدتے پنج برج قلعہ زیادہ برنصف از ہم ریخیت۔

صاحبِ ماثرِ عالمگیری فرماتے ہیں کہ تربیت خاں نے ایک بڑا عجیب کارنامہ انجام دیا تھا۔ انہوں نے کئی جریب تک پھیلی زمین کو اندر سے خالی کر کے اس میں ایک ایسی سرنگ بنائی جس میں تین سپاہی ایک ساتھ سیدھے کھڑے ہو سکتے تھے یہ سرنگ انہوں نے آہستہ آہستہ قلعہ کے اس برج کے قریب پہنچا دی جہاں توپخانہ گولہ باری کرنے کو تھا۔ اس طرح انہوں نے کئی مقامات پر کیا۔ سرنگ میں جا بجا کئی شگاف بھی کئے گئے تھے جن کے اندر سے اس میں چھپے ہوئے سپاہی قلعہ کے پہرے داروں پر بندوقوں سے گولیاں برسا سکتے تھے اور خود ان کے نشانوں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔

اسیطرح صاحبِ ماثرِ عالمگیری نے فتح اللہ خاں کی سرگرمیوں کی بھی بڑی تعریف کی ہے فتح اللہ خاں نے بھی ایک مہینہ کی مدت میں ایک ایسی عجیب و غریب سرنگ کھدوائی کہ جسے دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی۔ یہ سرنگ پائے دیوار تک دراز تھی پھر شاہی توپ خانہ برابر آگ برسا رہا تھا جس سے محصورین کے دلِ لحظہ بہ لحظہ شکست ہوتے جا رہے تھے اس لئے انہوں نے تربیت خاں کی وساطت سے بادشاہ سے رحم کی اپیل کی

Marfat.com

صاحب مآثرِ عالمگیری فرماتے ہیں :

بہ مقتضائے قذف فی قلوبھم الرعب بر اتلاف عرض و ناموس خود ہراسیدہ غیر اظہار عجز مفرے ندیدند۔ و بوساطتِ تربیت خاں بزنہار جوی و امان خواہی پیش آمدہ درخواست مرحمت و عفو جرائم خود از بادشاہ زادہ و شاہزادہ دو یدند اوراں وہ مظہر ترحم رحم بجان چندیں ہزار خوں گرفتہ نمودہ جبیں فراعت بر پیش گاہ بادشاہ بادشاہاں سودند والحمدللہ کہ ملتمسِ ایں وو ابیہ رحمت در شانِ بخششِ جرائم آں طائفہ مجرم قبول نزول شد۔

جناب سرجدو ناتھ سرکار نے اس موقعہ پر بھی اپنے فطری تعصب کا مظاہرہ کیا ہے اور مرہٹوں کی بہادری اور غیر معمولی استقلال کو واضح کرنے کے لئے الزام لگایا ہے کہ شاہی فوج کے سپہ سالاروں نے قلعہ داروں کو بہت بڑی رشوت دی اور ثبوت میں سر ولیم فورس کی شہادت پیش کی جو موقعہ پر موجود تھا۔

صحیح فرمایا۔ بادشاہ نے جب اپنے سپہ سالاروں کے ذریعہ قلعہ داروں کے حضور، اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلیاں پیش کیں تو سر ولیم فورس کو بلا لیا تھا تاکہ وہ ان اشرفیوں کو گن سکیں اور ان کی جھنکار سے اطمینان پائیں۔

کس قدر ظلم کی بات ہے کہ سرجدو ناتھ سرکار نے باقی تفصیل کے لئے خافی خاں اور مآثرِ عالمگیری کو پیش نظر رکھا ہے اور اس رشوت کی شہادت کے لئے سر ولیم فورس کو تکلیف دی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خافی خاں کے بیان سے بھی کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ محصورین نے طمع میں آن کر مرادکی وساطت

سے صلح کی درخواست کی تھی خافی خان کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قلعداروں نے تربیت خاں اور محمد کام بخش کو وسیلہ بنایا تھا اور خفیہ طور پر کوئی رقم قبول کرلی تھی۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں۔

چوں دار السنہ شہرت یافت کہ محصوراں با ظہار طمع در سپردن قلعہ بجمد مراد خان پیغام درمیاں دارند وعرصہ بر محصوراں بسیار تنگ گردید۔ بود بسیعی رسل ورسائل بہادران قلعہ بزبالہ بوساطت پادشاہ زادہ محمد کام بخش وتربیت خاں خفیہ مبلغ گرفتہ قول امان خواستہ۔

خافی خاں کا یہ بیان جیسے کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا تھا۔ انہوں نے یہ بات بعض لوگوں سے سُنی تھی۔

"دار السنہ شہرت یافت"

یہ السنہ کون تھیں خافی خاں نے ان کی طرف اشارہ نہیں کیا اور نہ یہ وضاحت کی کہ اس نے جن لوگوں سے یہ بات سُنی تھی وہ کس پایہ کے تھے۔

بہرحال یہ دونوں قلعے بھی فتح ہوئے اور بادشاہ کے عزم واستقلال نے ان دو ناقابلِ فتح قلعوں کو بھی فتح کرلیا۔ متواتر بارش اور سخت تگ ودو کے سبب سپاہی بہت تھک گئے تھے۔ اس لئے اورنگ زیب نے مقبوضہ قلعوں کے نظم ونسق سے فراغت پاتے ہی کھاون کی راہ لی۔ یہ ایک صحت افزا مقام تھا وہاں غلہ کی بھی فراوانی تھی اور موسم بھی بہت اچھا تھا۔

اورنگ زیب پوری فوج کے ساتھ کھاون ٹھہرا اور فتح اللہ خان کو اس

Marfat.com

علاقہ کے شوریدہ سروں کی سرکوبی پر مامور فرمایا نیز حکم دیا اس نواح کے چھوٹے چھوٹے قلعوں کو بھی مسخر کریں۔

خافی خان کی روایت کے مطابق فتح اللہ خاں نے بہت کام کیا۔ اور یہ سارا علاقہ سرکش مرہٹوں سے خالی کر دیا۔ خافی خاں فرماتے ہیں فتح اللہ خاں کے تہور اور بہادری کی شہرت اس علاقہ میں خوب ہوئی۔ وہ جدھر پہنچے سرکش مرہٹے ان کی آمد کی خبر سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے یہی حال اس وقت ہوا جب وہ قلعہ پارس گڑھ کے قریب پہنچے وہاں جو مرہٹہ فوج تھی وہ اس قدر مرعوب ہوئی کہ سر پر پاؤں رکھکر بھاگی۔

فتح اللہ خاں کے ایک ساتھی ہوشمند خان نے قلعہ چندن مندن فتح کیا اسیطرح دو اور قلعے بھی دشمن سے چھینے۔ وسط جمادی الاولیٰ ۴۵ھ جلوس تک چار قلعے مسخر ہو چکے تھے خود اورنگ زیب ۱۶ جمادی الاخریٰ ۴۵ھ جلوس میں پوری فوج کے ساتھ ایک اور مشہور قلعہ کھلنا کی تسخیر کے لئے اپنی چھاؤنی سے چلا۔ قلعہ کی راہ بہت دشوار گزار تھی۔ ہر طرف کانٹے اور درخت پھیلے تھے۔ ہوا خراب تھی بارش کے دن تھے دو دن کی مسافت کوئی بارہ دن میں طے ہوئی۔ کھلنا پہاڑ تک چلنے کا یہی انداز رکھا۔ دوسرے مہینے کے وسط میں فوج کھلنا تک پہنچی۔

یہ قلعہ پنہالہ سے کوئی تیس میل کے فاصلے پر تین ہزار تین سو پچاس فٹ اونچی پہاڑی پر بنا تھا۔ سارا علاقہ ٹھنڈا اور نم تھا پنہالہ سے جو راہ اس قلعہ تک آتی وہ اکا دکا آدمی کے لئے تو زیادہ دشوار گزار نہ تھی لیکن کوئی بڑی فوج وہاں سے نہ گزر سکتی تھی۔ خصوصیت سے اس لئے کہ ان دنوں اس گزرگاہ کے دونوں طرف گھنی جھاڑیاں اور خاردار

Marfat.com

درخت اُگے تھے جن کی شاخیں اس گزرگاہ پر چھائی تھیں۔ بادشاہ نے اس پگڈنڈی کو صاف کرنے اور اسے گزر کے قابل بنانے کا کام بھی فتح اللہ خاں کو سونپا۔

فتح اللہ خاں کی مستعدی قابل داد تھی کہ انھوں نے ایک ہفتہ کے اندر اندر یہ ساری راہ ہر رکاوٹ سے صاف کردی اور ساری فوج اس راہ سے قلعہ کے قریب پہنچا دی

امیرالامرا اسد خاں محاصرہ کے نگران بنائے گئے تھے ان کی نگرانی میں فتح اللہ خاں اور حمیدالدین بہادر نے قلعہ کے بیرونی مدافعتی اڈوں پر آگ برسائی اور پہاڑ کی بیرونی چوکیوں پر متعین پہرہ داروں سے ان کے اڈے چھینے اور وہاں توپیں نصب کردیں۔

جہاں کھلنا واقع تھا اس کی ایک سمت کونکن کے میدان تھے ان میدانوں سے کھلنا کے محصورین کو رسد پہنچتی تھی۔ بادشاہ کے حکم سے شہزادہ بیداربخت کے ذمہ یہ خدمت ہوئی کہ وہ پنہالہ سے کھلنا آنے والی سڑک کی حفاظت کریں نیز اس بیس میل کے نواح میں دشمن کے کسی آدمی کو گھسنے نہ دیں۔ کونکن کے میدان محمد امین خان کے سپرد ہوتے کہ انہیں روند ڈالیں۔ اور کہیں سے بھی غلہ کھلنا نہ آنے دیں۔

حمیدالدین خاں اس درہ کے خاص نگران بنائے گئے جو کھلنا اور پنہالہ میں تنہا پہاڑی گزرگاہ کے کام آتا تھا۔

خافی خاں فرماتے ہیں کہ فتح اللہ خاں کو پانچ ہزار مرہٹوں کی ایک فوج سے درہ کے مونھہ پر لڑنا پڑا تھا۔ انھوں نے ان میں سے بہت کم کو زندہ بچ کر جانے دیا۔ اکثر کو اس نواح میں گھیر کر ذبح کردیا۔ ان کی اس خدمت پر انہیں بادشاہ نے بیش بہا انعام سے نوازا۔ حمیدالدین اور ان کے ساتھی بھی نوازے گئے۔

بے چارے فتح اللہ خاں کو یہ نوازش کچھ راس نہ آئی۔ مورچے بنائے بنانے دشمن کی

Marfat.com

سنگباری کا شکار ہوئے۔ ایک مہینہ تک صاحب فراش رہے اور ایرانیوں اور تورانیوں کی گالی گلوچ کا ہدف بنے۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے صحت پائی اپنی جدو جہد پھر شروع کردی اور ایک رات تو انتہائی بہادری دکھائی۔ دشمن کی ایک جمعیت کو جو چھپ کر ان کے مورچہ پر حملہ آور ہوئی تھی اکیلے مار بھگایا۔

فتح اللہ خاں کے علاوہ محمد امین خاں اور راجہ جے سنگھ نے بھی اس مہم میں بڑی شاندار خدمات انجام دیں۔ بہر حال یہ جدوجہد کامیاب ہوئی اور محصورین کے دل شکست ہو گئے اور انہوں نے جان کی امان پر قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔

یہاں بھی سرجدو ناتھ سرکار نے اپنی بلند ظرفی کا ثبوت دینے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں یہ قلعہ بھی رشوت کے بل پر فتح ہوا۔
اور خافی خاں کا حوالہ رقم فرما کر اپنے اس دعویٰ کو وزنی بنانے کی کوشش فرمائی ہے خافی خاں کے الفاظ ہیں:

وفتح اللہ خاں دست و پا میزد کہ شہپر آوردہ بزور بازو پرواز از خود را اندروں قلعہ انداز دو ہر کدام امرائے کار طلب سعی داشتند کہ کلید فتح قلعہ بوسیلہ سعی آں ہا بدست آید و ہر یک در قبول خرچ زر کلی از طرف خود جرأت پیش قدمی نمودہ رسل و رسائل درمیاں می آوردند باوجود شدت باراں شب و روز و عدم مدد طالع فتح اللہ خاں تردّدی کہ آں بہادر خالی نمودن زمین و پیش بروں نقب تا دروازہ قلعہ بخرج مبلغ ہائے کلی نمودہ بود ہمہ باطل وضائع گردید و بسبب بدست آوردن۔ ریونی پرس رام قلعہ دار دست و پا درباختہ برہمن ہائے چرب زباں را بوسیلہ شاہزادہ

بیدار بخت برائے پیغام عفو تقصیرات وقبول بعض التماس درمیان انداختہ بود۔ از محال طلبی او درجہ قبول نمی یافت۔ حتی روح اللہ خاں بخش وفضائل خاں خاناں بیوتات میاں جی شدہ مکرر اندرون قلعہ رفتند نداد و پادشاہ زادہ بقبول زیادہ طلبیہائے او نمی دار از کار بقبول مشہور شاہ زادہ وامرائے صاحب تردد بخفیہ مبلغ قلعدار انعام نمودہ قرار برین دادند کہ با جان وعیال و آبرو از قلعہ برآمدہ ملازمت نمایند۔[1]

اس عبارت کو پیش نظر رکھنے کے بعد سرجدوناتھ سرکار کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں:

کہ مغل فوج کے سرداروں پہ مصیبتوں کی خوفناک
برسات آن گری۔ رفتنوں متواتر اس کا
سلسلہ جاری رہا اور ختم ہونے میں ہی نہ
آتی۔ اس کے سبب مغل سرداروں میں
دوڑ شروع ہوئی کہ وہ کسی نہ کسی طرح
رشوت دے کر قلعہ پر قبضہ کرلیں۔ ان میں
سے ہر ایک نے پرسرام قلعدار کے پاس
اپنے خفیہ پیغامبر بھیجے اور بڑی بڑی رقمیں
رشوت میں پیش کیں اور مطالبہ کیا کہ قلعہ کی کنجی
ان کے سوا کسی دوسرے کو نہ دی جائے

---

[1] خافی خاں جزء ۲ ص: ۵۰۰

تاکہ سرکاری تاریخ میں ان کے نام جلی قلم
سے لکھے جائیں۔

خافی خاں کے اوپر کی عبارت اور سر سرکار کا یہ ترجمہ دیکھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوا کہ یا تو سر جدو ناتھ فارسی قطعاً نہ جانتے تھے یا ان کے کسی مددگار نے ان کو غلط ترجمہ کر کے دیا۔ یا پھر انہوں نے انتہائی بددیانتی سے کام لیا۔ خافی خاں کی عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اس کی رو سے امرائے لشکر میں مسابقت رشوت دے کر قلعہ پر قبضہ کرنے میں نہ ہوئی۔ یہ دوڑ قلعہ پر زور بازو قبضہ میں ہوئی۔ رشوت دے کر قلعہ حاصل کرنے میں کوئی دوڑ نہیں ہوئی۔

خافی خاں کے یہ الفاظ دوبارہ ملاحظہ فرمایئے۔

فتح اللہ خاں دست و پا میز در کرہ شہر بر آوردہ، بزور بازو و پرواز خود را اندروں قلعہ انداز د۔ و ہر کدام از امرائے کار طلب سعی داشتند کہ کلید فتح بسعی آں ہا بدست آید۔

یہ الفاظ خود آپ اپنی تشریح ہیں۔ فتح اللہ خان بزورِ بازو و پرواز، خود قلعہ میں کود ے۔ اس طرح دوسرے امراء اور ان کے ساتھیوں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کی جدوجہد۔ البتہ اس جدوجہد میں انہوں نے اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرنے میں بھی خوب خوب جرأت کی۔

آگے چل کر خافی خاں فرماتے ہیں کہ فتح اللہ خان اور ان جیسے بزرگوں نے جو تردد کیا وہ غارت ہوا۔ کیونکہ ریونی قلعہ پر شاہی فوج کے قابض ہو جانے کے سبب پرس رام قلعہ دار کے حواس کھو گئے تھے اور اس نے چرب زبان برہمنوں کو شاہزادہ

Marfat.com

بیدار بخت کے ذریعہ بادشاہ کے حضور بھیج کر معافی چاہی۔

اس مضمون کو خافی خان نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے،

بسبب دست اوردن ریونی پرس رام قلعہ دار دست و پا باختہ برمن ہائے چرب زباں را بوسیلہ شاہ زادہ بیدار بخت برائے پیغام عفو تقصیرات التماس درمیان انداختہ بود۔

فارسی زبان سے تھوڑا بہت واقف شخص بھی ان الفاظ کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور انہیں پڑھنے کے بعد فیصلہ دے سکتا ہے کہ جناب سرجدوناتھ سرکار نے کس قدر غلط بیانی یا جہل سے کام لیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب بادشاہ نے پرس رام کی یہ درخواست قبول نہیں کی اور وہ شرائط تسلیم نہیں کئے جو اس نے پیش کئے تھے تو شاہزادہ بیدار بخت نے اسے خفیہ طور پر کچھ رقم دے کر ان شرائط پر دست بردار ہونے پر راضی کرلیا۔

یہ قطعاً اور بات تھی مگر سرجدوناتھ سرکار نے جو کچھ لکھا اس کا منشاء مغل فوج کی برتری پر تھوکنے کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ پرس رام کو رشوت یا انعام دینے کی بات بھی خافی خاں نے یوں ہی بعض لوگوں سے سنی تھی۔ تصدیق شدہ نہ تھی۔

تصدیق شدہ بات صرف اس قدر تھی کہ پرس رام لشکر کی غیر معمولی جدو جہد سے تنگ آن کر قلعہ سپرد کرنے پر مجبور ہوا اور چونکہ لالچی تھا اس لئے کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔

صاحبِ مآثر عالمگیری نے بھی یہ قصہ دہرایا ہے۔

Marfat.com

ان کے الفاظ ہیں:

پرسرام بہ سرانجام چوں ایں ہمہ مستوجبات خانہ براندازی مشاہدہ کرد برہمنان برائے درخواست بعض ملتمسات وتفویض قلعہ بخدمت وکلائے پادشاہ زادہ فتح نصیب فرستاد۔

اور خاص طور پر اس بات پہ زور دیا ہے کہ پرس رام کی کوئی درخواست بجز اس کے قبول نہ ہوئی کہ وہ اپنی جانیں قلعہ سے سلامت لے جائیں۔ چند روز طریق پیام آوری وپیامبری بوساطت بخشی الملک روح اللہ خاں، افضال خاں بوتات کہ از حضور پر نور میر فتند درمیاں بود آخر ہیچ التماس غیر ازیں بدرجہ قبول جاگرفت کہ خود با محصوران جاں بدر برد

خط کشیدہ الفاظ غور طلب ہیں۔ صاحب مآثر عالم گیری کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ بادشاہ نے پرسرام کی کوئی شرط بجز اس کے کہ وہ اپنی اور محصورین کی جانوں کو سلامت لے کر قلعہ سے نکل جائیں قبول نہ کی تھی۔

اس کے مقابلہ میں خافی خاں نے جو شبہ وارد کیا ہے وہ محض ظنی ہے۔ انہیں خود اس شبہ کی صحت کا یقین نہ تھا۔ خود خافی خاں کی اپنی عبارت ظاہر کرتی ہے کہ پرس رام قلعہ خالی کرتے وقت بہت شرمندہ تھا اس لئے اس نے رات کے وقت باہر نکلنا مناسب سمجھا۔ وہ اپنا چہرہ دن کی روشنی میں لوگوں کو دکھا نہ سکا۔[۲] مآثر عالمگیری نے بھی اس بات کی تصدیق ہوئی ہے۔

در پردہ شب تاریک بدر شد[۳]

---

۱ مآثر عالم گیری، ۴۵ ۲ خافی خاں ۲ - ۵۱ ۳ مآثر عالمگیری، ۴۵

Marfat.com

اورنگ زیب کی شرافت و نجابت اور انسان دوستی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قلعہ کے باقی ماندہ محصورین کی تعداد گو کافی تھی مگر اس نے کسی سے کوئی تعرض یا مزاحمت نہ کی اور ان سب کے حال پر رحم فرمایا۔

اس کے مقابلہ میں اگر یہی تفوق یا غلبہ مرہٹوں کو حاصل ہوا ہوتا تو وہ ایک بھی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑتے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ ان لٹیروں نے شہروں پر چھاپے مارے اور عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا۔ اس وصف کے باوجود یہ جدوناتھ سرکار کے ممدوح ہیں اور اس لئے ہیں کہ وہ ہندو تھے، اور اورنگ معتوب ہے اس لئے کہ وہ مسلمان تھا۔ یہ بات یونہی بیچ میں آن پڑی، ہم کہہ یہ رہے تھے کہ کھلنا کی فتح رشوت کا نتیجہ نہ تھی، اورنگ زیب کے عزم پیہم اور غیر معمولی استقلال کے سبب ظہور میں آئی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کھلنا کے اس محاصرہ میں اورنگ زیب کی سپاہ نے بارش کا موسم کی بے اعتدالی اور خوراک کی کمی کے سبب بہت نقصان اٹھایا اور جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ کھلنا سے واپسی کے وقت پوری ہوگئی۔ گو اورنگ زیب نے فتح سے فراغت پاتے ہی فوج کو فوری واپسی کے احکام دے دیئے تھے۔ لیکن ابھی فوج درا ماہ میں سے گزر ہی رہی تھی کہ خوفناک بارش نے اسے آن گھیرا۔ ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ پھیل نکلی گزرگاہ پر کرنے والے پہاڑی ندی نالوں نے چلنا دوبھر کر دیا۔ اونٹ تو پاؤں ہلانے پر قادر نہ رہے تھے ہاتھیوں کی یہ حالت تھی کہ یوں چلتے تھے کہ ان کے جسم پر توانائی سے ہو گئے تھے۔ ناچار انسانوں نے ان کی جگہ لی۔ اور اپنے سروں پر تختہ وریخ

Marfat.com

سامان لاد کر آگے بڑھے ان میں سے کئی تند و تیز نالوں کی تندی و تیزی کی نظر ہوتے ۔ جو بچے وہ بھی قدم قدم چلتے آگے بڑھے ۔

صاحب مآثر عالمگیری اور خافی خاں نے اس واپسی کی بڑی دردناک تصویر کھینچی ہے ۔ رستہ کے خوفناک مصائب کے ساتھ ساتھ غلہ اس قدر گراں ہوگیا تھا کہ آٹا ایک روپیہ کا سیر ملتا ۔ اور چارہ تو بہت کم دکھائی دیتا ۔ غلہ کی اس گرانی کے علاوہ بارش کے سبب موسم حد سے زیادہ ٹھنڈا ہوگیا تھا ۔ بہت سے سپاہی اس ٹھنڈ کے سبب راہی ملک بقا ہوتے ۔ شاہزادوں اور بڑے امرا تک کی حالت غیر ہوگئی تھی ۔ خافی خاں کا بیان ہے کہ امیر الامرا اسد خاں تک کو کئی بار بے خیمہ کے راتیں بسر کرنا پڑیں ایک رات تو ان کے خدام نے چادریں تان کر ان پر سایہ کیا ۔

متواتر ساڑھے تین مہینے تک اس فوج نے نہ سورج چڑھتے دیکھا اور نہ چاند کی چاندنی ہی کا نظارہ کیا ۔ ہزاروں مصائب برداشت کرنے کے بعد یہ فوج کوئی ایک مہینہ دس دن میں پنہالہ پہنچ سکی ۔ یہاں پہنچتے ہی اس کی ہر تکلیف دور ہوگئی ۔ غلہ ، چارہ ، اور ہر وہ چیز پوری فراوانی سے ملنے لگی جس کے لئے فوج ترس گئی تھی ۔ اورنگ زیب کا عزم قابل ملاحظہ ہے کہ اتنے بڑے تکلیف دہ سفر کے بعد بھی وہ صرف پانچ دن پنہالہ میں رکا اور چھٹے دن ، پھر وہاں سے چل پڑا ۔ اور پندرہ ربیع الاول کو برگانو پہنچا ۔ جہاں ایک مہینہ تک رکا ، پھر آگے بڑھا اگرچہ خبریں آرہی تھیں کہ کشنا دریا ناقابل عبور ہورہا تھا پھر بھی اس کے عزم میں کوئی کمی نہ ہوئی ۔ اور اس نے کشنا کے کنارے پہنچ کر ہی دم لیا ،

Marfat.com

ماثرِ عالمگیری کی روایت کے مطابق مذکردہ کا فاصلہ سولہ دن میں طے ہوا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رستہ کتنا دشوار گزار تھا اور اس بوڑھے بادشاہ بادشاہ کو مرہٹوں کی خاطرکن پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا تھا اور ابھی پریشانیوں کا اختتام نہ ہوا تھا۔ دریائے کِشنا یا کرشنا کا عبور بجائے خود ایک بڑی پریشانی تھی، اس پریشانی پر بھی اس بوڑھے بادشاہ نے قابو پا لیا۔ اپنے سامنے فوج کے ایک ایک سپاہی کو کشتیوں میں لادا۔ کشتیاں کم تھیں اس لئے دس دن میں صرف آدھی فوج دریا عبور کرسکی۔ گیارہویں دن وہ خود سوار ہوا اور دوسرے کنارے پر پہنچا پھر باقی آدھی فوج بھی اتنے ہی دن میں دوسرے کنارے پر آئی کچھ دن یہاں رُک کر اورنگ زیب بہادر گڑھ کی طرف بڑھا رستہ میں قلعہ کنڈانہ کی تسخیر کا کام شروع کیا۔ کنڈانہ بھی اپنی مضبوطی اور غیر معمولی پختگی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ تین مہینہ تک فتح اللہ خاں اور ان کے ساتھی اس کی دیواروں سے لڑتے رہے لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ چوتھے مہینے البتہ محصورین کے دلوں میں محاصرہ کی طوالت و شدت نے بزدلی داخل کر دی اور انہوں نے مصالحت کی درخواست کی جو قبول ہوئی۔

خافی خاں کا بیان ہے۔ بادشاہ نے یہ قلعہ، قلعہ دار سے خریدا تھا چونکہ بارش کا موسم سر پر آ گیا تھا اس لئے بادشاہ نے اس دفعہ پونا کی راہ لی اور موسم برسات وہاں گزارا۔ یہ ۴۷ جلوس ۱۱۱۴ھ ہجری کا قصہ تھا۔ برسات کا موسم پونا میں گزارنے کے بعد اورنگ زیب نے قلعہ راج گڑھ کی تسخیر کا ارادہ کیا، حالانکہ خافی خاں اور ماثرِ عالمگیری کے بیانات کی رُو سے، اس علاقہ میں سخت قحط پھیل نکلا تھا اور غلہ کی گرانی غیر معمولی

Marfat.com

صورت اختیار کر گئی تھی، پھر بھی اورنگ زیب کے عزم میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ اور وہ ۱۲ رجب کو ادھر بڑھا۔ فوج کو پونا سے راج گڑھ پہنچنے میں وہ پریشانیاں نہیں اُٹھانی پڑیں جو پہلی مہموں میں اٹھائی تھیں۔ کوئی ۱۸ دن میں اورنگ زیب راج گڑھ کے نواح میں آیا۔ یہ ایک بہت اونچی پہاڑی تھی جو کوئی چوبیس میل کے رقبے میں پھیلی تھی اور جس کی بلندی کا صاحب مآثر عالمگیری کوئی اندازہ نہ کر سکے تھے بہرحال آسمان سے باتیں کرنے والے اس قلعہ کی تسخیر دوسرے قلعوں کی نسبت زیادہ آسان ہوتی۔ دو مہینے بھی گزرنے نہ پاتے تھے کہ تربیت خاں اور اس کے ساتھیوں نے اس کی پہاڑ صفت دیواروں میں چھید کر دیئے۔ محصورین نے گو دو مہینے دس دن تک مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی حالت دو مہینے میں ہی ناقابل بیان ہو گئی تھی بہرحال دو مہینہ اور دس مہینہ کی پیہم جدوجہد کے بعد آسمان کے اس مدمقابل قلعہ کے نگرانوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور خوف جان کی امان پا کر رات کے اندھیرے میں بھاگ نکلے[1]

عجیب بات ہے سر جدو ناتھ سرکار نے یہاں کسی رشوت کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ اورنگ زیب پر طعن کیا ہے کہ اس نے حالات کو نہ دیکھا، اور قحط پر نگاہ کی اور توقف کے بغیر فوج کو قلعہ تورنا کی طرف بڑھا دیا۔ قلعہ تورنا، راج گڑھ سے کوئی آٹھ میل یا چار کروہ کے فاصلہ پر تھا۔ شاہی فوج جیسے ہی وہاں پہنچی۔ تربیت خاں اور امین نے قلعہ کو توپوں کی زد پر رکھ لیا۔ اور حسب دستور بارودی سرنگیں کھود کر شہر پناہ کی دیواریں چھید ڈالیں۔ اور قلعہ پر بہت جلد قبضہ کر لیا۔

تورنا کی فتح کے بعد اورنگ زیب اپنی فوج کے ساتھ ایک بار پھر پونہ کی طرف

---

[1] خافی خاں مآثر عالمگیری ۴۸۵

Marfat.com

لوٹا اور پونا سے پچیس میل کے فاصلہ پر چھاؤنی ڈالی اور چھ مہینے تک آرام کیا کیونکہ اس سمت کے تمام مرہٹہ قلعوں پر وہ قابض ہو چکا تھا۔

اختتام

یہ مہم جو سر جدو ناتھ سرکار کے بیان کی رو سے ۱۷۰۰ء میں شروع ہوئی۔ ۱۷۰۳ء میں ختم ہوئی گویا چار سال اورنگ زیب نے صرف یہی کام کیا اور اس طرح مرہٹوں سے ان کے تمام بڑے قلعے چھین لیے۔ اس کے باوجود۔ کتنا بہت مشکل ہے کہ یہ سارے علاقے لڑاکا مرہٹوں سے خالی ہو گئے تھے گو سر جدو ناتھ سرکار نے بہت کوشش کی ہے یہ ثابت کرنے کی کہ اورنگ زیب اس مہم میں ناکام رہا لیکن وہ یہ وضاحت نہیں کر سکے کہ اورنگ زیب پر کسی مرہٹے رانا راجہ یا کسی اور کمانڈر نے فتح پائی۔ یہ بڑے قلعے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا مرہٹوں کے بہت ممتاز قلعے تھے اور یہی ان کے ہاتھوں میں باقی رہ گئے تھے۔ باقی تمام قلعوں پر اورنگ زیب کی فوج ۱۷۰۰ء سے پہلے قابض ہو چکی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان قلعوں کی فتح سے تمام مرہٹہ قوم مغلوب نہیں ہو گئی تھی۔ چھ سو میل لمبے ملک میں دور دراز جنگلوں اور پہاڑی تنگ نالوں میں چھپے مرہٹے پورے طور پر مسخر نہیں کئے جا سکتے تھے۔ یہ تسخیر کوئی آسان کام نہ تھی چھ سو میل لمبے بے شمار گھنے جنگل اونچی نیچی بے تکی پہاڑیاں، خوفناک غار، مسلسل برسات کچھ ایسے عناصر تھے جن پر کوئی غیر ملکی یا بیرونی حکومت اس وقت تک قابو نہ پا سکتی تھی جب تک وہ مذہب کی نہ ہو جاتی۔ یہ اورنگ زیب تھا جس نے بیس سال کی مدت میں اس قوم کی اجتماعی قوت توڑ دی، اگر

Marfat.com

اُسکی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اسے کامیابی نہ ہوتی۔

لوگوں نے اسے اورنگ زیب کی ضد سے تعبیر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ضد نہ تھی یہ اس کی ایک اجتہادی تعلّی تھی کہ اس نے اپنے بڑھاپے کے باوجود خود کو جوان سمجھ لیا تھا۔ اسے کچھ ایسا خیال ہو گیا تھا کہ زندگی اسے ایک لمبی مدّت تک دھوکہ نہ دے گی اور وہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک ایک ایک مرہٹے باغی کا سر نہ کچل لے گا۔

ہمیں اعتراف ہے کہ اورنگ زیب کی غیر معمولی قوتِ فیصلہ اور کبھی نہ تھکنے والی طبیعت نے اسے جوان بنا دیا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی عمر کوتاہ تھی، اس کی زندگی مختصر اور محدود تھی۔

سر جدو ناتھ سرکار اور ان جیسے دوسرے مورّخین ہزار چیخیں کہ اورنگ زیب نے اپنی ضد کے سبب اپنی زندگی کے بیس سال یوں ہی بے کار صرف کر دیئے لیکن یہ تو کوئی ان مرہٹوں سے پوچھتا جن کی پشت پر، یہ بوڑھا ایک خوفناک بلا بن کر مسلط ہوا تھا۔ کہ ان پر ان بیس سالوں میں کیا گزری تھی۔ سیواجی کا کیا بنا تھا اس کے بیٹے سنبھا، پھر راج رام اور خاندان کے دوسرے افراد پر کیا کیا مصائب ٹوٹے تھے، شاہو اور اس کے کئی بھائی بہنیں اور دوسرا خاندان اورنگ زیب کے آخری سانس تک اس کے ہاتھ میں قید رہا تھا۔

یہ قطعاً صحیح ہے کہ مرہٹہ سردار آزاد تھے جن میں پرس رام، رام چندر سنتا، دھنا، سندھیا اور ہنومنت، کرشنا ملیر زیادہ ممتاز تھے، پرسرام نے پنہالہ میں سخت شکست کھائی تھی، سنتا اورنگ زیب کے ایک سپہ سالار کے

Marfat.com

ہاتھوں مارا گیا تھا۔ البتہ رام چندر اور دھنا، اورنگ زیب کی اس آخری فتح تک زندہ سلامت تھے لیکن ان کی حالت کیا تھی اس کا اندازہ اس چیز سے کیا جا سکتا ہے کہ دھنیہ نے ۱۷۰۶ء میں اورنگ زیب کی ملازمت اختیار کرنے کی درخواست کی تھی جو منظور نہ ہوئی۔ اس طرح دو اور مرہٹہ سرداروں رانوجی اور بہارجی نے بھی یہ درخواست پیش کی تھی۔ اور یہ درخواست اس لئے پیش کی گئی تھی کہ جب اورنگ زیب کھلنا کا محاصرہ کئے پڑا تھا اس کے ایک سپہ سالار نصرت جنگ نے اپنی گشتی فوج کے ساتھ تقریباً تمام مہاراشٹر کو روند ڈالا تھا۔ دل کشا کے بیان کی رو سے نصرت جنگ نے آٹھ مہینے کی مدت میں کوئی چھ ہزار میل کی مسافت طے کی تھی اور مرہٹہ سرداروں دھنیہ اور اس کے ساتھیوں سے کئی بڑی لڑائیاں لڑی تھیں اور ہر لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی تھی بھیم سین مصنف دل کشا نے جو اس ساری مہم میں نصرت جنگ کے ساتھ رہا اپنی کتاب میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نصرت جنگ، پرندا، چار تمغہ، اسیح پور، نندر، ملونی اور بیدر کے میدانوں حتیٰ کہ گھنے جنگلوں تک میں جا گھسا اور مرہٹوں پر وہ قیامت توڑی جو کبھی اس سے پہلے ان پر ٹوٹی نہ تھی۔ پورے آٹھ مہینے تک لڑاکا مرہٹے برابر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے رہے، وہ گھنے جنگلوں میں چھپتے، وہ غاروں میں پناہ لیتے لیکن نصرت جنگ انہیں کہیں بھی چھپنے نہ دیتا۔ یہ پوری مدت سرسرکار کے یہ ممدوح مرہٹے، جان ہتھیلیوں پر نہیں قدموں میں رکھکر کبھی یہاں اور کبھی وہاں بھاگتے رہے وہ جنگلوں اور پہاڑوں کے رہنے والے تھے اسکتوں

Marfat.com

سے واقف تھے، مگر نصرت جنگ باوجود ان جنگلوں سے ناواقف ہونے کے ان کے پیچھے لگا رہا۔ اور یہ وہی تھا جس کی سرکوبی اور مزاج پرسی نے ان مرہٹوں کو اورنگ زیب سے بار بار رحم کرنے کی درخواست کرنے پر مجبور کیا تھا۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ راج رام کی بیوہ تارہ بائی اور اس کی سوکن اپنے نابالغ بچوں کو آخر وقت تک مرہٹہ تاجدار ظاہر کرتی رہیں لیکن ان کے بچے ایسے تاجدار تھے جن کے سروں پر تاج تو تھے مگر کوئی منظم ریاست نہ تھی یقیناً یہ صحیح ہے کہ دھنیہ، نمیہ، سندھیا، دادو، ملہار، رمبھا، نیم بالک جیسے مرہٹہ سردار، تارا بائی کے اب بھی پہلے ہی کی طرح سپہ سالار تھے وہ اس کے لئے لوٹ مار کرتے، ان کے ساتھ ہزاروں لٹیرے مرہٹوں کے جتھے تھے۔ وہ مغل سرحدوں پر حملے کرتے۔ وہ احمد آباد اور گجرات تک کے شہروں پر شب خون مارتے قافلے لوٹتے، یہاں تک کہ شاہی فوج کے عقب پر بھی کبھی کبھی آن گرتے[1]۔ لیکن ان کی حیثیت محض ڈاکوؤں کی تھی۔ بھیم سین نے ان کی بہادری، ان کی چستی وچالاکی اور شاندار شب خونوں کی بڑی تعریف کی ہے۔ سرکار نے بھی پورا زور لگایا ہے کہ وہ یہ ثابت کرسکے کہ ۱۷۰۲ء سے لے کر ۱۷۰۷ء تک کا زمانہ اورنگ زیب کی سیاسی ناکامی کا دور تھا اور مغل دکن میں، یہ مرہٹے سردار ہر طرف غالب نظر آتے۔ مگر اس ناکامی کو ظاہر کرنے کے لئے سرکار نے جو مثالیں دی ہیں وہ صرف یہ ہیں:

۱۔ اپریل ۱۷۰۶ء میں دھنیہ، نمیہ، سندھیا، دادو، ملہار، رمبھا مرہٹہ سردار

---

[1] تاریخ دل کشا ۲۲-۱ ۳۵-۱

کوئی پچاس ساٹھ ہزار مرہٹوں کو جمع کرکے شاہی چھاؤنی سے کوئی چار میل کے فاصلے پر آن پہنچے لیکن جب اورنگ زیب نے خان عالم کو ان سے بہت کم تعداد رکھنے والی فوج کے ساتھ ان کے مقابلے میں بھیجا تو وہ بھاگ نکلے

سرکار فرماتے ہیں:

کہ یہ فوج جو حملہ کے لئے بھیجی گئی بہت تھوڑی تعداد میں تھی، اتنی بھی نہ تھی کہ مرہٹوں کا اچھی طرح مقابلہ کر سکتی البتہ جب اس کو کمک مل گئی تو اس نے مرہٹوں کو سخت لڑائی کے بعد شاہی فوج کے تعاقب سے باز رکھا۔

سرکار نے ایک لمبی لڑائی لڑی ہے اور پھر مرہٹوں کو بھگایا ہے بہرحال مرہٹے بھاگے اس میں کوئی کلام نہیں کہ مرہٹوں کی یہ جرأت کافی بڑھی ہوئی تھی مرہٹوں کی اس جرأت سے ہم نے قطعاً انکار نہیں کیا لیکن اس جرأت کا انجام کیا ہوا یہ بھی ہم سے بہر حدونا تھ سرکار سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۲۔ دھنیہ اور اس کے ساتھیوں نے اورنگ آباد کے نواح میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا تو اورنگ زیب نے نصرت جنگ کو ان کی مزاج پرسی پر مامور کیا تھا۔ خود سر جدوناتھ کا بیان ہے کہ نصرت جنگ نے [illegible] سامان چھوڑ کر بہت تیزی کے ساتھ دھنیہ کے تعاقب [illegible] آگے بھاگ رہے تھے اور نصرت جنگ [illegible] پیچھے [illegible] پہلے، پھر اوپر تلے [illegible] پہنچ کر نصرت جنگ نے انہیں مارا [illegible] دھنیہ [illegible] کر کے بھاگ [illegible]

Marfat.com

نصرت جنگ لوٹنے مگر جیسے ہی انہیں خبر ملی کہ دہنیہ میرج کے آس پاس جا چھپے۔ اور جب ہر جگہ پہنچ کر نصرت جنگ نے انہیں مارا تو وہ بھیمہ ندی عبور کر کے چلا گیا ہے تو وہ پھر اس کے پیچھے پیچھے اور اسے پھر الٹے آگے بھگاتے پھرے۔ اس جد وجہد میں گو انہیں گو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن انہوں نے ہر جگہ مرہٹوں کو شکست دی۔

۳۔ ۱۸۰۰ء میں جب احمد نگر کے علاقہ میں مرہٹوں کی ایک اور جماعت لوٹ مار کرنے کے لئے تشریف لائی تھی تو محمد امین خان اس کے سر پر نازل کئے گئے، سرکار خود فرماتے ہیں:

کہ محمد امین نے ان کی خوب ٹھونکائی کی۔ ان سے بہت سامان چھینا وہ جب لوٹے تو ان کے ساتھ مرہٹوں سے چھینا ہوا بہت سا مالِ غنیمت بھی تھا۔

محمد امین نے جب دہنیہ کو مارا تو وہ برار اور خاندیش کی طرف بھاگا ادھر نصرت جنگ کی عملداری تھی۔ انہوں نے دہنیہ کی آمد آمد کی خبر سنی تو اپنا سامان میرج میں چھوڑ کر اس کی طرف لپکے۔ اور اسے بیجاپور کی طرف دوڑاتے کرشنا کے پار چھوڑ دیا۔

سرکار نے مرہٹوں کے اس وقت کے اقتدار اور سیاسی سربلندی کی ایک اور مثال پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں،

اس موقعہ پر تارا بائی مرہٹہ رانی نے دہنیا کو بھیجا کہ بہارجی چندپور کو گرفتار کر لائے۔ لیکن بہارجی چندپور نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ البتہ اس کی تمام

Marfat.com

جائداد اور جانور پکڑ لئے گئے۔ بہار جی نے اس ظلم کے
خلاف نصرت جنگ کی دہائی دی۔ اس نے نصرت
جنگ کے حضور پیش کش کی کہ اگر نصرت نے اسے
بچا لیا تو وہ شہنشاہ کے خدام میں شامل ہو جائے گا
نصرت جنگ نے یہ درخواست پا کر بھیاندی کو
عبور کیا اور دہنا کے تعاقب میں رائے چور سے
ہوتا ہوا تنگا بہارا کے کناروں پر آیا مگر دہنا
بہادر نصرت جنگ کے آنے کی خبر سنتے ہی
مسیور کی طرف بھاگ گیا۔

غور کیا جا سکتا ہے کہ دہنیہ بہادر جو اپنی ملکہ کے حکم پر بہار جی کو سزا دینے کے لئے آتے تھے۔ اس وقت گیدڑوں کی طرح دم دبا کر کچھ ایسے بھاگے کہ میسور سے ورے کہیں پناہ نہ لی اور یہ فرار خود سرکار کے الفاظ میں نصرت جنگ کی آمد کی خبر سنتے ہی اختیار کیا گیا تھا۔ اگر مرہٹے ایسے ہی جی دار اور غالب تھے تو یوں بھاگ اٹھنے کی عادت کیوں ڈال لی تھی۔

بڑے مہذب ملکوں اور حکومتوں میں ایسے ڈاکو موجود رہے ہیں، جو جنگلوں اور پہاڑوں کو کھوؤں میں بسیرا کرتے اور وقت بے وقت ڈاکے ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر یہ تو مرہٹے تھے۔ اور اورنگ زیب نے ان کے قلعے ان سے چھین کر انہیں جنگلوں میں رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ہمیں اعتراف ہے کہ اورنگ زیب اس چھ سو میل لمبے مہاراشٹر،

Marfat.com

کونکن اور کرناٹک کے جنگلوں اور پہاڑوں کو اکھاڑ کر پھینکنے پر قادر نہ تھا اور نہ کسی انسان کے بس ہی یہ بات تھی کہ آٹھ آٹھ نو نو ہزار فٹ بلند پہاڑوں اور کئی کئی میل لمبی چوڑی چٹانوں کو چند سالوں میں روئی کے گالوں کی طرح دھن سکتا۔ نہ جنگلوں میں آگ لگائی جا سکتی تھی اور جب تک جنگل موجود تھے جب تک پہاڑ! اور ان کی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں باقی تھیں، اورنگ زیب ان ڈاکوؤں کی پوری طرح سرکوبی نہ کر سکتا تھا۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں سرحدی قبائل پر جو بنوں اور کوہاٹ کے پہاڑی سلسلوں کے آس پاس آباد ہیں، کتنی مہذب حکومتوں نے لڑ کر فتح پانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکیں۔ اگر اورنگ زیب مرہٹوں کو ان جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپنے سے روک نہ سکا۔ تو آخر وہ اتنا قصوروار کیوں سمجھا گیا اور پھر اس پر حضرت سرکار سرجدوناتھ اور ان کے ہم خیال انگریزوں نے یہ طعن بھی فرمایا ہے کہ

> دکن کی تباہی انتہا کو پہنچ چلی تھی اور ثبوت میں ایک یورپین معاصر کا قول نقل کیا ہے جس نے احمد نگر سے اورنگ زیب کی واپسی پر وہاں کا سفر کیا۔
>
> یہ معاصر کہتا ہے کہ جب اورنگ زیب احمد نگر سے لوٹا تو سارے صوبوں کے کھیت ویران پڑے تھے۔ سارے علاقے درختوں سے بھر ہو گئے تھے۔ درختوں اور پودوں کی جگہ انسانی اور

حیوانی ہڈیاں نظر آتی تھیں۔ ملک پورے طور تباہ ہو چکا تھا۔ آبادیاں ختم ہو گئی تھیں نہ کہیں آگ نظر آتی اور نہ ہی روشنی دکھائی دیتی۔ چار چار دن کے سفر میں یہی کیفیت ہر جگہ نظر آتی۔

سٹوریا۔ جز ۴

۲۲۵ ۔ ص

سرجدوناتھ سرکار نے یہ شہادت نقل کرنے کے بعد گو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی متواتر فوج کشی سے سارا دکن برباد کر دیا تھا اور مرہٹوں کی کوئی بستی کہیں بھی آباد نہ رہنے دی تھی اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بات صحیح مان لی جائے کہ اورنگ زیب نے مرہٹوں کے اس ملک کو برباد ہی کر دیا۔ تو پھر تارا بائی، دھنیہ اور اس کے پچاس ساٹھ ہزار سپاہی کہاں رہتے تھے؟

غضب خدا کا سرجدوناتھ سرکار اور ان کے ہمنوا الیٹ مورخین یہ بات قطعی بھول گئے ہیں کہ اس بادشاہ کا [illegible] اورنگ زیب نہ تھا بلکہ یہ سب [illegible] مرہٹے تھے [illegible] اور کسی ضابطے کے پابند نہ تھے جو لوٹ مار کرنا اپنا معمول [illegible] کرنا اور عورتوں کی عصمت لوٹنا فرض سمجھتے تھے [illegible] [illegible] مرہٹوں کی لوٹ مار [illegible] فساد کی [illegible]

لطف کی بات یہ ہے کہ [illegible] مرہٹوں کی [illegible]

Marfat.com

وسعت ظرف کے ساتھ کیا ہے۔ یہ لڑائیاں راج رام کے زمانہ ہی میں شروع ہو چکی تھیں۔ یہ لڑائیاں سر جدو ناتھ سرکار ہی کے الفاظ میں اس لئے شروع ہوئیں کہ لٹیرے مرہٹہ سرداروں نے رام چندرا کے 'حلقہ لوٹ مار' کا احترام نہ کیا تھا۔ سرکار فرماتے ہیں :

اور جدھر کسی کا منہ اٹھتا، یا جہاں بھی کسی کو کسی مال کی خبر لگ جاتی یا کوئی غریب تجارتی کارواں کسی رخ سے آ جاتا نظر پڑتا یہ بہادر سورمے اور تہذیب انسانی کے یہ محافظ راجپوت اس پر ٹوٹ پڑتے اور اپنے لیڈر رام چند کی ہدایات کو فراموش کر دیتے۔

سرکار کہتے ہیں کہ :

لوٹ مار کے لئے رام چندرا نے اپنے جرنیلوں میں جو تقسیم کی تھی۔ اس کا احترام ہمیشہ نہ کیا جاتا وہ عموماً ایک دوسرے سے لڑائی کرتے اور یہ لڑائی محض لوٹ مار یا لوٹ مار کے علاقہ پر ہوتی۔[1]

یہ وہ لوگ تھے جن کا پیشہ محض لوٹ مار تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح لوٹ مار کے علاقے مقرر کر رکھے تھے اور دکن میں تباہی اور

---

[1] سرکار جز ۵ ۱۹۷

بربادی پھیلی وہ زیادہ تر ان ہی سورماؤں کا کرشمہ ومظہر تھی۔ یہی لوگ تھے جن کے باعث آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہوئیں۔ یہی تھے جنہوں نے دکن کی بستیوں کے چراغ بجھائے تھے جنہوں نے عورتوں کے سہاگ لوٹے تھے اور جن کے سبب وہ تباہی عام ہوئی تھی جس کی طرف اسٹوریا اور دل کشا نے اشارے فرمائے ہیں مگر بُرا ہو تعصب کا، یہ الزام ظالموں نے اورنگ زیب پر لگا دیا۔ اورنگ زیب نے یقیناً کوئی بیس سال تک دکن میں لڑائی کی آگ مشتعل رکھی ہم نے پیچھے اورنگ زیب کی فتوحات کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کیا ہے اس نے ۱۷۰۱ء سے لے کر ۱۷۰۵ء تک کئی قلعوں کے محاصرے کئے لیکن اس نے ان محاصروں کے دوران میں کوئی بستی نہیں جلائی، کسی نہتے پر ہتھیار نہیں اٹھائے یقیناً اس نے مضبوط قلعوں پر آگ برسائی۔ لیکن اسی وقت تک جب تک انہوں نے قلعوں سے جوابی آگ کا سلسلہ جاری رکھا یا شہر کے دروازے بند رکھے۔ اور جیسے ہی انہوں نے دروازے کھول دیئے اورنگ زیب نے ان کی جانوں کو امان دے دی قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا۔

سر جدو ناتھ نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے ایسے عالم میں اورنگ زیب پر یہ اعتراض قطعاً لغو اور جھوٹا ہے کہ دکن کی تباہی میں اس کا ہاتھ تھا۔ دکن کی تباہی کے تنہا ذمہ دار مرہٹے تھے کوئی دوسرا نہ تھا اور یہ کوئی قانون اور انصاف نہیں ہے کہ پہرہ داروں یا محافظوں کو تو مجرم قرار دیا جائے اس لئے کہ وہ چوروں کی سرکوبی کرتے ہیں مگر چور اور ڈاکو، قابل گرفت یا الزام نہ ہوں، اگر لوٹ مار کسی قانون میں جائز ہے تو یقیناً مرہٹے ملزم نہ تھے اور نگ زیب مجرم تھا، اور اگر لوٹ مار

Marfat.com

راہ زنی ہر تہذیب میں جرم سمجھی گئی ہے تو پھر سر جدو ناتھ سرکار اور ان کے ہمنوا مورخین نے مرہٹوں کی سرکوبی کو کیوں جائز نہیں سمجھا۔

ہم نے پیچھے سر جدو ناتھ سرکار اور دل کشا کے حوالوں سے چند مثالیں پیش کی تھیں کہ اورنگ زیب کے سپہ سالاروں نے دہلیہ اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب محض اس وقت کیا جب انہوں نے احمد آباد، گجرات، مالوہ اور ایلچ پور کے نواح میں لوٹ مار کی، نہتی بستیوں پر حملے کئے یا اسی قسم کی کوئی دوسری لغو حرکت کی، ہمیں دعویٰ ہے ہمارے پاس اس دعوے کی بے شمار شہادتیں موجود ہیں کہ اورنگ زیب اس وقت تک دکن نہیں آیا، اس وقت تک اس نے مرہٹوں پر توجہ نہیں کی جب تک انہوں نے مغل سرحدوں کو پامال کرنا شروع نہیں کیا، اورنگ زیب نے کسی وقت بھی آپ پہل نہیں کی۔

ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں اور خود سر جدو ناتھ سرکار کو معلوم ہے کہ مرہٹوں نے اورنگ زیب کو سب سے پہلے اس وقت چھیڑا جب وہ بیجاپور کی تسخیر کا کام کر رہا تھا۔ وہ کلیانی یا بیدر کا محاصرہ کئے تھا جب اسے خبر ملی کہ سیوا نے مغل سرحد کو پار کر کے مغل رعایا کو لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ خبر سننے کے بعد اپنے ایک فوجی سردار کو چار ہزار سپاہ دے کر اس کی مزاج پرسی کو بھیجا۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر سیواجی، اس مزاج پرسی کو کافی تصور کرتا۔ اور اپنے حدود سے تجاوز نہ کرتا تو اورنگ زیب کبھی بھی اس کے معاملات میں مداخلت نہ کرتا، ہم نے پیچھے اس موضوع پہ کافی کھل کر بحث کی ہے اور مثالیں دے دے کر واضح

Marfat.com

کیا ہے کہ سیواجی نے کبھی اپنے حدود کا احترام نہیں کیا۔ کبھی اپنے آپ میں نہ رہا۔ اس لئے اورنگ زیب کو اس کے خلاف فوجی کاروائیاں کرنی پڑیں۔ کوئی تیس سال تک برابر وہ خود اس ارادہ سے دکن نہیں آیا۔ لیکن جب مرہٹوں کی سرگرمیاں ۱۶۸۱ء میں حد سے بڑھ گئیں تو اس نے اورنگ آباد میں قدم رکھے۔ اگر سیوا اور اس کے وارث اس وقت بھی شریفانہ چلن اختیار کر لیتے تو اورنگ زیب کچھ دیر دولت آباد رہ کر دہلی واپس ہو جاتا۔ آخر مرہٹوں کے سوا اور لوگ بھی تو اس کی قلمرو میں رہتے تھے۔ خود مرہٹوں میں ایسے لوگ تھے جن کا چلن غیر شریفانہ نہ تھا۔ جو لوٹ مار سے پرہیز کرتے اور شریفانہ زندگی گزارتے۔ ہم سرجدوناتھ اور ان کے ہم نواؤں کو چیلنج کرنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ وہ ثابت کریں۔ کہ اورنگ زیب نے کسی ایک ایسے مرہٹے پر حملہ کیا جو لوٹ مار کا مجرم نہ تھا۔ وہ کوئی پیدائشی لڑاکا نہ تھا۔ یا اس کا صرف یہی مقصد تھا کہ بڑھاپے کے دنوں میں دکن آتا اور اپنی زندگی کے چھبیس سال (بارہ آٹھ) کے ان بے ہودہ جنگلوں اور انتہائی غیر دلچسپ پہاڑوں اور مہلک دلدلوں میں گزارتا۔

اس کی یہ ساری جدوجہد ایک بے رحم فاتح کی جدوجہد نہ تھی۔ اس غریب نے تو ہر موقع پر صلح کو لڑائی پر ترجیح دی تھی۔ ۱۶۶۲ء میں اس کی اور سیواجی کی جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے اور اس وقت ہوتا ہے جب سیواجی نے مغل علاقوں پر مستقل طور پر چھاپے مارنے شروع کر دئیے تھے۔ اس نے شائستہ خاں کو بھیجا کہ سیواجی کی مزاج پرسی کرے۔ شائستہ خاں نے شروع میں سیواجی کی خوب

Marfat.com

مزاج پرسی کی۔ لیکن آخر میں اس کی شرارت کا آپ ہی نشانہ بنا۔ اس کی جگہ راجہ جے سنگھ نے لی۔ یہ راجہ جے سنگھ تھا جس نے سیوا کو مغل دربار میں بھیجا۔ اور اس طرح اپنی طرف سے سیوا اور اورنگ زیب کے اختلافات دُور کرنے کی ایک مبارک کوشش نہ کی۔ لیکن سیوا کو لوٹ مار کی عادت تھی اسے شاہی دربار کا امن اور تہذیب پسند نہ آئی اور وہ وہاں سے بھاگ اٹھا یہ ساری تفصیل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں اس کا دُہرانا تحصیلِ حاصل کے مترادف ہوگا۔

مختصر یوں سمجھئے کہ ۱۶۶۳ء سے لے کر ۱۶۸۳ء تک کوئی بیس سال اورنگ زیب سیوا سے لڑنے کے لئے خود دکن نہیں پہنچا۔ اپنے سپہ سالاروں کو بھیج کر اس نے اس خطرناک مہم کو سر کرنا چاہا۔ لیکن یہ سر نہ ہوتی۔ اس کے اسباب کیا تھے۔ خافی خاں کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے سپہ سالار ایماندار نہ تھے۔ انہوں نے سوائے چند کے پوری دیانتداری نہیں برتی، مگر ہمارے خیال میں یہ الزام کچھ زیادہ صحیح نہیں ہے۔ جے سنگھ نے جب سیوا پر حملہ کیا تو اس نے صرف چند مہینوں کے اندر سیوا کو رام کر لیا تھا لیکن چونکہ ۱۶۸۲ء تک متواتر بیس سال کی مہلت نے اسے ایک بڑا راجہ بنا دیا تھا اور اس نے اپنی حالت کچھ ناقابلِ تسخیر بنالی تھی۔ اس لئے مغل سپہ سالاروں کو بڑی دشواریاں پیش آئیں اور یہی سبب تھا کہ اورنگ زیب خود دکن پہنچا اور مرہٹوں کی مزاج پرسی کا کام اپنے ذمہ لیا اور چوبیس سال متواتر

لے۔ خافی خان جز ۲ ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳،

Marfat.com

لڑتے رہنے کے باوجود لڑاکا مرہٹوں کے وجود کو پورے طور پر ختم نہ کر سکا۔

بہر حال یہ امرِ واقعہ ہے کہ مرہٹوں کی یہ لڑائی ان کی چھیڑی ہوئی تھی محرک وہ اور صرف وہ تھے۔ اس لئے اس تباہی و بربادی کے مجرم بھی وہی تھے جو اس لمبی لڑائی کے سبب دکن پر نازل ہوئی تھی ؛

Marfat.com

Marfat.com

راجپوت

Marfat.com

Marfat.com

راجپوت

اورنگ زیب کے جرائم میں انگریز اور ہندو مورخین کے نزدیک ایک بڑا جرم یہ بھی تھا کہ اس نے مرہٹوں کی طرح راجپوتوں سے بھی جان بوجھ کر اپنے مذہبی تعصب کے سبب بگاڑ پیدا کیا۔ اور نہ صرف ان کی ریاستیں ان سے چھنیں، ان کے ایمان لوٹے، ان کے گھر برباد کئے اور ان سے زندہ رہنے کا حق چھیننے کی مسلسل جدوجہد کی۔

انگریز اور ہندو مؤرخین کہتے ہیں کہ اگر اورنگ زیب مذہبی تعصب سے کام نہ لیتا تو ان راجپوتوں سے کبھی نہ الجھتا، جو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے بازوئے شمشیر زن تھے۔ اور جن سے مغل فوج کی برتری کا دامن بندھا تھا۔

ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ اورنگ زیب کے پردادا، دادا اور باپ کی فوج میں راجپوتوں کی ایک بڑی جماعت ہمیشہ شامل رہی۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اورنگ زیب کے آباؤ اجداد نے ان راجپوں کو خود سے قریب رکھنے

Marfat.com

میں بڑی دانائی اور حکمتِ عملی برتی لیکن ہمارے نزدیک خود اورنگ زیب بھی ہمیشہ یہ انتہائی کوشش کرتا رہا کہ راجپوت اس سے خوش رہیں اس نے خود راجپوتوں کو تلوار سے جیتنے کی بجائے محبت و پیار سے خود سے وابستہ کرنا چاہا، اگر اسکی حکمتِ عملی یہ نہ ہوتی تو وہ راجپوتوں کی بڑی سے بڑی غلطیوں کو کبھی نظر انداز نہ کرتا، اور اپنے عہدِ حکومت کے متواتر پندرہ سال تک ان سے محبت و نرمی کا سلوک نہ کرتا، مگر اس سلوک کے باوجود خود راجپوتوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی کیفیت کیا تھی۔ اس کا اندازہ راجپوتوں کے سب سے بڑے راہنما راجہ جسونت سنگھ کے کردار سے لگایا جاسکتا ہے۔

راجہ جسونت سنگھ وہی راجپوت راجہ ہے جس نے اورنگ زیب کی سیاسی جدوجہد کو ناکام بنانے کی سب سے پہلی اور موثر کوشش کی تھی۔ یہ اور اس کے تین ہزار ساتھی دارا کے خاص رفقائے کار میں سے تھے اس نے اورنگ زیب اور مراد کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے دارا کو اپنی خدمات پیش کی تھیں اور دہلی سے چل کر اجین پہنچا تھا کہ اورنگ زیب اور مراد کو آگے بڑھنے نہ دے، اورنگ زیب اور مراد کی سب سے پہلی لڑائی اسی جسونت سنگھ سے ہوئی تھی[1]۔ ہم اس لڑائی کی تفصیل پیچھے عرض کر چکے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے اس سب سے بڑے اور پہلے دشمن کو اس وقت پھر اپنے سینہ سے لگا لیا جب جے سنگھ اور دوسرے ہمدردوں نے اس کی سفارش کی اور اسے گجرات کی صوبیداری کا پروانہ دینے کا وعدہ کیا۔

---

[1] ماثر عالمگیری ۵ - خافی خاں جز دوم ۱۶، ۱۸ عالمگیر نامہ عاقل خاں رازی۔ [2] ٹوڈ جز ۲ ، ۴۴

Marfat.com

گو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت جب اورنگ زیب نے جسونت پر عنایات کیں، دارا ابھی میدان میں موجود تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اورنگ زیب کا مسلک یا حکمتِ عملی، نرم روی پر مبنی نہ ہوتی تو وہ جسونت سنگھ کو معاف کیوں کرتا۔ دارا کی طرح سے اپنا نشانہ کیوں نہ بناتا۔ ٹوڈ نے اور اس طرح سرکار نے اورنگ زیب پر طعن کیا ہے۔ کہ اس وقت بھی، اورنگ زیب کو جسونت سنگھ کی مدد کی ضرورت تھی اور وہ دوسرا محاذ کھولنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان دوسرے محاذوں سے بچنے کے لئے راجپوتوں پر عنایات کی بارش کریں۔ تو قابل تعریف کیوں ٹھہرتے ہیں، اور اورنگ زیب انہیں ایسا کرتے وقت مشتبہ کیوں نظر آتا ہے۔

حقیقت صرف اتنی ہے کہ اورنگ زیب بھی ویسا ہی روادار تھا جیسے کہ اس کے آباؤ اجداد تھے اور جسونت سنگھ سے اس کا سلوک اسی رواداری اور وسعتِ ظرف کے سبب تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ جسونت سنگھ کو، اس کی پے درپے غداریوں اور فریب کاریوں کے باوجود، بڑے بڑے عہدے نہ دیتا۔ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ راجہ جے سنگھ نے جب جسونت سنگھ کی پہلی بار سفارش کی تھی، اس کے بعد، جسونت سنگھ نے کم سے کم سات بار کھلے ہوئے دھوکے کئے وہ متواتر پندرہ سال تک اورنگ زیب کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کرتا رہا، مگر اورنگ زیب نے اس کو کبھی سزا نہ دی پہلی بار اس نے اس وقت دھوکا کیا تھا جب شجاع اور اورنگ زیب کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پڑی تھیں اور قوت و طاقت کے لحاظ سے قریب

Marfat.com

قریب برابر ہی تھیں۔ جسونت سنگھ نے عین اس وقت غداری کی اور شاہی فوج کا ساتھ چھوڑ کر ہی نہیں سلطان محمد کے خیموں کو لوٹتا اور ترتیب لگاڑتا ہوا پیچھے ہٹ گیا[1]

یہ معمولی دھوکہ نہ تھا اور اگر اورنگ زیب کی جگہ شاہجہان، جہانگیر حتی کہ اکبر بھی ہوتا۔ تو وہ اس غداری کا بڑے سے بڑے نتائج سے مقابلہ کرنے کے باوجود کبھی معاف نہ کرتا۔ مگر اورنگ زیب نے اسے معاف کیا اور نہ صرف معاف کیا بلکہ دکن کی نائب صوبیداری عطا کی۔

دکن کی پہلی صوبہ داری کے زمانہ میں، اس نے ایک بار اور ایسی ہی خطرناک غداری کی اور سیواجی سے جو اورنگ زیب کا کھلا ہوا دشمن تھا، خفیہ طور پہ ساز باز کرلی۔ اور اس وقت جب شائستہ خان امیر الامراء نے سیوا کو ایک طرح سے پوری شکست دے دی تھی، شاہی فتح کو مضحکہ خیز بنا دیا۔

ہم نے پیچھے ماثر الامراء کے حوالے سے اس واقعہ کی پوری تفصیل دی ہے یہاں صرف اشارہ مقصود ہے۔ پونہ میں سیوا اور اس کے ساتھیوں کو خفیہ طور پہ لانے والا یہی جسونت سنگھ تھا۔ شائستہ خاں نے دوسرے دن راجہ جسونت سنگھ پر چوٹ بھی کی تھی[2]

پھر یہ جسونت سنگھ ہی تھا۔ جس نے دکن کے زمانہ میں، شاہی سپہ سالاروں کو آپس میں لڑایا، ان کی ذلت کا ہر سامان کیا اور انہیں بادشاہ کی

---

[1]۔ عاقل خاں رازی، خافی خاں جز ۲

[2]۔ ماثر الامراء، جز ۲۔ شائستہ خاں۔

Marfat.com

نظروں سے گرانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ پھر یہ وہی تھا جس نے شہزادہ معظم کو باپ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا پورا یقین دلایا[1]

پھر یہ وہی تھا جس نے دکن کی صوبیداری کے زمانہ میں سیواجی کو خفیہ طور پر پوری مدد دی۔ اور اس کی گری ہوئی قوت کو سنبھالا دے کر اسے اورنگ زیب کا مدِمقابل بنادیا۔ یہ وہی تھا جس کی شہ پر سیوا سورت بندر پر حملہ آور ہوا اور اسے بری طرح لوٹا[2] یہ امر واقعہ ہے کہ جسونت سنگھ جتنی مدت دکن میں رہا سیوا کی سرپرستی کرتا رہا۔ یہ وہی تھا جس کی خفیہ مدد کے سبب، سیوا کو شکست نہ دی جاسکتی تھی۔

مگر اس کی اس حرکت کے باوجود اورنگ زیب نے اس سے قطع تعلق پسند نہ کیا اور نہ اسے سزا دی۔ آخر وقت میں جب وہ جمرود کا گورنر تھا۔ اور موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی، اس نے اورنگ زیب پر، ایک اور خطرناک وار کیا، اور ست نامی تحریک کی محض سرپرستی ہی نہیں کی، اپنے ماننے والے راجپوت زمینداروں کو بغاوت کر دینے کی صلاح دی۔

یہ تو الگ بات تھی کہ بادشاہ نے اس تحریک کو پوری سختی سے دبا دیا ورنہ راجہ نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

عجیب بات ہے کہ جس شخص نے جیتے جی اورنگ زیب کو پریشان رکھا، اس نے مرنے کے بعد اس کے لئے ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا۔

---

[1] ماثر عالمگیری ۱۰۰ ٹوڈ جز ۲ ۴۶

[2] برنیر ۱۹۰، خافی خان جز ۲، ۲۲۲۔ ٹوڈ ۲، ۴۶۔ تاریخ دلکشا ۲۵

Marfat.com

خافی خاں اور ماثرِ عالم گیری کے بیانات کے مطابق، جسونت سنگھ کی موت کے وقت، اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ البتہ اس کے وفادار ساتھی دونوں رانیوں کے ساتھ جب جمرود سے لاہور آئے تو انہوں نے ان رانیوں کے ہاں دو بچوں کے پیدا ہونے کی خبر عام کی، یہ دونوں بچے مصنوعی تھے یا حقیقی، یہ بات ثابت نہیں کی جا سکی۔ ہندو روایتیں ان بچوں کی صداقت پر ایمان رکھتی ہیں، مگر اورنگ زیب کو شبہ تھا اور لازمی بات تھی کہ وہ اس شبہ کو دُور کرنے کا حق رکھتا تھا، مگر جب اس نے ان رانیوں اور مرہٹوں کو ان بچوں سمیت دہلی آنے کی دعوت دی تو وہ تین مہینے تک لیت و لعل کرتے رہے۔

خافی خان اس داستان کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

راجہ کی وفات کے بعد اس کے خدام خاص یا معتمدان اپنی بے وقوفی کے سبب راجہ کے دو خورد سال بچوں اجیت سنگھ اور دلتھمن (جو آخر عمر میں پیدا ہوئے تھے) اور رانیوں کے ساتھ بادشاہ کی اجازت یا صوبہ دار کی رضا حاصل کیے بغیر حضور میں روانہ ہوتے جب دریائے اٹک کی گزرگاہ پر پہنچے اور امیر بحر نے ان کے پاس راہ داری نہ ہونے کے سبب ان کو آگے بڑھنے سے روکا تو وہ اس سے لڑے، مارکٹائی کی، امیر بحر کو اور اس کے ساتھیوں کو مارا زخمی کیا اور زبردستی دریا عبور کر کے آگے بڑھے۔ دارالخلافہ کے قریب پہنچے تھے کہ بادشاہ کی طرف سے (جس کے دل میں متوفی راجہ کی حرکاتِ ناشائستہ کا اور ان راجپوتوں کی شوخی کے سبب غبار موجود تھا) حکم ملا کہ شہر کے قریب طرفِ بارہ پل قیام کریں، کوتوال کے ذمہ یہ خدمت لگائی گئی کہ وہ منصب داروں کی جمعیت کے کچھ

Marfat.com

آدمیوں کو اپنی سپاہ اور توپخیوں کے ساتھ ان کی نگرانی کرے کچھ دن گزرے تھے کہ کچھ راجپوتوں کی طرف سے درخواست حضور میں پہنچی کہ وطن جانے کی اجازت ملے۔ بادشاہ نے مصلحت کے پیش نظر ان کی درخواست قبول کر لی۔

اس دوران میں راجپوتوں نے راجہ کے دو بچوں کے ہم عمر دو اور بچے تلاش کئے اور چند باندیوں کو رانیوں کا لباس پہنایا۔ اور بڑی احتیاط اور رازداری کے ساتھ انہیں اپنے خیمہ میں رکھا۔ پھر اصل رانیوں کو مردانہ لباس پہناتے اور راجہ کے دو عمدہ ملازمین اور جانباز راجپوتوں کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر رات کے وقت، اپنے وطن کی طرف یلغار کی۔

خافی خاں کے الفاظ ہیں :

وقت شب سوار نمودہ ، دو عمدہ نوکر راجہ با جمعی از راجپوتاں جان باز با خود گرفتہ بطریق ویلغار راہ وطن اختیار نمودند۔

گو انہیں جانے کی اجازت مل چکی تھی لیکن چونکہ ان کے دل میں کھوٹ تھا اس لئے انہوں نے احتیاطاً ایک دو معتمد سرداروں کو ایک خاص شائستہ اور جرأت پیشہ جمعیت کے ساتھ پیچھے چھوڑا کہ اگر ان کے فرار کی خبر جلد افشا ہو جائے اور اصل راز کھل جائے اور شاہی فوج تعاقب کا قصد کرے تو وہ ایک دو پہر اس کا راستہ روک کھڑے ہوں۔

مگر ایسا موقعہ پیش نہ آیا، دو تین پہر گزرنے کے بعد یہ خبر جھوٹ سچ سے ملی ہوئی بادشاہ تک پہنچی، اس نے چند معتمدین کو حکم دیا، اصل کیفیت معلوم کریں۔ ان لوگوں نے خبر دی کہ رانیاں اپنے بچوں کے ساتھ موجود ہیں۔ حکم ہوا

Marfat.com

کہ پورا خاندان محل کے اندر داخل کر دیا جائے، راجپوتوں نے اس حکم کو نہ مانا اور باندیوں کے ساتھ مل کر (جو بہادر سپاہیوں کی طرح لڑیں) شاہی فوج سے جنگ کی اور جانبازی اور شرطِ فدویت قدیم کا حق ادا کرنے کے لئے خوب لڑے۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ کچھ نے راہ فرار اختیار کی، گو رانیوں کے فرار کا ثبوت نہ مل سکا تھا تاہم بعض اہل غرض نے یہ چاہا کہ بچوں کو بھی بھگا دیا جائے۔ لیکن آخر میں میر وزیر کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ بچے گرفتار کر لئے جائیں۔ شاہی فوج راجپوتوں کے تعاقب میں کئی کروہ تک گئی مگر ان کا کوئی سراغ نہ پا کر واپس آ گئی اور بچوں کو ان کی خادموں کے ساتھ محل میں داخل کر دیا۔ جہاں وہ شاہی بیگمات کے حجلہ عصمت میں پرورش پانے لگے[۱]

یہ خافی خاں کا بیان ہے۔ ماثر عالمگیری کا بیان اس سے کسی قدر مختلف اور زیادہ صحیح ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ راجہ جسونت سنگھ کا انتقال جب کابل میں ہوا۔ تو ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی "پسرے نداشت" ان کی موت کے بعد ان کے نوکر معتمد، سونک رکھ ناتھ داس بھٹی اور درگا داس راٹھور نے بادشاہ کے حضور عرضداشت پیش کی کہ راجہ کی ذو بویاں چونکہ حاملہ تھیں لاہور پہنچ کر انہوں نے ایک ایک بچہ جنم دیا ہے اس لئے انہیں ان کے باپ کا منصب و راج عطا کیا جائے۔

بادشاہ کی طرف سے اس عرضداشت کے جواب میں حکم ہوا کہ ان ہر دو

[۱] خافی خاں جز ۲، ۲۶۰

Marfat.com

بچوں کو درگاہ میں پیش کیا جائے، جب دونوں سنِ تمیز کو پہنچ جائیں گے تو انہیں ان کے باپ کا منصب و راج مِل جائے گا۔

یہ گروہ بادشاہ کے اس فرمان کے بعد، لاہور سے شاہجہان آباد آیا اور اپنی التماس میں بڑے مبالغہ و خوشامد سے کام لیا، ابھی اس خوشامد کا سلسلہ جاری تھا کہ دو بچوں میں سے ایک بچہ اس دُنیا سے چل بسا اور باپ سے جاملا بادشاہ کی خدمت میں اس بچے کی موت کی خبر کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی پہنچی کہ یہ لوگ دوسرے بچے اور دونوں ماؤں کو لے کر راہِ فرار اختیار کرنے کو ہیں اور ان کا مقصود یہ ہے کہ جودھ پور پہنچ کر بغاوت کر دیں۔

سولہ جمادی الآخر کو بادشاہ نے حکم صادر فرمایا کہ مہاراج کی دونوں بیویوں کو جو حویلی روپ سنگھ راٹھور میں قیام فرما تھیں۔ ان کے بیٹے کے ساتھ، نورگڑ کے محل میں ٹھہرایا جائے۔ فولاد خان کوتوال، سید حامد خان، حمید خان پسر داؤد خان، کمال الدین خاں پسر دلیر خان اور خواجہ میر کو حکم ملا کہ سلطان محمد مرحوم کے رسالہ کو ساتھ لے کر ان لوگوں کو اس فاسد ارادہ سے باز اور اس بات پر نظر رکھیں کہ یہ بھاگنے نہ پائیں۔ اور اگر وہ سرکشی سے کام لیں تو ان کی تنبیہہ کریں۔

مآثرِ عالمگیری کے بیان کے مطابق ترغیب و ترہیب سے کوئی فائدہ نہ پہنچا راجپوت شاہی رسالہ سے لڑے، خوب کشت و خون ہوا اور آخر میں وہ دونوں رانیوں کو جو مردانہ لباس پہنے ان کے ہاتھ ہو کر شاہی رسالہ سے لڑ رہی تھیں، قتل کر کے بڑی سراسیمگی اور فرطِ اضطراب میں بھاگ اُٹھے۔ بھاگنے سے پہلے انہوں نے دوسرے بیٹے کو ایک شیر فروش

Marfat.com

ہاں چھپا دیا تھا۔

اسے وہ وہیں چھوڑ گئے تھے۔ فولاد خاں کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو وہ اس بچہ کو وہاں سے لے کر بادشاہ کے حضور پہنچے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی کنیزوں کو جو اس لڑائی میں گرفتار ہوئی تھیں بلا کر بچہ کی شناخت کرائی جائے، کنیزیں بلائی گئیں انہوں نے تصدیق کی یہی اصل بچہ ہے۔

صاحب ماثرِ عالمگیری کہتے ہیں کہ اس تصدیق کے بعد:

در محل نگاہ داشتہ۔ حضانت و کفالت سرکار ملکہ زماں شاہزادہ جہاں زیب النساء بیگم تفویض یافت و بہ محمدی راج موسوم شد،

یہ بیان، ان دو مسلمان مؤرخین کا ہے جو اس دور کے حالات میں سب سے بڑی سند سمجھے جاتے ہیں، ماثرِ عالمگیری چونکہ سرکاری روئیداد تھی، اس لئے اس کی صحت پہ خافی خاں کی نسبت صاحب ماثرِ عالمگیری کے بیان پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

یوں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خافی خاں کے بیان کے حصہ کی تائید منوسی نے بھی کی ہے۔ منوسی کہتے ہیں۔

جب راجپوت دہلی پہنچے، تو انہوں نے سنا کہ بادشاہ کی طرف سے انہیں صلہ ملنے کی بجائے قتل کرنے کے منصوبے ہو رہے ہیں تو وہ رات کی تاریکی ہی میں بھاگ اٹھے اور ڈیڑھ سو سواروں کو بارہ پایہ پل پہ متعین کر گئے ان کو حکم ملا تھا کہ جو کوئی آگے بڑھنے اور چھوٹے راجوں کو پکڑنا چاہے اس سے لڑیں۔ صبح ہوئی تو اورنگ زیب کو معلوم ہوا کہ راجہ بھاگ

Marfat.com

اٹھاہے اس نے فوراً ایک جمعیت تعاقب اور گرفتاری کے لئے بھیجی لیکن ڈھائی سو راجپوتوں نے گزرگاہ کی مدافعت بڑی بہادری سے کی اور جس نے بھی آگے بڑھنا چاہا اسکی رکاوٹ کی، دونوں طرف سے آدمی مارے گئے لیکن کوئی آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ اور یہ راجپوت اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

بہر حال منوسی، خافی خاں، اور صاحب ماثر عالمگیری اس باب میں متفق ہیں کہ راجپوتوں نے شاہی فوج سے سخت مقابلہ کیا، سر جدو ناتھ سرکار نے بھی اس بات کی تائید کی ہے البتہ سر موصوف نے اپنی عادت کے مطابق راجپوتوں کو بہادر اور شاہی فوج کی بزدلی ظاہر کرنے میں بھی دلچسپی لی ہے سر موصوف کے بیان میں :

ان بہادر راجپوتوں نے شاہی فوج کا مقابلہ
کر کے حق نمک ادا کیا تھا اور اپنے مرحوم
آقا کے خاندان کی عزت و آبرو پر قربان ہو کر
خود کو شہدائے کرام میں داخل کر لیا تھا۔

سرکار کا یہ بھی خیال ہے کہ شاہی فوج نے ترغیب و نصیحت سے اس لئے کام لیا تھا کہ وہ بزدل تھے۔ کہ وہ موت سے محبت کرنے دنے والے راجپوتوں کو چھیڑنے سے ڈرتے تھے۔

سرکار نے جسے فوج کی بزدلی سے تعبیر کیا ہے اسے شاہی حکم تھا۔
ماثر عالم گیری کے الفاظ ہیں :

Marfat.com

تعین شدہا بہ موجب فرمانِ واجب الاذعان کاربند گشتہ بلوازم اندوز و نصیحت از ترغیب و تربیت پرداختہ۔

بہر حال یہ ایک ضمنی بات تھی قصّہ صرف اتنا ہے کہ راجپوتوں نے لڑائی کی۔مرے مراتے۔ اگر یہ لڑائی، اکبر یا جہانگیر یا شاہجہان کے زمانہ میں لڑی گئی ہوتی، تو اس کے نتائج بہت زیادہ خطرناک ہوتے مگر اورنگ زیب نے جسے متعصب کہنے کی عادت انگریزوں کو بھی تھی اور ہندوؤں کو بھی اسے بہت معمولی سمجھا، البتہ اجیت سنگھ کو محل میں رکھ لیا، کہ اس کا جودھ پور بھیجنا سیاست کے منافی تھا۔

یہ حقیقتاً اجیت تھا یہ نہ تھا ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں، ماثرِ عالمگیری کے بیان کی رو سے یہی اصل بچہ تھا۔ سرجدوناتھ سرکار نے اسے اصل بچہ تسلیم نہیں کیا۔ البتہ یہ الزام ضرور وضع کر لیا کہ اورنگ زیب نے اسے زبردستی مسلمان بنا لیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ چھ مہینے کی عمر کے اس بچہ کے اسلام کے معنیٰ کیا تھے۔ اورنگ زیب اتنا احمق نہ تھا کہ ایک ایسی بے کار بات کرتا البتہ یہ قطعاً صحیح ہے کہ زیب النساء نے اسے جب پالنا شروع کیا تو اس کا نام محمدی راج رکھا۔ یہ مشترک قسم کا نام آج بھی بعض ہیچ بچ کے لوگ رکھ لیتے ہیں۔ مثلاً ممتاز شانتی، راج منصور،

زیب النساء نے اگر ایک ہندو بچے کا نام اس طرح کا مشترک رکھدیا تھا، تو اس کے معنے یہ نہ تھے کہ اسے اسلام کا بپتسمہ دے دیا گیا تھا، اورنگ زیب کا یہ فعل ایک انسانی اور شریفانہ فعل تھا، مخالفین نے اسے بھی غلط معنیٰ پہناتے

Marfat.com

اورنگ زیب کی خواہش

حقیقت صرف اتنی ہے کہ اورنگ زیب نے اس بچے کو اپنے محل میں پرورش کرنے اور تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت محض اس لئے محسوس کی تھی کہ اس بچے کے باپ راجہ جسونت سنگھ نے پوری عمر غدّاری سے کام لیا تھا۔ اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ یہ بچہ اس کے محل میں پرورش پانے کے بعد جب جوان ہو اور وہ اسے جودھ پور کی گدی سونپے تو جودھ پور اس کے خلاف بغاوت نہ کر سکے۔

اور یہ خواہش اکبر، جہانگیر اور شاہجہان بھی کر چکے تھے نہ صرف خواہش کر چکے تھے بلکہ عملاً جودھ پور اور دوسری راجپوت ریاستوں پر جبراً قبضہ بھی کیا تھا، اکبر نے چتوڑ میں جو لڑائی لڑی تھی وہ تاریخ کی ایک بڑی لڑائی ہے۔ ہم اس کی تفصیل پیش نہیں کریں گے۔ صرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ اکبر تھا جس نے چتوڑ کے راجہ کو بڑی سخت شکست کی تھی اور اس کی اکڑی ہوئی گردن میں تلوار کے زور سے جھکاؤ پیدا کیا تھا۔

پھر جب اس کی جگہ جہانگیر نے لی۔ تو اس نے از سر نو اس مہم کو سر کیا شہزادہ خرم، اس مہم کے نگران بنائے تھے اور انہوں نے نہ صرف چتوڑ کو ایک بار اور فتح کیا۔ پورے میواڑ کو الٹ دیا، اور اس طرح میواڑ کی یہ ریاست محبت سے نہیں تلوار سے مغل حدود میں شامل کی گئی البتہ شاہجہان کا زمانہ ان راجپوتوں سے دوستی کا زمانہ کہا سکتا ہے۔ ان میں سے اکثر کے رانے اور

Marfat.com

راجے شاہی منصب دار تھے، اورنگ زیب کی حکومت کے پہلے پندرہ سال تک یہ دوستی قائم رہی۔ اور جیسے کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ اورنگ زیب خود ہر قیمت پر اس دوستی کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے جسونت سنگھ کے جرائم کو ہمیشہ اس خواہش کی بنا پر معاف کیا اگر اسے الجھاؤ پیدا کرنا مطلوب ہوتا تو وہ جسونت سنگھ کی غلطیوں کو کبھی معاف نہ کرتا۔ اور انتہا تو یہ ہے کہ اس نے اس کی موت کے بعد اس کے ساتھی راجپوتوں کی لغزشوں پر انہیں محض اس لئے سزا نہ دی تھی کہ وہ کوئی الجھاؤ پیدا کرنا نہ چاہتا تھا۔

مگر یہ الجھاؤ پیدا ہوا، فرضی یا حقیقی اجیت کو جو راجپوت بھگا کر جودھ پور لے گئے تھے انہوں نے جودھ پور پہنچتے ہی گستاخیاں شروع کیں اور اودے پور کے رانا نے کھلے الفاظ میں اعلان کر دیا کہ وہ جسونت سنگھ کے خورد سال بچے کے حق کے لئے مغل بادشاہ سے لڑے گا۔

مآثرِ عالمگیری کے بیان کی رو سے جسونت سنگھ کا اصلی بیٹا شاہی محل میں پرورش پا رہا تھا۔ لیکن خافی خاں نے چونکہ اس بچے کے فرار کو تسلیم کیا ہے اس لئے ہم یہی تصوّر کر لیتے ہیں کہ یہ بچہ لے کر راجپوت جب جودھ پور پہنچے۔ تو ہر طرف انتشار پھیل گیا۔ اس انتشار کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے امانت خاں کو جو اپنی دیانت ایمانداری اور فرض شناسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان راجپوتوں کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔

خافی خاں کا بیان ہے:

فرمان تہدید آمیز برائے قبول جزیہ و برآوردن فرزندانِ نامشخص راجہ

Marfat.com

جسونت از تعلقہ سرحد جودھ پور برائے چتوڑ صادر فرمودند۔[1]

یہ فرمان بھیجنے کے بعد وہ خود اجمیر روانہ ہوا، خواجہ اجمیریؒ کی قبر کی زیارت کی اور اس سلسلہ میں مزید اقدامات کئے۔

حکم تعین افواج دریا امواج برائے تاخت وتاراج معمد ہائے تعلقہ جودھ پور ودیگر پرگنات راجپوتاں سرکش فرمودند۔[2]

یہ بات کہنے کے بعد خافی خاں نے شاہی فوج کشی کی کیفیت پیش نہیں کی اور نہ یہ لکھا کہ جب شاہی فوج جودھ پور پہنچی تو وہاں کے راجپوتوں پر کیا گزری البتہ صاحب مآثرِ عالمگیری نے یہ مختصر داستان بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

بست وششم رجب بعرض والا رسید کہ راج سنگھ از نوکرانِ راجہ جمعیتِ نامعدود فراہم آوردہ با تہوّر خاں فوجدار اجمیر مقابلہ نمود تا سہ روز باہم جنگ واقعی در پیوست از طرفین کشتہا نمودار گردید دستِ آخر تہوّر خاں منفرآرائے ظفر شد، وراج سنگھ با انبوہ نامحصور بقعرِ جہنم فرو رفت۔[3]

یہ راج سنگھ جس نے شاہی فوج دار سے مقابلہ کیا مآثر کے بیان کی رُو سے جسونت سنگھ کے خدام میں سے تھا اور غالباً رانیوں کی شہ پہ لڑ رہا تھا جن کا ذکر ہندو مؤرخین اور منوسیؔ[4] نے کیا ہے۔

---

[1] خافی خان جز ۲، ۲۶۱ [2] خافی خان جز ۲ ۲۶۲

[3] مآثر عالمگیری ۱۷۹۔۱۸۰ [4] منوسی جز ۲ ۔ ۲۳۴۔

Marfat.com

غور کیا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب کی فوج کشی یک طرفہ نہ تھی۔ اس نے نہتی یا سوتی بستیوں پر حملہ نہ کیا تھا۔ اس کی فوج صرف ان لوگوں سے لڑی تھی جو بغاوت و سرکشی پر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے شاہی فوج کی تلواریں بھی میانوں میں آگئیں۔ اگر شاہی فوج کے حملہ کے وقت جودھ پور کا راج سنگھ مقابلہ میں نہ آتا تو شاہی فوج اس کے خلاف تلوار نہ اٹھاتی اس لئے ہمارے خیال میں جودھ پور کے راجپوتوں سے یہ پہلی لڑائی جارحانہ نہ تھی ایک طرح سے مدافعانہ تھی اس لئے کہ ماثرِ عالمگیری کے بیان کی رو سے اس کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب باغی راجپوتوں نے ایک جعلی اجیت کو بہانہ بنا کر طاہر خاں فوجدار جودھ پور پر حملہ کر دیا تھا۔ اور اسے شکست دے کر جودھ پور سے نکال دیا تھا اگر راجپوت ایسا نہ کرتے تو بادشاہ کا سخت فرمان جاری نہ ہوتا۔

ہمیں افسوس ہے کہ خافی خان نے واقعات کو سلسلہ وار نہ لکھ کر مخالفین کو زبان کھولنے کے مواقع دیئے بہرحال خافی خان نے جودھ پور کے حملہ کو حذف کر کے جس رانا سے بادشاہی فوج کے ٹکرانے کا ذکر کیا ہے وہ رانا اودھے پور کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا اس۔ نے بھی خافی خاں کے بیان کی رُو سے تابِ مقاومت نہ لا کر ہتھیار رکھ دیئے اور بادشاہ کی خدمت میں پیغامبر اور تحفے بھیج کر اطاعت کا اظہار کر دیا۔

خافی خاں کے بیان سے واضح طور پر ایک ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ بادشاہ ان فتوحات کے وقت اجمیر میں تھے وہ کہتا ہے بادشاہ یہاں سات

Marfat.com

مہینے رہے اور اس مہم کی نگرانی کی، سات مہینے یہاں رہنے کے بعد وہ دارالخلافہ لوٹے۔ وہاں انہیں ایک بار اور خبر ملی کہ رانائے کم حوصلہ نے دوسری بار بغاوت کردی ہے۔

کہ رانائے کم حوصلہ بار دیگر طریقۂ عصیاں و خلافِ عہد و قرار شعار خود ساختہ۔[1]

بادشاہ جاتے وقت خان جہان بہادر کو نظم و نسق اور نگرانی پر مامور کر گیا تھا جب ان کی نگرانی کے باوجود رانا اودھے سنگھ نے فساد کھڑا کر دیا تو بادشاہ کے غصہ کی آگ خوب بھڑکی۔ اور اسی سال وہ خود پورے جوش و خروش کے ساتھ ایک بار اور اجمیر پہنچا۔ تاکہ باغیوں کی اچھی طرح مزاج پرسی کرے۔ سرکار، منوسی، یا ٹوڈ۔ ہزار چیخ چیخ کر بادشاہ کے اس بار اجمیر آنے کے خلاف آواز اٹھائیں تو بھی بادشاہ کی اس دفعہ کی فوج کشی، کسی آئین و ضابطہ کی رو سے ظالمانہ و جارحانہ نہیں کہی جاسکتی۔ اگر ٹوڈ۔ سرکار۔ یا منوسی کے نزدیک بے وفائی، بدعہدی اور غداری مستحسن فعل ہے تو یقیناً اورنگ زیب مجرم یا ظالم تھا اور اگر یہ فعل غیر مستحسن ہیں تو اودے پور کا رانا، ان کے ارتکاب کے بعد کیسے مظلوم کہا جاسکتا ہے؟

اورنگ زیب اس بار اجمیر پہنچا تو محمد اعظم اور محمد اکبر دونوں موقع پہ طلب کئے گئے ان کی راہنمائی میں راجپوتوں کی سرکوبی کا کام شروع ہوا۔ مآثر میں اس مہم پر خاطر خواہ روشنی نہیں ڈالی گئی۔ خافی خاں نے اس کی مفصل

---

[1] ۔ خافی خاں جز ۲ ۔ ۲۶۲

Marfat.com

روئداد تو لکھی ہے مگر کہیں ہندو روایات کو پیش نظر رکھکر حقیقت کو بدل ڈالا ہے۔ مثلاً اس کا یہ بیان قطعاً صحیح نہیں ہے۔

خبر رسیدن پادشاہ زادہ محمد معظم با اجین رسید حکم بنام بادشاہ زادہ صادر گردید۔ کہ بہ تالاب رانا ساگر متعلقہ رانا کہ از سواد اجمیر ہشتاد کردہ فاصلہ داشت فرود آید و لشکر خود را اطراف لقین نماید کہ ہر جا اثر آبادی یابند زیر سم اسپاں صاموں نورد کوہ بزد پامال سازند[1]

جو لوگ اورنگ زیب کے عقائد سے آگاہ ہیں اور جنہیں معلوم ہے کہ اورنگ زیب اسلام کا پابند تھا وہ اس بیان کو قطعاً صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور اس لئے نہ ہوں گے کہ اورنگ زیب اس اصول سے واقف تھا کہ آبادیاں تباہ نہ کی جائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب کسی علاقہ میں جنگ کی آگ بھڑکتی ہے۔ تو آبادیاں ویران ہوتی ہیں مگر کوئی دانا اور مذہب کا پیرو بادشاہ آبادیوں کو ویران کرنے کے احکام جاری نہیں کیا کرتا اور یوں بھی ماثرِ عالمگیری نے پورے وثوق سے لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے کبھی کوئی آبادی برباد نہ کی[2]

بہر حال جب اورنگ زیب کے بیٹوں کی فوجیں شاہی حکم سے رانا کی ریاست میں داخل ہوئیں تو رانا عام راجپوتی روایت کے مطابق اودے پور سے بھاگا، بھاگتے وقت اس نے اپنے خزانے اور اہل وعیال ساتھ لئے اور اودے پور کو آپ اپنے ہاتھوں ویران کر دیا[3]

---

[1] خافی خان جز ۲ : ۲۶۳ [2] ماثرِ عالمگیری : ۵۲۸ [3] خافی خان جز ۲ : ۲۶۳

Marfat.com

غالباً اس ویرانی کو دیکھ کر خافی خان نے اندازہ لگایا کہ یہ ویرانی شاہی فوج نے کی ہوگی رانا بھاگا اور دشوار گزار پہاڑوں میں جا چھپا۔ شاہی فوج تعاقب کرتی ہوتی جب ان پہاڑوں تک بھی جا پہنچی تو پچیس ہزار راٹھور مقابلہ میں آئے۔

دونوں طرف کے آدمی بہت کافی تعداد میں مارے گئے۔ راٹھوروں نے شکست کھائی اور پہلے کی طرح پہاڑوں میں جا چھپے۔ مرہٹوں کی طرح وہ بھی شب خون مارنے کے عادی تھے۔ پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب انہیں چھپنے کی جگہیں میسر تھیں۔

جیسے جیسے لڑائی زور پکڑتی جاتی۔ اورنگ زیب کا عزم مضبوط ہوتا جاتا۔ اس نے احمد آباد کے صوبیدار محمد امین خاں کو بھی بلا لیا تھا اور یوں راجپوت چاروں طرف سے گھیرے میں لے لئے گئے تھے اور ان کے حوصلے قریب قریب ٹوٹ گئے تھے

خافی خاں کا بیان ہے کہ راجپوتوں نے جب کوئی مفر نہ دیکھا تو چالاکی وعیاری کا دام پھیلایا۔ وہ پہلے بادشاہزادہ محمد معظم کی ماں راجپوتنی تھی۔ راجپوتوں کا خیال تھا شاہزادہ اپنے ننہال سے دوستی پیدا کرنے میں عار نہ سمجھے گا ممکن ہے ان کا جادو چل جاتا مگر معظم کی ماں نواب بائی۔ بڑی ذمہ دار خاتون تھی۔ اس نے برموقعہ شہزادہ کو تنبیہہ کی اور راجپوتوں کے دام میں پھنسنے سے روکا۔ راجپوت یہاں ناکام ہوئے تو انہوں نے نوجوان شہزادے اکبر کا رُخ کیا، اکبر احمق بھی تھا اور جوان بھی، مراد اور اس میں بڑی حد تک مشابہت تھی، اسے راجپوتوں کے چرب زبان پیغامبروں نے جب تاج وتخت کا لالچ دیا اور اپنی امداد کا پورا پورا یقین دلایا تو اس نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔

Marfat.com

خافی خاں کے بیان کی رُو سے چالیس ہزار راجپوت سوار، درگاداس کی قیادت میں اکبر کے زیرِ علم آ گئے تھے اور اکبر نے مراد کی سی جلد بازی سے کام لے کر اتنی بڑی فوج کو اپنے زیرِ علم پاکر باقاعدہ تاج زیبِ سر کیا، تخت پہ جلوس فرمایا اپنے نام کے سکّے ڈھلوائے اور تہوّر خاں کو سات ہزاری منصب دے کر امیر الامراء کا خطاب عطا فرمایا۔ اسیطرح مجاہد خاں اور دوسرے بادشاہی سپہ سالاروں کو جو اس کے ساتھ اس مہم پہ روانہ کئے گئے تھے۔ اونچے اونچے منصب دئیے یہ بے چارے سپہ سالار، چالیس ہزار راجپوتوں میں گھرے ہونے کے سبب یہ منصب قبول کرنے پہ مجبور تھے۔ مخالفت کرتے تو مارے جانے کا خطرہ تھا۔

خافی خاں کے اندازے کے مطابق تمام شاہی فوجیں اکبر کے ساتھ تھیں خود بادشاہ کے ساتھ سوائے اسد خاں اور بہرہ مند خاں کے نہ کوئی نامی گرامی سپہ سالار تھا اور نہ کوئی معقول فوج تھی، خواجہ سراؤں یا اہلِ دفتر کو ملا کر سات سو یا آٹھ سو آدمی بھی نہ بنتے تھے۔ خافی خاں کے الفاظ ہیں؛

"تمام فوجِ حضور با خواجہ سرایان و اہلِ دفتر ہفت صد ہشت صد سوار نمی رسید"[1]

یہی سبب تھا کہ جیسے ہی بغاوت کی خبر عام ہوئی۔ اس فوجِ خواجہ سرایاں و اہلِ دفتر میں تزلزل پیدا ہوا مگر عزم کے اس کوہ پیکر نے جس کا اورنگ زیب نام تھا دِل میلا نہیں کیا اسی لمحہ محمد معظم کی طرف آدمی دوڑائے کہ جلد آتے۔

Marfat.com

شہزادہ محمد معظم کے ساتھ دس ہزار سپاہی تھے وہ باپ کا حکم پاتے ہی دو تین دن کے اندر اندر باپ کے پاس آن پہنچا، باپ نے اسے اپنے قریب بلایا نہیں کہا جا سکتا اس وقت باپ بیٹے میں کیا عہد و پیمان ہوئے تھے۔ آیا اس وقت اسے دارا اور شاہجہان یاد آئے تھے یا نہیں۔ خافی خان نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ صرف شاہزادہ کے جذبۂ وفاداری کو سراہا ہے وہ کہتا ہے:

پادشاہ زادہ اطاعتِ حکم نمودہ دست ہائے خود را بستہ بخدمتِ پدرِ عالی قدر جریدہ رسید۔[1]

محمد معظم کے آ جانے سے شاہی قافلہ کے دل بندھ گئے۔ ادھر شہاب الدین خاں نے جو محمد اکبر کے ایک بڑے سپہ سالار مجاہد خاں کا بھائی اور شاہی فوج کے مقدمۃ الجیش کا نگران تھا۔ غیر معمولی جرأت سے کام لیا وہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنی مخصوص سپاہ کے ساتھ محمد اکبر کی چھاؤنی کے قریب جا پہنچا اور بھائی کو ملنے کی خواہش کی۔ مجاہد خان نے محمد اکبر خان سے اجازت چاہی۔ نوجوان اور احمق اکبر نے مجاہد خان پر کوئی جرح نہ کی اور اسے بھائی سے ملنے کا اذن دے دیا۔ مجاہد خاں شاہی خزانے کا نگران تھا۔ وہ خزانے کو بار کر کے اکبر کی چھاؤنی سے نکلا اور بھائی سے آن ملا۔ وہ مجبوراً اکبر کا حامی بنا تھا در حقیقت وہ بادشاہ کا وفادار تھا۔ شہاب الدین اسے لے کر بادشاہ کے حضور حاضر ہوا خافی خان نے بیان نہیں کیا کہ مجاہد خاں کے ساتھ کتنے سپاہی اکبر کی فوج

---

[1] خافی خان جز ۲ صہ ۲۶۶

Marfat.com

سے کٹ کر شاہی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ بہر حال مجاہد خاں کے آجانے سے شاہی فوج پہلے سے کہیں مضبوط ہو گئی اور اکبر کی فوج میں خصوصیت سے مغل سپاہیوں میں اضطراب نے جگہ پالی۔ پھر تہوّر خاں اکبر سے کٹا۔ نہ جانے اس کے ارادے کیا تھے بہر حال بادشاہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے شاہی پہرہ داروں نے اسے ختم کر دیا۔ اس کی موت اکبر کی فوج کی مزید پریشانی کا سبب بنی اور بہت سے سپاہی اور دوسرے عہدیدار اس سے کٹ کر بادشاہ کے حضور آن پہنچے۔ محض راجپوت اس کے ساتھ رہ گئے تھے وہ بھی آخر میں بھاگ نکلے۔

خافی خاں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ راجپوت سردار بھی بادشاہ کی خدمت میں آگئے تھے[1]۔ اور غریب اکبر کو بہت تھوڑے آدمیوں کے ساتھ تاج و تخت پر قبضہ پانے کی ہوسِ خام کو دل میں دبا کر جان بچانے کے لئے راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔

یہ راجپوتوں کی آخری بڑی کوشش تھی۔ اس کے بعد ان کے حوصلے قریب قریب ٹوٹ گئے تھے اور انہوں نے مقابلہ کی بجائے مصالحت کو ترجیح دی۔ صاحبِ مآثر عالمگیری کے بیان کی رو سے سات محرم ۱۰۹۲ھ ہجری کو محمد اکبر نے راہ فرار اختیار کی۔ اسی سال کی سات جمادی الاوّل کو، رانا اودے پور نے جو راجپوتوں کی بغاوت کا سرغنہ تھا شہزادہ محمد اعظم کے وسیلہ سے بادشاہی عفو کا دامن تھاما اور پرگنہ ماندل پور اور بدہ لو جزیہ کے طور پر دینے قبول کئے

---

[1] - خافی خاں جز ۲، ۲۶۰

تالاب راج سمندر پر وہ شاہزادہ کے حضور حاضر ہوا اور شاہزادے نے اپنے پہلو میں بیٹھنے کی عزت بخشی۔ خطاب رانا اور پنج ہزاری منصب بحال کیا۔ اسے اور اس کے ساتھیو کو ایک سو ایک خلعت گیارہ جمدہر مرصع اکتالیس گھوڑے اور ایک ہاتھی عطا کیا۔ اسیطرح دلیر خاں نے رانا کو خلعت فاخرہ اور دوسرے تحائف سے نوازا۔

ویرنود کے بیان کی رو سے جس رانا اودے پور نے مصالحت کی درخواست کی تھی وہ جے سنگھ تھا اور جس نے بغاوت کی تھی وہ اس کا باپ رانا راج سنگھ تھا راج سنگھ ۱۶۸۰ء میں مرا۔ اور اس کی جگہ رانا جے سنگھ نے لی۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی راؤ کیسری سنگھ کے ذریعہ بادشاہ سے رحم کی اپیل کی جو منظور ہوئی۔

اس اپیل کے جواب میں اورنگ زیب نے اسے جو خط لکھا یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اورنگ زیب کو لڑائی کے مقابلہ میں صلح کس قدر پسند تھی۔ اس نے لکھا:

> راؤ کیسری سنگھ ہمارے حضور رانا کی جو درخواست لایا ہے اس سے رانا کے خلوص اور مضبوط وفاداری کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر آں وفادار سردار، شاہی فرامین کو وفاداری سے مانے گا تو ہماری طرف سے اس کے منصب کو بحال کرنے اور اس کی رسم ٹکہ ادا کرنے کا فرمان ہمارے دستِ خاص سے لازمی طور پر جاری ہوگا اور اس کی دوسری درخواستیں بھی شرف قبول پائیں گی۔[۲]

۱۔ مآثر عالمگیری ۲۔ ویرونود ۶۵۱۔ ۶۵۲۔

Marfat.com

ہماری اس کتاب کا دامن تفصیل برداشت کرنے سے قاصر ہے اس لئے مختصر یوں سمجھئے کہ جیسے ہی راجپوتوں کی طرف سے دستِ اطاعت دراز ہوا، ویسے ہی اورنگ زیب نے بغیر حیل و حجت ان کو اپنا دوست بنا لیا اور قطعًا بھول گیا کہ انہوں نے اس کے خلاف کیا کاروائی کی تھی۔

منوسی، ویرونود، اور لستان کے مصنف نے گو جزوی طور پر شرائط صلح سے اختلاف کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے یہ اعتراض کیا ہو کہ اورنگ زیب نے راجپوتوں درخواستِ مصالحت پر توجہ نہ کی ہو[1]

ماثرِ عالمگیری اور خافی خاں کے بیانات میں صرف رانا اودے پور کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تفصیل دی گئی ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ جودھ پور کے راجپوتوں نے اس پر صاد کیا یا نہیں کیا۔ گمان غالب ہے کہ اس مصالحت کے بعد ان میں مقابلہ کی سکت نہ تھی اور یوں بھی جودھ پور پر شاہی قبضہ تھا۔ البتہ درگاداس راٹھور اور اس کے بعض ساتھی ۱۱۰۹ھ ہجری تک شاہی دربار سے متعلق نہیں ہوئے۔ غالبًا اس کا سبب یہ تھا کہ مرہٹے زوروں پر تھے۔ بیجا پور اور گولکنڈہ سلامت تھے اور درگاداس اور اس کے ساتھیوں کو پناہ گاہیں میسر تھیں جب ان راجپوتوں سے مرہٹوں کے زوال کے بعد پناہ گاہیں چھنیں تو درگاداس کو بھی بادشاہ کے دامن سے وابستہ ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ باغی اکبر کے ایک بچے بلند اختر کو وسیلہ بنا کر شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے مجرموں کی سی صورت بنا رکھی تھی ہاتھ بندھوا لئے تھے، ہندو اور انگریز جس

[1] منوسی جز ۲ ، ۲۵۶ [2] بساتین ۵۱۹

Marfat.com

اورنگ زیب کو متعصب گردانتے ہیں اس سے جب درگاداس کو اس عالم میں دیکھا تو اسی لمحہ اس کے ہاتھ کھلواتے۔ اس کی دلجوئی کی، تین ہزاری منصب اور خلعت ہائے فاخرہ اور دوسرے انعامات سے نوازا۔ اور جب اجیت نے جوان ہو کر باپ کے منصب کی دہائی دی تو اورنگ زیب نے اس پر بھی کرم فرمایا

تاریخ خوب جانتی ہے کہ اورنگ زیب کی بادشاہت کا آخری نصف حصہ دکن میں گزرا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ راجپوتوں نے مجموعی طور پر رانا اودے سنگھ کی مصالحت کے بعد کوئی بڑی بغاوت نہیں کی۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ درگاداس اور راجیت کسی حد تک پریشانی کا موجب بنے رہے ان دونوں نے کوئی تین بار اطاعت سے مونہہ موڑا۔ لیکن اورنگ زیب نے ہر بار ان پہ قابو پایا۔

ان دونوں کے علاوہ، باقی راجپوتوں کی روش البتہ اطمینان بخش رہی منوسی کے الفاظ ہیں

> اس کے برعکس راجپوتوں نے ہمیشہ اس کی خدمت
> خدمت کی اور اس کے کام آئے [1]

کو منوسی نے ایک مثال کے سوا اس سلسلہ میں کوئی دوسری مثال نہیں دی لیکن ہمیں چند مثالیں اور دستیاب ہوئی ہیں ایک مثال رانا اودے پور کے حقیقی بھائی راجہ راج سنگھ کی ہے جو اودھے پور کو چھوڑ کر مغل فوج میں آن شامل ہوا تھا اسے اس کے بھائی کی طرح پنج ہزاری منصب نصیب ہوا اور ایک

[1] منوسی جز ۳ : ۳۰۵

Marfat.com

بڑی جاگیر ملی۔

اسیطرح بھیم سنگھ کے بیٹے، سجن سنگھ، عجب سنگھ، زردار سنگھ اور بجے سنگھ بھی مغل منصبدار بنے۔ راؤ بدھ سنگھ اور بیجے سنگھ کچھوا بھی ان نامور راجپوتوں میں سے ہیں جنہوں نے مغل دربار کا دامن تھاما۔

اروِن کے بیان کی رُو سے ہزاروں راجپوت اورنگ زیب کے آخری دنوں میں مغل فوج میں بھرتی ہوتے۔[1]

اس لئے یہ کہنا قطعاً بے انصافی ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے طریق کار کے سبب راجپوتوں کو خود سے دُور کر لیا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب نے آخر وقت تک سوائے بعض احمق اور فسادی راجپوت سرداروں کے اکثر بڑے راجپوتوں کی دلجوئی کی اور ان کی شکایات کو ہمیشہ بڑی محبت سے سُنا اور جائز ورثاء کا ہمیشہ خیال رکھا اور خود اجیت سنگھ کے معاملہ میں ہم نے ابھی پیچھے عرض کیا کہ جیسے ہی وہ بلوغ کو پہنچا اس نے اسے ایک بڑی جاگیر عطا کر دی۔

اورنگ زیب کے مسلک کی ایک بہت واضح مثال اس وقت ہمارے سامنے آئی جب بھگونت سنگھ بندیلہ کی موت واقع ہوئی۔ آنجہانی راجہ کی رانی نے ایک اور راجپوت خاندان ہیر سنگھ دیو کی اولاد میں سے راجہ اودت سنگھ کو اپنے پوتے کی جگہ راجہ بنا لیا۔ حالانکہ اس نے بادشاہ سے استصواب نہ کیا تھا، اس کے باوجود اورنگ زیب نے اس کے اس فعل کو جائز قرار دے دیا اور قطعاً کوئی مداخلت نہ کی۔ اسیطرح جگت سنگھ ایک اور راجپوت سردار کی موت پر اس کی

---

[1] اروِن آخر کے مغل جز اوّل ۱۹

Marfat.com

ریاست اس کے چچیرے بھائی کے سپرد کر دی گئی۔

محض ایسی مثالیں ہمارے سامنے نہیں آتیں۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ اورنگ زیب نے مظلوم اور کمزور راجپوت سرداروں کی حق تلفی پر، انہیں ان کا بھائی بندوں سے ان کے حقوق بھی دلوائے مثلاً اندرکھی کے رانا بختاور کو کمزور سمجھ کر جب گوالیار کے گوپال سنگھ حملہ کیا اور اس علاقہ کے مغل فوجدار نے اس مظلوم کی کوئی مدد نہ کی اور قصہ بادشاہ تک پہنچا تو اس نے اس مغل فوجدار کو سخت سزا دی۔ اس کے اعزاز میں کمی کر دی اور اپنے خاص فرمان کے ذریعہ ایک فوج بختاور کی مدد پر مقرر کی اور اس کی زمینداری ظالم حملہ آور سے چھین کر اسے دلوائی۔

اسیطرح جب جام نگر کے راجہ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے چھتر سال سے اس کے ایک چچا نے کچھ کے مہاراج سے مل کر اس کی ریاست چھین لی تو اورنگ زیب نے اس کی ریاست اسے واپس دلوائی۔[1]

---

[1] ایشور داس فتوحات ۱۱۸-۱۳۴

Marfat.com

دکنی ریاستیں

Marfat.com

Marfat.com

دکنی ریاستیں

دکن کی مسلمان ریاستوں کے سبب بھی اورنگ زیب کی ذات بڑی بدنام ہوئی ہے۔ اورنگ زیب کے مخالفین نے ان ریاستوں کو فتح کرنے کی وجہ سے اسے ہوسِ ملک گیری کا شکار ٹھہرایا ہے یوں ہمارے خیال میں ہر بادشاہ ملک گیر ہوتا ہے اور اس میں کسی نہ کسی حد تک یہ ہوس پائی جاتی ہے اگر کوئی اچھا بادشاہ ہوا تو یہ ہوس اس میں کم ہوگی مگر ہوگی ضرور اس لئے کہ بادشاہت کے لوازمات میں سے ایک لازمہ یہ بھی ہے کوئی بادشاہ اس وقت تک بادشاہ نہ ہوگا جب تک وہ ملک گیر نہ ہو۔ بادشاہ ہو ہی وہی سکتا ہے جو ملک گیر ہو۔ جو دوسروں کو اپنے سامنے جھکائے اور اپنی مرضی کو مرضیِ مولا سمجھے۔ ہم نے پیچھے عرض کیا تھا۔ ہمارے نزدیک اورنگ زیب فرشتہ نہ تھا آدمی تھا۔ وہ بھی اپنی نظر کو نظرِ انور کہتا۔ وہ بھی اپنے حضور لوگوں کو جھکا ہوا پاکر خوش ہوتا۔ اس کے خزانے اشرفیوں سے بھرے تھے وہ شاہزادوں کو

Marfat.com

جواھرات اور ہزاروں اشرفیاں انعام میں دیتا۔ اگر شرعی نقطۂ نگاہ کا خیال کیا جائے تو اس کو عوام کے خزانہ میں سے یوں اشرفیاں بانٹنے اور جواہرات تقسیم کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جہاں اس کا یہ فعل غیر شرعی تھا وہاں اس کی کئی اور حرکات بھی ملوکانہ تھیں۔

اس کے باوجود ہمارا دعویٰ ہے کہ اورنگ زیب نے دکن کی مسلمان ریاستوں سے اس وقت تک لڑائی مول نہیں لی جب تک ان کی روش انتہائی تکلیف دہ صورت اختیار نہ کر گئی۔

ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ سیوا اور اس کے ماتحت وحلقہ بگوش مرہٹے انسانیت کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ یہ دونوں ریاستیں بیجاپور اور گولکنڈہ اپنی کمزوری اور حماقت کے سبب اسے خفیہ مدد دے رہی تھیں۔ ان کا مقصد سیوا کو تقویت پہنچا کر ایک ایسے طاقتور حریف کو متعارف کرانا تھا جو مغلوں کے لئے ایک مستقل آزار بن جائے۔

تاریخ خوب جانتی ہے کہ اورنگ زیب کے ۹ سنہ جلوس میں سیوا جب شاہی دربار سے بھاگ کر بہت تباہ حالت میں اپنی سرحد پہ پہنچا تو اس کے پاس نہ کوئی سپاہ تھی اور نہ اسلحہ و ساز و سامان تھا۔ راجہ جے سنگھ بہادر نے اس سے ہر چیز چھین لی تھی۔ وہی چند قلعے اس کے پاس باقی رہ گئے تھے جو جے سنگھ نے معاہدہ پلندری کے ذریعہ اسے عطا کئے تھے۔

ایسے نازک وقت میں اگر یہ دونوں ریاستیں اس کی مدد نہ کرتیں تو یہ کبھی اوپر اٹھ نہ سکتا۔ نہ اورنگ زیب کے لئے وہ ایک مستقل خطرہ بنتا اور نہ ہندوستان

Marfat.com

کے مسلمان اس مرہٹہ قوم کے سبب تباہ ہوتے جسے سیوا نے جنم دیا۔

گو بیجاپور نے اس وقت اسے فوری مدد نہیں دی۔ لیکن گول کنڈہ آگے بڑھا اور خانی خاں کے بیان کے مطابق ابوالحسن والی گول کنڈا نے سیوا کی فریب کاری اور سحر بیانی کے جال میں اُلجھ کر اسے ایک بڑی فوج بے شمار اسلحہ اور بہت سا سلیہ پیہ عطا کیا۔

یہ فوج یہ اسلحہ اور یہ روپیہ احمق ابوالحسن قطب شاہ نے سیواجی کو اس لئے دیا تھا کہ وہ اس کے لئے نئی فتوحات کرے گا۔

ابوالحسن کا جُرم معمولی نہ تھا ممکن ہے اس کے اس فعل کی اطلاع بادشاہ کو نہ ہوئی ہو۔ لیکن غور کیا جائے تو یہ ابوالحسن تھا جس کے سبب بیچارے اورنگ زیب کو اپنی آخری زندگی کے ۲۲ سال دکن میں رہنا پڑا۔

لیکن اس بڑے جُرم کے باوجود اورنگ زیب نے ابوالحسن کو کوئی سزا نہ دی اور اس کے احوال سے اس وقت تک چشم پوشی کی جب تک صورتِ حال ناقابلِ برداشت نہ ہوئی۔

خانی خاں، دکن کے بہت مدّاح ہیں ان ہی کا بیان ہے کہ ۲۷ سنہ جلوس یا ۱۰۹۴ھ ہجری میں جب کہ بادشاہ احمد نگر میں تھا۔ اس کے حضور ابوالحسن قطب الملک فرمانروائے حیدرآباد کے افعالِ قبیح کی شکایت کی گئی۔

ہمیں کہ بحضور رسیدند۔ از آنکہ ابوالحسن قطب
الملک فرمانروائے حیدرآباد بافعالِ قبیح از سپردن
ملک بہ مادنا وآکنا کہ ہر دو کافر شدید العداوت

Marfat.com

بودند و سختی و ظلم زیادہ بر مسلماناں میگذاشت و فسق و
فجور اعلانیہ از رواج مسکرات و لہو لعب زیادہ بعرض
رسید و علاوہ آں در امداد سنبھائے جہنمی دار الحرب
درتاخت ملک و تسخیر قلعہ جات در رساندن لک
ہون نقد خود را بدنام و زباں زد عالمی ساختہ بود،

گویا خافی خاں کے اس بیان کی رو سے اورنگ زیب نے اپنی حکومت کے ۲۷ سال تک قطب الملک سے باز پرس نہیں کی اور یہ باز پرس اس وقت کی جب کہ اس سے کہا گیا کہ ابوالحسن نے دو ہندوؤں مادنا اور آکنا کو اپنا وزیر بنا رکھا ہے یہ دونوں مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے اور ان پر انتہائی سختی اور ظلم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابوالحسن کی ریاست میں فسق و فجور کی اعلانیہ اجازت ہے۔ شراب رواج پا گئی ہے اور لہو و لعب انتہا کو پہنچ چکا ہے اور سب سے بری بات ابوالحسن نے یہ کی ہے کہ سنبھا کو ایک لاکھ ہون عطا کئے ہیں[1]۔

خافی خان کے بیان کی رو سے ابوالحسن کے امراء نے تلنگانہ کے مغل علاقہ کے بعض مقامات پر ناجائز قبضہ بھی کر لیا تھا۔

خافی خان کا بیان ہے کہ اورنگ زیب نے جب یہ شکایات سُنیں تو اپنا ایک مخصوص نمائندہ میرزا محمد اشرف حیدر آباد بھیجا تاکہ حالات کا اندازہ کرے اور اگر شکایات صحیح ہوں تو بادشاہ کو اطلاع دے۔ میرزا واپس آیا اور بادشاہ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اس پر بادشاہ نے حیدر آباد پر فوج کشی کے احکام صادر

[1] خافی خان جلد ۲ : ۲۹۲، ۲۹۳

Marfat.com

اور اپنے بیٹے محمد معظم اور خان جہاں بہادر کو ابوالحسن کی مزاج پرسی کے لئے مامور کیا۔ گو خافی خان نے یہ وضاحت نہیں کی کہ بادشاہ نے شہزادہ کو رخصتی کے وقت کیا ہدایات دی تھیں لیکن خافی خان جب حیدر آباد کی حدود میں بادشاہ کے داخل ہونے کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ شاہزادہ چونکہ نہ چاہتا تھا کہ جنگ تک نوبت آتے۔ اس نے خلیل اللہ خان کو جو ابوالحسن کی طرف سے تیس چالیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شاہی فوج سے لڑنے آیا تھا حسب ذیل پیغام بھیجا۔

۱۔ مادنا اور اکنا کو الگ کر دیا جائے۔

۲۔ ابوالحسن ندامت کا اظہار کرے

۳۔ جو بادشاہی جاگیر ابوالحسن کے امرا نے غصب کر لی ہے اسے واپس کر دیا جائے۔

۴۔ پیش کش کی بقایا فوری طور پر حضور میں بھیج دی جائے اور آئندہ کے لئے شرافت سے رہنے کا یقین دلایا جائے[1]

ھم نے خافی خاں کا جو بیان اوپر نقل کیا ہے اسکی رو سے حملہ کے اسباب پیچھے بیان کی ہوئی شکایات تھیں۔ اور یہ شکایات ۲۷ جلوس میں بادشاہ تک پہنچی تھیں مگر صاحب مآثر عالمگیری نے ۲۷ جلوس کے حالات بیان کرتے وقت اس حملہ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا۔ البتہ اس سے ایک سال پہلے یعنی ۲۶ سنہ جلوس کے واقعات کے ضمن میں آنا ضرور لکھا ہے کہ

سید مظفر از عمدہ ہائے حیدر آباد کہ ابوالحسن قطب الملک اثر

---

[1] خافی خان جز ۲ - ۲۹۴ [2] خافی جز ۲ : ۲۹۴

Marfat.com

"آخر باغوائے مادنا برہمن واتق وفاتق مہمات دولتش از کم خردی و پایہ نشاسی محبوس داشتہ بود و بحکم قضا نفاذ صاحب بادشاہی ان سید حبیب را از دستِ او رہائی دادہ بحضور لامع النور فرستاد"[1]

گویا دوسرے لفظوں میں صاحب مآثر کے نزدیک بادشاہ نے ۲۷ھ یا ۲۶ھ جلوس میں حیدر آباد پہ شاہ عالم کو حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ صرف صاحبِ بادشاہی سید مظفر کو ابو الحسن اور مادنا کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے حیدر آباد گئے اور انہیں چھڑا کر واپس لاتے۔

یہ بیان یقیناً خافی خاں کی نسبت زیادہ صحیح ہے اور اس لئے صحیح ہے کہ مآثر کی حیثیت ایک سرکاری روئداد کی تھی۔ اس بیان کو بنیاد قرار دے کر اگر خافی خان کی تفصیل کو پرکھا جائے تو حقیقت صرف اس قدر رہ جاتی ہے کہ جو فوجی دستہ ۲۶ھ جلوس میں حیدر آباد روانہ ہوا تھا اس کا مقصد سید مظفر کو جو پہلے ابو الحسن کے وزیر تھے اور اب مادنا اور ابو الحسن کی سازش کے سبب قید تھے۔ رہا کیا جاتے۔

خود خافی خاں نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

چوں دریں ایام برائے طلب سید مظفر کہ بہ طریق محبوساں منزوی بود بموجب نالش میر ہاشم پسر او حکم بنام بادشاہ زادہ رسید، بادشاہ زادہ نصرت خاں پسر خاں جہاں بہادر ابرائے آوردن او تعین نمود و نصرت خان بقصبہ کوہیر رسیدہ ابلاغِ حکم نزد ابو الحسن نمود

---

[1] - مآثر عالمگیری - ۲۲۷

ابوالحسن اورا ہمراہ رستم راؤ نزد نصرت خاں روانہ ساخت۔[1]

اگر قصہ صرف اتنا تھا تو اورنگ زیب اور ابوالحسن کی نزاع ۲۷ سنہ جلوس سے شروع نہیں ہوئی بلکہ ماثر عالمگیری کے بیان کے مطابق اس نزاع کا آغاز ۲۸ سنہ جلوس یا ۱۰۹۸ھ میں اس وقت ہوتا ہے جب اورنگ زیب کی چھاؤنی شولاپور تھی۔ ماثر کے نزدیک اس کی وجہ یہ تھی کہ حیدرآباد کے جو دو سفیر محمد معصوم اور محمد جعفر، بادشاہی فوج میں مقیم تھے۔ شاہی کوتوال اہتمام خاں ان کی نگرانی کرتے تھے اور جو خطوط یا نوشتہ جات حیدرآباد سے ان کے نام آتے کوتوال خفیہ طور پر پہلے ان کو پڑھ لیتے۔ احتیاط کے لئے شاہی جاسوس مقرر کر دیئے گئے تھے کہ کوئی بھی خط سفیروں تک پہنچنے نہ پائے اور اگر پہنچے تو اس کی اطلاع فوراً خاں کو ہو جاتے۔

صاحب ماثر عالم گیری فرماتے ہیں:

چوں وقتِ استیصالِ حیدرآبادی نزدیک رسیدہ بود نوشتہ او بنامِ نوکرانش رسید کہ ایشاں بزرگ اند تا حالی پاسِ مراسم بزرگ داشت نمودیم حالانکہ ایشاں سکندر را نیم و ناتواں دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمودہ کار براو تنگ آوردہ اند واجب آمد کہ سوائی جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے با قشونِ از شمار افزوں جہت کومک آں بیکس کمرِ سعی بہ بندد۔ وما بسرداری خلیل اللہ خاں پلنگ حملہ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعین نمائیم و بہ بینم کہ ایشاں کدام کدام طرف را

---

[1] خافی خاں جز ۲، ۳۱۳ ؛ ماثر ۲۶۰

مقابلت و مقاومت خواہند کرد[1]

یہ خط اگر جعلی نہ تھا اور اسے جعلی ماننے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اس لئے کہ اس خط کی عبارت خود بول رہی ہے کہ ابوالحسن یا اس کے مشیروں نے اسے لکھا:
ابوالحسن جس پست اخلاق کا آدمی تھا اس سے یہ توقع بعید نہ تھی کہ وہ اس قسم کا احمقانہ خط اپنے سفیر کو بھیجتا یہ بھی ممکن ہے کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے سفیروں کی نگرانی اس چھاؤنی میں اتنی سخت ہے کہ کوئی مراسلہ براہِ راست ان تک نہیں پہنچ سکتا

ہمارے خیال میں ماثر کی یہ روایت خافی خاں کی نسبت بہت زیادہ وزنی ہے کہ صاحب ماثر سرکاری واقع نویس تھے اور خافی خاں نے یہ قصے دوسروں سے سنے تھے۔ انھوں نے خود بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں:

محرر اوراق را بہ سوانح ایں دو سہ سال کما ہو اطلاع حاصل نہ شدہ کہ قابلِ تحریر دادند واز جائے دیگر نیز مسودہ تسطیر احوالِ ایں بنظر نیامدہ کہ براعتماد آں قلم بند تواں نمود۔

اگر از روئے نسخہ و زباں راوے دیگر تفاوت کم و زیادہ بگوش مطالعہ کنندگان دقیقہ سنج در آید معاف فرمائید[2]۔

غالباً کیا یقیناً ماثرِ عالم گیری خافی خاں کو نہ پہنچی تھی ورنہ ممکن تھا ان کا بیان پہلے بیان سے مختلف ہوتا ہو لیکن چونکہ یہ بیان بتفصیل خافی خاں میں مرقوم ہے اور وہ مورخین کے نزدیک ایک بڑا ماخذ ہیں۔ اس لئے ہم میں ان کے جھٹلانے کی ہمت نہیں ہے۔

---

[1] ماثر ۲۶۱ [2] خافی خاں جلد ۲، ۲۹۰

Marfat.com

بہر صورت خافی خان کے بیان کے مطابق اورنگ زیب نے ۲۷ جلوس میں حیدرآباد پر پہلا حملہ کیا اور مآثر کے بیان کی رو سے یہ حملہ ۲۸ جلوس میں ہوا۔ جس کا فوری سبب یہ خط تھا۔ سرجدوناتھ سرکار نے باوجود اورنگ زیب سے تعصب برتنے کے اسی خط کو حملہ کی بنیاد تسلیم کیا ہے۔[1] سرکار فرماتے ہیں:

> جون کے آخر میں ابوالحسن کا ایک خط اس کے سفیروں کے نام آیا جس میں اس نے لکھا تھا۔

ہم یہ خط پیچھے نقل کر چکے ہیں سرکار کی زبان میں گولکنڈہ کے جرائم حسب ذیل تھے:-

> عبداللہ کے زمانہ میں اندرونی نظم و نسق میں جو خرابیاں تھیں وہ اب بھی نمایاں تھیں بلکہ حالات بد سے بدتر ہوگئے تھے۔ جیسا کہ ایک انگریز نے ۲۳ جولائی ۱۶۷۶ء کو مدراس سے لکھا ـــــ مادنا مختار مطلق ہے اس لئے لوگوں کو تباہ کرنے اور انہیں ہر طرح کا آزار پہنچانے کے سوا کوئی اور کام نہیں ہوتا۔ حکومت اس وقت چونکہ بہت برے ہاتھوں میں ہے اس لئے دھوکے اور فریب کی ہر طرف عملداری ہے۔ بے اعتباری بڑھ گئی ہے۔ ادھار نہ سرکاری فرمانوں کے بل پر دیا جا سکتا ہے

---

[1] سرکار جز ۴: ۳۴۱

اور نہ کسی اور وعدے پر معاہدہ پر بھروسہ ممکن ہے

اس کے ساتھ ساتھ سر جدو ناتھ سرکار نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مادنا مرہٹوں کا محض دوست ہی نہ تھا۔ وہ ان کے ساتھ مل کر ایک قومی دفاع قائم کرنا چاہتا تھا۔ ۱۶۶۷ء میں اس لئے سیواجی کا حیدر آباد میں شاہانہ استقبال کیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ ہر سال سیواجی کو گول کنڈہ کے دفاع کی خاطر ایک لاکھ ہن ادا کیا کرے گا۔ سیوا کی وفات کے بعد اس کے جانشین سے اس دوستی کی تجدید ہوئی اور ایک لاکھ سالانہ کی مدد جاری رہی۔[1]

محض یہی نہیں۔ خافی خاں کی روایت کے مطابق جسے ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں مادنا کے برسر اقتدار آنے کی وجہ سے ریاست کی اخلاقی حالت انتہائی پست و زبوں ہو چکی تھی۔ ابوالحسن تمام کاروبار سلطنت مادنا کے ہاتھ میں دے کر اپنے محل میں دادِ عشرت دے رہا تھا۔ شراب و ساقی اور رقاصہ عورتوں کے رقص سے وہ ہر لمحہ جی بہلاتا۔ اسے سلطنت کی بقاء کی قطعاً کوئی فکر نہ تھی اس کی اس روش کے سبب، حیدر آباد ہندوستانی بابل بن چکا تھا شاہی محل میں بیس ہزار رقاصہ عورتیں ہر جمعہ کو بادشاہ کے حضور رقص کرتیں۔ ابوالحسن کے حالات بیان کرتے ہوئے خافی خاں نے تصریح کی ہے کہ گو یہ ماں کی طرف سے عبداللہ قطب شاہ سابق فرمانروائے حیدر آباد کا عزیز تھا مگر بچپن ہی میں آوارگی اختیار کر لی تھی۔ فقیروں کی صحبت میں رہتا اور ہر بے ہودہ حرکت کرتا وہ اس ناپاک ماحول میں جوان ہوا عجیب اتفاق ہوا کہ بھیک مانگتے اور آوارہ گرتے اسے عبداللہ

[1] جدوناتھ جزء ۴ : ۳۲۵ [2] ٹیوزیر سفرنامہ جزء ۱ : ۱۵۷ - ۱۵۸

Marfat.com

قطب شاہ کی دامادی کی عزت نصیب ہو گئی۔

خافی خان اس قصہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قطب شاہ کے دربار میں دو نوجوان سیّد زادے ایک امیر احمد اور دوسرے سید سلطان بہت با اقتدار تھے۔ سید احمد بادشاہ کا وزیر بھی تھا اور داماد بھی۔ سید سلطان داماد تو نہ تھا لیکن بادشاہ چونکہ اسے بہت پسند کرنے لگا تھا۔ اس لئے اپنی چھوٹی بیٹی کی نسبت اس سے کر دی تھی۔ سیّد احمد کو یہ نسبت پسند نہ تھی۔ وہ یہ گوارا نہ کر سکتا تھا کہ سید سلطان جو اس کے باپ کا شاگرد تھا اور اس سے کمتر درجہ کا آدمی تھا۔ وہی عزت پالے جو اسے نصیب تھی۔ اس لئے عین اس وقت جب کہ عبد اللہ کی چھوٹی بیٹی سید سلطان سے بیاہی جارہی تھی سیّد احمد نے بادشاہ کو دھمکی دی اگر آپ نے سیّد سلطان سے شہزادی کا بیاہ کیا تو میں حیدر آباد چھوڑ دوں گا۔ بادشاہ کو اس کی ضد کی خاطر سید سلطان سے مونہہ موڑنا پڑا۔

شاہی محل میں شادی کا جشن منایا جارہا تھا خوشیاں ہو رہی تھیں۔ شہزادی دلہن بن چکی تھی۔ گیت گائے جارہے تھے۔ اس لئے شاہی محل کی عورتوں نے کوئی اور دلہا تلاش کرنا شروع کر دیا۔

ابوالحسن سے شاہی خاندان واقف تھا ہی۔ گو اس کی ناشائستہ حرکات کے سبب اسے اب تک اپنایا نہ گیا تھا۔ لیکن ضرورت ہر علاج خود مہیا کرتی ہے۔ محل کی عورتوں نے اور محل کے خواجہ سراؤں نے ابوالحسن کو فقیروں کے جھرمٹ سے نکالا۔ نہلایا دھلایا۔ عمدہ لباس زیب تن کرایا اور خوبصورت گھوڑے پر سوار

---

[1] قطب نامہ۔ ۹۰۔ ۹۴۔ خافی خان جزو ۲

Marfat.com

کر کے پورے شاہانہ آداب کے ساتھ محل میں لائے۔ احمق عبداللہ قطب شاہ نے اس فقیر کی سیرت کا جائزہ لینا ضروری نہ سمجھا اور اپنی صاحبزادی اس سے بیاہ دی اور اس طرح ابوالحسن ایک ہی رات میں فقیر سے شہزادہ بن گیا۔

عبداللہ قطب شاہ جب مرا تو اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے دونوں شہزادیوں کے شوہر تخت نشینی کے مدعی ہوئے۔ سیّد احمد یوں ابوالحسن کی نسبت زیادہ دانا اور زیادہ سمجھدار تھا مگر مغرور اور ضدی ہونے کے سبب دربار کے بڑے عہدیدار اس کے ہمنوا نہ تھے۔ خصوصیت سے سید مظفر جو بڑے سپہ سالار تھے۔ اس کو برسرِ اقتدار دیکھنے کے خواہشمند نہ تھے۔ انہوں نے ابوالحسن کا ساتھ دیا اور محل کے داروغہ موسٰی خاں کے ساتھ مِل کر سید احمد سے لڑائی کی اور اس پر قابو پاکر اسے جیل میں ڈال دیا۔ ابوالحسن کے سر پر تاج رکھا گیا اور سید مظفر وزیر اعظم بنے۔ مادنا ان ہی سیّد صاحب کا ملازم تھا ان کے اقتدار کے سبب اس کا بھی اقتدار بڑھا اور چونکہ ابوالحسن اور اس میں بہت سی خصوصیات مشترک تھیں اس لئے دونوں ایک دوسرے کے ہمنوا بن گئے۔ بے چارے مظفر معزول ہوئے اور ان کی جگہ مادنا نے لے لی۔

مادنا نے اپنے ساتھ اپنے بھائی اکنّا کو بھی شریک کر لیا اور اس طرح اس مسلمان ریاست کا عملی اقتدار دو بدکردار ہندوؤں کے ہاتھ میں آگیا۔

یہی وہ مادنا اور اکنا تھے جن کے مظالم کے خلاف خافی خان کے بیان کے مطابق اورنگ زیب سے ۲۷ھ جلوس میں شکایت کی گئی تھی اور جن کی

Marfat.com

معزولی کا مطالبہ، شاہ عالم نے حیدر آباد کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد خلیل اللہ خاں سے کیا تھا مگر خلیل اللہ خان اور ان کے ساتھیوں نے نہ صرف اس مطالبے کو رد کر دیا۔ شاہی فوج سے سخت لڑائیاں لڑیں۔ خافی خاں نے ان لڑائیوں کی تفصیل بارہ صفحات میں پھیلائی ہے۔ ہمارا دامن اس تفصیل کا بوجھ برداشت کرنے سے قاصر ہے مختصر یوں سمجھئے کہ حیدر آبادی باوجود بہت سخت مقابلہ کے پیچھے ہٹے اور شاہی فوج شاہ عالم کی سرکردگی میں حیدر آباد کے نواح میں جا پہنچی۔

اورنگ زیب کو چالیس ہزار فوج سے لڑانے والا شرابی اور عیاش [illegible] ابوالحسن شاہی فوج کے حیدر آباد کے نواح میں آنے کی خبر سنتے ہی اپنی [illegible] لونڈیوں بیگمات، خزانوں اور شراب کی بوتلوں کو بار کر کے [illegible] کی طرف بھاگا جو اس ریاست کا انتہائی مضبوط قلعہ تھا [illegible] اور اپنی فوج کو چھوڑا۔ اس فوج کو جو اسی کی طرح نافرض شناس [illegible] کی بے ہمت تھی۔

خافی خان اور دل کشا کا بیان ہے کہ ابوالحسن کے فرار سے حیدر آباد میں خوب بھاگڑ مچی جو بڑے تھے وہ تو ابوالحسن کے جاتے ہی خود بھی بھاگ گئے لیکن جو نہ بھاگ سکے وہ خوب لٹے۔ شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں نے جن کی تعداد ماد نا او ر ابوالحسن کی مہربانی سے ہزاروں سے کم نہ تھی۔ امیروں اور خوشحال تاجروں کے سرمایے ان سے چھین لئے۔ ہزاروں عورتیں اغوا کرلیں اور وہ اودھم مچایا کہ شرافت کانپ کانپ گئی۔

Marfat.com

خافی خاں نے اپنی عادت کے مطابق شہر کے امرا کے لٹنے کی داستان بہت مزے لے لے کر بیان کی ہے۔ ہمیں اس تفصیل سے بس اتنا سروکار ہے کہ پڑھنے والوں کو بتاسکیں کہ یہ تھا اس حیدر آباد کا اخلاقِ عامہ اور یہ تھی وہ حکومت جس پر اورنگ زیب نے کاری ضرب لگانے کا عزم کرلیا تھا۔

ابھی شاہی فوج کوسوں دور تھی کہ شہر کا ایک ایک گھر لٹ چکا تھا شاہی قالین تک بدمعاشوں نے چرا لیے اور کاٹ ڈالے۔ یہاں تک کہ بعض بدمعاش دروازے تک اکھاڑ لے گئے۔

دوسرے دن جب شاہ عالم حیدر آباد پہنچا اور اسے عوام کے ابتلا اور بدمعاشوں کی لوٹ مار کا علم ہوا تو اس نے فوج کا ایک دستہ عوام کی حفاظت اور نگرانی کے لیے شہر میں بھیجا مگر یہ دستہ ناکام رہا۔ بدمعاشوں کو لوٹنے سے روک نہ سکا۔ خافی خاں نے اس دستہ کے بعض سپاہیوں پر بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کا الزام لگایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہوا ہو لیکن اس میں شاہ عالم کا کوئی قصور نہ تھا۔ اس نے جیسے ہی اس دستہ فوج کی ناکامی کی اطلاع پائی خان جہاں کو موقع پر بھیجا۔ خان جہاں آئے تو اس وقت حیدر آباد کے لوگوں کی حالت سنبھلی جنہیں ان کا بادشاہ بے آسرا چھوڑ گیا تھا۔

اس کے برعکس اورنگ زیب کی نیک نفسی اور شرافت ملاحظہ کیجیے کہ اسے شہر کے لٹنے کی خبر پہنچی تو اسے بے حد رنج ہوا اور اس نے شہزادہ کو بہت سخت خط لکھا کہ یہ بے احتیاطی اور غفلت کیوں ہوئی۔

بہر حال حیدر آباد پر شاہی قبضہ نے ابوالحسن کے مزاج ٹھکانے کر دیئے اور

Marfat.com

اس نے پے در پے سفیر بھیج کر شاہزادہ سے عفو و درگزر کی درخواستیں کیں شاہ عالم صلح پسند تھا اس نے ابوالحسن کی التجا بادشاہ کے گوش گزار کی اور سفارش کی کہ ابوالحسن کی خطائیں معاف ہوں۔ شاہزادہ کی سفارش پر بادشاہ ابوالحسن کی خطائیں معاف کرنے پر راضی ہو گیا۔ مگر حسب ذیل شرائط پیش کیں:

۱۔ مادنا اور اکنا معزول کئے جائیں۔

۲۔ ابوالحسن پچھلے بقائے ادا کرنے کے لئے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے پیش کرے۔

۳۔ ہر سال دو لاکھ ہن پیش کش ادا کیا کرے۔

۴۔ اور بادشاہی علاقوں سے دست بردار ہو جائے۔

غور کیا جا سکتا ہے کہ ان شرائط میں سے کونسی شرط ایسی تھی جسے ظالمانہ و جابرانہ کہا جا سکتا ہے۔ ایک کروڑ بیس لاکھ روپے کی رقم بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے مگر یہ وہی رقم تھی جو پچھلے کئی سال سے ابوالحسن کے ذمہ سالانہ پیش کش نہ ادا کرنے کے سبب واجب چلی آ رہی تھی۔ مادنا اور آکنا جیسے ظالموں کی معزولی کا مطالبہ بھی جائز مطالبہ تھا۔ اپنے علاقوں کی واپسی پر اصرار بھی قانونی حیثیت رکھتا تھا۔ بہرحال یہ شرائط ابوالحسن نے قبول کر لیں لیکن اس کے بعض سپہ سالار جن میں شرزہ خان اور شیخ نظام ہیش ہیش تھے بنا بنایا کھیل بگاڑ ڈالا اور ایک ایسی گستاخی کی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

خافی خاں کے بیان کے مطابق میر ہاشم اور مارٹ کی روایت کی رو سے میر

Marfat.com

عبدالکریم کچھ دوسرے عہدیداروں اور ایک مختصر سی فوج کے ساتھ بادشاہ کی طرف سے بہت سے تحائف شاہ عالم، ابوالحسن اور دوسرے امراء کے لئے لیکر حیدرآباد آئے تھے۔[1]

خافی خاں کا بیان ہے کہ یہ تحائف بادشاہ نے شاہ عالم کی درخواست پر ابوالحسن کے لئے بھیجے تھے۔ ماثر نے شاہ عالم کے ساتھ شہزادوں، سلاطین اور امراء کے نام بھی لئے ہیں۔

میر ہاشم اور میر عبدالکریم جب حیدرآباد کے قریب آئے تو شرزہ خاں اور میر عبدالرزاق خاں یا ماثر کی روایت کے مطابق شیخ نظام نے اپنی فوج کے ساتھ ان پر چھاپہ مارا۔ سارے تحائف ان سے چھین لئے، ان میں سے کئی کو مار ڈالا میر ہاشم اور میر عبدالکریم زخمی ہوئے۔ میر عبدالکریم کو واپس کردیا اور معذرت بھیجی گی۔

گو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن کی یہ معذرت قبول ہوگئی اس کے بھیجے ہوئے سوہاتھی بادشاہ نے قبول کرلئے اور شاہ عالم کو جو غلہ کی گرانی کے سبب بہت پریشان تھا شولاپور واپس طلب کرلیا مگر درحقیقت اسے ابوالحسن سے پہلے سے زیادہ بدظنی پیدا ہوگئی تھی اس نے جو مصالحت کی تھی وہ پہلے ہی جبری تھی، شاہ عالم کی خاطر اس نے شرائطِ صلح مان لئے تھے اور ابوالحسن کو معافی دے دی تھی ورنہ ابوالحسن جیسے بدکردار کے لئے اورنگ زیب کے ہاں معافی نہ تھی۔ خافی خاں نے جو نیش زنی کے عادی ہیں درخواستِ صلح کا ذکر

---

[1] خافی خاں جز ۲ : ۳۱۵ [2] خافی خاں جز ۲ : ۳۱۵

Marfat.com

کرتے ہوئے یہ لکھا ہے مگر حقیقت تھی کہ صلح کی درخواست بہ حسب ظاہر منظور کرلی تھی اور سعادت خان کو برائے وصول پیشکش حیدر آباد روانہ کردیا تھا تاہم شاہ عالم اور خان جہاں کو خفیہ سخت مطعون کیا تھا۔[1]

بہر حال یہ مصالحت جو ابوالحسن اور شاہ عالم میں ہوئی اور جس کی منظوری بادشاہ نے بظاہر دے دی تھی اس گستاخی نے عملاً توڑ ڈالی تھی۔ اور چونکہ شاہ عالم اور خاں جہاں بد دلی کے سبب واپس آگئے تھے۔ اور بادشاہ کو بیجاپور لازمی پہنچنا تھا وہاں کا محاصرہ امرائے لشکر کے باہمی نفاق کے سبب بہت طول پکڑ گیا تھا اس لئے اس نے گولکنڈا کی مہم ملتوی کردی۔

ہمارے بعض مورخین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ بادشاہ اور ابوالحسن میں مصالحت ہوگئی تھی، مصالحت قطعاً نہیں ہوئی تھی۔ صرف لڑائی رکی تھی۔ انگریزی کا سیز فائر ہوا تھا۔

مصالحت کے جو بڑے شرائط تھے وہ ابھی پورے نہ ہوئے تھے ابھی تک ابوالحسن نے بقایا واجب الادا پیش کش جو ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تھی ادا نہ کی تھی۔ سو ہاتھی بھیج دیئے تھے مگر ہاتھی شرط میں نہ تھے۔ خاں جہان نے صراحت کی ہے کہ سعادت خاں بقایا کی وصولی کے لئے ابوالحسن کے پاس کتنی مدت ٹھہرا ٹھہرا اور ابوالحسن نے بہت مدت تک یہ رقم ادا نہیں کی۔ کچھ جواہرات دیئے مگر یہ جواہرات بادشاہ کو نہیں پہنچے۔

ایسی صورت میں اورنگ زیب کے لئے یہ ناگزیر تھا کہ بیجاپور سے فراغت

---

[1] ۔ خافی خاں جز ۲، ۳۱۳

Marfat.com

پاتے ہی اس بے وفا ابوالحسن پر ضرب کاری لگاتا۔

ماثر کے بیان کی رو سے اورنگ زیب سنہ ۳۰ جلوس کے ۲۲ ذی الحجہ کو واپس شولاپور پہنچا اور حیدر آباد جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سرکار یادو سرے انگریز اسے اورنگ زیب کی وعدہ خلافی کہیں یا ظلم قرار دیں۔ کوئی انہیں منع نہیں کر سکتا۔ حقیقت صرف یہی تھی کہ ابوالحسن نے اپنی ذہنی اور عملی تبدیلی کا کوئی واضح ثبوت نہ پیش کیا تھا۔

اگر اس مدت میں ابوالحسن شریفانہ طریقہ کار اختیار کر لیتا عیاشی ترک کر دیتا اور رعایا کی فلاح و بہبود میں لگ جاتا اور بادشاہ کو اپنی نیکی کا یقین دلا دیتا تو بادشاہ اس پر کبھی حملہ آور نہ ہوتا۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ابوالحسن کے مزاج و رعونت میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی وہ پہلے جیسا مغرور و سرکش تھا۔ اس بات کا ثبوت اس وقت بھی ملا جب سعادت خاں اور ابوالحسن میں "جواہرات" کی واپسی پر نزاع ہوا اس نے خافی خاں ہی کی روایت کے مطابق سعادت خان کے گھر پر چڑھائی کی اس کے کئی آدمی مار ڈالے اور اسے اس کے گھر میں قید کر دیا۔ گو سعادت خاں نے اپنی دانائی کے سبب بعد میں رہائی پالی لیکن ابوالحسن تو اسے مار دینے پر تل گیا تھا۔

خافی خاں کے ایک اور بیان سے یہ حقیقت خوب واضح ہوتی ہے کہ اورنگ زیب کو ابوالحسن کے کردار اور بد اعمالی پر سخت اعتراض تھا وہ اس سے انتہائی نفرت کرتا۔ اپنی اس نفرت کا اظہار اس نے اس مراسلہ میں کیا جو سعادت خاں

ل ۔ ماثر، خافی خان جز ۲ : ۳۲۷

Marfat.com

کے نام اس شولاپور سے روانہ ہوتے وقت لکھا تھا۔ اس نے لکھا:

اگرچہ افعال آں بدعاقبت از احاطہ تحریر بیروں است۔ اما از صدیکی واز بسیاراند کی بہ شمار می آید۔ اوّلاً اختیار ملک و سلطنت بکف اقتدار کافر فاجر ظالم دادن و سادات و مشائخ و فضلا را منکوب و مغلوب او ساختن و در رواج فسق و فجور بافراط اعلانیہ کوشیدن و خود از بادہ پرستی، بہ ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی اصرار ورز دیدن۔ و خود را در عدم اطاعت اوامر و مناہی الٰہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحرب کہ نص کلام مجید بتاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق مطعون ساختن۔

جناب مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب واں مزاج گرفتہ حضور صادر شد و بنبہ غفلت از گوش نکشید بلکہ دریں تازگی فرستادن لک ہون۔ برائے سنبھائے بدکردار بہ عرض رسید باایں ہمہ غرور و مستی بادہ ناکامی نظر بہ افعال زشتی

Marfat.com

اعمال خود نمودن و امید وار رستگاری در ہر
دو جہاں داشتن۔

زہے تصورِ باطل زہے خیالِ محال[1]

اورنگ زیب نے، اپنے اس گرامی نامہ میں ابوالحسن کے کچھ تو وہی عیوب گنوائے ہیں جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں۔ اس گرامی نامہ سے ایک اور بہت ہی وزنی بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ معاہدہ مصالحت کے بعد، ابوالحسن نے خفیہ طور پر سنبھا کو ایک لاکھ ہن ابھی ابھی بھیجے تھے اور یہ اس کی کتنی بڑی بے وفائی اور غداری تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ابھی پیچھے جو عرض کیا تھا کہ اس کے مزاج میں پہلی ایسی رعونت نہ تھی اس کا اندازہ اس فرمان سے بھی کیا جا سکتا ہے جو اس نے حیدر آبادی فوج کے نام بادشاہی یلغار کے بعد جاری کیا۔ اس نے فرمایا:

ہر گاہ بر بادشاہ ظفر یابند تا مقدور سعی نمانند کہ زندہ
دستگیر گردد با اعزاز بیارند۔

ابوالحسن کے امرا اس سے بھی دس جوتے آگے تھے۔ انہوں نے جواب دیا

ہم سے یہ نہ ہو سکے گا ہم اس عالمگیر کو کبھی
معاف نہیں کر سکیں گے کہ اس نے ہمارے دل و
جگر مجروح کر رکھے ہیں[2]۔

ہم نے یہ دو مثالیں محض اس لئے پیش کیں کہ واضح کر سکیں کہ اس مصالحت

---

[1]۔ خافی خان جز ۲ : ۳۲۸   [2]۔ خافی خان جز ۲ : ۳۲۸

Marfat.com

کے بعد جو شاہ عالم اور ابوالحسن میں ہوئی (اور جس کی پابندی ابوالحسن نے نہیں کی) ابوالحسن کا مزاج قطعاً نہ بدلا تھا اور بُری عادتیں ہی چھٹی تھیں نہ رعایا کی فلاح و بہبود کا کوئی کام اس سے سرزد ہوا تھا بلکہ اس نے تازہ غداری کر کے اورنگ زیب سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا۔ ایسی صورت میں اورنگ زیب کا اس پر ظالمانہ ظالمانہ نہ تھا بلکہ عین مبنی بر انصاف و حق تھا۔

اورنگ زیب جب حیدر آباد کے قریب پہنچا تو ابوالحسن ایک بار اور حیدر آباد سے بھاگا اور قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لی۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے قلعہ گولکنڈہ مضبوطی و پائداری کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب نے جب اس کا محاصرہ کیا تو آٹھ مہینے کی خوفناک جد و جہد اور لڑائی کے باوجود یہ قلعہ فتح نہیں ہوا۔ کسی توپ نے اس کی مضبوط دیواروں کو شکست نہیں دی۔

خافی خاں اور مآثر عالمگیری نے آٹھ مہینے کی اس جد و جہد کی تفصیل بہت کھل کر بیان کی ہے۔ شاہی فوج میں سخت قحط پڑا۔ شاہ عالم نے ابوالحسن سے خفیہ خط و کتابت کی، بڑے بڑے بہادر مغل سپاہی مارے گئے حتیٰ کہ بڑے سپہ سالار فیروز جنگ زخمی ہوئے۔ قلیچ خاں موت کے دامن میں جا سوئے اور فوج کے حوصلے بار بار شکست ہوئے مگر اورنگ زیب کے عزم میں کوئی خلل نہ پڑا۔ خافی خان اور مآثر کے بیان کے مطابق جب شاہی فوج ایسی ہی مصیبت کا شکار ہو گئی تھی اور بارش کی وجہ سے ہر چہار طرف سے رسد بند ہو چکی تھی غلہ عنقا تھا اور فوج بھوکوں مر رہی تھی۔ ابوالحسن نے دو کروڑ کی نذر اور کئی ہزار من گندم کی پیشکش کی تھی۔ اور وعدہ لینا چاہا تھا کہ اس کی سلطنت باقی رکھی جائے۔

Marfat.com

سرکار نے اور ان کی طرح دوسرے انگریز مورخین نے طعن کیا ہے کہ علماء کے فتوے اور بڑے مغل سپہ سالاروں کے اصرار کے باوجود اورنگ زیب نے یہ لڑائی جاری رکھی اور ہزاروں مسلمان کٹوا دیئے اور ابوالحسن کو جو ایک مسلمان فرمانروا تھا معاف نہیں کیا۔

جہاں تک معافی کا تعلق ہے اورنگ زیب اسے معاف کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا۔ لیکن ابوالحسن جس کردار کا آدمی تھا اگر اسے یہ ریاست سونپ دی جاتی تو کیا یہ انسانیت شرافت اور اسلام سے دشمنی نہ ہوتی۔ اسلام میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں جبکہ ایک مسلمان کی تلوار حق و سچائی کی خاطر دوسرے مسلمان کے خلاف اٹھی اور اس لئے اٹھی کہ پہلے مسلمان کے نزدیک دوسرے مسلمان کی حکومت اسلامی نظام حکومت کے مخالف تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے امیر معاویہ کے خلاف اگر تلوار اٹھائی تھی جو ابوالحسن سے ہزاروں گنا اچھے اور بڑے مسلمان تھے تو اورنگ زیب کی تلوار اگر ابوالحسن کے خلاف اٹھی تو سرکار اور دوسرے انگریز مؤرخین کے نزدیک کیوں قابل اعتراض ہے۔ امیر معاویہ صحابی رسول اللہ تھے۔ کاتب وحی تھے مگر انہوں نے ملوکیت کی بنا رکھی تھی۔ وہ شریعت کے نقطۂ نگاہ سے صحیح امیر نہ تھے اور نہ ان کو امام برحق کے احکام کی مخالفت زیب دیتی تھی۔ علیؓ نے ان خلاف تلوار اٹھائی۔

اورنگ زیب نے ابوالحسن کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ ابوالحسن شرابی تھا۔ ابوالحسن نے مسلمانوں پر اپنی بارہ سالہ حکومت میں سخت مظالم کئے۔ اخلاقِ عام بگاڑ دیا۔ بیس ہزار عورتیں اپنے حرم میں بھر لیں۔ یہ عورتیں اس کے سامنے عریاں

Marfat.com

ناچ ناچتیں اور اس کی اور اس کے امرا کی ہوس پوری کرتیں، شہر بھر شراب کی دکانوں سے بھرا تھا اور انصاف و عدل اور نیکی و پاکیزگی اس کے سبب اس ریاست سے روٹھ گئی۔ ایسے شخص کو مضبوط چٹانوں اور پتھروں سے بنا ہوا جو قلعہ پناہ دیئے تھا اس پر اورنگ زیب نے یقیناً آٹھ مہینے تک خوب آگ برسائی۔ ان چالیس ہزار آدمیوں سے لڑا جو اس ظالم اور بدکردار کی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے بار بار اس کی فوج پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

اگر ابو الحسن بدکردار تھا۔ وہ ظالم و جابر اور نا فرض شناس تھا تو اسے اسلامی آئین یا دنیا کے کسی نظام اخلاق کی رو سے معافی نہ مل سکتی تھی اگر اورنگ زیب نے اسے معافی نہ دی اور اسے پریشان و مضطرب کرنے کے لئے آٹھ مہینے تک لگاتار اور انتہائی سخت جدوجہد کی تو کیا یہ نیکی کی بدی پر غالب آنے یا اچھائی کی برائی کو دبانے کی جدوجہد نہ تھی!

ہم سرکار۔ انگریز اور دوسرے غیر مسلم و مسلم مورخین کو جو اورنگ زیب کی اس حکمت عملی یا روش کے مخالف ہیں چیلنج کر سکتے ہیں کہ وہ یہ ثابت کریں کہ اورنگ زیب نے اس محاصرہ کے دوران میں حیدر آباد کی وسیع سلطنت میں کسی ایک بستی یا کسی ایک شہر کو لوٹا۔ کوئی ایک مکان جلایا، کوئی ایک کھیت ویران کیا۔ اس نے صرف اس بدکردار کو جو بارہ سال متواتر بدکاری اور ہر قسم کے قبیح فعل کرنے کے بعد اس قلعہ کی مضبوط دیواروں کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا قلعہ سے باہر نکالنا چاہا۔ خود سرکار ہی کا بیان ہے کہ جب ابوالحسن کی صلح کی درخواست کی سفارش فوج کے بعض لوگوں نے کی تو اورنگ زیب کا جواب صرف یہ تھا

Marfat.com

ابوالحسن سے کہو کہ کسی شرط کے بغیر، مجرم کی صورت بنا کر میرے پاس آ جائے
جب تک ابوالحسن اس کے پاس نہیں آیا۔ اس نے جدوجہد جاری رکھی
اور چونکہ اس کی لڑائی حیدر آباد کے عوام سے نہ تھی اس لئے اس نے ساری
حیدر آباد ریاست کو اپنے دامن میں لے کر، رعایا کی دلجوئی، حفاظت اور فلاح
کا کام شروع کر دیا۔ اس نے خافی خان کے بیان کے مطابق حیدر آباد شہر میں
محکمہ اِحتساب قائم کر کے عوام کے اخلاق کو سنوارنے اور دس سالہ ہندو وزارت
کی روایاتِ فاسدہ کو مٹانے کی کامیاب کوشش کی۔ اس نے مساجد بنائیں،
کسانوں کی حفاظت کے لئے سپاہ مقرر کی۔ جابر کارکنوں کو الگ کیا اور گولکنڈہ
کے محاصرہ کے باوجود حیدر آباد کی پوری آبادی کو ایک اچھے نظم ونسق اور ایک
مکمل اِسلامی نظامِ حکومت کی برکات سے بہرہ ور کیا۔

خافی خان ہی کی روایت ہے کہ اورنگ زیب نے دکن کی بگڑی ہوئی
حالت سنوارنے کے لئے امانت خاں جیسے انسانِ کامل کو سب سے بڑا عامل
بنایا۔ یہ بزرگ شخصیت اللہ کے ان بندوں میں سے تھی جو اس دُنیا میں صرف
انسانوں کی فلاح سے مطلب رکھتے تھے، وہ اس قدر فرض شناس اور رعایا
کے خیر خواہ تھے کہ انہوں نے کبھی رعایا کے کسی فرد پر ظلم نہ ہونے دیا اور اس
صوبہ کے لوگوں کی خوب دلجوئی کی۔ انہوں نے لاکھوں روپے کا مالیہ مستحق اور
غریب کاشت کاروں اور زمینداروں کو معاف کیا۔

خافی خاں کی روایت کے مطابق انہوں نے یہ بات بادشاہ سے آپ اس

لے۔ خافی خاں جز ۲ : ۳۸۲

Marfat.com

وقت بھی جب بادشاہ نے ان کی دیانت و امانت کی خوب تعریف کی تھی، انہوں نے کہا:

مثل من خائن دیگرے نخواہد بود کہ ہر سال
چندیں لک روپیہ مال ولی نعمت را بر عایا و عمال کہ
باقی دار بودند معاف می نمائیم و امید عفو از پادشاہ
خطا بخش و جرم پوش دارم[1]

اور اس بادشاہ نے جسے سرکار اور انگریز مورخین نے ہمیشہ مطعون کیا ہے یہ سنکر جواب دیا:

ما معاف نمودیم و می دانم کہ شما خزانہ دنیا و آخرت
مارا معمور می سازید۔

ہم نے آپ کو معاف کیا ہے اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ہماری دنیا و آخرت کے خزانے معمور کر رہے ہیں۔

اورنگ زیب کو دنیا و آخرت کے خزانے معمور کرنے کی بہت آرزو تھی اس لئے اس نے امانت خاں کو پورے دکن کی دیوانی عطا کی تھی، اور اس حیدر آباد کے نظام مالیات کو، عبدالوہاب استر آبادی کے سپرد کیا تھا۔ جو دیانت، ایمانداری اور فرض شناسی میں امانت خاں کے ہم پلہ تھے۔

اورنگ زیب کی شرافت و پاک نفسی کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب اس نے آٹھ مہینے کے بعد گولکنڈہ میں راہ پائی اور ابوالحسن گرفتار

---

[1] خافی خاں جلد ۲ : ۳۸۰

Marfat.com

ہو کر اس کے حضور لایا گیا تو اس نے اس کے ساتھ انتہائی شریفانہ برتاؤ کیا اسے اس کے پچھلے گناہوں پر کوئی 'ذاتی' سزا نہ دی۔ وہ حکومت کے نااہل تھا اس لئے اس سے حکومت چھین لی، مگر اسے زندہ رہنے کا حق دیا، دولت آباد کا شاہی قلعہ اس کے لئے مخصوص کر دیا اور پچاس ہزار روپے سالانہ جو چار ہزار روپیہ ماہوار سے زیادہ بنتے ہیں اس کا وظیفہ مقرر کیا تھا

خود ابوالحسن کو بھی اس بات کا اعتراف تھا کہ اورنگ زیب نے اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے اسے اس کے گناہوں پر سزا بھی دی مگر اورنگ زیب جیسے متقی کی قید میں رکھکر بڑا احسان فرمایا۔[1] یہ اس پر خدا کا سچ مچ بڑا احسان تھا۔ خافی خان کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نے اسے بھیجا تو:

تو فراخور تو احوال ضروری از خوراک و پوشاک و خوشبوئے
کہ بفراغ بال تواند گذراند مقرر فرمودند[2]

ابوالحسن کے ساتھ اگر اورنگ زیب یہ سلوک نہ کرتا اسے سخت سزا بھی دیتا تو بھی جائز ہوتا لیکن اس نے اسے کوئی ذاتی سزا نہ دے کر اس کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا کہ وہی ہر خطا کار کا اصل نگران و محافظ ہے۔

---

[1] ۔ خافی خان ۳۶۴ [2] ایضاً ۳۶۶

Marfat.com

بیجاپور

گولکنڈا کی طرح بیجاپور کی کہانی بھی اورنگ زیب کے خلاف داستانِ امیرحمزہ لکھنے والوں کا ایک دلچسپ موضوع ہے انسانیت و شرافت کی ہمدردی میں مگرمچھ کے آنسو بہانے والے ہندو اور انگریز مورخین نے سکندر عادل شاہ کی جبری علیحدگی اور قید پر اورنگ زیب کو خوب خوب مطعون کیا ہے۔

حالانکہ حقیقت صرف اسی قدر تھی کہ بیجاپور کے اصحابِ اقتدار سلطان گولکنڈا کی طرح سیوا کو مغلوں کے خلاف مضبوط محاذ بنانے کے لئے روز بروز تقویت پہنچا رہے تھے اور اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ بیجاپور کے امرا سیوا کے خلاف اس کی مدد کریں۔

صاحبِ بساتین کے بیان کے مطابق راجہ جے سنگھ جب سیوا کی حد سے بڑھی ہوئی گستاخیوں کی سزا دینے کے لئے مہاراشٹر بھیجے گئے تو اورنگ زیب نے پہلی بار بیجاپور سے حق دوستی و رفاقت ادا کرنے کی اپیل کی۔ گو وہ شاہجہان کے جانشین کی حیثیت سے بیجاپور کا تسلیم شدہ حکمران بالا تھا اس کے باوجود اس نے سلطان بیجاپور کے نام جو خط لکھا اس کے الفاظ تھے:

میری آپ سے التجا ہے سیوا کو کوکن سے نکال دیں جہاں وہ فساد و اضطراب

Marfat.com

پھیلائے ہے۔

اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ اسے اپنا متعلق بنالیں اور اپنی ملازمت میں لے آئیں تو ایسا کر لیجئے۔ اسے ایک جاگیر کرناٹک میں دے دیجئے تاکہ وہ اس طرح مغل حدود سے دور چلا جائے[1]

اس کے علاوہ اس سے یہ درخواست بھی کی گئی تھی کہ وہ اپنی فوج سیوا کے خلاف روانہ کرے گو اس نے ایک فوج بظاہر سیوا کے خلاف مغل فوج کے ہمراہ سیوا سے لڑنے کے لئے بھیج دی مگر اندرونی طور پر چونکہ وہ سیوا کو مغلوں کے خلاف مضبوط بنانا چاہتا تھا اس لئے اس نے اسے بہت سا سامان اور روپیہ بھی دیا[2] اور ساتھ ہی مہاراجہ جے سنگھ سے اپیل کی کہ سیوا کے خلاف لڑائی نہ کریں[3]

یہ تھے وہ اسباب جن کے سبب راجہ جے سنگھ نے سیوا سے نپٹنے کے بعد اورنگ زیب کے ششم جلوس میں بیجاپور پر پہلا حملہ کیا۔

صاحب ماثر عالم گیری نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

چوں عادل خاں بیجاپوری در اداے پیش کش تہاون می نمود دور اعانت سیوای کوشید بریہ لبغ معلّے براجہ جے سنگھ صادر گشت کہ بعد از بندوبست قلاع و ولایتے کہ از سیوا بتصرف آمدہ بتافت ولایت بیجاپور بشتابد[4]

خانی خاں نے صرف "تقصیر عدم وصول پیش کش"[5] اس حملہ کا سبب

---

[1] بساتین ۳۹۸ [2] عالم گیر نامہ ۹۱۲ [3] بساتین ۴۰۵

[4] ماثر عالمگیری ۵۱ [5] خانی خان جز ۲ ۱۸۳

Marfat.com

قرار دیا ہے۔

بہرحال یہ پہلا حملہ تھا جو ۵ جلوس میں بیجا پور پر ہوا۔ راجہ جے سنگھ نے سرحدی قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد بیجا پور کا محاصرہ کیا جو چھ مہینے تک چلا۔ گو یہ محاصرہ ایک حیثیت سے کامیاب تھا لیکن فوج متواتر چھ مہینے سے لڑتے رہنے کے سبب بہت تھک گئی تھی اور بیجا پوریوں نے شاہی فوج کو بھوکوں مارنے کے لئے تمام ملک کی فصلیں برباد کر دی تھیں اور غلہ دور دور تک کہیں موجود نہ رہا تھا۔ اس لئے جب راجہ نے یہ کیفیت بادشاہ کو لکھی تو اس نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔

یوں بیجا پور پر اورنگ زیب کا پہلا حملہ ایک طرح سے ناکام سمجھا جا سکتا ہے بیجا پور پر دوسرا حملہ، دلیر خاں نے کیا جو راجہ جے سنگھ کی موت اور خان جہاں کے عزل کے بعد دکن کا صوبیدار بنایا گیا تھا۔ دلیر خاں نے بیجا پور سے کئی لڑائیاں لڑیں جن میں مغلوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور دونوں میں لڑائی کو روکنے کے لئے حسب ذیل معاہدہ طے پایا:

بیجا پور سیوا کے خلاف لڑے گا۔ ملک میں امن و امان قائم کرے گا۔ اور مغل دربار سے دوستی بڑھانے کی خاطر بادشاہ کی بہن کو کسی شہزادہ سے بیاہنے کے لئے دہلی بھیج دے گا۔

لیکن اس معاہدہ کی کوئی شرط بھی پوری نہ کی گئی بلکہ اس کے برعکس سدی مسعود اور شرزہ خاں نے جو ان دنوں بیجا پور کے دو سب سے

لے۔ بساتین ۴۶۲

Marfat.com

مقتدر رہنا تھے۔ سیوا کو اپنا رفیق بنالیا۔ اور یوں اورنگ زیب کو کھلی دعوت دی کہ وہ بیجاپور پر حملہ آور ہو۔

صاحب بساتین فرماتے ہیں کہ اس وقت بیجاپور کی حالت سخت تباہ تھی سدی مسعود جس نے عبدالکریم اور خواص خاں کو دبا کر، وزارتِ عظمیٰ کا منصب پایا تھا انتہائی نافرض شناس سیاست داں تھا اس نے اپنی حماقت کے سبب ریاست کی دیوانی جس چنتو جناجی کے سپرد کی تھی وہ اپنے حد سے بڑھے ہوئے مظالم اور زیادتیوں کے سبب حیدر آباد کے مادنا سے بھی بازی لے گیا تھا۔[1]

سیوا سے جو معاہدہ سیدی مسعود نے کیا تھا وہ بھی ناکام ہوا اور سیوا نے اس ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے جب پہلے کی طرح ایک بار اور بیجاپور کے علاقہ میں لوٹ مار شروع کی تو مسعود کو دلیر خاں کے حضور جھکنا پڑا۔

دوستی کے اظہار کے لئے نوعمر بادشاہ کو کی بہن کو شہر بانو کو ذریعہ بنایا گیا تو شہزادی کو بادشاہی چھاؤنی میں بھیج دیا گیا جو شاہزادہ اعظم سے بیاہ دی گئی۔[2]

یہ تعلق بظاہر ایسا تھا کہ اس کے بعد بیجاپور اور اورنگ زیب میں کسی چپقلش کی امید نہ کی جاسکتی تھی اور یہ توقع جائز تھی کہ بیجاپوری سیوا کے خلاف اورنگ زیب کی مدد کریں گے۔

مگر یہ توقع پوری نہ ہوئی اور جاننے والوں نے جان لیا کہ بیجاپوری اپنی شہزادی مغل شہزادے کے ساتھ بیاہ کر کے بھی دوست نہیں بنے

یاد ہوگا کہ جب اورنگ زیب دہلی چھوڑ کر راجپوتوں سے نپٹنے کے لئے اجمیر

---

[1] بساتین ۴۶۲ [2] بساتین ۴۶۲

Marfat.com

بھیجا تھا اور راجپوتوں کے ورغلانے پر اکبر نے باپ کے خلاف بغاوت کردی تھی اور سنبھا پسر سیوا کے ہاں جا چھپا تو اورنگ زیب بہت پریشان ہوا تھا بیجاپوری اگر فرض شناس اور دیانتدار ہوتے تو اس نازک موقعہ پر وہ آپ بادشاہ کو اپنی مدد کی پیشکش کرتے مگر انھوں نے آپ مدد پیش کرنا تو کجا رہا بادشاہ کی درخواست پر کان نہ دھرے۔

صاحب بساتین کے بیان کے مطابق اورنگ زیب نے اپنے اونچے منصب کے باوجود اس وقت کے سپہ سالار بیجاپور شرزہ خان کو آپ خط لکھا یہ خط انتہائی دوستانہ انداز میں لکھا گیا تھا۔

ہماری فوجیں دکن آ رہی ہیں تاکہ سنبھا کو سزا دیں اور بیجاپوری قلعے اس کے ہاتھ سے چھین کر بیجاپور کو واپس دلائیں۔

آپ پریشان نہ ہوں اور اس کام میں خانِ جہاں کی مدد کریں[1]

خود شہر بانو نے بیجاپوری شہزادی ہونے کی حیثیت سے شرزہ خان سے درخواست کی:

شاہی فوج کی مدد وفاداری کے ساتھ کرو۔ اس میں بیجاپور ریاست کا فائدہ ہے۔

سرکار اعتراف فرماتے ہیں:

---

[1] بساتین ۴۱۴

Marfat.com

سنبھو کے ہاتھ سے عادل شاہی سرحدی علاقہ کی
واپسی کے جدوجہد میں تعاون کی خاطر بادشاہ نے
جو اپیل کی عادل شاہی حکام میں سے کسی نے اس پر
اعتنا نہ کیا۔[1]

اس کے برعکس بادشاہ کو پے در پے یہ ثبوت بہم پہنچائے گئے کہ بیجاپوری حکومت مرہٹوں کو مدد دے رہی ہے اور بیجاپوری مغلوں کے خلاف سنبھا کو تنہا اپنا دوست سمجھتے ہیں۔

یہ صورت حال جان کر اورنگ زیب نے روح اللہ خاں کو حکم دیا کہ بیجاپوری سرحد پر جا پہنچے تاکہ بیجاپوری اس محاذ کو کھلا دیکھ کر سنبھا کو کوئی عملی مدد نہ دے سکیں۔ روح اللہ خان ۲۵ سنہ جلوس میں اس کام کے لئے روانہ ہوئے لیکن اس کے باوجود اورنگ زیب ابھی بیجاپوریوں سے مایوس نہ ہوا تھا۔ اس نے مآثر کے بیان کے مطابق بیجاپور کے سفیروں یادگار علی وکیل، سکندر عادل خان اور شیخ حسن وکیل سیدی مسعود کو خلعت ہائے فاخرہ سے نوازا اور دو اور ایک ہزار روپے نقد عطا فرمائے۔[2]

یہ امر واقعہ ہے کہ بادشاہ اس وقت نا امید نہ ہوا تھا لیکن اس سے تھوڑی مدت بعد جب اسے بیجاپوریوں کی بے وفائی کا پورا یقین ہو لیا تو اس نے ان سے قطع تعلق کا فیصلہ کر لیا اور شاہزادہ اعظم ابھی نیرا دریا کو عبور نہ کر پایا تھا کہ برسات شروع ہو گئی اور بادشاہ نے اسے واپس بلا لیا۔ برسات کے بعد اسے

۱۔ سرکار جز ۴، ۳۰۳ ۲۔ مآثر عالم گیری ۲۱۸

Marfat.com

پھر بیجا پور پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا مگر دو مہینے بعد اسے ناسک بھیج دیا اور یوں یہ لڑائی طول پکڑتی رہی۔

اس دوران میں بیجا پور کی اندرونی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ مظالم بڑھ گئے تھے اور عوام کیا اور خواص کیا سب سے اطمینانِ قلب چھن چکا تھا۔ ریاست کے نظم و نسق میں انتہائی انتشار تھا اور فقیر سے لے کر گدا تک کو آرام سے سونا نصیب نہ تھا۔ خود مسعود جو وزارتِ عظمیٰ کے منصب کو سنبھالے تھا، آپ سخت پریشان تھا۔ اسے تک اپنے مستقبل پر ہزار ہزار شبہات تھے یہ شبہات اسے اس کی جاگیر ایدونی لے گئے جہاں سے وہ واپس نہ لوٹا۔ اس کی جگہ آقا خسرو[1] نے لی لیکن آقا خسرو محض نام کے خسرو تھے وہ کیا کر لیتے۔ البتہ شرزہ خاں، اس ریاست کا تنہا بڑا آدمی تھا۔ نوعمر سکندر اور دوسرے امراء اور فوج کی نگاہیں بار بار اُٹھتیں۔ شرزہ خان بہادر بھی تھا اور فوجوں کے لڑانے کے فن سے بھی واقف تھا۔ یہ وہی تھا جس کے سبب بیجا پور کی گردن ابھی تک اورنگ زیب کے سامنے اکڑی تھی۔ اور اس نے باوجود انتہائی بدامنی اور انتشار کے اورنگ زیب کی طرف دستِ دوستی دراز نہ کیا تھا۔ خود اورنگ زیب کو معلوم تھا کہ جب تک شرزہ خان برسرِ اقتدار ہے اس وقت تک بیجا پوریا اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس نے سکندر عادل کے نام جو فرمان جاری کیا اس میں صاف اور کھلا ہوا مطالبہ کیا کہ شرزہ خان کو جلاوطن کر دیا جائے اس فرمان میں دو اور مطالبے بھی کئے گئے تھے۔

---

[1] بساتین ۴۴۲-۴۴۳

Marfat.com

مغل فوج کو سنبھا پر حملہ کے دوران میں رسد بہم
پہنچائی جائے پانچ ہزار بیجاپوری شاہی فوج کی
مدد کریں اور بیجاپور کی راہ سنبھا پر حملہ کرنے کی
اجازت دی جائے۔

ادھر سے جو جواب آیا سرکار کی زبان میں وہ کافی تیز تھا. اس نے
مطالبات کئے:

مغلوں نے اب تک جو پیش کش وصول کی ہیں
وہ سب کی سب واپس کی جائیں.
ماضی میں بیجاپور کا جتنا علاقہ ان کے قبضہ میں جا
چکا ہے وہ بھی واپس لوٹایا جائے۔
مغل فوجیں، بیجاپوری سرحد خالی کر دیں۔
شرزہ خاں کی جلاوطنی کا خیال دل میں نہ لایا جائے۔

یہ جواب پانے کے بعد اورنگ زیب نے وہی کیا جو ایک غیرت مند تاجدار
کو کرنا چاہیئے تھا۔ صاحب مآثر فرماتے ہیں:

چوں از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر والی
آں جا با غنیم رفاقت می نمود متواتر بعرض رسیدہ
مکرر فرمان نصیحت امیز از راہ تہدید و علاوعید
صادر گردید فائدہ نہ بخشید۔
بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ را با امرائے رزم دیدہ فوج

Marfat.com

فوجِ شائستہ برائے تسخیر بیجاپور مرقص فرمودند[1]

گویا اس بار اورنگ زیب کی یہ فوج کشی تسخیر کی خاطر تھی۔ شہزادہ خان نے راہ روکنی چاہی۔ مرہٹے اور گولکنڈی مدد کو آئے مگر اورنگ زیب کی سپاہ کو یہ ساری فوجیں بیجاپور پہنچنے سے نہ روک سکیں۔ بیجاپور کا محاصرہ شروع ہوا اور بیجاپور کی لڑائی فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی۔ ایسے مرحلہ میں جس میں گولکنڈا کی لڑائی داخل ہوئی تھی اور جس کے دوران میں کسی مصالحت کی گنجائش نہ تھی۔

خافی خاں اور ماثر نے جو تفصیل پیش کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب اب عزم کر چکا تھا کہ کسی بھی مرحلہ پر مصالحت نہیں کرے گا اور اس ریاست کو جو متواتر بیس سال سے اس کے دشمنوں سے ساز باز کر رہی تھی ختم کر دے گا اور اس نے اسے ختم کر ڈالا۔ اسے ختم کرنے کے لئے آپ بیجاپور جانا پڑا۔ نوعمر سکندر عادل شاہ گرفتار ہو کر اس کے حضور پیش ہوا۔ اس نے اسے اپنے مسند پر اپنے پہلو میں جگہ دی خان کا خطاب عطا کیا خلعت ہائے فاخرہ سے نوازا اور ایک لاکھ روپے سالانہ وظیفہ کر کے دولت آباد بھیج دیا کہ ابوالحسن کے پہلو میں بیٹھکر زندگی کے دن پورے کرے

تو جیسے ہم نے جو تفصیل پیش کی ہے اسے پڑھ لینے کے بعد غالباً کوئی ایماندار اور دانا شخص اورنگ زیب پر یہ الزام نہیں لگا سکے گا کہ اس نے اس مسلمان ریاست کو ختم کرنے میں ہوس ملک گیری سے کام لیا تھا۔ اس نے

---

[1] ۔ ماثر عالمگیری

Marfat.com

سکندر اور اس کے بد دماغ ساتھیوں کو راہ پر لانے کی پوری کوشش کی تھی اور جب وہ کسی طرح راہ پر نہ آئے تھے ان کے خلاف یہ اقدام کیا تھا اور تاریخ جانتی ہے کہ ان کے استیصال کے صرف چند سال بعد اورنگ زیب نے مرہٹوں کو ختم کر ڈالا۔

یہ وہی دونوں بیجاپور اور گولکنڈا تھے جن کی شہ پر یہ سورما ناچ رہا تھا البتہ ہمارے خیال میں اورنگ زیب سے اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ضرور ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ اس نے راجہ جے سنگھ کو واپس بلا لیا تھا بیجاپور اور گولکنڈا کے خاتمہ کا وقت شہ جلوس تھا۔ راجہ جے سنگھ اس کے بہت اہل تھے اگر اس وقت بادشاہ دہلی کے تخت کو چند دن کے لئے خالی چھوڑ کر دکن آجاتا اور ان دونوں نکمی ریاستوں کو ختم کر دیتا تو مرہٹے کبھی سر نہ اٹھاتے لیکن اس وقت کو ضائع کر دیا گیا وہ گھڑی بیت گئی اور یہ زہریلا پودا ایک خطرناک درخت بن گیا ایسا درخت جس کی جڑیں دُور دُور تک پھیل چکی تھیں۔ گو اس نے آخری عمر میں اس کی ساری بڑی شاخیں کاٹ دی تھیں تاہم اسے جڑ سے نہ اکھیڑ سکا۔

Marfat.com

انجام بہ خیر

Marfat.com

Marfat.com

انجام بہ خیر

صاحبِ مآثرِ عالمگیری کے بیان کی رو سے، فتح واکن کیرا اورنگ زیب کی زندگی کی آخری بڑی فتح تھی۔ اس نے اس مہم کی ایک ایک بات کی آپ نگرانی کی نہیں کہا جا سکتا کہ واکن کیرا کی اس مہم نے اس کے جسم و جاں پر کیا کیا ناگوار اثرات ڈالے تھے کہ جب وہ اس سے آٹھ میل کے فاصلے پر آباد قصبہ دیوا پور میں آرام فرمانے کے لئے رکا تھا تو اسے اپنے جسم کی ہر توانائی اپنا ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

صاحبِ مآثرِ عالمگیری کہتے ہیں کہ بادشاہ کی اس علالت نے پوری فوج کو شکستہ دل کر دیا تھا۔ لوگ ڈر رہے تھے کہ اگر اس بطلِ عظیم کی موت [illegible] میں آگئی تو سلطنت تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر جائے گی اور [illegible] جائے گا جو کروڑوں انسانوں کو باہم [illegible] تھا۔ خود اورنگ زیب کو بھی اس بات کا پورا پورا احساس تھا یہی سبب تھا کہ اس نے ابھی اس بیماری کو [illegible] کے جسم و جاں کی ہر توانائی کو شکست دے چکی تھی اپنے عزم کی ڈھال پر [illegible] لیا اور

Marfat.com

بارہ چودہ روز کے اندر اندر اس نے ایک طرح سے اسے شکست دے دی
اس علالت میں صرف دس یا بارہ دن صاحبِ فراش رہا۔ پھر معمول کی طرح
ہر کام کرنے لگا۔ عرضیاں سنتا۔ احکام و فرامین جاری کرتا، دربار لگاتا اور
نو مفتوحہ علاقہ کے نظم و نسق میں بھی دلچسپی لیتا۔

دیواپور کا قیام ایک عارضی قیام تھا۔ وہ علالت پر قابو پاتے اور اس علاقہ کے نظم و نسق سے فراغت پاتے ہی احمد نگر کی طرف چلا، اور ڈیڑھ مہینے کے سفر کے بعد موسم سرما میں بہادر گڑھ پہنچا اور رمضان کا مہینہ گزارا اور بڑھاپے کے باوجود رمضان کے پورے روزے رکھے۔ رات رات بھر عبادت کی اور پھر عید کی مسرتوں میں اپنی فوج کے ساتھ شریک ہونے کے بعد احمد نگر کی طرف بڑھا احمد نگر میں وہ ایک سال ٹھہرا اور یہیں موت کے ظالم پنجہ نے اس بوڑھے مگر باہمت فرمانروا پر ۹۱ سال کے بعد چھاپہ مارا اور ہندوستان کی مسلمان قوم اپنی تاریخ کے سب سے بڑے مجاہد سے محروم ہو گئی۔[1]

سرجدوناتھ سرکار اس کی موت اور اس کی زندگی کے آخری ایام کا ذکر کرنے کے بعد افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

> اورنگ زیب کی زندگی کے آخری دن بہت سخت
> مایوس کن تھے اس نے محسوس کر لیا تھا کہ سیاسی
> لحاظ سے اس نے ہندوستان پر عادلانہ اور ضبط
> کے ساتھ حکومت کرنے کی جو طویل جدوجہد کی وہ
> ناکام رہی۔

---

[1] ماثر نے اورنگ زیب کی عمر ۹۱ سال تیرہ دن لکھی ہے ماثر ۵۲۳

Marfat.com

سرجدوناتھ سرکار نے اس مضمون کو اپنی تاریخ اورنگ زیب کے پانچویں حصہ میں کوئی سو بار دہرایا ہے کہ اورنگ زیب قطعاً ناکام مرا۔ تیس سالہ متواتر جنگ نے اس کی حکومت کا شیرازہ قطعاً بکھیر دیا تھا کہیں امن و امان نہ تھا ہر جگہ لوٹ مچی تھی۔

سرکار نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ایک ماہر وکیل کی طرح دکن بنگالہ، گجرات، مالوہ اور دوسرے صوبوں کے نام لے لے کر بعض فسادات کا ذکر کیا ہے۔

دکن میں مرہٹوں کے ساتھ اس نے تیس سال میں جو لڑائیاں لڑیں سرکار کے نزدیک وہ ناکام تھیں۔ اس لئے کہ آخری وقت میں جب وہ دیوا پور سے بہادر نگر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے کیمپ سے تھوڑے فاصلہ پر مرہٹوں کی ایک بڑی فوج موجود تھی۔ یہ دعویٰ کرنے کے باوجود خود سرکار نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ مرہٹوں کی اس بڑی فوج نے بادشاہ کی 'پالکی' پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کی اور جب خان عالم اس کی مزاج پرسی کو روانہ ہوئے تو وہ یوں بھاگی جیسے اس کا وجود محض ہوائی تھا۔ اس فوج کا ذکر کرنے کے بعد سرکار فرماتے ہیں کہ [1]۱۷۰۶ء میں یعنی اسی دوران میں مرہٹے اورنگ آباد کی سرحد پر ظاہر ہوتے لیکن جب نصرت جنگ بادشاہ کے حکم سے اس کے تعاقب میں بڑھے تو بہادر مرہٹے بھاگ گئے اور نصرت جنگ ان کا تعاقب کرتے انہیں احمد نگر سے ساٹھ میل تک لے گئے۔ انہوں نے مرہٹوں کو قدم قدم پر مارا۔ یہاں تک کہ مرہٹوں

---

[1] ۔ سرکار جز ۴ : ۲۵۰

Marfat.com

کو مہادیو کی پہاڑیوں میں چھپ جانا پڑا۔

یہ مثال دینے کے بعد سرکار فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب مرہٹوں سے لڑنے میں ناکام رہا تھا۔ ہم یہ بحث کر چکے ہیں۔ یہاں اسے دہرائیں گے نہیں صرف اتنا عرض کریں گے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ۱۶۸۰ء میں مہادیو کی پہاڑیاں یا ایسی دوسری تنگ اور ناقابلِ عبور جگہیں تو مرہٹوں کی پناہ گاہیں تھیں۔ ان کے پاس پورے چھ سو میل لمبے علاقہ میں ایک قلعہ باقی نہ رہا تھا۔ اورنگ زیب نے داکن کیرا پر قبضہ سے پہلے ان سے ایک ایک قلعہ چھین لیا تھا۔ یوں یہ الگ بات ہے کہ اس اتنے بڑے پہاڑی علاقے کے جنگل، غاریں اور کھوئیں اس کے قبضہ میں نہ آئی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس پورے علاقہ میں جسے اورنگ زیب نے مرہٹوں سے چھینا اورنگ زیب کو عدل و انصاف اور امن و امان کا نگران سمجھا جاتا۔ اس سارے علاقہ کے لوگ دعائیں مانگتے کہ اورنگ زیب کا سایہ ان کے سروں پر سدا قائم رہے۔

جب یہ علاقہ مرہٹوں کے قبضہ میں تھا۔ عوام مسلمانوں کے آنے کی آرزو کرتے۔ اس زمانے میں سورت میں جو انگریزی کارخانے تھے ان کے ایک منیجر نے ایک دوسری فیکٹری کے نام ایک مراسلہ لکھا تھا جس کا مفہوم یہ تھا:

" ہماری پریشانیاں روز بروز بڑھ رہی ہیں اور
ہم اپنے کارخانہ کی ترقی کی اس وقت تک کوئی
توقع نہیں رکھتے جب تک سیواجی مرہٹے کا راج

---

[1] سرکار جز ۵: ۲۵۱

قائم ہے اس نے اور اس کے آدمیوں نے سارے ملک کو اس بری طرح لوٹ لیا ہے کہ لوگوں کے پاس آئندہ فصل کے لئے بیج تک نہیں رہا اور آئندہ سال غلہ کی کمی کے سبب لوگ ایک دوسرے کو کھائیں گے۔

تمام لوگ دعا مانگتے ہیں کہ مسلمان پھر سے آجائیں اور اس ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیں۔[1]

یہ لوگوں کی دعائیں تھیں کہ اورنگ زیب تیس سال دکن میں رہا اور مرہٹوں سے ان کی حکومت چھین لی اور ایک ایک قلعہ اور ایک ایک شہر ان کے ناپاک وجود سے خالی کر دیا۔ گھنے جنگلوں اور پہاڑی غاروں سے ان کا نکالنا اس کے بس میں نہ تھا۔ اس کے بس میں صرف اتنا تھا کہ وہ جن علاقوں کو فتح کرے وہاں کے باشندوں کی حفاظت کے لئے فوج متعین کرے لوگوں کو ان کے گھروں میں بسائے ان کی جان و آبرو کی ضمانت دے۔ یہ اسکی عادت تھی کہ وہ جو علاقہ فتح کرتا۔ وہاں سے وہ اس وقت تک نہ ہٹتا جب تک اس کے نظم و نسق کی اصلاحات نہ کر لیتا مثلاً خود اس کے قیام دیوا پور کا حال بیان کرتے ہوئے سرکار کہتے ہیں:

یہ علاقہ جو اتنی مدت تک لڑائی کا میدان بنا رہا تھا از سرِ نو آباد و منظم کیا گیا۔ قانون کو توڑنے اور امنِ عامہ

---

[1] سورت کے ایک کارخانہ کے ریکارڈز نمبر ۹۱ ۔۔۔

Marfat.com

کو خراب کرنے والے عناصر ختم کیے گئے اور ان کو
ہر لحظہ دبا رکھنے کے لئے قلیچ خان کی ماتحتی میں ایک
مضبوط فوج متعین کی گئی۔ کسانوں کو اطمینان دلایا
گیا انہیں ان کے گھروں میں دوبارا آباد کیا گیا اور
آس پاس کے سرداروں سے مالگزاری وصول کر کے
خزانہ میں داخل کی گئی [1]

اس کے سوا اورنگ زیب اور کیا کر سکتا تھا۔ ایک فرض شناس فرمانروا کے فرائض اس کے سوا سرکار کے نزدیک اور کیا تھے وہ تئیس سال محض اس لئے دکن میں رہا کہ مرہٹے اس قلمرو میں بسنے والی مغل رعایا کو کسی لمحہ پریشان نہ کر سکیں اس عزیب نے اپنا آرام، اپنی ہر آسائش محض اس لئے ترک کی تھی کہ دکن اور اس کے نواح کے باشندوں کو لٹیرے اور ڈاکو مرہٹوں سے نجات دے۔

یاد ہوگا اس نے بیجا پور پر جب حملہ کیا تو سکندر عادل شاہ کو جو مراسلہ لکھا اس کی آخری عبارت یہ تھی:

دارالخلافہ سے یہاں آنے سے میری غرض تنہا یہ ہے
کہ ان باغیوں کو کیفر کردار کو پہنچاؤں اور ان کے ظلم
سے دنیا کو نجات دلاؤں [2]

اس لئے اس نے جو تئیس سال ان ظالموں سے نجات دلانے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے میں صرف کئے انہیں ہم بے حاصل و بے نتیجہ نہیں کہہ سکتے سرکار کے نزدیک

---

[1] سرکار جز ۵ ۲۴۴ [2] بساتین ۴۴۳

Marfat.com

اس نے اپنی آخری عمر ضائع کی تیئیس سال متواتر سفر میں گزارے، اپنی فوج کو تیئیس سال آرام لینے نہ دیا۔ اور خود بھی آرام نہیں کیا۔ انسانیت کی فلاح میں اچھے انسان اپنی ساری زندگیاں وقف کر کے خدا کے ہاں سرخرو ہوتے ہیں اورنگ زیب نے اگر یہی سرخروئی حاصل کرنا چاہی تو سرکار کو کیوں دکھ ہوا۔ کیا اس لئے کہ اس طرح مرہٹوں پر جو ان کے ہم قوم و ہم مذہب تھے زد پڑتی تھی!

اس اجمال کے بعد ذرا تفصیل میں آئیے اور غور کیجئے کہ اورنگ زیب نے تیئیس سال دکن میں رہ کر کیا کارگزاری کی۔ بیجاپور اور گولکنڈا کی فتح کے علاوہ ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے ساگر رائے چور، ادونی، سیرا، بنگلور، وندی داش، ہنیک پور، بلگاؤں فتح کئے اور سنبھا اور سیواجی کے تمام خاندان پر قبضہ کر لیا تھا۔ خود سرکار کے بیان کی رو سے ۱۶۸۹ء میں مغلوں نے تمام مرہٹی قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن ابھی سیوا کا دوسرا بیٹا راج رام زندہ تھا اور اس نے پھر مرہٹہ قوتیں مجتمع کر لی تھیں۔ اس لئے اگر اس وقت اورنگ زیب واپس جانا چاہتا تو گویا اس کے معنیٰ یہ تھے کہ اس نے مرہٹوں کو ان کے حال پر چھوڑنا پسند کر لیا ہے اور انسانیت اور دکھی رعایا کو ان ظالموں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ایک بڑے فریضہ سے مونہہ موڑ لیا ہے۔

مرہٹوں کے استیصال کے علاوہ اورنگ زیب کے قیام دکن کا ایک اور بنیادی سبب بیجاپور اور گولکنڈا کی وسیع شاداب مفتوحہ بادشاہتوں کا نظم و نسق تھا۔ پچھلے بیس سال ان دونوں بادشاہتوں کے زیر سایہ زندگی گزارنے والے لاتعداد انسان بہت بری حالت میں تھے۔ اورنگ زیب نے ان ریاستوں پر

Marfat.com

اس لئے قبضہ کیا تھا کہ ان کے باشندوں کو ذلت و پستی کی زندگی سے نجات دے یہ کام کافی فرصت چاہتا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب نے کوئی پانچ سال تک اس علاقہ کے نظم ونسق میں دلچسپی لی اور پوری نومفتوحہ قلمرو کا دورہ کیا۔ عوام کی دلجوئی کی، کسانوں کو مدد دی اور ان جانوں اور اموال کی ذمہ داری اپنے اوپر لی۔

اورنگ زیب کے نقائص شمار کرنے والے سرکار نے خود اعتراف کیا ہے کہ اورنگ زیب نے پوری نومفتوحہ قلمرو میں اعلان کر دیا تھا کہ جس عامل کے علاقہ میں مرہٹے لوٹ مار کریں گے۔ وہ رعایا کی جان و مال کا خون بہا یا بدلہ رعایا کو دے گا۔[1]

یہ تھا وہ احساس ذمہ داری جس نے اورنگ زیب کو دکن میں رہنے پر مجبور کیا۔ سرکار بار بار چیختے ہیں کہ مرہٹوں نے اورنگ زیب کو دہلی لوٹنے نہیں دیا اور وہ اپنی وسیع اور غیر معمولی بادشاہت کے مزے لوٹ نہ سکا۔ سرکار نہیں جانتے آدمیت کی خدمت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اسے آدمیوں کو اوپر اٹھانے سے عشق تھا نہ کہ دنیاوی عیش و آرام کی خواہش تھی، وہ نہ سیوا تھا نہ سا ہو۔ نہ اکبر تھا اور نہ کوئی دوسرا، وہ آدمیت کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا ہوا تھا اور آدمیت کی فلاح اسی میں تھی۔ کہ وہ دکن سے ایک قدم ادھر ادھر نہ جائے نہیں رہنے اور دکن کے کئی کروڑ باشندوں کے مستقل آرام و آسائش اور فراغت و خوشحالی کے اسباب پیدا کرے۔

---

[1] سرکار ج ۵: ۱۲

سرکار نے اورنگ زیب کے اس تیئس سالہ قیام کو مایوسی تنہائی اور نہ جانے کس کس برے نام سے یاد کیا ہے۔ مجاہدوں اور انسانی خادموں کی زندگیاں مایوسی و تنہائی میں صحیح لذت پاتی ہیں اور اورنگ زیب مطمئن تھا کہ اسے یہ زندگی نصیب ہے، سرکار کے بیان کے مطابق ۱۶۹۹ء سے لے کر ۱۷۰۶ء تک کوئی آٹھ سال اورنگ زیب پر بہت گراں تھے۔ وہ اسی سال سے متجاوز ہو چکا تھا لیکن اس بڑھاپے کے باوجود وہ مرہٹوں کے استیصال کے لئے آپ ہر جگہ پہنچا۔ ایک ایک قلعہ کا آپ محاصرہ کیا اور اس طرح ۱۷۰۶ء تک بہت ہی تکلیف کی زندگی گزاری۔ سرکار اس کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس کے سپاہیوں اور چھاؤنی کے متعلقین نے دریاؤں اور کیچڑ سے پٹی ہوئی گزرگاہوں کو عبور کرنے میں ناقابلِ بیان تکالیف برداشت کیں۔ غلے ناپید ہو گئے بار برداری کے جانور مر گئے قحط پر قحط پڑا۔ افسروں تک کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس کے باوجود جب بھی اورنگ زیب کے سامنے واپسی کی تجویز پیش کی جاتی اس کا غصہ شعلے کی طرح بھڑک اٹھتا اور وہ یہ مشورہ دینے والوں کو بزدلی کے طعنے دیتا۔

سرکار نے اپنی طرف سے یہ بیان اس لئے پیش کیا ہے کہ اورنگ زیب اور اس کی سپاہ کی پریشانیوں پر مذاق اڑائے لیکن یہی بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ اورنگ زیب اس دور کی سب سے بڑی اور غیر معمولی شخصیت تھی۔ یقیناً یہ بزدلی ہوتی اگر وہ کروڑں انسانوں کو لٹیروں اور انتہائی ذلیل و بدکردار مرہٹوں

لہ سرکار جلد ۵ : ۱۴

کے رحم و کرم پر چھوڑ کر دہلی کی طرف بڑھ جاتا اور ایک یا دو یا چند راجواڑے قائم کر کے ان کروڑوں مظلوم انسانوں کو ان کے رحم و کرم کے حوالے کر دیتا سرکار اور انگریز مورخین کے نزدیک یہ اورنگ زیب کی دانائی ہوتی، یہ اس کی بڑائی و عظمت کی دلیل ہوتی کہ وہ اکبر اور جہانگیر کی طرح چند بڑے مرہٹوں یا دوسرے چودھریوں کو ان مظلوم انسانوں کا رکھوالا بنا دیتا اور یہ رکھوالے جس طرح چاہتے ان مظلوم انسانوں کی بوٹیاں نوچتے۔

سرکار کہتے ہیں اورنگ زیب کے سارے پرانے ساتھی سوائے اسد خاں کے ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ کر موت کے دامن میں جا سوئے تھے۔ ان پرانے ساتھیوں کی جگہ نئے عہدیدار اس کے چاروں طرف پھیلے تھے۔ اس لئے اسے آپ ہر مہم کی نگرانی خود کرنی پڑی[1]۔

گو حقیقتِ حال کچھ ایسی ہی تھی لیکن یہی تو اس بوڑھے مجاہد کی خوبی تھی کہ اس نے ہر دشواری کے باوجود اپنے فرض کو پورا کیا اور سرکار کے بیان ہی کے مطابق ۱۶۹۹ء سے لے کر ۱۷۰۶ء تک مرہٹوں کے ان قلعوں کا آپ محاصرہ کیا اور فتح پائی:

بسنت گڑھ		۱۶۹۹ء
ستارہ		۱۷۰۰ء
پارلی گڑھ	جون	۱۷۰۰ء
پنہالہ		۱۷۰۱ء

---

[1] سرکار جز ۵ : ۱۴۰

Marfat.com

پہناں گڑھ		۱۷۰۱ء
وردہن گڑھ	جون	۱۷۰۱ء
تندگیر۔ چندن ۔ وندن ۔ اکتوبر		۱۷۰۱ء
کھلنا	جون	۲-۱۷۰۱ء
کونڈنا		۳-۱۷۰۲ء
راج گڑھ		۴-۱۷۰۳ء
تورنا	مارچ	۱۷۰۴ء
ونکر کرہ		۱۷۰۵ء

سرکار نے یہ فہرست خافی خاں اور مآثر عالمگیری سے لی ہے ۔ہم نے پیچھے ان ہی دو کتابوں کے حوالوں سے ان فتوحات کی تفصیل پیش کی تھی۔ یہاں ہم نے سرکار کا بیان اس لئے نقل کیا ہے کہ ثابت کر سکیں کہ سرکار کے نزدیک اورنگ زیب نے جس کام میں تقریباً چھ سال ضائع لئے وہ معمولی کام نہ تھا ۔ یہ وہ کام تھا جو اورنگ زیب کی جگہ کوئی بھی بڑے سے بڑا فرمانروا انجام نہ دے سکتا تھا۔ ہمارا دعوےٰ ہے کہ اگر اورنگ زیب کے بعد اس کے جانشین تھوڑی سی ہمت اور فرض شناسی سے کام لیتے تو اورنگ زیب اس عظیم الشان کام سے صدیوں فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ اگر اس کی موت کے بعد اس کے مشن کو جاری رکھتے اور تھوڑی سی توجہ ان مفتوحہ قلعوں کی نگرانی اور حفاظت پر صرف کرتے تو مرہٹے صدیوں تک اوپر نہ اُٹھ سکتے۔ اس لئے ہمارے نزدیک اورنگ زیب نے اپنی زندگی کے یہ آخری سال قطعاً ضائع نہیں کئے تھے، بلکہ

Marfat.com

ہندوستان کے عوام وخواص کو ان ظالم اور بدکردار مرہٹوں سے
نجات دلانے کی آخری اور کامیاب جدوجہد کرکے انسانیت کی وہ خدمت کی
تھی جو انبیاء اور اولیاء کرتے آئے۔ اگر انسانیت کی خدمت کے لئے زندگیوں
کو وقف کرنے کا کام بے کار اور بے فائدہ ہے تو ان انبیاء اور اولیاء کے متعلق
کیا کہا جائے گا جنہوں نے ہزاروں سال سے انسانیت کی فلاح کے لئے اپنی
زندگیاں وقف رکھیں۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جو ناکام مرے اور بہت
کم ایسے تھے جنہوں نے اورنگ زیب کی طرح کامیابی پائی۔
سرکار اسے مایوسی، ناکامی اور نامرادی کی زندگی قرار دینا چاہیں تو انہیں
کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن مسلمان کے نزدیک یہی اصل زندگی ہے۔

Marfat.com

حرفِ آخر

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ آخر

عموماً خیال کیا گیا ہے کہ اورنگ زیب جنگجو زیادہ تھا اور عوامی کم۔ ذیل میں ہم اس اعتراض کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ اورنگ زیب نے عوام کو اوپر اٹھانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے میں کہاں تک تغافل برتا۔

کاشتکار

عوامی زندگی کا سب سے بڑا عنصر کاشتکار ہیں۔ اورنگ زیب نے سب سے زیادہ توجہ ان ہی پر کی تھی۔

جب وہ تخت پر بیٹھا اس وقت ملک کے کاشت کاروں سے گو زیادتی نہ کی جاتی لیکن انہیں وہ سہولتیں حاصل نہ تھیں جو اسلام نے کاشت کاروں کو عطا کی ہیں۔ ہماری طرح اورنگ زیب کا عقیدہ تھا کہ مالگزاری کا وہی نظام منصفانہ ہے۔ جسے اسلام نے اپنایا اسی لئے اس نے اپنے تمام عمال مالگزاری کو اس

Marfat.com

باب میں واضح فرمان بھیجے۔

صاحب مرات نے اورنگ زیب کا ایک فرمان نقل کیا ہے جو اس نے دوسرے صوبیداروں کی طرح حاکم گجرات کے نام لکھا اور تصریح کی کہ آئندہ سے مالگزاری کی تشخیص و وصولی میں اسلامی طریق کار کی پابندی کی جائے۔

اورنگ زیب کا یہ فرمان بہت واضح تھا۔ اس نے تشخیص مالگزاری میں اسلامی اصول کی پابندی کے ساتھ ساتھ میر ہاشم صوبیدار گجرات کو یہ تلقین بھی کی تھی

خبردار کہیں رعایا کے کسی فرد سے اتنی مالگزاری نہ لینا جو اسے تباہ کر دے صرف اتنی مالگزاری لو جتنی اسلام اجازت دیتا ہے یا جتنی کاشتکار آسانی سے دے سکتے ہیں[1]

اس سلسلہ میں اورنگ زیب نے اپنے ایک دیوان رازق داس کو بھی ایک فرمان لکھا تھا اس میں کسانوں کے لئے ایک اور سہولت بہم پہنچانے کی ھدایت کی تھی اس نے اس سے کہا تھا کسانوں اور کاشت کاروں کو یہ اختیار دے دو کہ وہ اگر چاہیں تو نقد مالگزاری دیں اگر چاہیں تو پیداوار کا حصہ بانٹ دیں اور یہ کسی صورت میں ایک نصف سے زائد نہ ہونے پائے۔ مالگزاری کے تعین میں عموماً زمین کی پیداوار اور اس کے ماحول کا لحاظ رکھو۔

ایک نصف بظاہر زیادہ معلوم ہوتا ہے مگر یہ نصف اسی صورت میں تھا جب کوئی زمین بہت زرخیز تھی اور اس کی زرخیزی کا سبب حکومت کے مہیا

---

[1] مرات ۲۷۲

Marfat.com

کیے ہوئے ذرائع آبپاشی یا دوسری قدرتی سہولتیں تھیں ورنہ عموماً ایک چوتھائی پانچواں اور تیسرا حصہ وصول کیا گیا۔

سرجدوناتھ سرکار نے دکن کے نظام مالگزاری کی وضاحت کرتے ہوئے جہاں دکن کے دیوان مرشد قلی خان کی اصلاحات کا ذکر کیا ہے وہاں اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ حکومت عموماً ایک چوتھائی حصہ پیداوار[1] کاشت کاروں سے وصول کرتی۔

اور یہ چوتھائی پیداوار بھی اس وقت وصول نہ کی جاتی جب فصل خراب ہو جاتی یا جب کسان بعض دوسرے اسباب کی بنا پر مالگزاری دینے کے اہل نہ ہوتا۔

خافی خاں نے دکن کے بڑے دیوان امانت خاں کے حالات بیان کرتے وقت تصریح کی ہے کہ وہ ہر سال کئی لاکھ روپے غریب اور مالگزاری ادا کرنے کے نا اہل کسانوں کو معاف کر دیا کرتے اور اورنگ زیب نے ان کے اس فعل کی محض اعلانیہ حوصلہ افزائی ہی نہ کی تھی انہیں اپنا محسن مانا تھا[2]۔ اور اس طرح تمام دیوانوں کو کاشتکاروں پر احسان اور مہربانی کی عملی ترغیب دی۔ دکن کے ایک دوسرے دیوان عبدالوہاب کو بھی بادشاہ کی طرف سے اسی قسم کے اختیارات دیے گئے تھے۔ نیز بادشاہ کی طرف سے ہر صوبے کے دیوان کو غریب کسانوں کو تقاوی دینے کی سفارشات بھی کی گئی تھیں اور عمالبا یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں خوب کھیتی باڑی ہوتی۔ برنیر نے اپنے سفر نامہ میں صورت سے

---

[1] سرکار جزاول ص ۱۹۳، ۱۹۴

[2] خافی خان جز ۲، ۷۷، ۳، ۴، ۳۹۴ –

Marfat.com

لے کر آگرہ تک کی زمین اس کے لہلہاتے کھیتوں اور اس کے مسلسل سبزہ زاروں کا ذکر کا ذکر کیا ہے۔ اور خوب تعریف کی ہے[1]۔

یہ حقیقت ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی پوری زندگی میں ان کاشتکاروں کو کبھی فراموش نہیں کیا ہم نے پیچھے عرض کیا کہ ہر فتح کے وقت وہ سب سے پہلے ان ہی کاشت کاروں کا خیال کرتا اور ان کی حالت سنوارنے اور ان کو اطمینان دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ وہ چار سال اسلام پوری میں رہا۔ اس کے قیام سے غرض ان ہی کاشت کاروں کی فلاح وبہبود تھی۔

سرکار کی روایت ہے کہ اس کا دیوا پور کا قیام وہاں کے کسانوں کی نوآبادی اور دلجوئی کی خاطر تھا۔ اس نے امانت خاں جیسے دیانتدار دیوان مقرر کئے تھے جو کاشتکاروں کی ہر شکایت سنتے تھے۔ دکن کی طرح بنگال کے کاشت کاروں کی حالت سنوارنے پر پوری توجہ کی گئی[2]۔

مرشد قلی خاں کئی سال تک بنگال جیسے بڑے صوبہ کے دیوان رہے اور انہوں نے اس بڑے صوبہ کے کسانوں کی حالت یکسر بدل ڈالی تھی۔ خود سرکار نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ بنگال کے لئے آیۂ رحمت تھے، ان کے بنگال پہنچتے ہی وہاں کے کسانوں کی حالت سنور گئی۔ وہ خوشحال ہو گئے۔ اس سے پہلے وہ اڑیسہ کے دیوان رہے۔ دکن، گجرات۔ خاندیش میں دیوانی کی، اور اس طرح قریب قریب آدھی مملکت کے کسانوں اور کاشت کاروں نے اس بزرگ وجود کے فیوض وبرکات سے دامن بھرا۔ اورنگ زیب کو کسانوں اور

لے برنیر ۴۵ تا ۵۲   ۲ے۔ سرکار جلد ۵ : ۴۴۲۔

Marfat.com

ان کی فلاح و بہبود اس درجہ محبوب تھی کہ جب اُن کے پوتے عظیم الشان نے جو بنگال کا گورنر تھا مرشد قلی خان کی زرعی اصلاحات میں گستاخانہ مداخلت کی تو اورنگ زیب نے اپنے اس پوتے کو جو کسانوں اور کاشت کاروں کے اس محسن کے مخالف بنا تھا بنگال کی صوبیداری سے معزول کر دیا اور خوفناک عتاب فرمایا۔[1]

اورنگ زیب کی فرض شناسی کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکے گا کہ امانت خان مرشد قلی خان، حاجی شفیع خاں، میرزا یار علی، فاضل خان، محمد یار خاں، شجاعت خاں اعتماد خاں، عنایت اللہ خاں، اشرف خاں، عبدالرحمٰن خان مخلص خاں، امیر خاں، حمیدالدین خاں، عبدالرحیم خاں، میر احمد خاں اور عبدالوہاب استر آبادی جیسے[2] دیانتدار عمال اس کے محبوب و منظور نظر تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو رعایا کے اموال کی نگرانی کرتے اور ان کے حقوق کو پامال نہ ہونے دیتے[3]۔ اورنگ زیب کے نزدیک ان کی محبوبیت کی ضامن ان کی یہی خوبی تھی۔

خافی خان نے ان کے حالات چھ صفحات پر پھیلائے ہیں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے نام بھی محض اس لئے لکھے کہ اورنگ زیب کی ذہنیت کا اندازہ اس کے حاشیہ نشینوں سے کیا جا سکے گا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا اورنگ زیب شریعت کے احکام سے سر مو انحراف نہ چاہتا تھا اور ظلم و زیادتی چونکہ شریعت میں ناجائز ہے اس لئے اورنگ زیب نے کسی کاشت کار یا کسی زرعی آبادی پر زیادتی نہیں ہونے دی۔

---

[1] سرکار جز ۵ : ۳۰۰ [2] سرکار جز ۵ : ۳۰۰ [3] خافی خان جز ۲ : ۶۰۲ تا ۶۱۲

Marfat.com

صاحب دستور العمل آگاہی نے ایک مثال دی ہے کہ اورنگ زیب کو ایک بار اطلاع ملی کہ شہزادہ محمد اعظم کے کچھ امینوں نے راہ گیری وصول کی ہے اور یہ اورنگ زیب کے نزدیک جائز نہ تھی۔ اس نے لکھا یہ راہ گیری نہیں ہے راہ زنی ہے اور عوام پر اس کا لغاد حرام ہے۔[1]

ایسے شخص کے بارے میں یہ کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے کسانوں کی حالت سدھارنے میں ذرا بھی غفلت برتی۔

عوام

راہداری کا ذکر آیا ہے۔ اورنگ زیب نے راہ داری معاف کر کے اپنی آمدنی میں سے ہر سال کئی لاکھ روپے کم کر دیئے تھے اسے اس کی پرواہ نہ تھی کہ آمدنی کم ہو گی اسے صرف اس کا خیال تھا کہ وہ کوئی روپیہ حرام و ناجائز عوام سے وصول نہ کرے۔

راہ داری کے علاوہ خافی خان نے ان محصولوں کی تفصیل بھی پیش کی ہے جسے بادشاہ نے ممنوع قرار دیا تھا۔

محصول بر سر شماری۔ بر شماری۔ برگدی۔ چرائی بنجارہ۔ طوعانہ۔ عرسوں۔ جاتروں کے بازاروں کی آمدنی۔ زر مسکرات۔ قمار خانہ وخرابات خانہ پر محصول۔

یہ سارے محصول اورنگ زیب سے پہلے مغل دور میں لئے جاتے ان سے ہر سال کروڑوں روپے حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتے۔ اورنگ زیب نے

---

[1] دستور العمل ۲۔

Marfat.com

یہ سب کے سب یک قلم منسوخ کر دیتے۔
ان کے علاوہ ہر قسم کے جرمانے، بیگاریں۔شکرانے۔ قرض کی وصولی میں حکام کا حصّہ بھی ممنوع قرار دیا۔

سر جدو ناتھ سرکار نے دعوے کیا ہے کہ اورنگ زیب کی آخری زندگی میں اس کے احکام کی پیروی نہ کی جاتی اور حکام رعیت کے مظالم سے کرتے اور ثبوت میں خافی خاں کا بیان پیش کیا ہے

سرکار کی بدفطرتی کا اندازہ سب سے زیادہ ہمیں اسی حوالے کو دیکھکر ہوا۔خافی خان نے یہ قصہ ۲ سنہ جلوس میں بیان کیا ہے جبکہ ابھی بادشاہ کے سارے رقیب زندہ تھے۔دارا ابھی باقی تھا۔شجاع بھی۔مراد بھی۔شاہجہان بھی ابھی تخت پر بیٹھے اسے ایک سال ہوا تھا اور لازمی بات تھی کہ نظم حکومت میں کچھ خرابیاں باقی رہتیں۔

سرکار نے یہ بیان پیش کرتے وقت خافی خاں کے یہ الفاظ خدا جانے کس مصلحت کی بنا پر قلم زد کر دیئے تھے۔

خصوص مرہٹہ مفسد پیشہ دکن قبل از صلح وبعد از
صلح کہ انشاء اللہ تعالیٰ در ذکر بادشاہ شہید محمد فرخ
سیر بزبان قلم جاری خواہد گردید و دیگر زمینداران
سرحدی سختی و ظلم راہ داری بجائے رسانده اند کہ
از احاطہ بیان بیرون ست

سرکار کے ممدوح مرہٹوں کے بارے میں خافی خان کی رائے ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

اب اصل بیان پر غور فرمائیے۔ اس بیان کے الفاظ ہیں:

دبجہت اجرائے ایں حکم جا بہ جا در صوبجات احکام جہاں مطاع عالم مطیع مع گرز برداراں واحدیاں روانہ فرمودند۔ اما نفس الامر این است کہ اگرچہ بادشاہ عالم نواز رعیت پرور حکم معافی ابواب مذکورہ نمودند و احکام منع آں بہ تہدید صادر شد۔ اما سوائے محصول پاندری کہ بیشتر آں محصول در بلند پایہ تخت و حاکم نشین مشہور بضبط در می آمد موافق حکم بعمل آمد۔ باقی ابواب ہر چند از صراف بادشاہ ممنوع گردید ولیکن فوجداراں و جاگیرداراں دور دست بدو سبب از اخذ آں کوتاہ نمودند۔

خافی خاں کے اس بیان کی رو سے گو بادشاہ نے تمام مملکت میں ان محصولوں کے منع کے فرمان گرز بردار اور فوجی رضا کاروں کے ذریعہ بھیجے۔ گو بادشاہ نے بڑی سختی سے کام لیا تھا اور سخت سزاؤں کی دھمکیاں دی تھیں مگر دور دراز کے فوجداروں اور جاگیر داروں نے ان احکام کی پیروی نہ کی۔

البتہ تمام وہ شہر جو پایہ تخت تھے اور جہاں حاکم رہتے تھے ان احکام کی پابندی کی گئی۔

لیسے شہر ہر صوبہ [illegible] ہزاروں تھے حاکم۔ تمام اضلاع وتحصیلوں میں موجود تھے۔ ان [illegible] ش [illegible] سب ان حکام کی پابندی اور صرف چند دور دراز کے مقامات

Marfat.com

میں اس کی مخالفت کی گئی تو سرکار کا یہ دعویٰ کیسے ثابت ہوا کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں اس کی اصلاحات ناکام ہو گئی تھیں۔

بڑے سے بڑے عادل منصف اور حق شناس بادشاہوں کے زمانہ میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں اورنگ زیب کوئی آسمانی طاقت نہ تھی۔ نہ کوئی جادوگر تھا کہ آنکھ جھپکتے ہی کئی سو سال کے بگڑے ہوئے نظام کو بدل ڈالتا۔ اس دورِ جمہوریت اور انتہائی ترقی کے زمانہ بھی جب کہ ہر بڑی مملکت کے ڈانڈے مرکز سے وسیع ذرائع آمد ورفت نے ملا رکھے ہیں دور افتادہ مقامات میں جبر و زیادتی برابر ہو رہی ہے۔ خود سرکار جس زمانہ میں تھے انگریز کا ان پہ سایہ تھا۔ وہ انگریز کے سرتھے کیا وہ یہ دعویٰ کر سکتے تھے کہ انگریز کے زمانہ میں دور دراز مقامات کے نظم ونسق میں کوئی خرابی نہ تھی؛ ہمارا دعویٰ ہے کہ اورنگ زیب کی فوج جس علاقہ پر بھی قبضہ کرتی۔ وہاں نظم ونسق کی اصلاح پر سب سے پہلے توجہ کی جاتی۔

ہمارے پاس اس سلسلہ میں کئی مثالیں موجود ہیں دو مثالیں ہم نے پیچھے درج کی ہیں چند اور مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

معظم خاں جب آسام کی فتح پہ مامور ہوئے اور انہوں نے اسے فتح کر لیا تو خافی خاں فرماتے ہیں:

> بہ ہماں دستور دیوان و قاضی و امنا۔ و کروری معاملہ فہم و متدین و آبادان کار و فوجداران کار زار دیدہ جابہ جا تعین فرمودہ[1]

---

[1] خافی خان ج ۲ : ۱۵۳

Marfat.com

آسام سے دور دراز مقام اور کیا ہوگا۔ جب اورنگ زیب وہاں بھی رعایا کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے اچھے اور دیندار حکام متعین کرتا ہے تو پھر ان مقامات کے نظم و نسق کی خرابی کا دعویٰ بغیر ثبوت کیسے کیا جا سکتا ہے جو مرکز سے قریب تھے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے پچاس سالہ دور میں کاشتکاروں اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جو کام کئے وہ کوئی دوسرا مغل بادشاہ نہ کر سکا بعض مقامات پر خرابیاں پیدا ہوئیں مگر اورنگ زیب کے جاسوس کا قلم انہیں بادشاہ کی نظر کے سامنے لے آیا۔[۱]

مثلاً اورنگ زیب کا وہ خط جسے ہم نے اخذ راہ داری کے سلسلہ میں پیچھے نقل کیا ہے ہمارے اس دعوے کی پوری شہادت دیتا ہے کہ اورنگ زیب ہر ظلم و زیادتی کے خلاف سخت سزائیں دیتا۔ ابھی ہم نے ایک مثال اور پیش کی جب اس کے پوتے نے کسانوں کے ہمدرد و محسن کی اصلاحات کو ناکام بنانے کی کوشش کی تو اورنگ زیب نے اسے معزول کر دیا۔

خافی خاں نے حاجی شفیع کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بادشاہ کے بہت منظور نظر تھے۔ مگر اس نے انہیں اس لئے معزول کر دیا تھا کہ وہ رعایا کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔[۲]

گجرات کے ایک امین نے سولہ ہزار کی رقم راہداری میں لوگوں سے وصول کی تو بادشاہ کے جاسوس نے اسے فوراً آگاہ کر دیا اور بادشاہ نے صوبیدار سے

---

[۱] سرکار جلد ۵ [۲] خافی خاں جلد ۲ : ۷۸ ۲

اس باب میں جواب طلبی کی۔[1]

اورنگ زیب کے اس وصف کا اعتراف سرکار نے خود کیا ہے:

اس کی اس خواہش نے کہ ہر کام اور ہر
بات بہت اچھی طرح عملی جامہ پہنے (بالکل اس
طرح کہ جس طرح وہ چاہتا ہے) اسے اس امر پہ
مجبور کیا کہ وہ نظم و نسق کے ہر کام کی آپ نگرانی کرے
اور چھوٹی سے چھوٹی بات پر اس کی نگاہ رہے۔

گو سرکار نے اعتراف یہ ثابت کرنے کے لئے کیا ہے کہ اورنگ زیب کی کڑی نگرانی، عہدیداروں کی خودی کو مجروح کر رہی تھی لیکن اگر سوچا جائے کہ مسلمان امیر کے فرائض میں کیا یہ نگرانی شامل نہ تھی۔ مسلمان حکام میں حضرت فاروق رض سے بہتر کوئی دوسرا آج تک پیدا نہ ہوا۔ وہ ریاست کے جزوی معاملات کی نگرانی اس درجہ کرتے کہ خالد بن ولید کے حمام کرنے اور پانی میں شراب کی آمیزش کرنے کی خبر ان تک جا پہنچی اور انہوں نے خالد سے اس پر جواب طلب کیا۔

اگر فاروق رض کا مسلک درست تھا اور یقیناً درست تھا اورنگ زیب پر یہ طعن کس طرح صحیح ہے کہ اس کی کڑی نگرانی نظم و نسق میں خرابی کا سبب بنی۔

یہ بات یونہی بیچ میں آن پڑی۔ ہم صرف اتنا کہہ رہے تھے کہ اورنگ زیب نے عوام کی فلاح و بہبود میں پوری دلچسپی لی۔

---

[1] سر ولیم۔ خلافت عروج و زوال، قصہ خالد

Marfat.com

تعلیمی جد و جہد

کاشت کاروں کو اوپر اٹھانے اور عوام کے اوپر سے محصول کا بوجھ کم کرنے کے علاوہ اس نے رفاہِ عامہ کے بے شمار کام کئے تھے۔ خاص طور پر اس نے عوام کی تعلیم کا معیار بڑہانے کی بہت سعی کی۔

لکھنؤ کا مشہور مدرسہ فرنگی محل پہلے ڈچ کی ملکیت تھا۔ اورنگ زیب نے اسے ایک بڑے عوامی مدرسہ کی صورت دے دی۔ اس لے تمام سلطنت میں فرامین بھیجے کہ ہر جگہ عوام کے بچوں کو ریاست کے خرچ سے تعلیم دی جائے۔ اس نے تمام اساتذہ کی تنخواہیں خزانہ سے مقرر کیں اور تمام طلبا کو وظائف عطا کئے، میزان مدرسہ نظامیہ کے نصاب کی بہت ابتدائی کتاب ہے۔ ہر وہ لڑکا جو میزان سے تعلیم شروع کرتا اسے ایک آنہ یومیہ وظیفہ دیا جاتا تھا منشب پڑھنے والوں کو دو آنے یومیہ ملتے۔ اسیطرح یہ وظیفہ بڑھتا جاتا۔ یہاں تک کہ شرح وقایہ پڑھنے والے یومیہ آٹھ آنے پاتے[1]۔ حدیث کے طالب علم کو غالباً اس سے زیادہ کوئی رقم ملتی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اورنگ زیب سے پہلے بھی تعلیم پر پوری توجہ دی جاتی مگر ریاست نے عوام کی تعلیم کی یوں پوری ذمہ داری اپنے اوپر نہ لی تھی۔ یہ اورنگ زیب کے احسانوں میں سے ایک بڑا احسان تھا کہ اس نے نہ صرف پوری مملکت میں تعلیم کے لئے سرکاری معلم مقرر کئے۔ عوام کو تعلیم کی طرف مائل کرنے کے لئے انہیں روزینے بھی

---

[1] پرموشن آف لرننگ ان انڈیا ۱۸۸

Marfat.com

دیئے۔ اس زمانہ میں دس آنہ یومیہ معمولی رقم نہ تھی۔ اس سے ایک طالب علم بڑی آسودگی سے گزر کرسکتا تھا۔

سرکاری تعلیم گاہیں قائم کرنے کے ساتھ اورنگ زیب نے انفرادی تعلیمی اداروں کی بھی سرپرستی کی اور جہاں کہیں کسی صاحبِ دل نے کوئی بڑی تعلیم گاہ قائم کی، اورنگ زیب نے اس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وسیع جاگیریں وقف کردیں، مثلاً صاحب مرأت کا بیان ہے کہ جب احمد آباد میں اکرام الدین خان نے ایک بڑا مدرسہ بنایا تو اورنگ زیب نے اس مدرسہ کے نام دو پورے گاؤں وقف کر دیئے تھے۔[۱]

یوں تو اورنگ زیب کے زمانہ میں ہر بڑا شہر علم کا مرکز تھا مگر ٹھٹھہ جونپور، سیالکوٹ اور دہلی کو بہت بڑے علمی مراکز کی حیثیت حاصل تھی۔ صرف ٹھٹھہ میں چار سو بڑی درسگاہیں تھیں۔ دہلی۔ سیالکوٹ اور جونپور کی درس گاہوں کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ہو سکی لیکن ان کے ہاں کے مدرسے سینکڑوں سے کم نہ تھے۔

اخلاقِ عامہ

یہ ایک حد تک مستقبل کے سنوارنے کا کام تھا۔ اورنگ زیب جب تخت نشین ہوا تو شراب عام تھی۔ زنانِ بازاری کی کثرت تھی۔ جھوٹ خوب بولا جاتا۔ قرض لیا جاتا اور نہ دیا جاتا اور عوام ایک دوسرے کے جان و مال کا احترام نہ کرتے۔

---

[۱] مرأت ۴۴۲

Marfat.com

اورنگ زیب نے یہ صورتِ حال دیکھکر ایک تو پورے ملک میں احتسابِ عامہ کے لئے دیندار اور فرض شناس علماء کو متعین کیا۔ اس کے علاوہ شراب بھنگ، چرس، افیون، فحاشی اور حتیٰ کہ گانے والی رنڈیوں تک کو "حرمت" عطا کردی اور پوری سلطنت میں کوئی جگہ ایسی نہ رہی جہاں اعلانیہ بدکاری یا بدمستی کی جاتی، گو منوسی نے شکوہ کیا ہے کہ بعض حکامِ اعلیٰ ایسے تھے جو خفیہ شراب پیتے تھے۔ سرکار بہادر نے اس شکایت کو اورنگ زیب کے عہد کی عام اخلاقی پستی کی شہادت مانا ہے۔ سرکار نہیں جانتے کہ ایسی انفرادی شراب نوشی کی مثالیں تو عہدِ صحابہ میں موجود تھیں سعد نے جب قادسیہ کی لڑائی لڑی تو ابودجانہ کو اپنی بیوی کے خیمے میں قید کررکھا تھا کہ وہ شراب پیتے تھے۔ حضرت فاروقؓ نے اپنے ایک صاحبزادے کو شراب نوشی کے الزام میں رجم کیا تھا۔

اس لئے اورنگ زیب کے بعض حکامِ اعلیٰ کی شراب نوشی اس بات کی سند نہ تھی کہ اورنگ زیب کی اصلاحات ناکام رہیں۔

منوسی۔ خافی خاں۔ عاقل خاں رازی، صاحبِ مرأت احمدی۔ برنیر[۱] حتیٰ کہ سرکار نے تسلیم کیا ہے کہ اورنگ زیب کی سلطنت میں کہیں بھی یہ جرائم اعلانیہ نہ ہوتے۔ اندرونی طور پہ ہوتے۔ تو ان کا روکنا اورنگ زیب کے بس میں نہ تھا۔ اس کے محترم آباواجداد نے اور بڑے دادا جناب اکبر نے جو نظامِ اخلاق متعارف کرایا تھا۔ اس کی تبدیلی کے لئے محض وہ کافی نہ تھا۔ اور یہ اس کی

---

[۱] پرموشن آف لرننگ ان انڈیا ،

Marfat.com

کم ہمت نہ تھی کہ اس نے یک قلم ان تمام فواحش کو روک دیا تھا اور اپنی ذات پر تو اس قدر سخت پابندیاں لگا دی تھیں کہ اچھی صورت اور اچھی آواز کے لڑکے لڑکی سے کبھی کوئی بول نہ سُنا، کبھی کوئی ایسی تفریح نہ کی جو اخلاقِ عامہ کو متاثر کر سکے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ ۹۱ سال کی عمر پانے والے اس بوڑھے نے محض اخلاقِ عامہ کو سنوارنے کے ¹ اپنی طاقت سے بڑھکر پرہیز کیا، اپنی طاقت سے بڑھکر عبادت و ریاضت کی، نمائش مقصود نہ تھی۔ لیکن عوام و خواص کے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کرنا تھا کہ شاہی تخت پر بیٹھکر بھی ایسی پاکیزہ زندگی گزاری جا سکتی ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ اس کے حاشیہ نشینوں پر اس کی زندگی کا خوب اثر پڑا۔

سرکار نے یہاں بھی اعتراف فرمایا ہے:

لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ کوئی ولی اللہ ہے جو معجزے دکھا سکتا ہے اور اس نے اپنے اعمال و افعال سے اس خیال کو مستحکم کیا۔¹

اس کی وسیع فوج اور بہت لمبے چوڑے لاکھوں سے زائد غیر فوجی عملے نے اس کے کردار سے روشنی لی اور خواہ دل سے نہیں بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر ایسے اعمال و افعال کئے جو اخلاقِ عامہ کو سنوارنے کا موجب ہوئے۔

اب تک دُنیا نے اخلاقِ عامہ کو سنوارنے کے دو ہی طریقے معلوم کئے ہیں جبر یا تدریجی و ذہنی اصلاح۔

اورنگ زیب نے یہ دونوں طریقے آزمائے۔ جبری اصلاح کی خاطر احتساب

---

¹ سرکار جلد ۵ : ۴۷۹

Marfat.com

قائم کیا۔ اعلیٰ درجہ کی عدالتیں کھولیں جگہ بہ جگہ ذمہ دار اور اچھی ذہنیت رکھنے والے قاضی مقرر کئے اور صوبیداروں، فوجداروں، حتیٰ کہ مقدموں تک کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتی۔ اور اس طرح قانون کے زور سے اخلاقِ عامہ کی اصلاح کے لئے ایک وسیع نظام پوری مملکت میں پھیلا دیا۔ چوروں، لٹیروں، ڈاکوؤں اور غاصبوں کو سزائیں دیں۔ مقروضوں سے قرض خواہوں کا قرض دلایا اور ظالم سے مظلوم کا حق۔

اور پھر —— تعلیم عام کر کے اور خاص قسم کے علما، ہر بڑے اور چھوٹے شہر میں سرکاری خرچ سے متعین کر کے عوام کے ذہنوں کی تدریجی اصلاح کی سبیل سوچی۔ جگہ جگہ مسجدیں بنوائیں کہ لوگ خدا سے قریب ہو کر اپنے فرائض کو پہچانیں۔

کیا سرکار، منوسی یا کسی اور مورخ نے اس حقیقت کو جھٹلایا ہے، یوں سرکار اور منوسی کے وہ بیانات ہماری نظر سے گزرے ہیں جن میں بعض افراد کی بد اخلاقی پر طنز کی گئی ہے حتیٰ کہ سرکار نے اورنگ زیب پر بھی ایک بار رشوت وصول کرنے کا الزام لگایا ہے اس لئے کہ اس کے سوا سرکار کو کوئی اور بات ثبوت میں نہ ملی تھی اور اس نے یہ نہ سوچا کہ رشوت یوں نہیں لی جاتی، بھرے دربار میں اورنگ زیب ایک شخص سے کہتا ہے تمہارے باپ نے جب شاہجہان سے خطاب لیا تو ایک لاکھ روپے نذر کئے تھے۔ تمہیں ہم نے خطاب دیا ہے تم ہمیں کیا نذر کرو گے۔

اور یہ شخص اورنگ زیب کی ماں کا بھانجا تھا۔ سرکار کو شاید یہ یاد نہیں رہا

Marfat.com

کہ اورنگ کو بھی مزاج کی قدرت نے اجازت دی تھی۔

بہر حال ہمارے خیال میں اورنگ زیب پہلا ہندوستانی مسلمان فرمانروا تھا جس نے اخلاقِ عامہ کو سنوارنے اور ان کے معیارِ زیست کو اوپر اٹھانے کے لئے ایک وسیع نظام قائم کیا تھا۔
ہم پیچھے نیابت الٰہی کے عنوان کے تحت یہ موضوع تفصیلاً زیر بحث لا چکے ہیں۔

اقتصاد و معیشت

یہاں صرف ایک بات وضاحت طلب باقی ہے اور وہ یہ کہ اورنگ زیب کی مسلسل جنگجوئی نے ملک کی اقتصادی اور معاشرتی حالت پر جو اثرات ڈالے تھے وہ کیسے تھے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ملک میں کئی قحط پڑے۔ مثلاً سنہ ۱۶۵۹ء میں سندھ اور سورت میں، سنہ ۱۶۶۰ء میں شمالی ساحلی علاقوں میں سنہ ۱۶۷۰ء میں پٹنہ، سنہ ۲۴، سنہ ۲۸ جلوس میں گجرات میں۔ دکن میں سنہ ۳-۱۷۰۲ء۔ ان سارے قحطوں میں صرف دو قحط ایسے ہیں جن کو اورنگ زیب کی فوج کشی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ایک سنہ ۲۸ جلوس کا قحط جو گجرات میں پھیلا اور ایک دکن کا قحط جو سنہ ۳-۱۷۰۲ء میں دکن میں رونما ہوا۔

اس آخری قحط کے بارے میں منوچی کہتا ہے:
سنہ ۱۷۰۲ء اور سنہ ۱۷۰۳ء میں دکن میں قطعاً بارش نہ ہوئی۔

۱؎ منوچی جلد ۴: ۹۷

Marfat.com

غور فرمائیے کہ اس قحط میں اورنگ زیب کی فوج کشی کے علاوہ بارش نہ برسنا بڑا سبب تھا اگر اورنگ زیب کی فوج کشی بڑا سبب ہوتی تو یقیناً منوسی اسے کبھی معاف نہ کرتا۔

بہر حال جب یہ قحط پھیلے تو اورنگ زیب غافل نہیں رہا۔ اس نے ان کو دور کرنے کے لئے غلّہ کی آمد و رفت پر سے قطعاً تمام محصول اٹھا لئے۔ بنیوں پر پابندیاں لگا دیں کہ وہ غلّہ کا ذخیرہ نہ کریں اور سرکاری دکانیں کھلوائیں۔ غلہ منڈیوں کو ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا اور اپنے خرچ سے لنگر کھولے۔

ان قحطوں کے سوا اورنگ زیب کے زمانہ میں کوئی دوسرا قحط نہیں پڑا۔

یوں یہ سچ ہے کہ اورنگ زیب ان قحطوں کو دور کرنے کے لئے کوئی غیر معمولی معجزہ نہ دکھا سکا۔ شاید سرکار اس کی جگہ ہوتے تو معجزہ کر دکھاتے۔

باقی عوام کی اقتصادی حالت سنوارنے کے لئے جو ذرائع مہذب حکومتیں ہمیشہ سے اختیار کرتی رہی ہیں وہ اورنگ زیب نے بھی اختیار کئے تھے۔ احتساب قائم کر کے لوٹ مار اور ناجائز نفع خوری کو روکا لین دین میں باقاعدگی پیدا کی منڈیوں کی نگرانی کی محصولوں میں توازن پیدا کیا۔ مالگزاری کی مناسب شرحیں مقرر کیں۔ تجارت پر سے ناجائز محاصل اٹھا دیئے۔ عام اور کھلی تجارت کی اجازت دی[2] اجارہ داری کو روکا صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی اور درآمد و برآمد میں توازن قائم کیا۔ اس کے سوا سرکاری ملازمین کو جو ہر ملک کی اقتصادی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں مناسب تنخواہیں دیں۔

---

[1] مرات ۳۰۰، ۳۰۹، ۳۱۵ [2] مرات

Marfat.com

صنعتی پیداوار

اقتصادیات کا موضوع کافی طوالت چاہتا ہے۔ ذیل میں ہم چند اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکے گا کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ملک کی صنعتی پیداوار کی کیا کیفیت تھی۔

آگرہ سفید کپڑے، سلک، ریشم، زری، کمخواب، ڈسُو اور بیلوں کا مرکز تھا۔ الور اور فتح پور میں قالین تیار ہوتے۔ لاہور کو بھی ریشمی کپڑے کی پیداوار، زردوزی تارکشی، قالین سازی، پھول دار کپڑے، خیموں، کاٹھیوں، تلواروں اور اونی کپڑوں کی صنعت میں امتیاز حاصل تھا۔

اجمیر میں سفید عمدہ کپڑا زیادہ تیار ہوتا، گجرات میں زردوزی اور سونے اور چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑے کا کام ہوتا۔ مالوہ اور پٹنہ میں بھی سفید عمدہ کپڑا خوب تیار ہوتا پٹنہ کے مٹی کے برتن بھی عمدگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ملتان تیر کمانوں اور چھپے ہوئے کپڑے کا بڑا مرکز تھا۔ ٹھٹھہ میں عام اور نفیس کپڑے کے لاتعداد کارخانے تھے۔ بھکر میں سفید عمدہ کپڑا تیار کیا جاتا۔ اڑیسہ میں سفید کپڑے کے بہت سے کارخانے قائم تھے۔ کشمیر کو اونی کپڑے کی تیاری میں کمال حاصل تھا۔ بنارس، زری کے کپڑوں کی تیاری میں تمام دوسرے شہروں سے بازی لے گیا تھا۔ بنگالہ میں سفید اور سادہ دونوں قسم کا کپڑا تیار ہوتا۔ راج محل بھی کپڑے کی صنعت میں خصوصیت رکھتا۔

گولکنڈا میں لوہے کی صنعت زیادہ فروغ پر تھی۔ جواہرات کی کانوں کی کثرت کے سبب وہ اس شے لطیف کی سب سے بڑی منڈی تھی۔ نیز وہاں چھپا ہوا کپڑا بنتا

Marfat.com

پنجاب کے اضلاع ہوشیار پور اور جالندھر میں کپڑے کے بے شمار کارخانے تھے سیالکوٹ میں بھی عمدہ کپڑا تیار ہوتا خصوصیت سے خیمے، رومال، میز پوش اور اسی نوع کے کپڑے کا یہ بڑا مرکز تھا یہاں کاغذ کے بھی کارخانے تھے گجرات میں بھی زردوزی کا کام خوب ہوتا۔ تلواریں بھی بنتیں۔

مختصر یوں سمجھئے کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندوستان کی صنعت اپنے پورے عروج پر تھی۔ سارے ہندوستان کی زیادہ تر ضروریات ملک خود پوری کرتا۔ باہر سے جو سامان آتا وہ بہت تھوڑا ہوتا۔ یورپین فرمیں بیرونی سامان کو متعارف کرانے کا سبب ہوئیں مگر اس کے باوجود باہر سے جو سامان آتا وہ زیادہ تر تعیش، نوادر، گھوڑوں، خام سلک، ہاتھی دانت، تانبا، ٹین، زنک یا بیرونی ساخت کے قیمتی برتن تھے۔ ہندوستان اس دور میں صنعتی اعتبار سے بہت سے ملکوں سے آگے تھا۔ آج کی طرح بے چارا نہ تھا۔

اس وقت یہ فخر ہندوستان کو نصیب تھا کہ اس کا ایک تاجر ویرجی بوہرہ دُنیا کا سب سے مالدار سمجھا جاتا۔ اس کے تجارتی تعلقات اس وقت کی معلوم دنیا سے بہت گہرے تھے اور دنیا بھر کی منڈیاں اس کے بھیجے ہوئے مال کے لئے چشم براہ رہتیں ملک کی تجارت بڑھانے کے لئے اورنگ زیب نے ہر سہولت مہیا کر رکھی تھی وہ اجارہ داری کے خلاف تھا اور اس لئے اس نے خلاف کئی فرمان جاری کئے تھے[۱]......

ایک بڑی مثال

یہ مختصر سی کیفیت جان لینے کے بعد اب ذرا ملک کے نظم ونسق پر بھی نظر دوڑائیے

۱۔ مراٰت ۲۶۰ / ۲۶۰ ۲۶۲ مغل ایڈمنسٹریشن ۹۲۔

Marfat.com

جسے سرکار نے اورنگ زیب کے زمانہ میں انتہائی خراب ظاہر کیا ہے۔ مثال کے طور پر بنگال کو لیجئے سرکار فرماتے ہیں:[1]

بدنظمی، ظلم اور بدآئینی پورے ملک میں پھیلی تھی، مظلوموں کی کہیں داد رسی نہ ہوتی میر جملہ بنگال کے پہلے گورنر تھے جنہوں نے اورنگ زیب کے لئے بنگال اور آسام کی لڑائیاں لڑیں۔ ان کے بعد دوسرے گورنر شائستہ خان تھے جو ۱۶۶۴ء میں بنگال کے گورنر بنے اور برابر ۱۴ سال تک اس منصب پر فائز رہے اور پھر دو سال بعد نو سال اور یہ منصب سنبھالا۔

اپنے اس لمبے عہد میں انہوں نے فلاح وبہبود اور نظم ونسق کو سدھارنے کے لئے جو کام کئے۔ سٹڈیز ان مغل انڈیا اور شہاب الدین کے روزنامچہ کی رو سے حسب ذیل تھے

۱۔ انہوں نے دریائی اور سمندری ڈاکوؤں کی سرکوبی کی۔ ڈاکوؤں پر قابو پا کر انہیں ڈھاکہ میں آباد کیا۔ فرنگیوں کو شکست دی، اور اس طرح اس رعایا کو محفوظ کر لیا جو ان ڈاکوؤں کے رحم وکرم پر جی رہی تھی۔

۲۔ انہوں نے اندرونی نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لئے نئے صدر کا انتخاب کیا کیا اور خیراتی رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے سرکاری وقفوں کو ان کے سپرد کر دیا۔ اپنی جاگیر کی آمدنی سے انہوں نے بہت سے خیراتی کام کئے۔

۳۔ انہوں نے پورے صوبہ میں ہر جگہ محنتی، ایماندار اور فرض شناس حکام متعین کئے جو ان کے احکام پر فوری عمل کرتے۔ وہ خود روزانہ کھلی عدالت لگاتے لوگوں کی شکائتیں سنتے اور ان کی تکلیف دور کرتے۔ اس کام کو وہ اپنا مقدس

---

[1] سرکار جلد ۵ ص ۳۰۶

Marfat.com

فریضہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے مظالم کی سخت روک تھام کی یہاںتک کہ ان کی اپنی جاگیر میں سے ان کے امین جن کاشت کاروں سے زیادہ رقم وصول کر لیتے وہ اس رقم کو کاشت کاروں کو واپس دلاتے اور مجرموں کو سزا دیتے۔

انہوں نے خرید و فروخت سے ہر پابندی ہٹالی اور تاجروں اور مسافروں کو ہر طرح کے محصول معاف کر دیئے۔ انہوں نے جو محصول معاف کئے ان سے ہر سال پندرہ لاکھ روپے کی آمدنی صرف انہیں آپ اپنی جاگیر میں ہوتی۔ پورے بنگال میں جو رقم معاف کی گئی وہ بے شمار تھی۔ اس طرح کاشت کار اور تاجر ہر دباؤ اور ظلم سے بچا لئے گئے۔ غریبی اور احتیاج بنگال سے جلا وطن ہو گئی اور مزدور ڈھونڈے سے نہ ملتے[۱]

خود سرکار نے یہ بیان اپنی اس کتاب سے اورنگ زیب کے پانچویں حصہ میں نقل کیا ہے۔ اس بیان کو سامنے رکھکر، غور فرمایئے کہ بنگال کب ظلم و زیادتی کا شکار ہوا۔ شائستہ خان پورے تیئس سال بنگال کے گورنر رہے اس دوران میں بنگال نے غربت نہ دیکھی۔ اور نہ احتیاج، نہ ظلم کا مشاہدہ کیا اور نہ زیادتی کا۔

اورنگ زیب کی فرض شناسی ملاحظہ کیجیئے کہ اس نے شائستہ خان کے نیک کام کی سرپرستی کی اور انہیں پہلے چودہ سال تک وہاں رکھا اور پھر جب ایک سال کے لئے ایک شہزادہ کو وہاں کی حکومت سونپی اور اس نے غفلت سے کام لیا تو اسے معزول کر کے شائستہ خاں کو دوبارہ وہاں بھیجا اور ان کی موت تک انہیں اس صوبہ سے باہر نہ جانے دیا۔

---

[۱] سٹڈیز ان مغل انڈیا ۱۶۰ - ۱۶۷-

Marfat.com

ان کی موت کے بعد جس اعظم خان کوکہ کا انتخاب ہوا۔ وہ بھی غافل نکلا۔[1] اورنگ زیب نے اسے فوراً بدلا اور اس کی جگہ خان جہان کو دی جو ایک چیونٹی کو بھی ایذا دینا گناہ سمجھتے تھے جو انتہائی رحم دل منصف اور عادل تھے جو ہر قسم کی بداخلاقی اور رشوت لینے کے الزام سے مبرّا تھے۔ اور جنہوں نے زراعت اور تجارت کو خوب فروغ دیا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ وہ لڑاکے نہ تھے۔ اس سبب سے رحیم خاں کی بغاوت کو نہ دبا سکے اور اورنگ زیب کے غصّہ کا شکار ہوئے۔ ان کی جگہ شہزادہ عظیم الشان نے لی۔ مگر اپنی نوجوانی کے سبب نظم و نسق پہ قابو نہ پا سکے تو مرشد قلی خان دیوان بنا کر بھیجے گئے۔

مرشد قلی خاں، شائستہ خان سے بھی بازی لے لئے اور ان کے عہد میں بنگال نے غیر معمولی خوشحالی پائی۔ یہی مرشد قلی خان تھے جن کی قابلیت اور انتہائی دیانتداری اور فرض شناسی سے اورنگ زیب بہت متاثر تھا اور جب شہزادہ ان سے الجھا تو اورنگ زیب نے ان کی خاطر شہزادہ کو ایک طرح سے معزول کر دیا اور مرشد قلی خان کو قائم مقام گورنر بنا دیا۔

مرشد قلی خاں محض دیانتدار اور کاشت کاروں کے دوست ہی نہ تھے بڑے اونچے مدبّر اور ظلم و زیادتی کو دبانے میں بڑے سخت تھے۔ وہ جب تک اس صوبہ کے دیوان رہے کہیں کسی کاشت کار پہ ظلم نہ ہوا اور کہیں بدنظمی اور زیادتی دیکھنے میں نہ آئی۔

بادشاہ ان کی فرض شناسی اور دیانت کے سبب ان سے [illegible]

---

[1] ریاض ترجمہ ۲۳۱

Marfat.com

تھے کہ ان کو لکھا آپ جو کہیں گے وہی ہوگا جس کی سفارش کریں گے اسے اعزاز ملے گا۔ آپ کے خلاف کوئی شکایت سنی نہ جائے گی۔[1]

مرشد قلی خان بادشاہ کی موت تک بنگال میں رہے اور یوں ایک طرح سے بنگال متواتر تیس سال تک مرفع الحال اور فارغ البال رہا۔

یہ روئداد ہم نے مثالاً عرض کی ہے تاکہ اندازہ کیا جا سکے کہ سرکار کس قدر غلط گو تھے۔ دعوے کچھ کرتے تھے اور حقائق کچھ اور تھے۔ بنگال کی طرح دوسرے صوبوں میں بھی اورنگ زیب نے یہی طریقِ کار اختیار کیا تھا اور کہیں کسی طرح کے ظلم و زیادتی کو جائز نہ رکھا۔ اور نہ ذرا سی غفلت کو گوارا کیا۔ سیوا کے معاملہ میں غفلت کی اور تیس سال تکلیف اُٹھائی۔

خود اورنگ زیب نے اپنی وصیت میں اس کا اعتراف کیا تھا ورنہ اس غفلت کے سوا اس سے کوئی دوسری غفلت سرزد نہ ہوئی۔ وہ ہمیشہ سلطنت کے دور دراز اور نزدیک سے نزدیک تر کے صوبہ کی ایک ایک بات سے باخبر رہا اور اسی بات کی تلقین اس نے اپنے جانشین سے کی تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب کی ناکامی اس کی سلطنت کی غیر معمولی وسعت تھی لیکن اگر اس کے جانشین اس کی وصیت پر عمل کرتے اور حکومت کی تقسیم اسی طرح کر لیتے جس طرح اس نے مرتے وقت تقسیم کرنے کا مشورہ دیا تھا تو ان کی حکومت پر کبھی زوال نہ آتا اور مغل سلطنت ہندوستان سے کبھی ختم نہ ہوتی۔

مگر افسوس ان میں کوئی اورنگ زیب نہ تھا اور اورنگ زیب روز پیدا نہیں ہوتے۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں اس کی روح کے شاملِ حال ہوں۔

Marfat.com